مقدمۃ شرح البیضاوی

المسمّاة

اثمار التکمیل

لِما فی

انوار التنزیل

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدۃ المحقّقین
العلّامۃ الشّیخ مولانا محمد موسیٰ الرّوحانی البازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وطیّب آثارہ

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

الجزء الأول والثاني

طبع عاشر

مارچ ۲۰۲۰ء مطابق شعبان ۱۴۴۱ھ

ناشر

إدارۂ تصنیف وأدب

جامعۃ محمد موسیٰ البازی

برہان پورہ، نزد اجتماع گاہ، عقب گورنمنٹ ہائی سکول، رائیونڈ، لاہور

منگوانے کا پتہ »» مرکزی دفتر: القلم ٹرسٹ، 13 ڈی، بلاک بی، سمن آباد، لاہور۔

موبائل: 0300-4101882 فون: 042-37568430

www.jamiaruhanibazi.org

Email: alqalam777@gmail.com

مقدمة شرح البيضاوی

المسمّاة

اثمار التكميل

لِمَا فِى

انوار التنزيل

الجزء الأوّل والثانی

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشيخ مولانا محمّد موسى الروحانى البازى
رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

مصنّفِ کتابِ ہذا

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

کے بارے میں چند مختصر کلمات

اور ان کی زندگی کے مختصر حالات

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ أَمَّا بَعْدُ!

هَيْهَاتَ لَا يَأْتِي الزَّمَانُ بِمِثْلِهٖ
إِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهٖ لَبَخِيْلُ

ترجمہ "یہ بات بڑی بعید ہے، زمانہ ان جیسی شخصیت نہیں لائے گا۔
بیشک ایسی شخصیات کے لانے میں زمانہ بڑا بخیل ہے"۔

محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ افہم، مصنفِ افخم، جامع المعقول والمنقول، شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ واعلیٰ درجاتہٖ فی دار السلام کی شخصیت علمی دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنے عہد میں دنیا بھر کے ذہین لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ کی علمی مصروفیات قدرت نے آپ کی تسکین کیلئے پیدا کر رکھی تھیں۔

لاریب! ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی۔ اس وقت ان کی موت سے چمنستانِ اسلام اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ان کی باتیں بے شمار ہیں، ان کے سنانے والے بھی بے شمار ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دربارِ جلال و جمال میں حضرت محدث اعظمؒ کا مقام

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو عند اللہ جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اور اس سلسلے میں آپ کو جن کرامتوں اور خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا اس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ذیل میں اختصاراً ایک دو واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو کا پھوٹنا

تدفین کے بعد شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کی قبر اطہر اور مٹی سے خوشبو آنا شروع ہوگئی جس نے پورے میانی قبرستان کو معطر کر دیا۔ دُور دُور تک فضا انتہائی تیز خوشبو سے مہکنے لگی اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو اس ولی اللہ کی قبر پر حاضری دینے کیلئے امڈ پڑا، ملک کے کونے کونے سے لوگ پہنچنے لگے اور تبرکاً مٹی اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے۔ قبر مبارک پر مٹی کم ہونے لگتی تو اور مٹی ڈال دی جاتی۔ چند ہی منٹوں میں وہ مٹی بھی اسی طرح خوشبو سے مہکنے لگتی۔ قبر کے پاس چند منٹ گزارنے والے شخص کا لباس بھی جنّتی خوشبو سے معطر ہو جاتا اور کئی کئی دن تک اس لباس سے خوشبو آتی۔

یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ عالم اسلام کی چودہ صدیوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حضرت شیخؒ تیسری شخصیت ہیں جن کی مرقد اطہر سے جنت کی خوشبو جاری ہوئی جو الحمد للہ سات ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک جاری ہے۔ حضرت شیخؒ اللہ تعالیٰ کے کتنے برگزیدہ اور محبوب بندے تھے ان کی اس عظیم کرامت نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ یہ عظیم الشان کرامت جہاں حضرت محدثِ اعظمؒ کی ولایتِ کاملہ کی واضح دلیل ہے وہاں مسلکِ دیوبند کیلئے بھی قابل صد فخر بات ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے محبت

اس زمین پر عرشِ بریں کے آخری نمائندہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت محدث اعظمؒ کی محبت و عقیدت عشق کی آخری دہلیز پر تھی۔ درسِ حدیث میں یا گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر فرماتے تو رِقّت طاری ہو جاتی، آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور آواز حلق میں اٹک جاتی۔

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ بمعہ اہل و عیال حج کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ حج کے بعد چند روز مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مولانا سعید احمد خانؒ (جو کہ تبلیغی جماعت کے بڑے بزرگوں میں سے تھے) کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپ کی بمعہ اہل خانہ اپنی مدینہ منورہ والی رہائشگاہ پر دعوت کی۔ دعوت کے دوران والد محترمؒ، مولانا سعید احمد خانؒ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص (جو کہ مدینہ منورہ ہی کا رہائشی تھا) آیا، اس نے جب محدثِ

اعظم شیخ الشیوخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ کو اس مجلس میں تشریف فرما دیکھا تو انہیں سلام کر کے مؤدبانہ انداز میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، آپ مجھے معاف فرمادیں۔ والد ماجدؒ نے فرمایا بھائی کیا ہوا؟ میں تو آپ کو جانتا ہی نہیں، نہ کبھی آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔ تو کس بات پر معاف کروں؟ وہ شخص پھر کہنے لگا کہ بس حضرت آپ مجھے معاف کردیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی وجہ بتلاؤ تو سہی؟ وہ شخص کہنے لگا کہ جب تک آپ معاف نہیں فرمائیں گے میں بتلا نہیں سکتا۔ تو اپنے مخصوص لب ولہجہ میں والد صاحبؒ نے فرمایا اچھا بھئی معاف کیا، اب بتلاؤ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا حضرت میری رہائش مدینہ منورہ میں ہی ہے۔ میں اپنے رفقاء اور ساتھیوں سے اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم وفضل کے واقعات سنتا رہتا تھا چنانچہ میرے دل میں آپ کی زیارت وملاقات کا شوق پیدا ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تمنا بڑھتی گئی مگر کبھی زیارت کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔

اتفاق سے چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل میں مشغول تھے کہ میرے ایک ساتھی نے مجھے اشارے سے بتلایا کہ یہ ہیں مولانا محمد موسیٰ صاحب جن کے بارے میں تم اکثر پوچھتے رہتے ہو۔ میں نے چونکہ اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے میرے ذہن میں آپ کے بارے میں ایک تصور قائم تھا کہ پھٹا پرانا لباس ہوگا، دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوگا تو جب میں نے نوافل پڑھتے ہوئے آپ کا حلیہ اور وجاہت دیکھی (حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا لباس سادہ سا ہوتا، سفید لمبا جبہ نما کرتا پہنتے، شلوار ٹخنوں سے بالشت بھر اونچی ہوتی، سر پر سفید پگڑی باندھتے اور پگڑی کے اوپر عربی انداز میں سفید رومال ڈال لیتے مگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے علمی جلال کے ساتھ ساتھ ظاہری جمال اور رعب بھی بے انتہاء بخشا تھا، نیز نسبتاً دراز قامت بھی تھے اس لئے اس سادہ سے لباس میں بھی آپ کی وجاہت وشان کسی بادشاہِ وقت سے کم معلوم نہ ہوتی اور آپ کو نہ جاننے والے بھی آپ کی شخصیت سے انتہائی مرعوب ہوکر ادب سے ایک طرف ہوجاتے۔) تو میرے ذہن میں جو پھٹے پرانے لباس کا تصور تھا وہ ٹوٹ گیا اور میرے دل میں آپ کے بارے میں کچھ بدگمانی پیدا ہوگئی چنانچہ میں آپ سے ملے بغیر ہی واپس لوٹ گیا۔

اسی رات کو خواب میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ انتہائی غصے میں ہیں۔ میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوگئی کہ آپ ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو،
فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ"۔

میں خوف سے کانپ گیا، فوراً معافی چاہی، تو نبی کریم ﷺ فرمانے لگے۔

"جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں
بھی معاف نہیں کروں گا"۔

یہ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہوگیا اور اس دن سے میں مسلسل آپ کو تلاش کر رہا ہوں مگر آپ کی جائے قیام کا پتہ نہیں لگا سکا۔ آج آپ سے یہاں اتفاقاً ملاقات ہوگئی تو معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوگیا ہوں۔ حضرت شیخؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ پر رقّت طاری ہوگئی اور آپ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔

ان واقعات سے بخوبی علم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نہایت بلند مقام و درجہ حاصل تھا۔ خاص طور پر مدینہ منورہ میں پیش آنے والا مذکورہ بالا واقعہ تو اس قدر عجیب وغریب ہے کہ قرونِ اولیٰ کے علماء ومشائخ کے تذکروں میں بھی اس جیسی مثال خال خال ہی ملتی ہے۔

آپ تصور تو کیجئے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کو آپ سے کس قدر محبت ہوگی کہ آپ کے بارے میں مدینہ منورہ کے اس شخص کی معمولی سی بدگمانی پر رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ سخت غضب کی وجہ سے اسے مدینہ سے ہی نکل جانے کا حکم فرمایا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان عالی مرتبت اولیاء میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔
ترجمہ "جس شخص نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی،
مَیں اس شخص سے اعلان جنگ کرتا ہوں"۔

ذرا اس حدیثِ قدسی کو دیکھئے اور پھر مذکورہ واقعہ پر غور کیجئے بلکہ یہاں تو رنگ ہی نرالا ہے کہ اس شخص نے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو ہاتھ سے کوئی تکلیف پہنچائی، نہ استہزاء کیا، نہ اہانت وتحقیر کی، نہ زبان سے کوئی برے الفاظ و کلمات ادا کئے بلکہ صرف دل ہی دل میں آپ کے بارے میں بدگمانی کی مگر دشمنی کے معمولی اثرات والی اس حالت وکیفیت پر بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا غضب حرکت میں آگیا اور اسے اپنے شہر کو چھوڑنے اور اس سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

مختصر حالاتِ زندگی

محدث اعظم، مصنف الفخم، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ڈیرہ اسماعیل خان کے مضافات میں واقع ایک گاؤں کٹہ خیل میں مولوی شیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم عالم وعارف اور زاہد وسخی انسان تھے، انکی سخاوت کے قصے گاؤں کے لوگوں میں زبان زدِ عام ہیں۔ آپ کے والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات ایک طویل مرض، پیٹ اور معدہ میں پانی جمع ہونے، کی وجہ سے ہوئی۔ حضرت شیخؒ کی عمر اس وقت پانچ سال یا اس سے بھی کم تھی۔

والدِ محترم کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو کہ بہت ہی صالحہ، صائمہ اور قائمہ للہ تعالیٰ خاتون تھیں۔ آپ نے والدہ محترمہ کی نگرانی ہی میں دینی تعلیم حاصل کی، یہی آپ کے والدِ محترم کی وصیت بھی تھی۔

والدِ محترم مولوی شیر محمدؒ کی وفات کے بعد آپ ان کی قبر پر زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو قبر میں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی آواز سنائی دیتی خصوصاً "سُورَۃُ الْمُلْكِ" کی تلاوت کی آواز آتی۔ حدیث شریف میں سورۂ ملک کے بارے میں آیا ہے کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا باعث بنتی ہے۔

یہ ان کی عجیب وغریب کرامت تھی جسے والد ماجد محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے اپنی تصنیف شدہ کتاب "أَثْمَارُ التكميل" (یہ حضرت شیخؒ کی تصنیف کردہ بیضاوی شریف کی شرح "أَزْهَارُ التسهيل" کا دو جلدوں پر مشتمل مقدمہ ہے، اصل کتاب تقریباً پچاس جلدوں پر مشتمل ہے) میں بھی تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ حضرت شیخؒ کے جدامجد "احمد روحانی رحمہ اللہ تعالیٰ" بھی بہت بڑے عالم اور صاحب فضل وکمال انسان تھے۔ افغانستان میں غزنی کے پہاڑوں کے مضافات میں ان کا مزار اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔

حضرت شیخ محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ نے ابتدائی کتبِ فقہ اور فارسی کی تمام کتابیں مثلاً پنج گنج، گلستان، بوستان وغیرہ گاؤں کے علماء سے پڑھیں، اس دوران گھر کے کاموں میں والدہ محترمہ کا ہاتھ بھی بٹاتے۔ گاؤں میں بارش کے علاوہ پانی کے حصول کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا، آپ بعض اوقات پانی لانے کیلئے تین تین میل کا سفر کرتے۔

گاؤں میں کتابیں پڑھنے کے بعد آپ بعض علماء کے حکم پر تحصیل علم کیلئے تقریباً گیارہ سال کی کم عمری میں عیسیٰ خیل چلے گئے۔ تحصیل علم کیلئے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ یہاں پر چند ماہ میں ہی آپ نے علم الصرف کی کئی کتابیں زبانی یاد کر لیں۔

بعدہٗ ابا خیل ضلع بنوں تشریف لے گئے اور دو سال میں علم الصرف کی تمام کتب فصول اکبری تک اور نحو کی کتابیں کافیہ تک اور منطق کی ابتدائی کتب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ تعالیٰ اور خلیفہ جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرنگرانی ازبر کیں۔

اس کے بعد مفتی محمودؒ کے ہمراہ عبد الخیل آگئے اور یہاں پر دو سال میں ان سے شرح جامی، مختصر المعانی، سلم العلوم تک منطق کی کتابیں، مقامات حریری، اصول الشاشی، میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح وقایہ اور تجوید و قراءت کی بعض کتب پڑھیں۔

مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ اکوڑہ خٹک دارالعلوم حقانیہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال قیام کیا جس دوران آپ نے منطق کی تمام کتابیں ماسوائے قاضی مبارک اور فلسفہ کی تمام کتب، علم میراث، اصولِ فقہ اور ادب عربی کی کتب پڑھیں۔

سالانہ چھٹیوں کے دوران مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ تفسیر میں شرکت کیلئے راولپنڈی آگئے۔ اس کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں داخلے کیلئے تشریف لے گئے۔ قاسم العلوم میں داخلے کا امتحان صدرا، حمد اللہ اور خیالی جیسی مشکل کتابوں میں زبانی دیا۔ ممتحن نے حیران ہو کر قاسم العلوم کے صدر مدرّس مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتلایا کہ ایک پٹھان لڑکا آیا ہے جسے سب کتابیں زبانی یاد ہیں۔ یہاں آپ تقریباً تین سال تک حصولِ علم میں مشغول رہے اور فقہ، حدیث، تفسیر، منطق، فلسفہ، اصول اور علم تجوید و قراءتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت شیخؒ کو اللہ جل شانہ نے بے انتہاء قوتِ حافظہ اور سریع الفہم ذہن عطا کیا تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ اپنے تمام ہم جماعتوں پر فائق رہے۔ آپ کے اساتذہ آپ کی شدتِ ذکاوت، قوتِ حافظہ اور وسعتِ مطالعہ پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرتے۔ آپ مشکل سے مشکل عبارت اور فنی پیچیدگی کو، جس کے حل سے اساتذہ بھی عاجز آجاتے، ایسے انداز میں حل فرماتے اور فی البدیہہ ایسی تقریر فرماتے کہ یوں محسوس ہوتا جیسے اس مقام پر کوئی اشکال تھا ہی نہیں۔

تدریس سے وابستہ ہونے کے بعد تمام کتبِ فنونِ عقلیہ و نقلیہ کے دروس میں آپ طلباء و علماء کے سامنے اس فن کے ایسے مخفی نکات اور علومِ مستورہ بیان فرماتے کہ سننے والے یہ گمان کرنے لگتے کہ شاید آپ کی ساری عمر اسی ایک فن کے حصول و تدریس اور استحکام میں گزری ہے۔ تمام فنون میں آپ کے اسباق کی یہی کیفیت ہوتی اور آپ اس فن کی انتہائی گہرائی میں جاکر لطائف وبدائع کو ظاہر فرماتے۔

حضرت محدثِ اعظم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو جن علوم و فنون میں مکمل دسترس و مہارت حاصل تھی اس کا ذکر وہ خود بطور تحدیثِ نعمت اپنی بعض تصانیف میں ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

" ومما من اللہ تعالی علیّ التبحّر فی العلوم کلّها النقلیة والعقلیّة من علم الحدیث و علم التفسیر وعلم الفقه وعلم أصول التفسیر وعلم أصول الحدیث وعلم أصول الفقه وعلم العقائد و علم التاریخ وعلم الفِرَق المختلفة وعلم اللُّغة العربیة وعلم الأدب العربی المشتمِل علی اثنی عشر فنًّا وعلمًا کما صرّح به الأدباء وعلم الصرف وعلم الاشتقاق وعلم النحو وعلم المعانی وعلم البیان وعلم البدیع وعلم قرض الشعر وعلم المنطق وعلم الفلسفة الأرسطویة الیونانیة والإلٰهیّات من الفلسفة الیونانیة و علم الطبیعیات من الفلسفة الیونانیة وعلم السماء والعالم وعلم الرّیاضیات من الفلسفة الیونانیة وعلم تهذیب الأخلاق وعلم السیاسة المدَنیة من الفلسفة وعلم الهندسة أی علم أقلیدس الیونانی وعلم الأبعاد وعلم الأُکُر وعلم اللّغة الفارسیّة والأدب الفارسی وعلم العروض وعلم القوافی وعلم الهیئة أی علم الفلك البطلیموسی الیونانی وعلم التجوید للقرآن وعلم ترتیل القرآن وعلم القراءات ".

آپ دوران درس خارجی قصے سنانا پسند نہیں فرماتے تھے مگر اس کے باوجود مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے اور سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ جی چاہتا کہ درس جاری رہے کبھی ختم نہ ہو۔ یوں معلوم ہوتا جیسے حضرت شیخؒ کے علم نے طلباء پر سحر کر کے انہیں مدہوش کر دیا ہے اور انہیں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں۔ درس جس قدر بھی طویل ہوتا چلا جاتا طلباء پہلے سے زیادہ ہشاش بشاش وتازہ دم نظر آتے اور ایسا لگتا جیسے آپ نے ان میں ایک علمی قوت بھر دی ہو۔

سب سے زیادہ شہرت آپ کے درسِ ترمذی اور درسِ تفسیر بیضاوی کو حاصل ہوئی۔ دُور دراز سے طلباء وعلماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے کھچے چلے آتے۔ آپ کا درسِ حدیث بعض اوقات پانچ چھ گھنٹوں تک مسلسل جاری رہتا۔ شدید سے شدید بیماری میں بھی، جبکہ حضرت شیخؒ کیلئے بیٹھنا بھی مشکل ہوتا، یہی صورتِ حال رہتی اور بیماری کے باوجود کئی کئی گھنٹوں کی تقریر کے بعد بھی آپ پر تھکن کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ طلبہ سے فرماتے " بھئی یہ سب علم حدیث کی برکات ہیں "۔

خاص طور پر آپ کا درسِ ترمذی پورے پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اپنی مثال آپ تھا جس میں آپ جامع ترمذی کی ابتداء سے لیکر انتہاء تک ہر ہر حدیث کا ترجمہ کرتے، مشکل الفاظ کی صرفی ونحوی تحقیق کرتے، مآخذ بتلاتے، محاوراتِ عرب کی تفاصیل سے مطلع فرماتے اور تمام مسائل پر انتہائی مفصل وسیر حاصل بحث بھی فرماتے۔ مسائل میں عام طریقۂ کار کے مطابق دو یا چار مشہور مذاہب بیان نہ فرماتے بلکہ اکثر مسائل میں آپ سات سات یا آٹھ آٹھ مذاہب بیان فرماتے، ہر فریق کی تمام ادلّہ ذکر کرتے اور پھر ہر دلیل کے کئی کئی جوابات احناف کی طرف سے دیتے۔ بعض

اوقات فریقِ مخالف کی ایک ہی دلیل کے جوابات کی تعداد پندرہ بیس سے بھی بڑھ جاتی۔

آپ کے درس کی سب سے خاص بات " قَالَ " کیساتھ " أَقُوْلُ " کا ذکر تھا یعنی " میں اس مسئلے میں یوں کہتا ہوں "۔ حضرت شیخؒ کو اللہ تعالیٰ نے استخراجِ جوابِ جدید کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اکثر مسائل و مباحث میں اپنی جانب سے دلائلِ جدیدہ و توجیہاتِ جدیدہ ذکر فرماتے اور وہی جوابات و توجیہات سب سے زیادہ تسلی بخش ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی مسئلے میں صرف آپ کی اپنی توجیہات و جوابات کی تعداد اس مسئلے میں اسلاف سے مروی مجموعی توجیہات سے بڑھ جاتی اور ساتھ ساتھ یہ فرماتے۔

" مولانا یہ میری اپنی توجیہات و اَدِلّہ ہیں اس مسئلہ میں، روئے زمین کی کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملیں گی۔ بڑی دعاؤں و آہ وزاری اور بہت راتیں جاگنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ان کا القاء و الہام کیا ہے "۔

اس جلالتِ علمی کے باوجود عاجزی کا یہ عالم تھا کہ اپنے جوابات و توجیہات کی نسبت اپنی طرف کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جانب فرماتے تھے کہ بندہ کچھ بھی نہیں، وہی ذات سب کچھ ہے۔ یہ عاجزی و انکساری ان کی سینکڑوں تصنیف شدہ کتابوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مصنف حضرات عام طور پر اپنی تصنیفات پر اپنے نام کے ساتھ مختلف القاب بھی لگاتے ہیں مگر حضرت شیخؒ نے اپنی ہر تصنیف پر عاجزی و انکساری کی راہ اپناتے ہوئے اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ عبدِ فقیر یا عبدِ ضعیف (کمزور بندہ) لکھا جو اُن کی انکساری کی واضح مثال ہے۔ عجز و انکساری کا ساتھ حالتِ نزع میں بھی نہ چھوڑا اور ایسی حالت میں بھی زبان ادب کا دامن پکڑے انکساری و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس ذات وحدہ لاشریک لہ کو اس انداز میں پکارتی رہی۔

" إِلٰهِیْ أَنَا عَبْدُكَ الضَّعِیْفُ ".

یعنی " یا اللہ ! میں تیرا کمزور بندہ ہوں "۔

حضرت محدث اعظمؒ کے اوقات میں اللہ جلّ جلالہ نے بہت زیادہ برکت رکھی تھی۔ آپ قلیل سے وقت میں کئی گنا زیادہ کام کر لیتے جس کا اندازہ آپ حضرت شیخؒ کے درسِ ترمذی سے لگا سکتے ہیں کہ ترمذی کی ہر حدیث کا ترجمہ بھی ہو، تمام مشکل الفاظ کی صرفی و نحوی تحقیقات و مآخذ کی توضیح بھی ہو، پھر تمام مسائل پر اتنی مفصل بحث ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ آپ سب طلباء سے کاپیاں بھی لکھواتے، چنانچہ مسلسل تقریر کرنے کی

بجائے ٹھہر ٹھہر کر املاء کے انداز میں طلباء کو مسائل لکھواتے جس دوران آپ ہر جملے کو کم از کم دو یا تین مرتبہ ضرور دہراتے مگر ان سب باتوں کے باوجود وقت میں اتنی برکت ہوتی کہ جامع ترمذی سالانہ امتحانات سے قبل ہی اطمینان وتسلی سے ختم ہوجاتی اور اس کے ساتھ ساتھ ہر طالب علم کے پاس آپ کی مکمل درسی تقریر بھی مستقبل کیلئے محفوظ ہوجاتی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے علمی تفوّق کا اقرار بڑے بڑے علماء کرتے تھے۔ امام کعبہ شیخ معظم محمد بن عبداللہ السبیل مدّظلہ ایک مرتبہ علماء کرام کی مجلس میں فرمانے لگے۔

"میں اس وقت دنیا کے مرکز (مکہ مکرمہ) میں بیٹھا ہوں۔ دنیا بھر کے علماء میرے پاس تشریف لاتے ہیں مگر میں نے آج تک شیخ روحانی بازی جیسا محقق ومدقق عالم نہیں دیکھا"۔

تصنیف وتالیف کیساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ وارشاد کے میدان میں بھی اللہ جل شانہ نے آپ سے بہت کام لیا۔ اس سلسلے میں آپ خود اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں۔

" واللہ تعالی بفضلہ ومنّہ وفّقنی للعمل بجمیع أنواع الدعوۃ والإرشاد والحمد للہ والمنّۃ.

فقد أسلم بإرشادی وجھدی المسلسل فی ذلك أکثر من ألفی نفر من الکفار وبایعوا علی یدی و آمنوا بأن الإسلام حق وشھدوا أنّ اللہ تعالی واحد لاشریك لہ ودخلوا فی دین اللہ فرادٰی وفوجًا.

حتی رأیت فی بعض الأحیان أسرۃ کافرۃ مشتملۃ علی عشرۃ أشخاص فصاعدًا أسلموا وبایعوا للإسلام علی یدی بإرشادی فی وقت واحد وساعۃ واحدۃ والحمد للہ ثم الحمد للہ.

وفی الحدیث لأن یھدی اللہ بك رجلًا واحدًا خیر لك مما تطلع علیہ الشمس وتغرب.

خصوصًا أسلم بإرشادی وتبلیغی نحو خمسین نفرًا من الفرقۃ الکافرۃ الملحدۃ القادیانیۃ أصحاب المتنبی الکذاب الدجال مرزا غلام أحمد.

وأسلم غیر واحد من الفرقۃ الکافرۃ طائفۃ الذکریین بإرشادی ونصحی وبما بذلت مجھودی وقاسیت المشقۃ الکبیرۃ فی الإرشاد والتبلیغ.

والفرقۃ الذکریۃ فرقۃ فی بلادنا لایؤمنون بکون القرآن کتاب اللہ تعالی ولایحجّون إلی کعبۃ اللہ المبارکۃ بل بنوا بیتًا فی دیار مکران من دیار باکستان یحجّون إلیہ ولھم عقائد زائغۃ.

وأقا إرشادی المسلمین العُصاة التارکین لأداء الزکاۃ والصلوات والصوم وغیرها فله نتائج طیبة وأحسن . وللہ الحمدُ والفضل ومنه التوفیق . فقد تاب آلاف من المجرمین المجاهرین بالفسق من الرجال والنساء وأصبحوا من مقیمی الصلوات وتوجّهوا الی إداء الزکاۃ و الصوم والأعمال الصالحة.

وتبدلت حیاتهم وانقلبت أحوالهم. ولا أحصی عدد هٰؤلاء التائبین لکثرتهم ".

دین اسلام کی سربلندی کیلئے آپ نے منکرین حدیث، اہل بدعت، روافض، قادیانیوں اور یہود ونصاریٰ سے کئی عظیم الشان مناظرے بھی کیے اور عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کیا۔

ابتدائی حالات کا مشاہدہ کیجئے تو بظاہر اسباب کوئی شخص نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نونہال کا سایہ ایک عالم پر محیط ہوگا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی، حفظِ دین اور پاسبانی مُلت کا انتظام، ظاہری اسباب سے بالاتر کرتی ہے اور لطفِ الٰہی خود ایسے افراد کا انتخاب کرتا ہے جن سے دین حنیف کی خدمت کا کام لیا جائے۔

وفات

بروز سوموار ۲۷ جمادیٰ الثانیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء عصر کی جماعت میں حضرت محدثِ اعظم کو دِل کا شدید دورہ پڑا اور علم وعمل کے اس جبلِ عظیم کو اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دنیا سے نجات دیتے ہوئے دارِ قرار کی طرف بلالیا اور اس دنیاوی آزمائش میں آپ کی کامیابی اور اپنی رضا کا اعلان آپ کی قبر سے پھوٹنے والی جنت کی خوشبو کے ذریعہ دنیا میں ہی کردیا۔

تو خدا ہی کے ہوئے پھر تو چمن تیرا ہے
یہ چمن چیز ہے کیا سارا وطن تیرا ہے

حضرت شیخؒ نے تریسٹھ ۶۳ برس عمر پائی۔ آپ ایک عالم باعمل، عارف باللہ، باضمیر اور باکمال انسان تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ " مومن وہ ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے "۔ آپ کی نگاہِ پُرتاثیر سے دلوں کی کائنات بدل جایا کرتی تھی، آپ کی صحبت میں چند لمحے گزارنے سے اسلام کے عہد زرّیں کے بزرگوں کی صحبتوں کا گمان ہوتا تھا۔ حضرت شیخؒ میں قرونِ اولیٰ والی سادگی تھی۔ ان کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ آنکھوں میں تدبر کی گہرائیاں، آواز میں سنجیدگی ومتانت کا آہنگ، دری پر گاؤ تکیے کا

سہارا لئے حضرت شیخؒ کو معتقدین کے سامنے میں نے اکثر قرآن وحدیث کے اسرار ورموز کھولتے دیکھا۔

یوں تو موت سنتِ بنی آدم ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں، یہاں جو بھی آیا جانے ہی کیلئے آیا۔ مگر کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی موت صرف فردِ واحد کی موت ہی نہیں بلکہ پوری ملت کی موت ہوتی ہے۔

"مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ"

خصوصاً اگر رخصت ہونے والے کا وجود دنیا کیلئے باعثِ رحمت ہو، ان کی ذات سے عالم اسلام کی خدمات وابستہ ہوں تو ان کا صدمہ ایک عالَم کی بے بسی، بے کسی و محرومی اور یتیمی کا موجِب بن جاتا ہے۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گا صبحِ محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت شیخؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ محفل اجڑ گئی، ایک باب بند ہو گیا، ایک بزم ویران ہو گئی، ایک عہد ختم ہو گیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا خود ہی اس دنیا میں جا بسا جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا اور جو دار العمل نہیں دار الجزاء کی تمہید ہے۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا　　اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر　　ہائے وہ میرِ کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جبکہ اسلام ہر طرف سے طرح طرح کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے اور ایسی حالت میں جبکہ اہل اسلام کو انکی رہبری کی مزید ضرورت تھی، وہ اپنے بے شمار چاہنے والوں کو روتا دھوتا چھوڑ کر اس ظالم دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روٹھ گئے۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ حجاج بن یوسف کے "دستِ جفا" سے شہید ہوئے تھے۔ حافظ ابن کثیر

رحمہ اللہ تعالیٰ نے "البدایہ والنہایہ" میں ان کے بارے میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال اس وقت ہوا جبکہ روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت شہید ہوئے جبکہ روئے زمین کا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہ ہو"۔

آج صدیوں بعد یہ فقرہ محدثِ اعظم شیخ المشائخ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ پر حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ وہ دنیا سے اس وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو اُن کے فہم و تدبّر کی احتیاج تھی اور علماء ان کی قیادت و زعامت کے حاجتمند تھے۔ اُن کی تنہا ذات سے دین و خیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی۔

آپ نے جس طور کُل عالم کی فضاؤں کو علمی و روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ وعافاہ
ابن شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازیؒ
ربیع الاوّل ۱۴۲۰ھ مطابق جون ۱۹۹۹ء

مقدمة شرح البيضاوي

المسمّاة

أثمار التكميل

لما في

أنوار التنزيل

=== الجزء الأوّل ===

لإمام المحدّثين نجم المفسرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشيخ مولانا محمّد موسى الرّوحاني البازي
رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

زهير

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین۔ امّا بعدُ

کتاب ہذا موسوم بہ اثمار التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا بسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندۂ عاجز ضعیف کی تصنیف ہے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے، آزھارُ التسھیل فی شرح انوار التنزیل۔

مقدمہ یعنی اثمار التکمیل مباحثِ متفرقہ مفیدہ وتحقیقات بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے۔

میری طبیعت جدّت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ وسلوکِ مسالکِ غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اثمار التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلۂ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گذار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کما حقہا مطلع ہونا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں فنونِ متعددہ کے اصولوں و مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کر کے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن واحد کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان سے انتخابِ مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ واستفادہ ہے۔

اثمار التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث ومسائل جمع ہیں۔ یہ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد حاصل ہو سکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف ومقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف سے کتاب سے متعلق شعراء واشعار کے بارے میں تاریخی وادبی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر واحسن ہے۔

میری کتاب ہذا کے موضوعات فوائد ومباحث کا میدان طویل وعریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء، ورواۃ قراء، تاریخ بلاد، احوال حیوانات، احوال ملوک مسائل ادبیہ، فرق اسلامیہ اور ان کے عقائد کی توضیح، تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام۔ بسط احوال قبائل اصول تفسیریہ تفصیل شروح وحواشی تفسیر بیضاوی ودیگر فوائد عظیمہ شریفہ وامور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم وفنون کے مباحث ومسائل جمع ہیں۔ اثمار التکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم رسائل بتمامہا یا بتلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل یقیناً کتاب کی اہمیت ومفید ہونے میں اضافے کے موجب ہونگے۔ یہ کتاب چونکہ علماء وطلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں کثرت سے عربی عبارات بلا ترجمہ درج ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل علم وطلبہ ودانشوروں کے نزدیک یہ کتاب مثل آثار ودیار وازہار محبوب ومقبول ہو کر ان کے لیے تکمیل علم وتسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے۔ آمین ثم آمین۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم و احوال درج کیے جاتے ہیں، جو
تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں ـــــ!

انس رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

هو انس بن مالك بن النضر بن ضمضم الانصاری الخزرجی النجاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوحمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری و سبزی کا نام ہے جو انس رضی اللہ عنہ کو پسند تھی۔ اُمّ سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثّرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللهم ارزقه مالاً وولداً وبارك له فيه قال انس رضی اللہ عنہ فلقد دفنتُ من صُلبی سوی ولد ولدی مائةً وخمسةً وعشرين وانّ ارضی لتثمر فی السنة مرتين۔ رواه الطبرانی وغيره۔

ایک اور روایت میں ہے:۔ فقالت (ای اُمّی) يا رسول الله انس ادع الله له فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللهم اَكثِر ماله وولده وادخله الجنة قال قد رأيتُ اثنتين وانا ارجو الثالثة وروی الترمذی كان له بستان يحمل الفاكهة فی السنة مرتين وكان فيه ريحان ويجئُ منه ريح المسك۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدہٗ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں كان آخر الصحابة موتًا بالبصرة۔ جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السكن بسنده عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالك هذه شعرةٌ من شعر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فضعها تحت لسانی قال الراوی فوضعها

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدفن وھی تحت لسانہ۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ تیراندازی میں بڑے ماہر تھے۔
قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدر۔
آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقت ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔
ابن سیرین رحمہ اللہ عز وجل ۔ آیت او کصیب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔
ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ.
ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقویٰ وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سبی عین التمر وھو مولیٰ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کاتبہ علیٰ عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النووی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کر رہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو تین ازواج نبی علیہ السلام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہؓ وابن الزبیرؓ وابن عمرؓ و عدی بن حاتمؓ وغیرہ سے سماع کیا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ و عشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل ابن سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی و ایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علیٰ حرفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقہاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذهب الی اهلك واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا أعینك علی خیانۃ السلطان۔

مقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع و تقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیبؒ وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتا باربعین الف درهم فوجد فی زق منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصب الزیت کلہ وکان یقول عیرت رجلا بشیٔ من الفقر من ثلاثین سنۃ احسبنی عوقبت بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن هشام قال اوصی انس ابن مالك رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلك وکان محبوسا فقال انا محبوس قالوا قد استأذنا الامیر فأذن لك قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہ۔

آپ ورع و تقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں مارأیت رجلا افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقهہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیؒ ولا بصریؒ ورع مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ هشام قالت کنا نزولا مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنهار وعن بعض ال سیرین قال مارأیت محمد بن سیرین یکلم امہ قط الا وهو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ مارئی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سالہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرك مارأیت فی المنام۔ ابوعوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما راٰہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یوما ویفطر یوما۔ سری بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کان ابن سیرین ربما ضحك حتی یستلقی ویمد رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرمان بین الفاکهۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی هشام عنہ قال لم ترهذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنهما ولم تفقد الخیل البلق فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول و نصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثر المنیٰ حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات وافکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے سو دن بعد بصرہ میں سنہ ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ۔ نحاۃ وعلماء عربیت ومفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں او تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ وعالم ومرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح ومکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک والمزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک ومزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء وحزن آخرت کا غلبہ تھا۔ روی مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الاٰخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابو نعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الا حسبتہ حدیث عھد بمصیبۃ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم وامور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش وناراضگی بھی تھی۔ کما صرح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم واکرام کرتے تھے۔

تو عام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی رنجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ وعالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجبِ برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عز وجل۔

- **ابو الشعثاءؒ** شرح هدًی للمتقین میں مذکور ہیں۔

هو سليم بن اسود بن حنظلة ابو الشعثاء المحاربي الكوفيؒ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابو الشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباس و ابو ہریرہ وعائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت و عبدالرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں شیخ ثقة۔ وقال ابو حاتم لا يُسأل عن مثله قال النسائي ثقة۔ قال ابن عبد الله اجمعوا على انه ثقة۔ وقال ابن حزم في المحلى سليم بن اسود مجهول فكان ابن حزم ما عرف ان ابا الشعثاء هذا اسمه۔ كذا في التهذيب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤ القیس الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل و تدلوا بها الى الحكام الآية میں مذکور ہیں۔

هو امرؤ القيس بن عابس بن المنذر الكنديؓ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤ القیس نہیں جو صاحبِ معلّقہ وملک ضلّیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پہ مرا ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤ القیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگِ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبد البر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں له صحبةٌ وشهد فتح النجير وهو حصنٌ باليمن ثم حضر الكنديين الذين ارتدوا فلما خرجوا ليقتلوا وثب على عمه فقال له ويحك يا امرؤ القيس أتقتل عمك فقال له انت عمي والله عز وجل ربي فقتله وهو الذي خاصم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ربيعة بن عيدان في ارض فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم بيّنتك قال ليس لي بيّنة قال يمينه انتهى بزيادة من الاصابة۔

وروى الطيالسي باسناده عن علقمة بن وائل بن حُجر عن ابيه قال كنت عند رسول الله صلى الله

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عیدان فقال الآخر ھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکنؒ فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤ القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عیدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکر مقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأ القیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا الآیۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عیدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۱ فی ترجمۃ عیدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعہ بن عیدان ہے نہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان ابن ربیعہ۔ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عیدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الآیۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حُجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلقۃ

امرؤ القیس کا نام حُندُج تھا۔ امرؤ القیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ۱ ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلک لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اھ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ ملک ضلیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وہب وابو زید وابو الحارث ہے۔ اس کا زمانہ اولِ قرنِ سادس میلادی ہے۔ ظہور اسلام سے کچھ پہلے گزرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤ القیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حُجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جؤذر کی آنکھیں حجر کو پیش کر کے یہ دکھایا کہ امرؤ القیس قتل کر دیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کر دیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقاء کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرتے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کر دیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کر دیے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کر دیا۔
بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ وخیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ حندج کے سوا سب نے اظہار جزع وفزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندمار کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیرًا وحملنی دمہٗ کبیرًا وآلی ان لا یأکل لحمًا ولا یشرب خمرًا ولا یدّھن بدھنٍ ولا یصیب امرأۃ ولا یغسل رأسہ حتی یقتل من بنی اسد مائۃً ویجزّ نواصی مائۃٍ۔ حندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر وبنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو حندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہِ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے حندج کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب حندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان حندجًا کان یراسل ابنتك ویواصلھا وھو قائل فی ذلك اشعارًا یشھّرھا بھا فی العرب فیفضحھا ویفضحك۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ حندج کو کہو کہ یہ اس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ حندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مرگیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیرًا من شعر امرئ القیس کان للصعالیك الذین انضووا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیرًا من ھذا الشعر کان لاولئك الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الآخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الآخرۃ یجیٔ یوم القیامۃ حاملًا لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف ومختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبیؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماحؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی، ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤ القیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادۂ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤ القیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ ص۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابوجہل بیان ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرة بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابوجہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابوجہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگِ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل کے قاتل عمرو بن الجموح و ابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامۃ۔ ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہؓ جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جہلٍ عذقاً فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الآیۃ اور واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قُحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابوقحافہؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔

قال العلماء لا یُعرف اربعةٌ متناسلةٌ بعضھم من بعضٍ صَحِبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الّا اٰل ابی بکر الصدیق رضؓ وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ وایضًا ابوعتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنھم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبداللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل ۲ لحسن وجھہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔

وعن عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر عتیق اللہ من النار و من یومئذ سُمّی عتیقًا۔ رواہ الترمذیؒ۔ اور بعض علماء کا قول ہے۔ سُمّی ۳ بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ قالہ مصعب بن الزبیرؓ۔

حضرت صدیق رضؓ واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۂ رسول اللہ ہوئے۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ رسول اللہ کا لقب دیا۔

کتاب اصابہ میں ہے سمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمّی عتیقاً لعتاقۃ وجھہ۔

علّامہ دولابیؒ کتاب کنٰی میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیش لھا ولدٌ فلما ولدتہ استقبلت بہ البیت فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے۔ اور تمام قریش میں علمِ انساب کے زیادہ ماہر تھے۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کردی، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کردیے۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہٰذا تا قیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لا تحزن وارد ہے اور آپ کو معیّۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ما ظنّک باثنین اللہ ثالثھما۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یا رسول اللہ ایّ الناس احبُّ الیک قال عائشۃ رضؓ قلتُ من الرجال قال ابوھا۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کان یُسمّی الأوّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد اٰمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوّجھا وذلك قبل ان یولد علیّ رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیرہ اللہ بین الدنیا وبین ما عنداللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھے متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلمؒ منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ وعمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جا رہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ مِن اٰمنّ الناسِ علیّ فی صحبتہ ومالہ ابابکرؓ لو کنتُ متخذا خلیلاً غیر ربّی لاتخذتُ ابابکر خلیلاً ولکن اخوّۃَ الاسلام ومودّتہ لایبقینّ بابٌ اِلّا سُدّ الّا باب ابی بکر۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدك کأنھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فاتِی ابابکر۔ رواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائماً قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیومَ جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اَطعم الیوم منکم مسکیناً قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئٍ الا دخل الجنۃ۔ رواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر

ایاكِ واخاكِ حتیٰ اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنّٰی مُتمنٍّ ویقول قائلٌ انا اولیٰ ویأبی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ھ میں ہوئی۔

ابنِ جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلّقٰت متاع بالمعروف حقّاً علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھوسعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الی ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ امام جلیل، مفسر، محدّث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس وانس رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدّمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف و خشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رُلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:۔

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عمش وکان لسعید بن جبیر دیك یقوم من اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصلّ سعید تلك اللیلۃ فشقّ علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فما سمع لہ صوتٌ بعدُ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے، تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف و خشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القراٰن فیما بین المغرب والعشاء فی شہر رمضان۔ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ماعلامۃ ھلاك الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القراٰن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلّی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الی جنبہ

وسألته عن اٰیۃ من کتاب اللہ فلم یجبنی فلما صلی الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتکلّم الّا بذکر اللہ تعالیٰ حتی تصلی الصبح۔
وعن مسلم البطینؒ قال قلت لسعید بن جبیر الشکر افضل ام الصبر؟ قال الصبرُ العافیۃ احب اِلیّ۔
وکان یقول کنت اسمع الحدیث من ابن عباس فلو اذن لی لقبلتُ رأسہ وقال سعید الکبشُ الذی فدی بہ اسحاق علیہ السلام القربان الذی قربہ ابن اٰدم فتقبل منہ۔ کذا فی الحلیۃ۔
ویقول لولا اصوات الروم لسمعتم وجبۃ الشمس حین تقع وکان یقول من عطس عندہٗ اخوہ المسلم فلم یشمتہ کان دینًا یاخذہٗ بہ یوم القیامۃ۔
سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقی بن کسیر؟ قال انا سعید بن جبیر۔ قال لاقتلنك قال انا اذا کما سمتنی اُمّی۔ ثم قال دعونی اصلی رکعتین قال وجّھوہٗ الیٰ قبلۃ النصاری قال فاینما تولّوا فثم وجہ اللہ۔ قال سفیان لم یقتل الحجاج بعد سعید الا رجلاً واحدًا۔
وعن عمرؒ بن سعید قال دعا سعید بن جبیر ابنہ حین دعی لیقتل فجعل ابنہ یبکی فقال ما یبکیك؟ ما بقاء ابیك بعد سبع وخمسین سنۃً۔ وعن خلف بن خلیفۃ عن ابیہ قال شھدت مقتل سعید بن جبیر فلما بان رأسہ قال لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ ثم قالھا الثالثۃ فلم یتمھا۔ کذا ذکر الحافظ ابونعیم فی الحلیۃ و مثلہ ذکر النووی فی التھذیب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر یاسعید ایّ قتلۃ ترید ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك یا حجاج۔ فواللہ ما تقتلنی قتلۃ الا قتلك اللہ مثلھا فی الاٰخرۃ۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما انی اشھد واحاج ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ خذھا منی حتی تلقانی یوم القیامۃ ثم دعا سعید فقال اللھم لا تسلّطہ علیٰ احد یقتلہ بعدی۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالی ولسعید بن جبیر کلما اردت النوم اخذ برجلی۔
حجاج کے منشی یعلیٰ کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالی ولسعید بن جبیر فخرجت رشیدًا وعلمت انہ ان علم بی قتلنی فلم ینشب الحجاج بعد ذلك الا یسیرًا۔
سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وہو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔
ھو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیہ شاعر و واعظِ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ و صحفِ انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔
حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی و شاعر جاہلی ہے۔ ظہورِ اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۂ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی وقتادۃ۔

ابن کثیر نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابوسفیان بن حربؓ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہورِ نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر و غمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر اور غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت و دوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؓ سے ان کے والد صخر وعتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف ومعمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جاسکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیۃ فاصابنی من قولہ واللہ شئ ما اصابنی مثلہ قط وخرج من یدی فوز الدنیا والاخرۃ وکنتُ ارجوان اکون ایّاہ۔

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف وحلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌّ حین دخل فی الکھولۃ بدوّ امرہٖ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتھا وھو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرۃ اکثر جندہ من الملائکۃ۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ شام میں عیسٰی علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطورِ تسلیم اللہ کسی معمر وشریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم وغصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہوگیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ماکنتُ لاُومن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوجِ ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکرہ البیھقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استہزاء کہا یا امیۃ قد خرج النبی الذی کنت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت ما یمنعک من اتباعہ؟ قال ما یمنعنی الا الاستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم يرينني تابعًا لغلام من بني عبد مناف ثم قال امية كأني بك يا اباسفيان قد خالفته ثم قد ربطت كما يربط الجدى حتى يؤتى بك اليه فيحكم فيك بما يريد۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ مرّ واعلىٰ قطيع غنم قد انقطعت منه شاة معها ولدها فثغت كانها تستحث الولد فقال امية انها تقول اسرع بنا لايجئ الذئب فيأكلك كما اكل الذئب اخاك عام اوّل فسالوا الراعي هل اكل له الذئب عام اول حملاً بتلك البقعة فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم وحکمت ونصائح واحوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان كاد يسلم۔ رواه احمد۔ وفي حديث قال عليه السلام وكاد امية بن ابي الصلت ان يسلم۔ رواه ابوهريرة في الصحيح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیات سُنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھا کر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کر کے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحب مرآۃ لکھتے ہیں کان امیة أمن بالنبی علیه السلام تقدم الحجاز ليأخذ ماله من الطائف ويهاجر فلما نزل بدرًا قيل له الى اين؟ فقال اريد ان اتبع محمدًا فقيل له هل تدري ما في هذا القليب؟ قال لا۔ قال فيه شيبة وربيعة وفلان وفلان فجدع انف ناقته وشق ثوبه وبكى وذهب الى الطائف فمات بها سنه والمعروف موته سنه ۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدح نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لك الحمد والمنّ ربّ العبا ٭ دِ أنت المليك وانت الحكم

وايضًا قال فيها ؎

محمّد ارسله بالهدىٰ ٭ فعاش غنيًّا ولم يهتضم

وقد علموا انه خيرهم ٭ وفي بيتهم ذي الندىٰ والكرم

والتفصيل في خزانة الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں

الامام احمد ھو ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الامام الکبیر البارع المجمع علی جلالتہ وامامتہ وورعہ زھادتہ وحفظہ الذی یستنزل الرحمۃ بذکرہ ۔

امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے ۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے ۔

آپ بغدادی ہیں ۔ اصل میں مروزی ہیں ۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی ۔

تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ ، مدینہ ، شام ۔ یمن ۔ کوفہ ۔ بصرہ ۔ جزیرہ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے ۔

آپ نے سماعِ حدیث سفیان بن عیینہؒ وابراہیم بن سعدؒ ویحیی القطانؒ وہشیمؒ و وکیعؒ وابن مہدیؒ وعبدالرزاقؒ وغیرہ سے کیا ۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبدالرزاقؒ و ابن مہدیؒ وغیرہ ۔

آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ و مسلمؒ وابوداؤدؒ وابوزرعہؒ وبغویؒ وابن ابی الدنیاؒ وابو حاتم رازیؒ وموسی بن ہارونؒ و دارمیؒ وابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماعِ علوم کیا ۔

ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رایت ثلاثۃ لم نر مثلھم ابداً ۔ الاول ابو عبید القاسمؒ ما مثلتہ الا بجبل نفخ فیہ الروح ۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبھتہ الا برجل عجن من قرنہ الی قدمہ عقلاً ۔ والثالث احمد بن حنبلؒ ، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاولین من کل صنف ۔

ابومسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احداً یحفظ علی ھذہ الامۃ امر دینھا الا شاباً بالمشرق یعنی احمد بن حنبلؒ ۔

آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے ۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رایت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حزرت کتبہ اثنی عشر حملاً وعدلاً کل ذلک کان یحفظہ عن ظھر قلبہ ۔

ابو عبیدؒ فرماتے ہیں انتھی العلم علی اربعۃ ، احمد بن حنبلؒ وھو افقھھم فیہ ۔ وعلیؒ بن المدینیؒ وھو اعلمھم بہ ۔ ویحیی بن معینؒ وھو اکتبھم لہ ۔ وابی بکر بن ابی شیبۃ وھو احفظھم لہ ۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا اجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زُھدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ما رأیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الھاشمیؒ کذا ذکر النووی فی کتابہ تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۲

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سُلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القراٰن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزھد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علمِ حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا اباعبدِ اللہ کنتُ الیوم مع اھل العراق فی مسئلۃ کذا فلو کان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہٗ جزاک اللہ خیرًا۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیًا او شاء شامیًا حتی اذھب الیہ اذا کان صحیحًا۔

عبدالوہاب ورّاقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی ؟ فقال عبدالوھاب رجلٌ سُئل عن ستین الف مسئلۃٍ فاجاب فیھا بان قال اخبرنا وحدثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلی۔ ج ۱ ص ٦

ابوالحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختمِ قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفہ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کر لیا تاآنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرا دی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفہ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسمِ حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحٰق بن ابراہیم فرماتے ہیں احمد بن حنبل حجۃ بین اللہ وبین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحیی ساجی فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھٰؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئتُ من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی اٰتٍ فی مناحی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تدلُّ علیہ وقل لہٗ

ان اللہ عنك راض وملائكة سمواته وملائكة ارضه عنك راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دیکھا فقلتُ له بالله عليك مافعل الله بك فقال غفرلی فقلتُ بالله فقال بالله انه غفرلی فقلت بماذا غفرالله لك فقال بمحبتی لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحة فتبسم وقال انا فی راحة وفرحة۔

احمد بن محمد کنٹیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا فقلتُ یا اباعبدالله ماصنع الله بك فقال غفرلی ثم قال یا احمد ضُرِبْتَ فِیَّ قال قلتُ نعم یاربّ قال یا احمد هذا وجهی فانظر الیه فقد ابحتُكَ النظر الیه۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الورّاقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوکل امر ان یُمسح الموضعُ الذی قام الناسُ فیه للصلوة علی احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفی الفٍ وخمسمائة الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفًا من الیهود والنصاری والمجوس۔ کذا ذکر النووی فی التهذیب ج ۱ ص ۱۱۳

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود ونصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید و مشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وهی حکایة منکرة تفرد بها الورکانی والراوی عنه والعقل یحیل ان یقع مثل هذا الحادث فی بغداد ولا یرویه جماعة تتوفر دواعیهم علی نقل ماهو دونه بکثیر وکیف یقع مثل هذا الامر ولا یذکره المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبدالله ولا حنبل الذین حکوا من اخبار ابی عبدالله احمد بن حنبلؒ جزئیات کثیرة قال نوالله لو اسلم یوم موته عشرة انفس لکان عظیمًا ینبغی ان یرویه نحو من عشرة انفس انتهی۔ هامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۱۶

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف ومشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاُشُدَّ بہا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہ ھکذا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرات۔ فقلت یاابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یابنی ماتدری؟ قلتُ لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضًا علی اناملہ یقول یا احمد فُتّنی فاقول 'لا' حتی اموتُ۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص۱۷۵ -

اخفش ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ اخفش اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں اوّل۔ اخفش اکبر عبد الحمید بن عبد المجید ابوالخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو وعربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیّنًا ورعًا ثقۃً۔

دوم۔ اخفش اوسط سعید بن مسعدہ ابوالحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص۵۲ المشھور ھو ابوالحسن تلمیذ سیبویہ اھ

سوم۔ اخفش صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتّسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنّف شیئًا ولا قال شعرًا قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الی حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیّق الحال الی ان اکل الشلجم النّیئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱۳ ص۲۵۷

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہورتر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفش اوسط اعتقادًا معتزلی تھا۔ یہ کلبی ونخعی وہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوحاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ تو اہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء واحمر وابن سعد وغیرہ بیٹھ گئے

میں نے کسائیؒ سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائیؒ نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب رد کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الی جنبہ۔ پھر کسائیؒ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کرلی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پہ مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنیؒ و امام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

اخفش کا کہنا ہے ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئًا الا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۱۱ ص ۲۲۶۔ انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریًّا شمریًّا وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الی بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام واحذقھم بالجدل وکان غلام ابی شمر وکان علیٰ مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھٰذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات سنہ ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی سنہ ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عثمان بن جنی ابوالفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحب نکات لغویہ و دقائق ادبیہ و اسرار عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بہ نسبت علم صرف میں اقویٰ واکمل و بے نظیر ہیں۔ متنبی صاحب دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علمِ صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو وصرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابوعلی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابوعلی نے کہا زبّبت وانت حصرمٌ وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیبًا قبل ان تکون حصرمًا والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کر دیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ ص ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابوعلی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کرکے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابوعلی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی وعبدالسلام بصری اور ابوالحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء تینوں فاضل و ادیب و کامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدودُك عنی ولا ذنبَ لی ؛ دلیلٌ علیٰ نیۃٍ فاسدۃ
فقد وحیاتك مما بکیت خشیتُ علیٰ عینیَ الواحدۃ
ولولا مخافۃ ان لا اراك لما کان فی ترکھا فائدۃ

ابن جنی موسم ربیع و شباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأیتُ محاسِن ضحك الربیع ؛ اطال علیھا بُکاء السحاب
وقد ضحك الشیب فی لمّتی ؛ فلم لا ابکی ربیع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور و ممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المہموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادبا سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۱۱ میں اور انباہ الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم و تشدید نون قبل یاء مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن المبارك بن واضح الحنظلی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نوویؒ آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع علیٰ امامتہ وجلالتہ فی کل شیٔ الذی تستنزل الرحمۃ بذکرہ وترتجی المغفرۃ بحبّہ۔ انتھیٰ۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الکلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیهًا عابدًا عالمًا زاهدًا سخیًا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو لیلة ٭ فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذکر الاحباب من کل بلدة ٭ فهم انجم فیها وانت هلالها

عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارك۔
ابواسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابواسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقّہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی امّ ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا هذا والله الملك لا مُلك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تهذیب الاسماء۔ ج ۱ ص۲۸۶ حافظ ابونُعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لو جهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم اُبتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسٰی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلتُ عند صاحب البدعة اکلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لا کلمتُك ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ؛ من منطق فی غیر حینہ

والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ؛ فی القول عندی من یمینہ

وعلی الفتیٰ بوقارہٖ ؛ سمۃ تلوح علی جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابو حنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درّمختار میں ابو حنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ؛ امامُ المسلمین ابو حنیفہ

فما فی المشرقینِ لہ نظیر ؛ ولا بالمغربین ولا بکوفہ

فلعنۃ ربّنا اعداد رمل ؛ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفہ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہٖ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطی بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابو اسحاق طبقات میں لکھتے ہیں: ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ۔

ابو حنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رقٌّ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ۔
ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے ۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی ۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا ۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال له رحمك الله وغفر لك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين سنة ۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں ۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں ۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں :۔
نافع مولیٰ ابن عمرؓ ۔ ابن شہاب الزہری ۔ عکرمۃ مولیٰ ابن عباسؓ ۔ عبداللہ بن دینار ۔ علقمہ بن مرثد عطاء بن ابی رباح ۔ سماک بن حرب ۔ ہشام بن عروہ ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر ۔ حسن بن زیاد ۔ ابومطیع بلخی ۔ محمد بن الحسن ۔ ابویوسف ۔ وکیع بن الجراح ۔ عبداللہ بن المبارک ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابوحنیفہ تبع تابعین ہیں ۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل وغلط ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ۔ کئی صحابہ مثل انسؓ وسہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے ۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وكان فی زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالك وعبد الله بن ابی اوفیٰ وسهل بن سعد وابو الطفيل ۔ ولم ياخذ عن احد منهم انتهىٰ ۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأى انس بن مالك وسمع عطاء بن ابی رباح ۔
بہر حال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دار قطنیؒ وابن جوزیؒ و نوویؒ وذہبیؒ وابن حجر مکیؒ وسیوطیؒ وغیرہ نے ۔
خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہٰذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے ۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنیفة لم یر احدًا من الصحابة باتفاق اهل الحديث وان عاصر بعضهم علی رأی الحنفية ۱ھ
ابوحنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں ۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا بأس به لم یکن متهمًا ۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں ۔ مثل سفیان ثوریؒ وعبداللہ بن المبارکؒ وحماد بن زیدؒ وہشامؒ و وکیعؒ وعباد بن عوامؒ وغیرہ ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البر هو ثقة لا بأس به ۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس فی الفقه عیال ابی حنیفة ۔ وعن الشافعی ایضًا من اراد ان یتبحر فی الفقه فهو عیال ابی حنیفة ۔ وعن وکیع قال كان

ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ علی کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملھا۔
آپ کا تقویٰ و زہد و کثرت عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخرکار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنو امیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن ھبیرۃ فقدمت بابی حنیفۃ فارادہ علی بیت المال فابی فضربہ اسواطًا وبکی فی بعض الایام لوالدتہ وقال کان غم والدتی اشد علیّ من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحّم علیٰ ابی حنیفۃ۔
اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابوحنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنو گے۔ آپ نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابوحنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھائی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔
ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔
امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابویوسفؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ربعۃ من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابوحنیفۃ طوالًا تعلوہ سمرۃ۔
آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے تھے ماصلیت صلاۃً منذ مات حماد الا استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلمت منہ علمًا او علمتہ علمًا۔ ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ھذا عالم اھل الدنیا الیوم۔
مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احدًا بالکوفۃ الا رجلین ابا حنیفۃ فی فقھہ والحسن بن صالح فی زھدہ۔
فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ فقیھًا معروفًا بالفقہ مشھورًا بالورع وسیع المال

معروفاً بالافضال علی من یطیق صبوداً علی تعلیم العلم باللیل والنہار کثیر الصمت ۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ ۔

وکیعؒ فرماتے ہیں مالقیت افقہ من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاۃً منہ ۔

ابوحنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے ۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے نماز فجر پڑھی ہے ۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس ورحم آتا تھا ۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ ۔ حسن بن عمارہؒ نے ابوحنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک اباحنیفۃ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃً ۔ وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی خمساً واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین ۔

مشہور محدث زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے ۔ اس کی قرات مجھے بڑی پسند آئی ۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا ۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں ۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا ۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے ۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے ۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ وعلماء کو بھی پہناتے تھے ۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ورعاً فقیہاً کثیر البر والصلۃ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الی بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویجلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃ ۔ فیشتری بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتہم وکسوتہم ومایحتاجون الیہ ۔

وعن ابی یوسف کان ابوحنیفۃ لایکاد یسئل حاجۃً الاقضاھا ۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں ۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ ومحمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں ۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان ص۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابوحنیفہؒ نے کی ہے ۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابوحنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ و نزل النخع وکان یختضب بالحمرۃ قد أیتہ مرارًا۔ ص۱۵۱ پر لکھتے ہیں :۔ ان الامام اباحنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابۃ وامرأۃً ۔ وھم انس بن مالک وعمرو بن الحریث و عبداللہ بن اُنیس وعبداللہ بن الحارث بن الجزء الزبیدی وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن ابی اوفیٰ و واثلۃ بن الاسقع ومعقل بن یسار و عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھم ۔ اھ

درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۷ میں ہے وصحّ ان اباحنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسنّ نحو عشرین صحابیًا کما بُسط فی اوائل الضیاء وقد ذکر ابوالنصر فی منظومتہ ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم ابوحنیفۃ اھ ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے ۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلک الحلقۃ یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالِس اباحنیفۃ فلوکان ابراھیم حیًّا لکان محتاجا الیٰ مجالستہ ایاہ ھو واللہ یحسنُ ان یتکلّم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا ، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِیْ ان الرجل الصالح فقیہ اھل الکوفۃ ابوحنیفۃ یحج فان لقیتہ فأقرأہ مِنّی السلام ۔

عبداللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذاک صاحب لیل وعبادۃٍ فقال بعض جلسائہ انہ یقول الیوم قولاً ثم یرجع غدًا فقال ابن عون فھذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الّا صاحب دین ولولا ذلک لنصر خطأہ ودافع عنہ ۔

ابوالولیدؒ فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ما سمعتُہ قطُّ یذکر بین یدیہ الّا دعا لہ ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے ۔ کسی نے ابوحنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی تو انہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اھل الکوفۃ ضوء نورِ العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدًا۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری ص۲۷ ۔

متعدد احادیثِ مرفوعہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃٍ ۔ قال شمسُ الائمۃ الکردی ان ھذا الحدیث محمول علیٰ ابی حنیفۃ لانہ مات تلک السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان ۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے ۔ حدیث یہ ہے :

روی الشیخان عن ابی هریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من ابناء فارس ۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی هریرۃ مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لذھب به رجل من ابناء فارس حتی یتناوله ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ وابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے ۔ ملاحظہ ہو ردّ مختار ج ۱ ص ۳۹ ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوا ان اباحنیفۃؒ سُقِیَ السمّ فمات ۔ وعن محمد بن المھاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیه سم لیشرب فقال لا اشربُ فاکرہ علیٰ شربه مراتٍ فأبیٰ وقال انی لاعلم ما فیه لا اُعین علیٰ نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیه ثم خلّی عنه ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص ۳۵۸ ۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی ۔ فعن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسُه وھو ساجد ۔ حدیث صحیح ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اقرب ما یکون العبد من ربّه وھو ساجد ۔ رواہ احمد ومسلم ۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے ۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا ۔ عربی عبارت یہ ہے :۔ فقال سبحانه وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی :۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدًا ۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ نجا من عذابی ۔ ردّ مختار ص ۳۸ ج ۱ ۔

قاری احمد بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ ۔ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں ۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ معروف بہ بزّی ہیں ۔ آپ قراءِ سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزّی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزّی منسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزّی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن وامام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قرأت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قرأت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبلُ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مورخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما ھو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر لہ ومسح رأسہ فتلک المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ ادّھن من تلک المسحۃ۔ کذا ذکر الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہشام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحیی بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن واحمد بن حنبلؒ ویحیی بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث وفقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلک مع ابی حنیفۃ فان ابا حنیفۃ خبزہ مشوی وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابو حنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں ننلو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہوجائے تو مجھے بتادینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کردیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہوجاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چھپ کر پھر حلقہ درس میں آ بیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابو حنیفہ کے پاس جاکر میری شکایت کی اور کہا ان ھذا صبیّ یتیم لیس لہ شیٔ الّا ما اطعمہ من مغزل و انک قد افسدتہٗ علیّ۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یارعناء ھا ھوذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدھن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت لہ انک شیخ قد خرفت۔

ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کرلیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من ھذا۔ فانہ لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابو حنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سُنایا فقال ھارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والاٰخرۃ۔ ثم قال رحم اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ ما لا ینظر بعین رأسہ۔ ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابو یوسف میرے تمام تلامذہ میں أعلم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابو یوسف اتبعھم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابو یوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علیّ بن المدینی کان ابو یوسف صدوقًا وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابو زرعۃ کان سلیمًا من التجھّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القراٰن مخلوق فحرام کلامہٗ وفرض مباینتہ ولا یجوز السلام ولا ردّہ علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس ومن تتبّع غرائب الحدیث کذب ومن طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتی کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و فقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطعِ ید لازم ہو گیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطعِ ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہو گئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذِ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطعِ ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہو گیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا ھو اوّل من لقب قاضی القضاۃ۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہٗ قومٌ جلوس فھم شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقِط یعنی پنیر، تمر و زبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہبِ ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلّی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مائتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبتُ اباحنیفة سبع عشرة سنة لا اُفارقہٗ فی فطر ولا اضحی الا من مرض۔
ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح
بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے
وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں

ھو ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔

ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعت رضوان و بدر و احد وغیرہ جمیع مغازی میں
شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب و فضائل یہ ہیں:۔

اوّل۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤساء نے اپنے پاس حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے
کہ یارسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری
اونٹنی بحکم خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی
اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تاآنکہ آپؐ کا اپنا مکان
بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔

سوم۔ آپ سے احادیث مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور
پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔

چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد و غزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے
رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارض روم میں عسکر مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین
معاویہ رضی اللہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت
سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ
زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ
گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص و عوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں
فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ما حاجتک قال حاجتی اذا انا
متُّ فارکب بی ما وجدت مساغاً فی ارض العدو فاذا لم تجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئاً فقال علیہ السلام، لا یصیبک السوء یا ابا ایوب!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات و خصالِ حمیدہ و مناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:۔

اول۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اھ۔ ابن عبدالبر نے ابوہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۰

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبدشمس تھا اور کنیت ابوالاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین و ابوزرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں:۔

۱۔ بریر بن عشرقۃ ۲۔ سکین بن دومۃ ۳۔ عبداللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴۔ عبد نھم بن عامر ۵۔ عبد غنم ۶۔ عبد عمرو ۷۔ عامر بن عبد غنم ۸۔ عامر بن عبد شمس ۹۔ عمیر بن عامر ۱۰۔ یزید بن عشرقۃ ۱۱۔ سعد بن الحارث ۱۲۔ عبد یا لیل ۱۳۔ عبد تیم ۱۴۔ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵۔ عبد العزیٰ ۱۶۔ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷۔ عبید ۱۸۔ عبید ۱۹۔ عبید اللہ ۲۰۔ عمرو ۲۰۔ برّ ۲۱۔ سعید۔ یہ اختلاف ابوہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابوہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھ ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ و ابن عباس و انس و عبداللہ بن عمر و ابوہریرہ و جابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ وعمّروا۔ فذکر ھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص ۲۷۴

سوم۔ آپ محدثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سُنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابوزعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپا کر بٹھا دیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلا کر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیبِ ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنا دیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفاً عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعتِ علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال ابسط ردائك فبسطته ثم قال ضمّه الی صدرك فضممته فما نسیتُ حدیثاً بعد۔

پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین و انصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس با برکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیتِ ابوہریرہ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرّۃً فحملتھا فی کمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرۃ قیل فانتَ ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعیٰ غنم اھلی وکانت لی ھرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلّی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتم۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابوهريرة والله ماخلق الله مؤمنا يسمع بي ولا يراني الا احبني ثم ذكر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم۔ رواہ احمد

زمانۂ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریّہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء على السنة المحمدية۔

ابوریّہ اس کتاب کے ص۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاحِ نفس و ہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشی الشاعر۔ ثلثة قروء کی اور وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صدقين کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

هو ميمون بن قيس من بني سعد بن ضبيعة بن قيس۔ اعشی جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ كذا في كتاب الشعر والشعراء لابن قتيبة ج ۱ ص۱۷۸۔

خزانة الادب ج ۱ ص۱۶۵ میں ہے كان الاعشى من فحول شعراء الجاهلية وممن قدم على سائرهم سلك في شعره كل مسلك وقال في اكثر اعاريض العرب وليس ممن تقدم من الفحول اكثر شعرا منه اھ

خزانة الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشی آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشی کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشی کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوانِ اعشی کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشی نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے کے مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشی کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشی نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشی نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے۔ اعشی نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشی نے وہ قصیدہ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احدًا الا رفعہ و لا یھجو احدًا الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افتراپردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشی اپنی شقاوت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مر گیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشی نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپؐ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مر گیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشی کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سُنے ؎

والیتُ لا أرثِي لھا من کلالۃٍ ولا من حَفيً حتی تلاقی محمّدًا

متی ماتُناخِي عند باب ابن ھاشمٍ تُراحيْ وتلقی من فواضلہ ندًی

تو فرمایا کاد ینجو ولمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشی فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومیٔ الی رجل بعینہ لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکِبَ والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشی اذا طرب۔اھ

اعشی عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صنّاجۃ العرب لجودۃ شعرہ۔ ابوعمرو بن العلاء اعشی کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشی شاعر مجید کثیر الاعاریض و الافتنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید واعشی کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشی رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے اولاد کے استاذ کو طریقۂ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّبھم بروایۃ شعر الاعشی فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہ واصلب صخرہ۔ مفضّل کہا کرتے تھے من زعم انّ احدًا اشعر من الاعشی فلیس یعرف الشعر۔ اعشی شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہذا متعدد بادشاہوں خصوصًا بادشاہِ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی ۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ۔ اتامرون النّاس بالبرّ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے ۔

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے ۔ یہ بنی عوف بن کعب رَہط زبرقان بن بدر میں سے ہے ۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر وشرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ وخزانۃ الادب ج۴ ص ۵۸۸ پر درج ہیں ۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے ۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم ۔

کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی افخاذہم کلہا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الامرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولّی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ ۔ محبّر ص ۱۸۲ ۔

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تمیم کے شرفاء وکرماء میں سے تھا ۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرّارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے ۔

کتاب محبّر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّٰی جرّارًا حتی یرأس الفًا اضبط جرّارین قبیلۂ مُضر سے تھا ۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قاد سعدًا کلّھا لِحمیَرَ والفا فیہا یوم صنعاء ۔ اھ

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں :۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنہم الی اُخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منہم الی اٰخرین ۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ ۔ فقال بکل وادٍ بنو سعد ویقال انہ قال اینما اُوجّہ القی سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منہم واسر وجدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء ۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

نَصِلُ حِبالَ البعیدِ اِن وَصَلَ الـحبلَ واَقصِ القریبَ اِن قطعہ

واقنعْ مِن العیشِ ما اَتاکَ بہ ٭ مَن قرَّ عینًا بعیشِہٖ نفعہ

قد يجمع المالَ غيرُ آكلِه ويأكل المالَ غيرُ من جمعه
لا تحقرنّ الفقيرَ علّك أن تخشع يومًا والدهر قد رفعه

اوسُ بن حُجر الشاعر۔ آیت الذین یظنّون انهم ملٰقوا ربهم وانهم الیه راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

هو اوس بن حُجر بن عتاب۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابو عمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغة وزهیر فاخملاه۔ اھ

اوس شاعرِ جاہلی ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مُوشّح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص ۵ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذؓ جو نقّادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسُ قیل ثم من قال ابو ذُویب اھ

اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وهو من اوصفهم للحمر والسلاح ولا سیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونتہ ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقیٰ امرءًا من میدعان واسمحت قرونتہ بالیأس منها فعجّلا

عرب بطورِ ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مِزیَل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای اذا کان ولّاجًا خرّاجًا۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا تریٰ یستشیرنی یجدنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلًا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنو تمیم و بنو اسد میں سے ہے۔ یہ بنو تمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ و زُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زهیر ولکن النابغة طأطأ منه

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

هو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابو عمرو الاوزاعی فقیه اهل الشام وامامهم رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اوزاعی مجتہدین و فقہاءِ کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ و امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد و صاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سندیں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمّٰی بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ عقل واورع واعلم وافصح واوقر واحلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت و توثیق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کانّ امام اھل زمانہ۔ سفرِ حج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلا رہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے اِفسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحدّثنا واخبرنا وما رُئی الاوزاعی ضاحکاً مقہقہاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقی احدٌ فی مجلسہ الّا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتی یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالک والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیتُ ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلک ای ربّ ثم قلتُ یا ربّ اَمِتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ۔ متقی۔ ورع۔ زاہد۔ محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللہ علیہ طولَ القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلک من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّٰی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلّے پر پیشاب کر دیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد وما لم یجئ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیّ وعثمان الّا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراء بنی امیہ وبنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستّر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کر دیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقتِ ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسألہ لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لك فسألہ الربیع فقال لأنی لم ار محرمًا احرم فیہ ولا میتًا کفن فیہ ولا عروسًا جلیت فیہ فلھذا اکرھہ۔ (کذا فی البدایۃ ج ۱۰ ص ۱۲۰)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم و مکرم و مقبول و محبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقد ھم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعہ عنك واللہ لو امر اھل الشام ان یقتلوك لقتلوك۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ و گورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمك اللہ فواللہ لقد کنتُ اخاف منك اکثر مما اخاف من الذی وَلّانی یعنی الخلیفۃ المنصور

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقتْ رؤیاكَ نقدماتَ الاوزاعی فکتبوا ذلك فجاء موت الاوزاعی فی ذلك الیوم۔ آپ کا سببِ موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کرکے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصدًا ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیہ باب الحمام صاحبُ الحمام اغلقہ وذھب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجدہ میتًا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ وھو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض سنہ ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر سنہ ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت سنہ ۸۳ھ یا سنہ ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلّنی علی عمل یقربنی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃً اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا للہ قنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو سعید بن المسیّب بن حزن بن ابی وھب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیّب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس و عمر و عثمان و علی و ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری و سالم بن عبد اللہ و قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو واللہ احد المتقنین۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہؒ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفتُ الارض کلّھا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسیٰ کان افقہ التابعین۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علمًا من سعید بن المسیب۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام وقضایا عمرؓ دریافت کرتے تھے۔ آپ مدنی وقریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علیّ النساء۔ آپ تیل کے تاجر تھے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ۔ ج ۴ ص ۸۴۔

سعیدؒ بڑے عابد و پابندِ جماعت تھے۔ صائم الدہر تھے۔ چالیس حج کیے۔ آخر میں بینائی کمزور ہوگئی تھی آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی۔ آپ کے احوال واقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علیٰ سعید فی مرضہ وھو مضطجعٌ فسألہ عن حدیث فقال اقعدُونی فاقعدُوہ قال انی اکرہ ان اُحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل۔

فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے۔ آپ کا قول ہے لاخیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربّہ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظنّ انی قد اصبحت فاذا اللیل علیٰ حالہ فقمت اصلّی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یا عبد اللہ قل قلت ما اقول؟ قال قل اللھم انی اسئلک بانک مالک الملک وانک علیٰ کل شئ قدیر وما تشاء من امرٍ یکن۔ قال سعید فما دعوت بھا قط بشئ الّا رأیت نُجحہ۔ کذا فی الحلیۃ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ۔ وایضًا قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الّا وانا فی المسجد۔ وعن عبد المنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ عند الواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ ہے

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۸۰ھ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو ابولھب عبد العزّٰی بن عبد المطلب بن ھاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اُس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جھنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام۔ مواہب میں ہے رُئی ابولھب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الّا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعیّ ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثوبیۃ عند ما بشّرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الٓمّٓ وحروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابوالعالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابوزرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فائدہ۔ محدثین کے نزدیک ابوالعالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اوّل، ابوالعالیہ بصری زیاد بن فیروزؒ جن کا ذکر ہو گیا۔ دوم۔ رفیع بن مہران ابوالعالیہ الریاحی مولاہم البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابوالعالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وھو

الارتج لشهرته۔

ابو العالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی وابن مسعود وابی موسیٰ وابی بن کعب وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین وابوحاتم وابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرارت میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہ سعید بن جبیر وبعدہ السدی وبعدہ الثوری۔ وکان ابو العالیۃ یقول قرأتُ القرآن علی عهد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابو العالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تهذیب التهذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابو العالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلّمتُ الکتٰب والقرآن فما شعر بی اهلی ولا رُئی فی ثوبی مدادٌ۔ نیز فرماتے ہیں ما مسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ اوسبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یهلك عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ وذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللہ الحمد ربّ السمٰوٰت وربّ الارض ربّ العٰلمین قال الجن عالم والانس عالم وسوی ذلك ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لها اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقهم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدءوا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدّسوا اللہ عز وجل باصوات حسنۃ فانّی اسمع لها۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتداء بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

ھی هند بنت حذیفۃ ویقال بنت سهیل المخزومیّۃ امّ المؤمنین رضی اللہ عنها۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رَملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابو سلمہ عبداللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابو سلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابو سلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب وسلمہ وعمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابو سلمہؓ کو دشمن یعنی ابو اسامہ حبشی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہٗ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ۴؍ صفر سنہ ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹؍ جمادی الآخرہ سنہ ۴ھ میں وفات پاگئے۔ عدّت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال سنہ ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ سنہ ۵۹ھ میں آپ وفات پاگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد سنہ ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبَیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۃ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ھو اُبَیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجّاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سیّد القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے أقرأُهُمْ اُبَیّ۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سیّد المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا اُبَیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، ھو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی اٰخر الکتاب وکتب فلان بن فلان اھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴، احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن وقرارت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اهل الکتب وقال امرنی اللہ عز وجل ان اقرأ علیك قال النووی وھی منقبۃ عظیمۃ لاُبَیّ لم یشارکہ فیھا احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعًا خذوا القراٰن من اربعۃٍ عبد اللہ بن مسعود وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب رضی اللہ عنھم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃً عمر وعلیّ وعبد اللہ واُبیّ وزید وابو موسیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری وامراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سُنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوئے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلا من المسلمین

قال یارسول اللہ ارأیت ھذہ الاھراض التی تصیبنا مالنا فیھا؟ قال کفارات فقال أبیّ بن کعب یارسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا أُبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوعك حتی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مسّ انسان جسدہ الا وجد حرّہ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالك بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بروزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوتے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنوامیہ کے خصوصاً ولید بن عبدالملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سُنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتم من کل أوبٍ بلدۃٍ علی واحد لا زلتم قرن واحد

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابوعلی رحمہ اللہ۔ السّحر کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابوعلی کا ذکر آئے تو ابوعلی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابوعلی فارسی مشہور امام نحو ہے۔ وھو الحسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابوعلی علم عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج وابن السراج و مبرمان وابوبکر خیاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و بورع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھما بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاحیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بہا وعلت منزلتہ فی النحو اھ۔ انباہ الرواۃ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابوعلی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابوعلی سلطان عضد الدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضد الدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضد الدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابوعلی نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضد الدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا وانما یصلح ہذا للصبیان فمضی وصنف التکملۃ وحملہا الیہ فلما وقف علیہا قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفہمہ نحن ولا ہو وکان معہ یوما فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنیٰ فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت استثنی فنصبت ہلا قدرت امتنع فرفعت فقال ہذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص۲۱۶ والذی اختارہ ابوعلی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ الا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتہا فی جمع الجوامع انتہیٰ بتصرف۔

علامہ یاقوت معجم الادباء ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابوعلی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطئ فی خمسین مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطئ فی مسألۃ واحدۃ قیاسیۃ اھ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی عن ابی علی انہ کان یقول اخطئ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطئ فی واحدۃ قیاسیۃ اھ۔

ابوعلی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابوعلی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی نہیں سنا۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجری ذکر الشعر فقال ابوعلی انی لاغبطکم علی قول ہذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ہی من موادہ فقال لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابوعلی ما اعہد لی شعرا الا ثلاثۃ ابیات قلتہا فی الشیب وہی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبا   وخضب الشیب اولیٰ ان یعابا
ولم اخضب مخافۃ ہجر خلّ   ولا عیبا خشیت ولا عتابا
ولکنّ المشیب بدا ذمیما   فصیّرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسنّاہا وکتبناہا عنہ اھ۔

ابوعلی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الایضاح الشعری۔ الایضاح النحوی۔ مختصر عوامل النحو۔ المسائل الحلبیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔ کتاب الاغفال۔ المقصور والممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰۃ فاغسلوا الاٰیۃ وغیرہ۔ ابو علی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوّے سال سے زیادہ تھی۔

ابو تمام الشاعر۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور کلما اضاء لھم مشوا فیہ و اذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابو تمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابو تمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت فادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابو تمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابو تمام قریۂ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابو تمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمّار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھا دیا۔ اسی طرح مدت تک ابو تمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصًا شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سراج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدۂ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ بعدۂ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کر لیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جا کر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جا کر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلاد جبل جا کر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و ابر شہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہو گئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمۂ ڈاک کا سربراہ مقرر کر دیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ؎

اِقدامُ عمروٍ فی سماحۃ حاتمٍ فی حلم احمد فی ذکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفت۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؎

لا تنکروا ضربی لہ من دونہ مثلاً شروداً فی الندیٰ والبأس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہٖ مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہ یہ دو شعر کہے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت و سرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعارِ قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علی مایستصعب منھا ویعسر متناولہ علی غیرہٖ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداعًا للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ ما یزید علی عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یا ھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب مما تظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعرًا اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔ ان شرّاح میں ابوریحان بیرونی و ابوالعلاء معری و خطیب تبریزی (آپ نے دو شروح مطول و مختصر لکھی ہیں) و شیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ما ثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابوثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبَی تھا وانما لقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدرٍ لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلفہ

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
اخنس نے مدینہ منورہ میں آکر اظہارِ اسلام کیا۔ وقال اللہ یعلم انی صادق۔ ثم ھرب بعد ذلک وارتد فمر بقوم من المسلمین فحرق لھم زرعًا وقتل حمرًا فنزل فیہ ومن الناس من یعجبک قولہٗ الی قولہ بئس المھاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنوزہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زھرۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللہ اموالکم وانما نفرتم لذلک واجعلوا بی حمیتھا وارجعوا فانہ لاحاجۃ لکم بان تخرجوا فی غیر منفعۃ وخلا بابی جھل فقال لہ اتری محمدًا یکذب فقال ماکذب قط کنا نسمیہ الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فای شئ یکون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زھرۃ ثم اسلم یوم الفتح۔ وقال السھیلی انہ قتل یوم بدر کافرًا وتبعہ علی ذلک التلمسانی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتھی بحاصلہ۔ مافی السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبَیّ المنافق ۔ واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کے بیان میں مذکور ہے۔
ھو عبد اللہ بن ابیّ ابن سلول ۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔
علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول اُبی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبد اللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔
لہٰذا اس عبارت عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔
دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبد اللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابیّ۔ بہرحال یہ اعراب عبد اللہ کا تابع ہے رفع ونصب وجر میں۔
سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔
اُبیّ کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔
ابن اُبی رأس المنافقین قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی قمیصِ مبارک بطورِ کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبد اللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم الآیۃ کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابو الحسن علیّ بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللّٰہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ابو الحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علم کلام کے اصول آپ نے قرآن وسنّت سے اخذ کر کے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص ۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص ۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص ۳۵۹، دیباج مذہب ص ۱۹۳، البدایۃ والنہایۃ ج ۱۱ ص ۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص ۳۵۳۔

ابو الحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابو علی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائد معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اُعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القراٰن وان اللّٰہ لا تراہ الابصار وان افعال الشرّ انا افعلھا وانا تائب مقلعٌ معتقد للردّ علی المعتزلۃ مخرج لفضائحھم ومعایبھم انتھی ما فی وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ و ملاحدہ و رافضہ و جہمیہ و خوارج و دیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفی فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسہم حتی اظہر اللہ الاشعری فجحرہم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلۃ ضیعۃ وقفہا جدہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درہما، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجاۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اھ۔

ابو عمرو بن عمار بن العریان بن عبد اللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابو عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابو عمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحیٰی وعند البعض جزء۔ وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری و مقری و عالم عربیت و نحو و اخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقرات پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و عبد اللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقرات مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبد الوارث بن سعید و حماد بن زید و معاذ ابن معاذ و ہارون اعور و یونس بن حبیب نحوی و یحیی بن المبارک یزیدی و ابوبکر بکراوی و خارجہ بن مصعب و عبد الوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ و حسن بصری و ابن سیرین و نافع مولی ابن عمر و بدیل بن میسرہ و عطاء بن ابی رباح و مجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء و شعبہ و حماد بن زید و وکیع و ہارون بن موسی نحوی و اصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ہو ثقۃ وقال ابو خیثمۃ کان ابو عمرو رجلا لاباس بہ لکنہ لم یحفظ ابو عبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابو عمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ والعرب وایامہا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

مازلت افتح ابوابا و اغلقہا ۔۔۔ حتی رأیت ابا عمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمروؒ مقدمًا فی عصرہ عالمًا بالقراءۃ ووجوھھا قدوۃ فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ وکان مع علمہ باللغۃ وفقھہ بالعربیۃ متمسکاً بالآثار لایکاد یخالف فی اختیارہ ماجاء عن الائمۃ قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرۃ جماعۃٌ من اھل العلم بالقراءۃ لم یبلغوا مبلغہ والی قراءتہ صار اھل البصرۃ او اکثرھم۔ وقال ابو عبید القاسم بن سلام رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضتُ علیہ اشیاءً من قراءۃ ابی عمروؒ فمارد علیّ الاحرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر ما یقرأ بہ ابو عمروؒ فما یختارہ لنفسہ فاکتبہ فانہ سیصیر للناس استاذاً۔

ابو عمرو بن العلاء کے ترجمہ وتفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس صـ۲۵ ونزہۃ الالباء صـ۱۵ وغایۃ النہایۃ ج۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابو عمرو بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص واخص الخواص تھے۔ اولاً بہت کچھ لکھا پھر طریقۂ زہد وعبادت اختیار کرکے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتاً لہ الی قریبٍ من السقف ثم انہ تنسّک فاخرجھا کلھا فلما رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔

ابو عمروؒ ابتداء سے محبِ علم وعاشقِ علومِ عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔

ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گئے فاناً لنسیر بصحراء بالیمن اذ لحقنا لاحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوسُ من الامـــــر لہ فَرجۃٌ کحلِّ العِقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمروؒ فانا بقولہ لہ فَرجۃ اشدّ سرورًا منّی بموت الحجاج قال فقال ابی اِصرف رکابنا الی البصرۃ وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنۃً یقال فَرجۃ بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی صـ۳۰ ووفیات ج ۳ صـ۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدّث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرّۃ عبد او امۃ۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرّۃ معنی لقال فی الجنین عبد او امۃ ولکنّہ عنی البیاض ولایقبل فی الدیۃ الاغلام ابیض او جاریۃ بیضاء لایقبل فیھا اسود ولا سوداء وھذا غریب۔

ابن مناذر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتیٰ متی یحسن بالمرء ان یتعلّم؟ قال ما دامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۷۰ھ یا ۶۸ھ یا ۶۵ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشیٰ علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؓ یبکی فقال ما یبکیك وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمروؒ احبّ القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناسُ الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدّون قارئًا من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ۔ قرأ ابوعمرو علیٰ جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منھم ابن کثیرؒ ومجاھد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضًا قرأ ابوعمرو علیٰ ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلیٰ عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرھم۔

فائدہ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قرارت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قرارت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قرارت کیا۔

ابو دُوَاد ایادی شاعر۔ وصدٌّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابو دؤاد بھمزۃ او بواو بوزن سعاد واھمال الدالین شاعر من ایاد مشھور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابو دؤاد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابو دؤاد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلًا مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابو دواد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جار ابی دواد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرہ نے اور عند البعض کعب بن مامہ نے پناہ دی تھی۔ ابو دواد گھوڑے کی تعریف و وصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد و عدیؔ بن زید وذلك لان الفاظهما لیست بنجدیة اھ۔ خطیئہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔

ابو دؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اوّل یہ شعر ؎

أکلَّ امریءٍ تحسبین امرأً ۔۔۔ ونارًا تحرّق باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام له ۔۔۔ لو وجد الماء مخرقاً خرقه

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔

آپ قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رأیتنی سادس ستۃ ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اوّلاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہو گئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انهاك

آپ کا علمی تبحّر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القراٰن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولی ابی حذیفۃ ومعاذ واُبی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمرؓ رضی اللہ عنہ کنیف ملئ علماً۔ وقال علیہ السلام تمسکوا بعهد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔

آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن وعتبہ وابوعبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ما تشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا اٰمر لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا اٰمر لك بعطاء؟ قال لا حاجۃ لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشی علی

بناتی الفقر انی امرتھن ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراھیم النخعی ودانسہ حماد وطحنہ ابوحنیفۃ وعجنہ ابویوسف وخبزہ محمد فسائر الناس یأکلون من خبزہ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے۔ آپ حبرالامۃ و بحر و رئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے۔ قال ابن مسعود نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاوے بن گئے تھے۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے۔ عبادلۃ اربعہ میں سے ایک ہیں۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ و ابن زبیرؓ و ابن عمروؓ ہیں۔

آپ چھٹے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایۃ عنہ وعمّروا وھم ابوھریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشۃ رضی اللہ عنہم

آپ بڑے جمیل و حسین تھے قال عطاء ما رأیت القمر لیلۃ اربع عشرۃ الا ذکرت وجہ ابن عباس وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وسفیان الثوری فی زمانہ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں۔ وعن میمون بن مھران قال شھدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلّی علیہ جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانہ فدخل فیھا فالتمس فلم یوجد فلما سوّی علیہ التراب سمعنا من یسمع صوتہ ولا یری شخصہ یقرأ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵۔

آپ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبد المطلب بھی آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضمّ ابن عباس الی صدرہ وقال اللھم علّمہ الکتاب وفی روایۃ علّمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقّھہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلّقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

آپ زاہد و کثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوۂ احد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔

وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی و عرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنّت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدائد ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلّی فی کل مکان صلّی فیہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ویبرك ناقتہ فی مبرك ناقتہ و نقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس کذا ذکرہ النووی فی التھذیب ج۱ ص۲۷۹۔ قال النووی قلّ نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شئ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الآیۃ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰ احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔
آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصّب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلك کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار و ائمہ دین و علم میں کنیتِ ابوزید سے مشہور تین علماء ہیں۔ اوّل علمِ فقہ میں۔ دوم علمِ حدیث میں۔ سوم تصوف و زہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائدِ کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابوزید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابوزید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابوزید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
ابوزید نے علمِ فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔
حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمیٰ من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ماتقول فاذا اسئلت عن مسئلۃ دللت الیھم فقال ویلک ھم طلبوا ھذا الامر ھم احق بھذا الامر۔
کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ صـ ۱۵۲۔
فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ وعن مھنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلتُ سمعت منہ شیئًا؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیًا علی المدائن فھرب منھا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البز وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔
دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدث وامام ہیں۔ یحیی بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحیی بن سعید امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔
ابوزید بصری روایتِ حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفی ویحیی بن سعید قطان وعبدالرحمن ابن مھدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ
خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالما بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسر من رأی فی اٰخر عمرہ وبھا توفی ۱ھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان فمنعتُ من الخروج الیہ لحداثتی فرأیتہ فی النوم یتوضأ علی شاطیٔ دجلۃ من کوز فقلت یا اباسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبداللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلامًا للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبۃ ویجیٔ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

اَشُدُّ مِن نفسی و ما تَشتدّ　　　وقد مضت ثمانون لی تعدّ

ایام مرّت لی و لیال بعد　　　کأنّ ایام الحیاۃ تعد و

ابو علی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سرّ من رأی میں میری موجودگی میں ابو زید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابو زید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا لہ تقول من وقف فھو کافر فقال لا اکفّر احدًا فقالوا لہ انت کافر ومزّقوا کتبہ فلزم بیتہ وحلف ان لا یحدّث شہرًا۔ ابو زید بصریؒ بہت بڑے محدّث و امام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرّ من رأی میں بروز پیر ۲۵ ر جمادی الآخرہ ۲۶۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳ھ ہے۔

سوم، ابو زید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وھو ابو زید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ ورع وکثیر العبادۃ تھے۔

حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابو نعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابو زید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدٌ لولا ثلاث ظمأ الھواجر وطول لیل الشتاء ولذاذۃ التھجّد بکتاب اللہ عز و جلّ ما بالیتُ ان اکون یعسوبًا۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبد الرحمٰن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیھم علقمۃ ویزید بن معاویۃ النخعی وعمرو بن عتبۃ ومعضد قال فخرج عمرو بن عتبۃ وعلیہ جبّۃ جدیدۃ بیضاء فقال ما احسن الدم یتحدّر علی ھذہ فخرج فتعرّض للقصر ای قصر الکفار فاصابہ حجرٌ فشجّہ قال فتحدّر علیھا الدم ثم مات منھا فدفنّاہ قال وخرج معضد العجلی یتعرّض للقصر فاصابہ حجر فشجّہ فجعل یلمسھا بیدہ ویقول انھا الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ قال فمات منھا فدفنّاہ۔

وعن علقمۃ قال حاصرنا مدینۃً ای فی غزوۃ فاعطیتُ معضدًا ثوبًا لی فاعتجر بہ فاصابہ حجر فی رأسہ فجعل یمسحھا وینظر الیّ ویقول انھا الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیر فاصابہ من دمہ قال فغسلتُہ فلم یذھب وکان علقمۃ یلبسہ ویصلّی فیہ ویقول انہ لیزیدہ الیّ حبًّا ان دم معضد فیہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۴ ص ۱۵۹

ابو زید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناہ یا اعوج وقیل ھو اسم صنم وانتصب علی اضمار الفعل فی التلاوۃ وقیل ھو اسم لابیہ کان یسمّی تارح وآزرو ھذا ھو الصحیح لمجیئہ فی الحدیث منسوبًا الی آزر۔ انتھی ما فی الروض الانف ج ۱ ص ۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتک فاتبعنی اھدک صراطاً سویًا۔ یاابت لاتعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمٰن عصیًا۔ الیٰ قولہ، قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ لارجمنّک واھجرنی ملیًا۔ قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیًا۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ وادعوا ربّی عسٰی ان لا اکون بدعاء ربّی شقیًا۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تاآنکہ آزر حالتِ کفر پر مرا اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وماکان استغفار ابراھیم لابیہ الاّ عن موعدۃ وعدھا ایّاہ فلما تبیّن لہ انہ عدوٌّ للہ تبرأمنہ ان ابراھیم لاوّاہ حلیم۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراھیم لابیہ آزر اتتخذ اصنامًا اٰلھۃ انی اراك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی ھریرۃ مرفوعًا یلقی ابراھیم اباہ آزر یوم القیامۃ وعلی وجہ آزر قترۃ و غبرۃ فیقول لہ ابراھیم الم اقل لك لاتعصنی فیقول لہ ابوہ فالیوم لا اعصیك فیقول ابراھیم یارب! انك وعدتنی ان لاتخزنی یوم یبعثون وایّ خزی اخزی من ابی الابعد فیقول اللہ تعالیٰ انی حرمت الجنۃ علی الکافرین ثم یقال یا ابراھیم ماتحت رجلیك فینظر فاذا ھو بذیخ متلطّخ فیؤخذ بقوائمہ فیلقی فی النار۔

وفی البدایۃ ج۱ ص۱۴۲ لابن کثیر ھذا یدل علی ان اسم ابی ابراھیم آزر وجمھور اھل النسب منھم ابن عباس علی ان اسم ابیہ تارح واھل الکتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمۃ فقیل انہ لقب بصنم کان یعبدہ اسمہ آزر وقال ابن جریر والصواب ان اسمہ آزر ولعل لہ اسمان علمان او احدھما لقب والاخر علم وھذا الذی قالہ محتمل اھ. ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مورخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ **فائدہ** آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عمّ ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اوّلاً اکثر محققین و اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء۔ نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیہ ضعف عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر. قال ان اب ابراھیم لم یکن اسمہ آزر وانما کان اسمہ تارخ واخرج ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضھا صحیح عن مجاھد قال لیس آزر اب ابراھیم۔

واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ آزر قال لیس آزر بابیہ انما ھو ابراھیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالخ۔

ثانیًا یہ کہ بعض روایاتِ آثار میں اسپر صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیرہ بسند صحیح عن سلیمان بن صُرَد الصحابی رضی اللہ عنہ قال لمّا ارادوا ان یلقوا ابراھیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتّی

ان كانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان يلقوه فی النار قال حسبی اللہ ونعم الوکیل فلما القوه قال اللہ یا نار کونی بردًا وسلامًا علیٰ ابراهیم فقال عمّ ابراهیم من اجلی دُفع عنه فارسل اللہ علیه شرارة من النار فوقعت علیٰ قدمه فاحرقته۔

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرّح فی هذا الاثر بانّه عمّ ابراهیم وفیه فائدة اخریٰ وهو انه مات فی ایام القاء ابراهیم فی النار وقد اخبر اللہ تعالیٰ فی القراٰن بان ابراهیم ترک الاستغفار له لما تبیّن له انّه عدوّ للہ ووردت الاٰثار بانّ ذلک تبیّن له لمّا مات مشرکًا وانه لم یستغفر له بعد ذلک۔ کذا فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص۲۹۔

ثالثًا، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عمّ ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مرگیا تھا۔

اور اصحابِ تاریخ وعلماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کرکے ارضِ کنعانیین کی طرف ہجرت کی۔ اور اس سفرِ ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؓ اور لوط علیہ السلام بھی شریکِ سفرِ ہجرت تھے۔ کما صرّح به اہل التاریخ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی ان کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظتِ ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؓ بھی تھے۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی۔ اس دلیل کا ماخذ البدایہ لابن کثیر ہے۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ ج۱ ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں: قالوا فتزوّج ابراهیم سارة وکانت عاقرًا لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنه ابراهیم وامرأته سارة وابن اخیه لوط بن هاران فخرج بهم من ارض الکلدانیین الی ارض الکنعانیین فنزلوا حران فمات فیها تارخ وله مائتان وخمسون سنةً وهذا یدلّ علیٰ ان ابراهیم علیه السلام لم یولد بحرّان وانما مولده بارض الکلدانیین وهی ارض بابل وما والاها اھ۔

رابعًا۔ حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویّہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال فی مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبی علیه السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود وفی زمنه کان ابراهیم علیه السلام و آزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراهیم بل کان عمه واحتجوا علیه بوجوہ منها ان آباء الانبیاء علیهم السلام ما کانوا کفارًا ویدل علیه وجوہ منها قوله تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی السّٰجدین۔ قیل معناہ انه کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیه وسلم ما کانوا مشرکین قوله علیه السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاهرین الی ارحام الطاهرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لا یکون احدٌ من اجدادہ مشرکًا۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جا سکتی ہے۔ مثلاً:۔

اخرج البیهقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرهما فاخرجتُ من بین ابوی فلم یصبنی شیٔ من عهد الجاهلیة وخرجتُ من نکاح ولم اُخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیتُ الی ابی وامی فانا خیرکم نفسًا وخیرکم ابًا۔

واخرج ابونعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاهرۃ مصفًّی مهذّبًا لا تنشعب شعبتان الا کنتُ فی خیرهما۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعا مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِّ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہؓ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بواد غیر ذی زرع الیٰ قوله ربنا اغفر لی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیه وذلک بعد هلاک عمه بمدۃ فنستنبط من هذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار له هو عمه لا ابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ما وفقنا والهم۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال هاجر ابراهیم من بابل الی الشام وهو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنة فاتی حرّان فاقام بها زمانًا ثم اتی الی الاردن فاقام بها زمانًا ثم خرج الی مصر فاقام بها زمانًا ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اهل البلد آذوہ فتحول من عندهم فنزل منزلًا بین الرملة وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال وُلد لابراهیم اسماعیل وهو ابن تسعین سنة۔ فعُرف من هذین الاثرین ان

بین ھجرتہ من بابل عقیب واقعۃ النار وبین الدعوۃ التی دعابھا بمکۃ بضعًا وخمسین سنۃً ۔

سوال ۔ جب آزر والدِ ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر اَب کا اطلاق کیوں ہوا ؟

جواب ۔ عمّ پر لغتِ عرب وعرفِ شرع میں اَبّ کا اطلاق رائج وشائع ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ : اَمْ کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ۔ فاطلق علی اسمٰعیل لفظ الاب وھو عم یعقوب کما اطلق علی ابراھیم وھو جدّہ ۔ واخرج عن ابی العالیۃ فی قولہ تعالیٰ والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل قال سمی العم ابًا ۔

بلال رضی اللہ عنہ ۔ زیّن للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا ۔ کے بیان میں مذکور ہیں ۔

ھو بلال بن رباح الحبشی المؤذن ، رضی اللہ عنہ ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے ۔

کنیت میں کئی اقوال ہیں ۔ عند البعض ابوعبداللہ وعند البعض ابوعبدالکریم وعند البعض ابوعبدالرحمٰن ہے ۔

بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں ۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے ۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے ۔ کما روی ابونعیم ۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے ۔ اصابہ میں ہے فکان امیّۃ یخرجہ اذا حمیتِ الظھیرۃ فیطرحہ علی ظھرہ فی بطحاء مکۃ ثم یأمر بالصخرۃ العظیمۃ علی صدرہ ثم یقول لا یزال علی ذلک حتی یموتُ او یکفر بمحمد فیقول وھو فی ذلک احَدٌ احَدٌ فمرّ بہ ابوبکر الصدیق فاشتراہ منہ بعبد لہ اسود جلیدٍ اھ

قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کروایا ۔

بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی ۔ قال النووی فی تھذیب الاسماء وکان بلالٌ ممن اسلم اوّل النبوۃ ومن اوّل مَن اظھر اسلامہ اشتراہ ابوبکر بخمس اواق وقیل بسبع وقیل بتسع واعتقہ اللہ عزوجل اھ

سفر وحضر میں مؤذن رہے ۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں ۔ بقول بعض مؤرخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی مؤذن تھے ۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی ۔ فتح بیت المقدّس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا ۔

موضع وفات میں اختلاف ہے ۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں ۔

سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے ۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ اَيِ اللهُ اَحَدٌ اَوْ يَا اَحَدُ اشارةً الى نفي الاشراك وقال ابن اسحٰق ويُعَطِّشه يومًا وليلةً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسبِ معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا اَحد اَحد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نَعَمْ اَحَدٌ اَحَدٌ والله يا بلال ثم اتى الى امية وقال والله لئن قتلتموه على هذا لاتخذنه حنانًا اى لاتخذن قبره منسكًا ومسترحمًا ادعو عنده۔ كذا فى الحلبية۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر۔ اب آپ ہی اسے چھڑا لیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اِس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جارہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ امّ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فُکیھہ و زِنّیرہ اور زنیرہ کی بیٹی اور امّ عُنَیس و نَہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی ولطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدۂ عامر رضی اللہ عنہم۔

وعن زيد بن ارقم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم المرء بلال وهو سيّد المؤذنين۔ وعن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بلال مُتْ فقيرًا ولا تمت غنيًا قال بلال فقلتُ فكيف لى بذلك يا رسول الله قال ما رُزقتَ فلا تخبأ وما سُئلتَ فلا تمنع فقلتُ يا رسول الله كيف لى بذلك قال هو ذلك او النار۔ كذا فى حلية الاولياء ج ۱ ص ۱۵۰

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعتُ فى الجنة خشخشةً امامى فقلتُ من هذا قالوا بلال فاخبره وقال بم سبقتنى الى الجنة قال يا رسول الله ما احدثتُ الا توضّأتُ ولا توضّأتُ الا رأيتُ ان لله تعالى علىّ ركعتين فاُصلّيهما۔ رواه ابوحيان عن ابى زرعة۔

وعن سعيد بن المسيّب قال لما كانت خلافة ابى بكر رضى الله عنه تجهّز بلال ليخرج الى الشام فقال ابوبكر له

ماكنتُ اراكَ يا بلال تدعُنا على هذا الحال لو اقمتَ معنا فأعنتنا قال ان كنتَ انما اعتقتني لله تعالى فدعني اذهب اليه وان كنتَ انما اعتقتني لنفسك فاحبسني عندك فاذن له فخرج الى الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللّٰہ عُرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا الآیۃ میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال له مقرن بن اوس بن مالك الانصاری الاوسی۔ قال ابن القداح قُتِل یوم الحرّۃ (ای فی خلافۃ یزید ابن معاویۃ رضی اللّٰہ عنہ) وقتل ابوہ یوم الیمامۃ۔ انتھٰی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہ رضؓ کے بہنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علیٰ قریۃٍ وھی خاویۃٌ علیٰ عروشھا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابوبولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۵۶۱ھ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سُوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت وجزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم یخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر یخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۸ھ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاوس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال وقیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر وسرکش بنا۔ بداخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر وتمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نیتوکریس نے امورِ

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہوگئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچاتے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بختنصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کردے اور بخت نصر کو یہ بھی بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائل عرب تباہ کر ڈالے اور بڑا مال غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مال غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلاد عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمٰن الحنبلی ان ابتداء ملک بخت نصر ۴۸۳۱ من هبوط آدم علیه السلام وان بخت نصر کان امیراً للهراسپ الفارسی الذی فوض الیه السلطنة کیخسرو وقیل ابتداء ملکه ۴۷۴۲ من الهبوط وتخریب بیت المقدس علی یده سنة سبع وستین وثمان مائة واربعة الاف ۴۸۶۷ من الهبوط وقال ابو الفداء صاحب حماة ان انقضاء ملوک بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنة عشرین من ولایته تقریباً وهی السنة التاسعة والتسعون وتسعمائة لوفاة موسٰی واستمر بیت المقدس خراباً سبعین سنة۔ کذا فی لقطة العجلان ص ۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص ۱۰ وجاء ان الله تعالیٰ لما سلط بخت نصر علی العرب امر الله تعالیٰ ارمیاء علیه الصلاة والسلام ان یحمل معه معد بن عدنان علی البراق کی لا تصیبه النقمة وقال فانی ساخرج من صلبه نبیاً کریماً اختم به الرسل ففعل ارمیاء ذلک۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتب اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کر کے پہلے شیر بنادیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورت انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیة فی ترجمة وهب بن منبه وغیرها عن وهب ابن منبه قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِكَ السباع ثم مُسِخَ نسرًا فکان مَلِكَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِكَ الدوابّ وکان مَسخه سبع سنین وقلبه فی ذلک کلّه قلب انسان

وهو فی ذلك كله یعقل عقل الانسان و كان ملكه قائمًا ثم ردّه الله تعالیٰ الی بشریته و ردّ علیه روحه فدعا الی توحید الله تعالیٰ و قال كل اله باطلٌ الا الله اله السماء فقیل لوهب امات مسلمًا فقال وَجدتُّ اهلَ الكتاب قد اختلفوا فیه فقال بعضهم اٰمَن قبل ان یموتَ و قال بعضهم قَتَل الانبیاء و خَرَّب بیتَ الله المقدس و اَحرَق كتبَه فغضب الله علیه فلم یَقبل منه التوبةَ۔ انتھیٰ۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الی صورته وردّ الله علیه ملكه كان دانیال و اصحابه من اكرم الناس علیه فحسدتهم المجوس و قالوا لبخت نصر ان دانیال اذا شرب لم یملك نفسه ان یبول و كان ذلك فیهم عارًا فجعل لهم طعامًا فاكلوا و شربوا و قال للبوّاب انظر اوّل من یخرج للبول فاضربه بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل كذبتَ بخت نصر اَمَرنی بقتلك فكان اوّل من قام للبول بخت نصر فلمّا راٰه البوّابُ شدَّ علیه فقال انا بخت نصر فقال البوّاب كذبتَ، بخت نصر اَمَرنی بقتلك ثم ضربه فقتله۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ هو الامام العلامة عبد الله بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاوی۔ کنیت ابوالخیر تھی۔ اور لقب ناصر الدین تھا۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے۔ بیضاء ایک قریہ ہے۔ یہ جامع الفنون، صاحبِ علومِ کثیرہ، محقق و مدقق و اصولی و متکلّم و مفسّر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے۔ مذہبًا شافعی تھے۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔

تاج الدین سُبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں كان اماما مبرزا نظارا صالحا متعبدا زاهدا ولی قضاء القضاة بشیراز ودخل تبریز وناظر بها۔ کسی بنا پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کر دیے گئے۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقًا وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی۔ بیضاویؒ وہاں جاکر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کرکے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی وخلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہو گیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمھارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کرکے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال وجامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضار کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہو کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتب تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتحانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریکِ جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متاثر ہوئے اور مناصبِ دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قولِ اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وهذه عبارته والذی اعتمده وصححه المؤرخون فی التواریخ الفارسیة انه توفی فی شهر جمادی الاولیٰ سنة تسع عشرة وسبع مائة تقریباً ویشهد له ما فی اٰخر تاریخه نظام التواریخ وهو المعتمد انتهیٰ۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیہ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح۔ منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشّاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّ و بدل کرکے۔

بہرحال علّامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں مقلد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت وبلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج وعیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اس تفسیر کے مآخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت وعلم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی وبیان وبلاغت کا مأخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق ولغت میں اس کا مأخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملة ان هذا الکتاب رزق من عند الله سبحانه وتعالیٰ حسن القبول عند جمهور الافاضل والفحول فعکفوا علیه بالدرس والتحشیة فمنهم من علق تعلیقة علی سورة منه ومنهم من حشی تحشیةً

تامّةً ومنهم من كتب على بعض مواضع منه ولی تالیف مفرد فی ذکر شرحه وحواشیه ذکرت فیه مایزید عدّها علی مائة۔ قال الجلال السیوطی رحمه الله فی حاشیته علی هذا التفسیر المسماة بنواهد الابکار وشوارد الافکار ما نصه۔ وان القاضی ناصر الدین البیضاوی لخص هذا الکتاب فاجاد واتی بکل مستجاد وماز فیه اماکن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرّر مهمات واستدرك تتمات فظهر کانه سبیکة نضار واشتهر اشتهار الشمس فی رابعة النهار وعکف العاکفون ولهج بذکر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقه العارفون فاکبّ علیه العلماء تدریسًا ومطالعةً وبادروا الی تلقّیه بالقبول رغبة فیه ومسارعة اھ۔

وقال صاحب کشف الظنون فی تفسیر البیضاوی۔ وتفسیره هذا کتاب عظیم الشان غنیّ عن البیان لخص فیه من الکشاف مایتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر الکبیر مایتعلق بالحکمة والکلام ومن تفسیر الراغب مایتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم الیه ماوری زناد فکره من الوجوه المعقولة فجلا رین الشكّ عن السریرة وزاد فی العلم بسطةً وبصیرةً کما قال مولانا المنشی ؎

اولو الالباب لم یأتوا — بکشف قناع مایتلی
ولکن کان للقاضی — ید بیضاء لا تبلی

ولکونه متبحرًا جالًا فی میدان فرسان الکلام فاظهر مهارته فی العلوم حسبما یلیق بالمقام هذا والله اعلم وعلمه اکمل۔

ثابت رضی اللہ عنہ۔ ولایحل لکم ان تأخذوا ممّا اٰتیتموهن شیئًا کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو ثابت بن قیس بن شماس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا۔ فما لنا؟ قال الجنة قالوا رضینا۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی تو آپ پریشان ہوگئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابتؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔
مُسیلمہ کذّاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃ قلتُ لثابت بن قیس الا تری یا عمّ ووجدتُہ یتحنّط فقال ما ھکذا کنّا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عوّدتم اقرانکم اللّٰھم انی ابرأ الیك مما جاء بہ ھٰؤلاء ومما صنع ھٰؤلاء ثم قاتل حتی قُتِل وکان علیہ دِرعٌ نفیسۃ فمرّ بہ رجل مسلم فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتٌ فی منامہ فقال انی اوصیك بوصیّۃٍ فایّاك ان تقول ھذا حُلمٌ فتُضیعہ انی لما قُتلتُ اخذ درعی فلان ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خِبائہ فرسٌ تستنّ وقد کفأ علی الدرع برمۃ وفوقھا رحل فائت خالدًا فمرہ فلیأخذھا ولیقل لابی بکر انّ علیّ من الدّین کذا وکذا وفلان عتیقٌ فاستیقظ الرجل فأتی خالدًا فاخبرہ فبعث الی الدرع فأتی بھا وحدّث ابابکر برؤیاہ فاجاز وصیّتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔
جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔
استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے واُنفِذت وصیّتُہ من بعد موتہ ولا یُعلم احدٌ اُنفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یا ثابت ترضیٰ ان تعیش حمیدًا وتُقتل شھیدًا وتدخُل الجنۃ۔
ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملّۃ ابراھیم الّا من سَفِہ نفسہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیّین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۷ رجمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مأمون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریری مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فراء یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔
امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نُقدّمك لتقدمۃ الامیر فقلت لہ یا شیخ انی لم اتعلّم العلم لتقدّمنی الامراء وانما تعلّمتُہ لتُقدّمنی العلماء۔ مبرّد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الیّ عبد الله ابن اخت ابی الوزیر رقعۃً فیہا خط المبرّد۔ ضَربتُہ بلا سیفٍ۔ قال ایجوز هذا؟ فوجّهتُ الیہ لا واللہ ما سمعتُ بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتۃ لانّ لا التبرئۃ لا یقع علیها خافض ولا غیرہ لانّها اَداۃ وما تقع اَداۃ علی اَداۃٍ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ٥ ص ۱۱۲۔

قال احمد بن فارس کان ثعلب لا یتکلّف الاعراب فی کلامہ کان یدخل المجلس فنقوم له فیقول اَقعُدُوا اَقعُدُوا بفتح الالف. قال ابن کامل القاضی انشدنی ابن العلاف لمّا مات المبرّد ؎

ذَهَبَ المبرِّد وانقضت ایّامُہ — ولَیَلحَقَنّ مع المبرِّد ثعلبُ
بَیتٌ من الآداب اَصبحَ نصفُہ — خَرِبًا وباقی بیتِها فسیخربُ
فابکُوا لما سَلَبَ الزمانُ ووَطِّنوا — للدَّهرِ انفُسَکم علی ما یُسلَبُ
ذَهَبَ المبرِّد حیث لا ترجُونہ — ابدًا ومن ترجُونہ فمغیَّبُ
فتَزَوَّدوا مِن ثعلب فبکأسِ ما — شَرِبَ المبرِّدُ عن قلیل یشربُ
واستَحلِبوا اَلفاظَہ فکأنّکم — بسریرہٖ وعلیہ جمعٌ ینحبُ
واری لکم ان تکتبوا اَنفاسہ — اِن کانت الاَنفاسُ مما یکتبُ
فلیَلحَقَنّ بمن مضیٰ متخلِّفٌ — من بعدہٖ ولیذهبَنّ ونذهبُ

قال ابو الطیب کان ثعلب ثقۃ متقنًا یستغنی بشہرتہ عن نعتہ وکان حجۃً دیّنًا ورعا مشهورًا بالحفظ والصدق واکثار الروایۃ وحسن الدرایۃ کان ابن الاعرابی اذا شکّ فی شئ یقول لہ ما عندک یا ابا العباس فی هذا؟ ثقۃً بغزارۃ حفظہ وکان المبرّد اعلم بکتاب سیبویہ من ثعلب لانّہ قرأہ علی العلماء بخلاف ثعلب۔

وکان ابو علی احمد بن جعفر النحوی المعروف بالدینوری ختن ثعلب ای زوج بنتہ فکان ابو علی یخرج من منزلہ وثعلب جالس علی باب دارہ مع اصحابہ فیتخطّی ابو علی اصحابہ ویمضی ومعہ دفترہ ومحبرتہ فیقرأُ علی المبرد کتاب سیبویہ فیعاتبہ ثعلب علی ذلک ویقول لہ اذا رآک الناس واصحابی الی هذا الرجل ای المبرد تقرأ علیہ یقولون ماذا؟ ولم یکن ابو علی یلتفت الی قولہ فقیل لابی علی کیف صار المبرد اعلم بکتاب سیبویہ من ثعلب؟ قال لان المبرد قرأہ علی العلماء وثعلب قرأہ علی نفسہ ای لیس لہ فیہ استاذ۔ قیل وکان ثعلب ضیّق النفقۃ مقتّرًا علی نفسہ۔

قال ثعلب یومًا الهرم علّۃ قائمۃ بنفسها فاذا کان معہ علّۃ فذلک امر عظیم وانشد ؎

ارى بصرى فى كل يوم وليلة يَكِلُّ وخطوى عن مداهُنّ يقصُر
ومن يصحب الايامَ تسعين حجّةً يُغَيِّرنه والدهر لا يتغيّر
لعمرى لئن اصبحتُ امشى مُقيّداً لما كنتُ أمشى مطلقاً قبلُ اكثر

وحدّث الخطيب قال قال ثعلب كنت أُحبّ ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه قال لى فيم تنظر؟ قلت فى النحو والعربية فانشد نى الامام احمد رحمه الله تعالى وهو لبعض بنى اسد ؎

اذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقُل خلوتُ ولكن قُل علىّ رقيب
ولا تحسبنّ الله يغفل ساعة ولا أنّ ما تخفى عليه يغيب
لهونا عن الآثام حين تتابعت ذنوبٌ على آثارهنّ ذنوب
فيا ليت ان الله يغفر ما مضى فيأذن فى توباتنا فنتوب

قال ابو محمد الزهرى كان لثعلب عزاء ببعض اهله فتأخّرتُ عنه لانه خفى علىّ ثم قصدته معتذراً فقال لى يا ابا محمد ما بك حاجة الى تكلّف عُذر فان الصديق لا يُحاسَب والعدوّ لا يُحتسبُ له اى لا يهتم له وليس بحسبان۔

امام ابو العباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے۔ قال الشیخ التاریخی حدّثنی ابو الحسین البجلی قال تقول اھل الکوفۃ لنا ثلاثۃ فقھاء فی نسق لم یر الناس مثلھم۔ ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثۃ نحویّین کذلک وھم ابو الحسن علی بن حمزۃ الکسائی وابو زکریا الفرّاء وابو العباس ثعلب انتھی۔ قال ابو عمر کنتُ فی مجلس ابی العباس ثعلب فضجر فقال له شیخ من الظاھریّۃ لو علمتَ ما لكَ من الاجر فی إفادۃ الناس لصبرتَ علی أذاھم فقال لولا ذلك ما تعدّبتُ۔

وحدّث الخطیب قال کان بین المبرّد وثعلب منافرات کثیرۃ والناس مختلفون فی تفضیل کل واحد منهما علی صاحبه قال وجاء رجل الی ثعلب فقال ان المبرد هجاك بقوله فانشده ؎

أُقسم بالمبتسِم العذب ومُشتكى الصَّبِّ الى الصَّبّ
لو أخذ النحوَ عن الرّبِّ ما زاده إلّا عمَى القلب

فقال ثعلب ؎

يَشتُمنى عبدُ بنى مَسمَع فصُنتُ عنه النفسَ والعِرضا
ولم أُجبه لاحتقارى له مَن ذا يَعضّ الكلبَ إن عضّا

وعن بعض العلماء قال كنت يومًا فى مجلس ثعلبٍ فقال له رجل يا سيّدى ما البَعجَدَةُ ؟ قال لا أعرفها فى كلام العرب فقال الرجل فانّى وجدتها فى شعر ابن المعذّل حيث يقول ؎

اَعاذِلتى أَقصِرى   اَبعجِدتى بالمِنَن

الجدّة العظمة فاغتاض ثعلب غيظا عظيما وقال يا قوم اَجيدوا أُذنيه عركًا او يحلف انه لا يرجع يحضر حلقتى ففعلنا. وقال ابو محمد الزهرى جئته يوما اُشاوِر فى الانتقال من محلّة الى محلّة لتأذّى بالجيران فقال يا ابا محمد العرب تقول صبرُك على اذى من تعرف خير من استحداث ما لا تعرف. قال الصولى كنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجيم هذا المعروف فما المصدر؟ قال السجود قال فعرّفنى ما لا يجوز من ذا ؟ قال ثعلب لا يقال مسجَد بفتح الجيم وضحك وقال هذا يطول ان وصفنا ما لا يجوز وانما يوصف الجائز ليدل على ان غيره لا يجوز.

ونظير هذه القصّة ان ماسَويه الطبيب الشهير وَصَف لانسان دواءً ثم قال له كُلِ الفرُّوج وشيئًا من الفواكه قال ذلك الانسان اريد ان تخبرنى بالذى لا آكل فقال ماسويه لا تأكلنى ولا حمارى ولا غلامى واجمع كثيرًا من القراطيس وبكّر الىّ فان هذا يكثر ان وصفتُه لك.

قال ثعلب دخلتُ على الامير محمدُ بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرّد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول فى قول امرئ القيس ؎

لها مَتنَتان خظاتا كما   اكبَّ على ساعِدَيه النَّمِر

فقلت خظاتا صيغة ماضٍ مثنى المؤنث يقال لحم خظا يخظا اذا كان صلبًا مكتنزًا ووصف فرسًا وقوله على ساعديه النمر اى فى صلابة ساعد النمر اذا اعتمد على يده والمتن الطريقة الممتدّة من عين يمين الصُلب وشماله واصل خظاتا خَظَتا فلما تحرّكت التاء اعاد الالف من اجل الحركة والفتحة.

قال فاقبل بوجهه على المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الى ما قال فقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلى سيبويه يقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سيبويه وهذا كتابه فليحضر ثم اقبلت على محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الى كتاب سيبويه ؟ أيقال مررت بالزيدين طريفَى عمرو فيضاف نعت الشئ الى غيره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما يقال هذا ونظر الى المبرد فامسك ولم يقل شيئًا وقمت ونهض المجلس.

قلت ثعلب علی جلالۃ مقامہ اخطأ ھنا فی موضعین والحق مع المبرّد فی ھذا المجلس۔

الاول۔ ان الالف المحذوفۃ فی مثنی المؤنث الغائب لا تعود قطّ یقال فی مؤنث دعا ورمی دعت ورمت رمتا ولا یصح دعاتا ورماتا فکیف اعیدت الالف فی خطاتا والصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانی لا ادری لم لا یجوز اضافۃ نعت الشیٔ الی غیرہ وما اظنّ احدًا ینکر قول القائل رأیت الفرسین مرکوبی زید ولا الغلامین عبدی عمرو ولا الرجلین حبیبی عمرو ورفیقی زید ومثلہ مررت بالزیدین طریفی عمرو۔

وقال ابن مجاھد کنت عند ثعلب فقال لی یا ابا بکر اشتغل اصحاب القرآن بالقرآن ففازوا واشتغل اھل الفقہ بالفقہ ففازوا واشتغل اصحاب الحدیث بالحدیث ففازوا واشتغلت انا بزید وعمرو فلیت شعری ما یکون حالی فی الاٰخرۃ؟ فانصرفت من عندہ فرأیتُ تلک اللیلۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی اَقرِئ ابا العباس (وھو ثعلب) عنّی السلام وقل لہ انک صاحب العلم المستطیل۔ قال الروذباری اراد ان الکلام بہ یکمل والخطاب بہ یجمل وقال مرۃ اراد ان جمیع العلوم مفتقرۃ الیہ۔

جریر الشاعرؒ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر رہے۔

ھو جریر بن عطیۃ بن حذیفۃ بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسبًا بنو کلیب بن یربوع سے ہے۔ کنیت ابو حرزہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویۃؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وکان جریر اشعرھم وخیرھم قال غیر واحدٍ ھو اشعر الثلاثۃ اھ۔ کذا فی البدایۃ لابن کثیر۔ ج ۹ ص ۲۶۰۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ا ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں:۔ جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جریر سات یا چھے ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھے یا سات ماہ رہے۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنو ضبّہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ا ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ا ص ۹۱۔ اغانی ج ۷ ص ۳۵۔

جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجا و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں و طرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔

ابو الفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴۰ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقتِ العرب علیٰ انّ اَشعر اهلِ الاسلام ثلاثۃٌ جریرٌ و الفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضهم علی بعض وکان ابو عمرو یُشبّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزهیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں انّ جریرًا کان اکثرهم فنونَ شعرٍ و اسهلهم الفاظاً واقلّهم تکلُّفاً وارقّهم نسیباً وکان دیّناً عفیفاً وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیّاً من بنی اسد فقلتُ ایهما عندکم اشعر؟ قال بیوت الشعر اربعۃ فخرٌ وهجاءٌ ونسیب ومدیح وفی کلّها کان جریر غالباً۔ ثم ذکر الکل وفصّل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۶ اصمعی فرماتے ہیں ۴۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کرکے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذہ بیدہ و جاء بہ الیٰ ابیہ عطیّۃ وقد اَخذَ عنزًا لہ فاعتقلها وجعل یَمصُّ ضرعها فصاح بہ اُخرُج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الهیئۃِ وقد سالَ اللبنُ علی لحیتِہ فقال جریر للرجل الا تریٰ هذا؟ قال نعم قال هذا ابی کان یَشربُ من ضَرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمع صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخر بمثل هذا الاب ثمانین شاعراً وقارعهم بہ فغلبهم جمیعًا۔

بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاکدامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔

اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابو عمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیَّبَتْنِی ھذہ الجنازۃ فقلتُ لہ فعلامَ تقذِف المحصناتِ منذ کذا وکذا فقال انھم یبدَ أوننی ثم لا أعفو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتّی قال رأیتُ جریرًا وما تُضمّ شفتاہ من التسبیح فقلتُ وماینفعُک ھذا؟ فقال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد انّ الحسناتِ یُذھِبن السیئات وعد من اللہ حق اھ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبدالعزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرمادیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقتِ وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیّٰ۔ وآیت واتموالحج والعمرۃ للہ میں مذکور ہیں۔

ھوجابر بن عبداللہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنھما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ متفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کرکے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُرِیدُ اَن اَرجع الی الدنیا فاستشھد مرۃً اُخریٰ۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنتُ ابی یوم اُحُد مع رجل ثم استخرجتُہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھوکیوم وضعتُہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگِ بدر واحد میں والد صاحب کے منع کردینے کی وجہ سے شریک نہ ہوسکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعتِ لیلۂ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیثُ اُطلِق جابر فی ھذہ الکتب فھوجابر بن عبداللہ واذا اُرید ابن سمرۃ قیّدوہ اھ۔ تہذیب الاسماء ص ۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے ۔ بناءً علیٰ اختلاف الاقوال فیہ ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی ۔
کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے ۔

وعن قتادۃ قال اٰخرُ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتًا بالمدینۃ جابر قال البغوی ھو وھو اٰخرھم موتًا سھل بن سعد ۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ۔

ھو ابوخالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ رضی اللہ عنھما ۔

آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں ۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں ۔ آپ سے شعبی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں ۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرۃ قال واللہ لقد صلیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من اَلفی صلاۃٍ ۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال جالستُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ ۔

کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا ۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی ۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ۔ وہ آیت وان تعفوا اقرب للتقوی کے تحت مذکور ہیں ۔

ھو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی ۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں ۔ جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے ۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۂ طور پڑھ رہے تھے ۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا ۔

حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے ۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافۃ معاویۃ ۔

آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں ۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں ۔
آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی ۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا ۔ وہ آیت ولا یحل لکم ان تأخذوا مما اٰتیتموھنّ شیئاً الخ میں متکرالذکر ہیں ۔
وھی جمیلۃ بنت عبد اللہ بن اُبیّ ابن سلول ۔ وقیل جمیلۃ بنت اُبی ۔ فنسبھا الی جدّھا ۔ آپ صحابیہ ہیں ۔
آپ کے بارے میں آیت خلع نازل ہوئی ہے ۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابیّ لکھا ہے ۔ ثم ذکر باسنادہ عن جمیلۃ

بنت ابی ابن سلول انها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیہ فارسل الیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلۃ ماکرھت من ثابت فقالت واللہ ماکرھت منہ شیئا الا دمامتہ فقال لھا تردین علیہ الحدیقۃ ؟ قالت نعم ففرق بینھما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلۃ بن ابی عامر الغسیل للملائکۃ المقتول یوم احد ثم تزوجھا بعد ثابت مالک بن الدخشم ثم تزوجھا بعدہ حبیب بن اساف الانصاری انتھی بتصرف۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی وعلمی تحقیق کی ہے۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں مذکور ہیں۔

ھی جمل بنت یسار المزنیۃ اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنہما۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی ۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج ان اسمھا جمیلۃ وقال الکلبی اسمھا جُمَیل بالتصغیر ویقال اسمھا لیلی ۔ کذا فی الاصابۃ ۔

وقال فی الاستیعاب جُمل بنت یسار اخت معقل سماھا الکلبی فی تفسیرہ فھی التی عضلھا اخوھا معقل وکان زوجھا ابو البداح بن عاصم ھکذا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقھا زوجھا ثم اراد ان یعیدھا فمنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی ھذہ الآیۃ حدثنی معقل بن یسار انھا نزلت فیہ قال کنت زوجت اختا لی من رجل فطلقھا حتی اذا انقضت عدتھا جاء یخطبھا فقلت لہ زوجتک واکرمتک وافرشتک فطلقتھا ثم جئت تخطبھا لا واللہ لا تعود الیھا ابدا قال وکان رجلا لا بأس بہ وکانت المرأۃ لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیۃ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن فقلت الآن افعل یا رسول اللہ فزوجھا ایاہ ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحِلَّ لکم لیلۃَ الصیامِ الرفثُ الی نسائکم کے تحت مذکور ہیں۔

نابغہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض قیس بن عبد اللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبد اللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس ۔ کذا فی الاصابہ ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ا ص ۲۰۸ پر عبد اللہ بن قیس لکھا ہے۔ کنیت ابو لیلی ہے ۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام، ص ۱۰۳ ۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸ ۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱ ۔ کتاب المعمرین ص ۶۶ ۔ خزانۃ الادب ج ا ص ۵۱۲ ۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ قال المحبی کان النابغۃ قدیما شاعرا مفلقا طویل العمر فی الجاھلیۃ وفی الاسلام وکان اسن من النابغۃ الذبیانی وقال البعض اقام مدۃ لا یقول الشعر ثم قالہ فقیل نبغ فسمی النابغۃ ۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے ۔ کما قال ابو حاتم فی کتاب المعمرین ۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے ۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک ۔ اصابہ ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے ۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے ۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب و

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔
نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدُنا وجدودُنا وانّا لنرجو فوق ذلك مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظہر یا ابا لیلیٰ قلتُ الجنۃَ قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولا خیرَ فی حلمٍ اذا لم یکن لہ بوادرُ تحمی صفوہ ان یکدّرا
ولا خیر فی جھلٍ اذا لم یکن لہ حلیمٌ اذا ما اوردَ الامرَ اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضض اللہ فاك مرتین وفی روایۃ فقال لی اجدتَ لا یفضض اللہ فاك فرأیتُ اسنانہ کالبرد المنھل ما انفصمت لہ سنٌّ ولا انفلتت وفی روایۃ فقال لی صدقت لا یفضض اللہ فاك فبقی عمرہ احسنَ الناس ثغرًا کلما سقطت سنٌّ عادت اُخریٰ۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۳۹۔ قال ابن قتیبۃ ومات باصبھان وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃً۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجینکم واغرقنا اٰل فرعونَ اور اوکصیبٍ من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں اٹھاکر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہوجاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ام سلمہ ام المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماع احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابوبکرۃ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوۃً الی خراسان معنا فیھا ثلثمائۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حکم و

ونصائح و ترغیب وترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الورّاق قال کان الحسن کانّما کانَ فی الاٰخرۃ فھو یُخبر عما رأیٰ وعاین ومن حِلم الحسن ما ذکرہ الشافعی فی قولہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیًّا عن مشاورتھم لکن اراد ان یستنّ بہ الحکام بعدہ۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۶۲

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم و اسرار و علوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف و فکرِ آخرت وحزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذھبتِ المعارفُ وبقیت المناکرُ من بقی من المسلمین فھو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا انّ المؤمن یُصبح حزینًا ویُمسی حزینا ولا یسعہ غیر ذلك لانہ بین مخافتین بین ذنبٍ قد مضی لا یدری ما اللہ یصنع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیہ من المھالك۔

حکیم بن جحل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محلّ اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صنع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجۃ فقلت وبم ذلك؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعتُ الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الّا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحقّ لمن یعلم انّ الموتَ موردُہ وان الساعۃَ موعدُہ وان القیامَ بین یدی اللہ مشھدُہ ان یطول حزنُہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحك یا ابن اٰدم ھل لك بمحاربۃ اللہ طاقۃ؟ انہ من عصی اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکتُ سبعین بدریًّا اکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین ولو رأوا اخیارکم لقالوا ما لھؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیتُ اقوامًا یُمسی احدُھم وما یجد عندہ الّا قوتًا فیقول لا اجعل ھذا کلہ فی بطنی لاجعلنّ بعضہ للہ عزوجل فیتصدّق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یومٌ مضی لا ترجوہ ویومٌ انت فیہ ینبغی لك ان تغتنمہ ویومٌ یأتی لا تدری انت اھلہ ام لا ولا تدری لعلك تموت قبلہ فاما امس فحکیم مؤدِّب واما الیوم فصدیق مودّع وغدًا فی یدیك منہ اَملُہ فخذ الثقۃ بالعمل واترك الغرور بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلت ضیف نزل بك وھو مرتحلٌ عنك فان احسنتَ نُزلَہ وقراہ شھد لك واثنی علیك بذلك وصدق فیك وان اَساْتَ ضیافتہ جال فی عینیك۔

ایک موقعہ پر نو ۹ علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن اٰدم عملُك عملُك فانما ھو لحمك ودمك

فانظر علی ایّ حال تلقی عملك ان لاهل التقوی علامات یُعرفون بها صدق الحدیث والوفاءُ بالعهد وصلةُ الرحم ورحمة الضعفاء وقلّة الفخر والخیلاء وبذلُ المعرُوف وقلّةُ المباهاة للناس وحسنُ الخُلق وسعةُ الخلق مما یقرب الی الله عزوجلّ یا ابن اٰدم انك ناظر الی عملك یوزن خیرہ وشرّہ فلا تحقِرنّ من الخیر شیئًا وان هو صغر فانك اذا رأیته سرّك مکانه ولا تحقرن من الشر شیئًا فانك اذا رأیته ساءك مکانه۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے من کانت له اربع خلال حرّمه الله علی النار واعاذه من الشیطان من ملك نفسه عند الرغبة والرهبة وعند الشهوة وعند الغضب۔ کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۱۴۴

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سالتُ الحسن عن شئ فقلتُ ان الفقهاء یقولون کذا وکذا فقال وهل رأیت فقیهًا بعینك؟ انما الفقیه الزاهد فی الدنیا البصیر بدینه المداوم علی عبادة ربّه عزوجلّ۔ وعن ایوب قال لو رأیتَ الحسن لقلتَ انك لم تجالس فقیها قط وکان الحسن اذا ذُکر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ قال ذاك الذی یُشبِه کلامُه کلامَ الانبیاء علیهم السلام۔

حسن بصریؒ کا قول ہے مامن رجل یریٰ نعمةَ الله علیه فیقول الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات الّا اَغناه الله تعالیٰ وزادہ۔ وکان یقول یا ابن اٰدم انما انتَ ایامٌ کلما ذهب یومٌ ذهب بعضُك وکان یقول فضح الموت الدنیا فلم یترك فیها لذی لبٍّ فرحًا وکان الحسنؒ یتمثل بهذین البیتین احدهما فی اوّل النهار والاٰخر فی اٰخر النهار ؎

یسُرُّ الفتٰی ما کان قدّم من تُقًی　　　اذا عرف الداءَ الذی هو قاتِلُه

؎ وما الدنیا بباقیةٍ لِحیٍّ　　　ولا حیٌّ علی الدنیا بباقٍ

وکان الحسن یحلف بالله ویقول ما اعزّ احدٌ الدراهمَ الّا اَذلَّه الله۔ ویقول بئس الرفیقان الدرهم والدینار لا ینفعانك حتی یُفارقانك

وسأل رجل الحسن فقال یا ابا سعید ما الایمان؟ قال الصبر والسماحة فقال الرجل یا ابا سعید فما الصبر والسماحة قال الصبر عن معصیة الله عزوجلّ والسماحة باداء فرائض الله عزوجلّ وکان یقول فضل الفعال علی المقال مکرمة وفضل المقال علی الفعال منقصة۔ وکان یقول الخوف والرجاء مطیّتا المؤمن وکان یقول لو علم العابدُون انهم لا یرون ربهم یوم القیامة لماتوا وکان یقول اریٰ رجالًا ولا اری عقولًا اسمع اَصواتا ولا اریٰ اَنیسًا۔ اَخصب اَلسِنة واجدب قلوبًا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ قل ان کانت لکم الدار الاٰخرة الی قوله فتمنّوا الموتَ ان کنتم صادقین کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو ابوعبد اللہ حذیفۃ بن الیمان الصحابی رض۔

یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حسل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حسل انصار میں بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب واحوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ بمع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التھذیب ج ۱ ص۱۵۳ ماحاصلہ اسلم حذیفۃ وابوہ ھاجرا واسلمت امّ حذیفۃ وھاجرت اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفۃ خیّرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الھجرۃ والنُصرۃ فاخترت النصرۃ۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات وفتن کی تفصیلات اور بعض رؤسا فتن و دجالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما کان ومایکون حتی تقوم الساعۃ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثران عمر سألہ ھل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من ھو قال لا اذکرہ فعزلہ عمر کأنما دُلّ علیہ۔ وفی صحیح مسلم عنہ واللہ انی لأعلم الناس بکل فتنۃٍ کائنۃٍ فیمابینی وبین الساعۃ۔

سوم۔ حذیفہؓ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابونعیم باسنادہ فی الحلیۃ ج ۱ ص۲۷۶ عن حذیفۃ قال القلوب اربعۃ قلب اغلف فذلک قلب الکافر وقلب مصفح فذلک قلب المنافق وقلب اجرد فیہ سراج یزھر فذلک قلب المؤمن وقلب فیہ نفاق وایمان فمثل الایمان کمثل شجرۃ یمدّھا ماء طیّب ومثل النفاق مثل القرحۃ یمدّھا قیح ودم فایھما غلب علیہ غلب وکان حذیفۃ رضی اللہ عنہ یقول ما من یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم اٰتی اھلی فلا اجد عندھم طعاماً ویقولون ما نقدر علی قلیل ولا کثیر وذلک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اشدّ حمیۃ للمؤمن الدنیا من المریض اھلہ الطعام واللہ تعالی اشد تعاھداً للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر وکان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للاٰخرۃ ولا الذین یترکون الاٰخرۃ

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلٍّ

حسّان - رضی اللہ عنہ - بیان واذ قلنا للملٰٓئکۃ اسجدوا لاٰدم میں مذکور ہیں -

ھو حسان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجّاری رضی اللہ عنہ -

حسان کی والدہ کا نام فُریعہ (بالتصغیر) ہے - حسان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے - قال ابو عبیدۃ فُضِّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعر الیمن کلھا فی الاسلام -

وعن البراء رضی اللہ عنہ ان النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجُھم وجبریل معك - اخرجه الشیخان -

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یَضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائماً یھجو الذین کانوا یھجُونَ النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان روح القدس مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - رواہ ابوداؤد -

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا - حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منك - آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے -

قال ابن سعد عاشَ فی الجاھلیۃ ستّین سنۃً وفی الاسلام ستّین سنۃً ومات وھو ابن عشرینٌ ومائۃ -

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی -

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ ارنبۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ - انتھی -

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے - آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا -

حاتم الطائی - وایّدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے -

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی -

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے - کنیت ابو عدی و ابو سفّانہ ہے قبل مات کافراً ظہور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرجہ احمد فی مسندہٖ عن ابن عدیؓ قال قلتُ یارسول اللہ انّ ابی کان یَصِلُ الرحم ویَفعل کذا وکذا قال انّ اباکَ ارادَ امراً فادرَکہ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص۱۱۳ اور ج ۱ ص۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتمؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں شکار سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے وقال الواقدی قدم سنۃ عشر۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہو کر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو کامیاب لَوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسب خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص وبشر بن ابی حازم ونابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔ یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کر دیں۔ جب باپ آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوَّقتُكَ مجدَ الدهرِ تطویقَ الحمامۃِ اور پھر سارا قصہ سُنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذاً لا اُساکِنُكَ بعدَها ابداً اولا اُؤویكَ فقال حاتم اذاً لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین واہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے مرّ نفرٌ من عبد القیس بقبرِ حاتم فنزلوا قریباً منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیبریّ وجعل یرکض برجلہ قبرہ ویقول اِقرِنا فقال بعضھم لہ ویلك ما یدعوك ان تعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئاً تزعم انّہ ما نزل بہ احدٌ الّا قراہ ثم اجنّھم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزِعاً وھو یقول وارَاحِلتاہ۔ فقالوا لہ مالكَ؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقر ناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشد نی شعراً حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتّامُہا
اتیتَ بصحبک تبغی القریٰ لدیٰ حُفرۃٍ قد صدت ہامُہا
اتبغی لی الذمّ عند المبیتِ وحولکَ طیٌّ وانعامُہا
فانا سنشبع اضیافنا ونأتی المطیّ فنعتامُہا

فقاموا واذا بناقۃ الی الخیبریّ تکوس عقیراً فانحروھا وباتوا یاکلون وقالوا قرانا حاتم حیًّا ومیتاً وآردفوا صاحبہم وانطلقوا سائرین واذا برجلٍ راکبٍ بعیراً ویقود آخر قد لحقہم وھو یقول ایکم ابوالخیبری ؟ قال الرجل انا قال فخذ ھذا البعیر انا عدیّ بن حاتم جاءنی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتک وامرنی ان احملک فشانک والبعیر ودفعہ الیھم وانصرف ۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۶۳ والبیھقی ج۱ ص۱۲۶ والقالی ج۳ ص۱۵۶

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیّ تیم اللہ ولاءً وقیل نسبًا الکوفی المعروف بالزیّات رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط، ورع، متقی، ثبت، قاری، مُقری وجامع کمالات اور قُرّا سبعہ میں سے ہیں ۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیّات کے نام سے مشہور تھے ۔ وقیل لہ الزیّات لانہ کان یجلب الزیت من الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفۃ اھ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخ القرّاء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین وادرک الصحابۃ بالسنّ فیحتمل ان یکون رأی بعضہم انتہیٰ ما فی الوفیات ج ۲ ص۲۹

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی وعثمان وابن مسعود وابیّ رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں ۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابدین علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضًا علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم ۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضًا علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنہال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابیّ ابن کعب رضی اللہ عنہم ۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضًا علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابواسحاق سبیعی واعمش وعدی بن ثابت وحبیب بن ابی ثابت ومنصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسٰی وعیسیٰ بن یونس و ابو احمد زبیری ومحمد بن فضیل ووکیع وقبیصۃ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔
ابو بکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعًا ونسکًا۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحًا عندہ احادیث وکان صدوقًا صاحب سنّۃ۔ ابنِ فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ ورأہ الاعمش مقبلاً فقال و بَشّرِ المخبتین۔ حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃُ فلا یَستسقی کراھۃَ اَن یصادِفَ مَن قرأ علیہ۔ ساجی کا قول ہے صدُوق سیئ الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔
آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذ اجر بالقرآن نہ ہو جائے۔ آپ تعلیمِ قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجرًا علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حرٍّ کوزَ الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃَ فرأیتُ سفیانَ الثوری و شریکَ بن عبد اللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرءان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رویتُ الفَ حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔
حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابو داؤد و ابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایت حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یَلقَہ احدٌ الّا وھو یقرأ القرآن۔
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننازعُک فیھما القرآن و الفرائض وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدُّرّ یعنی قراءۃَ حمزۃ اخذ حمزۃُ القراءۃَ عرضًا عن الاعمش والامامِ جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلیٰ وحمران بن اعین و اخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریکُ بن عبد اللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقویٰ والیہ صارت الامۃ فی القراءۃِ بعد عاصمٍ والاعمش وکان امامًا حجۃً ثقۃً ثبتًا رضیًّا قیّمًا بکتاب اللہ بصیرًا بالفرائض خبیرًا بالعربیۃ حافظًا للحدیث عابدًا زاھدًا خاشعًا قانتًا للہ ورعًا عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت پر اگرچہ بعض ائمہ قدماء معترض تھے لیکن بعدہٗ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہٰذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قراءت نبی علیہ السلام سے مروی ماخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الاٰجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن ھارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراھیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعتُ ابن مھدی یقول لوکان لی سلطانٌ علی من یقرأُ قراءۃَ حمزۃ لاوجعتُ ظھرہٗ وبطنہ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اھل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضھم الصلاۃَ باختیارہٖ من القراءۃِ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہ وینسبونہ الی حالۃٍ مذمومۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃَ بن شبیب یقول کان احمدُ یکرہ أن یُصلّی خلفَ من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابوبکر ابن عیاش قراءۃ حمزۃ عندنا بدعۃٌ وقال ابن درید انّی لاشتھی اَن یُخرج من الکوفۃ قراءۃ حمزۃ یرید مافیھا من المدّ المفرط والسکت وتغییر الھمز فی الوقفِ والامالۃ وغیر ذلک انتھی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ماذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیّاش ویزید بن ھارون وعبد الرحمٰن بن مھدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراھتھم لقراءۃ حمزۃ لما فیھا من المدّ المفرط والسکت واعتبار الھمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلّف فانّ حمزۃ ایضا کان یکرہ ذلک وینھیٰ عنہ روی انہ کان یقول لمن یُفرِط فی المدّ والھمز لاتفعل اما علمتَ ان مافوق البیاض فھو برصٌ ومافوق الجعودۃ فھو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فھو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقّی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلّم فیھا۔ انتھی۔ قال الحافظ ابن حجرؒ قد انعقد الاجماع باٰخرۃ علی تلقّی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شھادۃ الثوریؒ لہ فانہ قال ما قرأ حمزۃ حرفاً الا باثر انتھی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قراءت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننا زعک فیھما القراٰن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قراءت قواعد عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایاتِ صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط و متبع آثار زاہد و عابد و خائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۵۸اھ ہے۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول وکتاب الوافی بالوفیات قسم اول جزء رابع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالة فی رؤیة اللہ تعالیٰ فی المنام وکان حمزة الزیات القاریؒ یقول قرأت سورة یٰس علی الحق تعالیٰ حین أیتہ فلما قرأت تنزیلُ العزیز الرحیم بضم اللام فردّ علی الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزّلتہ تنزیلا وقال حمزة وقرأت علی اللہ جلّ وعلا سورة طٰہٰ فلما بلغت الی قولہ أنا اخترتك فقال تعالیٰ وإنّا اخترناك۔ فھی قراءة برزخیّة اھ۔

فائدہ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رُواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اوّل ابو محمد خُلف بن ہشام البزار۔ دوم ابو عیسیٰ خلّاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قرارت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزاز الکوفی القاری المقریؒ رحمہ اللہ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں وھی نسبة الی غاضرة بن الملك بن ثعلبة کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء سبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ وکان حفص ابن امرأة عاصم کما فی التہذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود وعاصم احول وعبد الملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم وابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شعیب صالح بن محمد القواس وحفص بن غیاث وعلی بن عیاش وعلی بن حجر وہشام بن عمار ومحمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قرارت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء صاحب سنت، عابد ومحدّث تھے۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابوبکر شعبة بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابوبکر اعلیٰ وفائق تھے حفص سے لیکن قرارت کے باب میں حفصؒ برتر وفائق ہیں ابوبکرؒ سے۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریًا من القراء قال ابو عمر یعنی حفصًا اصحّ قراءةً من ابی بکر بن عیّاش وابوبکر اوثق منہ۔ روایتِ حدیث میں بعض محدّثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اعلم الناس بقراءة عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذّابًا وکان ابوبکر صدوقًا۔ قال ابن معین لیس بثقة وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث وترکتہ علی عمد وقال البخاری

ترکوہ وقال مسلم متروك وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال صالح بن محمد لایکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر و قال الساجی یحدث عن سماك وغیرہ احادیث بواطل ۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة واورد البخاری فی الضعفاء حدیثه عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر فی الزیارۃ وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیه حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیته لقرت عیناك فهمًا وعلمًا ۔ کذا فی التهذیب ۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفص کا انتقال ہوا ۔

الحُطَیئة ۔ آیت وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لهم جنّٰت الاٰیة کے بیان میں مذکور ہے ۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے ۔ یہ اس کا لقب ہے ۔ اور نام اس کا جرول بن اوس بن مالک ہے ۔ وہ فحول شعراء وفصحاء شعراء میں سے ہے ۔ مدح ۔ ہجاء ۔ فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے ۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی ۔ مخضرم ہے جاہلیت واسلام دونوں پائے ہیں ۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا ۔

اس کا نسب مخلوط ومخفی ہے ۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا ۔ قال ابو الفرج الاصبهانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس ۔ وقال ابن الکلبی کان الحطیئة مغموز النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصته ج ۲ ص ۱۳۱

اس کی ماں کا نام ضرّاء تھا ۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لی الضرّاء لست لواحد ولا اثنین فانظر کیف شرك اولئکا
وانت امرؤ تبغی اباً قد ضللته هبلت ألمّا تستفق من ضلالکا

ابن حجر لکھتے ہیں اسلم فی عهد النبی علیه السلام ثم ارتد ثم اسر وعاد الی الاسلام وکان کثیر الهجاء حتی هجا اباہ وامّه واخاہ وزوجته ونفسه وکان یلقب الحطیئة لقصرہ وقال حماد الراویة سمی بذلك لانه ضرط ضرطة بین قوم فقیل له ماهذا ؟ فقال انما هی حطیئة فسمی الحطیئة ۔ راجع الاصابه ج ۱ ص ۳۷۵

وہ بڑا فصیح شاعر تھا ۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے ۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لم یقل العرب بیتاً اصدق من قول الحطیئة ؎

من یفعل الخیر لا یعدم جوازیه لا یذهب العرف بین الله و الناس

والجوازی جمع جازیۃ مصدر للجزاء کالعافیۃ فقیل لہ فقول طرفۃ۔ ؎

ستُبدی لک الایام ما کنت جاھلاً ویأتیک بالاخبار من لم تُزوّد

فقال من یأتیک بھا ممن زوّدت اکثر۔ کذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص۱۴۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذکر ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال کان الحطیئۃ عند عمر فانشد ھذا البیت فقال کعبٌ ھی واللہ فی التوراۃ لا یذھب العرف بین اللہ وخلقہ اھ

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت باز پرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا انی اشتریت عرضی منہ بھا فکتب الیہ عمرؓ ان کان ھذا ھکذا وانما فدیت عرضک من لسانہ ولم تعطہ للمدح والفخر فقد احسنت۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا ایاک وھجاء الناس قال اذن یموت عیالی جوعًا ھذا مکسبی ومنہ معاشی قال فایاک والمقذع من القول قال وما المقذع؟ قال ان تخایر بین الناس فتقول فلان خیرٌ من فلان وآل فلان خیرٌ من آل فلان قال فانت واللہ اھجی منی ثم قال عمر واللہ لولا ان تکون سنۃ لقطعت لسانک۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالکرسی فأتی بہ فجلس علیہ ثم قال اشیروا علیّ فی الشاعر فانہ یقول الھجر وینسب بالحرم ویمدح الناس ویذمھم بغیر ما فیھم ما ارانی الا قاطعا لسانہ ثم قال علیّ بالطست فأتی بھا ثم قال علیّ بالمحصف۔ علیّ بالسکین لا بل علیّ بالموسیٰ فھو اوحیٰ فقالوا لا یعود یا امیر المؤمنین فاشاروا الیہ ان قل لا اعود فقال لا اعود یا امیر المؤمنین فقال لہ النجاء فاطلقہ کذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ ان عمر رضی اللہ عنہ لما اطلق الحطیئۃ اراد ان یؤکد علیہ الحجۃ فاشتری منہ اعراض المسلمین جمیعًا بثلاثۃ آلاف درھم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ویقال ہشام بن طالب بن غراب البزار البغدادی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ قاری خلف کی کنیت ابومحمد تھی۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری۔ زاہد وکثیر العبادۃ۔ صاحب سنت۔ ثقہ۔ امین ومتبع سنت تھے۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قرارت کے لیے آتے تھے۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت حمزہؒ کی قرارت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۳۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید وہشیم وابوعوانہ ودراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین۔

خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سن لیں قال عباس الدوری وجّھنی خَلَف الی یحیی فقال کانت عندی کُتُب حمادِ بن زید فحدّثت بھا وبقی عندی قاع بعضُھا ارضٌ فاجتمعتُ علیہ انا واصحابُنا فاستخرجناھا فھل تری ان اُحدِّث بھا قال فقال لی یحیی قل لہ حدِّث بھا یا ابامحمد فانك الصدوق الثقۃ وقال النسائی بغدادیٌّ ثقۃ وقال الدارقطنی کان عابدًا فاضلًا قال اَعدتُ صلاۃَ اربعین سنۃ کنت اتناول فیھا الشراب علی مذھب الکوفیین۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۳ ص ۱۵۶۔

آپ صائم الدہر تھے۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القرآنَ عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی و حرف عاصم عن یحیی بن اٰدم وھو امامٌ فی القراءات ولہ اختیارٌ حُمِل عنہ متقدمٌ فی روایۃ الحدیث صاحب سنۃٍ ثقۃٌ مامونٌ اھ وفی الخلاصۃ قیل کان یصوم الدھر۔

علماء قرارت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قرارت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے۔ خلف نے سلیم سے اخذِ قرارت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں۔ قال خلف اتیتُ سلیمَ بن عیسی لأقرأ علیہ وکان بین یدیہ قوم واظنُّھم سبقونی فلما جلستُ قال بَلَغَنی انّك ترید الترفع فی القراءۃ فلستُ اٰخذ علیك شیئًا قال فکنتُ احضر المجلس اسمع ولا یأخذ علیّ شیئًا فبکرتُ یومًا فی الغلس وخرج فقال مَن ھاھنا یتقدم ویقرأ فتقدمتُ واستفتحتُ بسورۃ یوسف وھی

من اشدّ القرآن إعراباً فقال لی من انتَ فما سمعتُ اَقرأمنك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما یَحِلُّ لی اَن اَمنَعك فكنت اَقرأ علیه حتی بلغتُ یوماً حم المؤمن فلما بلغتُ الی قوله تعالیٰ ویَستغفرُون للذین اٰمنوا ۔ غافر ۔ بکی بکاءً شدیداً ثم قال لی یا خلف الا تری ما اَعظمَ حقَّ المؤمنِ تراه نائماً علی فراشه و الملائکةُ یَستغفرُون له اھ ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے ۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے ۔ کما روی البخاری فی صحیحه وغیرہ ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے ۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا ۔ ابو جعفر نفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحبِ سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا ۔ عبد الکریم بن حداد کہتے ہیں کان خلف یَشرب من الشراب علی التاویل فکان ابن اخته یوماً یقرأ علیه سورۃ الانفال حتی بلغ قوله تعالیٰ لیمیز الله الخبیثَ من الطیّب ۔ فقال یا خال اذا میّز الله الخبیثَ من الطیبِ این یکونُ الشراب ؟ قال فنکس رأسه طویلاً ثم قال مع الخبیث قال فترضیٰ ان تکون مع اصحاب الخبیث ؟ قال یا بنیَّ امض الی المنزل فاصبُبْ کل شئ فیه فترکه فاعقبه الله تعالیٰ الصومَ فصام الدهرَ الی ان مات ۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحیی بن آدم ابو بکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں ۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے ۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے ۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفاً یقول قدمت الکوفة فصرتُ الی سلیم بن عیسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأُ القرآن علی ابی بکر بن عیاش بحرف عاصم فقال لی الا ترید؟ قلتُ بلیٰ قال ندعا ابنه و کتب معه رقعةً الی ابن عیاش فاستاذن لی علیه سلیم بن عیسیٰ فدخل علیه فاعطاه الرقعة وکان لخلف سبع عشرة سنة قال فلما قرأ قال ادخِل الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیَّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انتَ لم تخلف ببغداد احداً اقرأ منك ؟ فسکتُّ فقال لی اقعُد هاتِ اقرأقلت علیك؟ قال نعم قلتُ لا اله الا الله لا اَقرأ علی رجلٍ یستصغر رجلاً من حملةِ القرآنِ وترکته وخرجتُ فوجّه الی سلیم فسأله ان یَرُدّنی الیه فلم اَرجع قال خلف فندِمتُ واحتجتُ فکتبتُ قراءةَ عاصم عن یحیی بن اٰدم عن ابی بکر بن عیاش اھ ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں ۔ وروی خلف بسنده الی ابی هریرة الی النبی صلی الله علیه وسلم ان الله عز وجل خلقَ مائةَ رحمةٍ فانزل منها رحمةً علی عباده یتراحمُون بها وخبأ تسعاً وتِسعین عندهٗ فاذا کان یوم القیامة جمع تِلك الرحمةَ الی التسع والتسعین وفضّها علیٰ عباده فمن رحمةٍ واحدةٍ جعلنی مسلماً وعلمنی القرآن وعرّفنی نبیّه صلی الله علیه وسلم وفعل بی وفعل بی وانا ارجُو من تسعٍ وتسعین الجنّة ۔

خلفؒ رواۃ قرامیں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحب قراءت مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحب قرات شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قرامیں سے ہیں۔

خلفؒ کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلفؒ قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحٰق بن ابراہیم ورّاق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحٰق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۲۹۲ھ۔

خَلّاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہؒ سے بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علم نحو و عربیت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علمِ عروض کو مستنبط کرکے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے انخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کرکے اس کا نام بحر خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمدؒ زاہد۔ عابد منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول وعثمان بن حاضر وعوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید ونضر بن شمیل وسیبویہ واصمعی وہارون بن موسیٰ نحوی وداؤد بن المحبر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یریٰ رای الاباضیۃ حتی منّ اللہ علیہ بمجالسۃ ایّوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادام ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلغہ عنک فأنشأ یقول ؎

اَبلغ سُلیمان اَنّی عنک فی سعۃٍ — وفی غِنًا غیرَ اَنّی لستُ ذا مال

شُحّاً بنفسي إنّي لا أرى أحداً — يموتُ هزلاً ولا يبقى على حال
الرزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ ينقصه — ولا يزيدك فيه حولُ محتال
والفقرُ في النفسِ لا في المال نعرفه — ومثلُ ذاك الغنى في النفس لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ — للرزقِ حتی یتوفانی
حرمتنی خیراً قلیلاً فما — زادك فی مالك حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّةٍ یکثر الشیطانُ إن ذکرت — منها التعجب جاءت من سلیمانا
لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یده — فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح و بلیغ ادیب عبداللہ بن المقفّع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلما تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیتَ ابن المقفع؟ فقال رأیتُ رجلاً علمه اکثر من عقله وقیل لابن المقفع کیف رأیتَ الخلیل؟ قال رأیتُ رجلاً عقله اکثر من علمه۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں۔ کتاب العین فی اللغة وکتاب العروض وکتاب الشواہد وکتاب النقط والشکل وکتاب النغم وکتاب فی العوامل۔ کذا فی وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ۔ خلیل کی کتابِ عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ و علمیہ ہیں۔ لہذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔
خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرتَ الی الذخائر لم تجد — ذخراً یکونُ کصالح الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال اریدان اُقرّب نوعاً من الحساب تمضی به الجاریة الی البیاع فلا یمکنه ظلمها ودخل المسجد وهو یعمل فکره فی ذلك فصدمته ساریة وهو غافل عنها بفکره فانقلب علی ظهره فکانت سبب موته وقیل بل کان یُقطّع بحراً من العروض اھ
خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال انّ ابی قد جُنّ قد خلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لوکنتَ تعلم ما اقول عذرتنی　　　اوکنتُ اعلم ما تقول عذلتُکا

لکن جَہلتَ مقالتی فعذلتنی　　　وعلمتُ انك جاھلٌ فعذرتُکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دار الاحبۃ قد دنت　　　وانت کئیبٌ انّ ذا لعجیبُ

فقلتُ وما تغنی الدیار وقربُھا　　　اذا لم یکن بین القلوبِ قریبُ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شمیل فرماتے ہیں اَقام الخلیل فی خُصّ من اَخصاص البصرۃ لا یقدر علی فلسین واصحابُہ یکسِبون بعلمہ الاموال ولقد سمعتُہ یومًا یقول اِنّی لَاُغلِقُ علیّ بابی فما یُجاوِزہ ھَمّی۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکملُ مایکونُ الانسان عقلاً وذھنًا اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِّنُّ التی بعث اللہ فیھا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُصُ اذا بَلَغَ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفیٰ مایکون ذھنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیّۃ بعد الصحابۃ اذکیٰ منہ وکان یحُجُّ سنۃً ویغزُو سنۃً وھو اول من جمع حروف المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِفْ خُلقَ خَودٍ کمثل الشمس اذ بزغت　　　یحظی الضجیعُ بھا نجلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۵ھ ہے۔ کل عمر ۷۴ سال تھی۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ما صنع اللہ بك فقال اَرأیتَ ماکنا فیہ لم یکن شیئًا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔

الدُّوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں وھو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُھیب الازدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر۔

دوری مشہور قاری ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں۔ نابینا تھے۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بحر بکراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبدالوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ۔

قال ابوحاتم هوصدوق وقال ابوداؤد رأیتُ احمد یکتب عنه وقال الدارقطنی ضعیف وقال العقیلی ثقة ۔ قرارت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی ۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ دوری نے علم قرارت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسی وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِئ بقراءة الکسائی واشتہربھا ۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص۴۰۸
سال وفات ۲۴۶ھ ہے ۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی ۔ دوری کی کنیت ابوعمر ہے بلا واو نہ کہ ابوعمرو بالواو ۔

فائدہ ۔ دوری کو ابوعمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں ۔ علماء ان کو ابوعمر الضریر الاکبر کہتے ہیں ۔ ابوعمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری ۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں ۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوداؤد وامام احمد وابوحاتم وابوزرعہ وغیرہ رحمہم اللہ ۔ آپ بڑے محدث تھے ۔ قال ابوزرعة ھو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وھو اعمی ۔
سال وفات ۲۲۰ھ ہے ۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی ۔ کذا فی التہذیب ۔

رفاعة رضی اللہ عنہ ۔ وہ تفسیر آیت فلا تحِلُّ لَہٗ مِن بعْدُ حتّٰی تنکِح زوجاً غیرہ میں مذکور ہیں ۔

هو رفاعة بن سموأل القرظی رضی اللہ عنہ ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی ۔ پھر اس نے عبدالرحمٰن بن الزَّبِیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا ۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لاحتی تذوقی عُسیلتہ ویذوق عُسیلتک روی مالک باسنادہ عن الزُّبیر بن عبد الرحمٰن بن الزَّبیر ان رفاعة بن سموأل طلق امرأتہ تمیمة بنت وھب فذکر القصة بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک النضری ہے ۔

روی ابن شاھین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قولہ تعالی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ نزلت فی عائشة بنت عبد الرحمٰن بن عتیک النضری کانت تحت رفاعة بن وھب بن عتیک و ھو ابن عمھا فطلقھا طلاقاً بائناً فتزوجت بعدہ عبد الرحمٰن بن الزَّبیر ۔ کذا فی الاصابة وغیرہ ۔
بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے ۔
روی قتادة ان تمیمة بنت ابی عبید القرظیة کانت تحت رفاعة او رافع القرظی فطلقھا ۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحق عن هشام بن عروة عن ابیه قال کانت امرأة من بنی قریظة یقال لها تمیمة تحت عبد الرحمن بن الزبیر فطلقها فتزوجها رفاعة ثم طلقها رفاعة فارادت ان ترجع الی عبد الرحمن فذکر الحدیث اخرجه ابونعیم وقیل اسمها سهیمة ۔

روبة شاعر رحمہ اللہ ۔ وہ تفسیر آیت ذلك بانهم کانوا یکفرون بآیات الله ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ میں اور تفسیر یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا وما یضل به الا الفسقین میں مذکور ہیں ۔

ھو ابو الجحاف رؤبة بن العجاج عبد الله بن رؤبة بن لبید من بنی مالك

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں ۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے ۔ رؤبہ اپنے باپ سے افصح واعلیٰ ہے ۔ روی انه قال لابیه انا اشعر منك لانی شاعر وابن شاعر وانت شاعر فقط ۔ دونوں راجز ہیں ۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس النحوی من اشعر الناس ؟ قال العجاج ورؤبة فقیل له لم نعن الرجاز قال هما اشعر اهل القصید انما الشعر کلام فاجوده اشعره کذا فی خزانۃ الادب ج ۱ ص۹۲ ۔

یونس نحوی رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے ۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتی متی تسألنی عن هذه الاباطیل وأزوقها لك اما تری الشیب قد بلغ فی راسك ولحیتك وذکر ابن قتیبة فی کتاب الشعر والشعراء ج۲ ص۴۹۵ قال ابو عبیدة دخلت علی رؤبة وهو یمل جرذا فی النار فقلت له اتاکلها قال نعم انها خیر من دجاجکم انها تاکل البر والتمر اھ

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولت عباسی کا زمانہ پایا ۔ منصور و ابومسلم کی مدح کی ۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا ۔

فائدہ ۔ مسمی بہ رؤبۃ تین اشخاص ہیں ۔ ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں ۔

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی ۔

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی ۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف ۔

۶۵ ۔ **روح** رحمہ اللہ ۔ بفتح الراء وسکون الواو ۔ آپ قاری ثامن یعنی یعقوب حضرمیؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔

هو روح بن عبد المؤمن الهذلی مولاهم البصری المقری رحمہ اللہ۔
آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری ومحدّث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید وعبدالواحد بن زیاد وابوعوانہ وجعفر بن سلیمان ضبعی ومعاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وعثمان دارمی وابوزرعہ وعبداللہ بن احمد وابوخلیفہ وابویعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
روحؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں۔
ابوعمر دانیؒ طبقات میں لکھتے ہیں قرأعلی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُوَیس متکرر الذکر ہیں۔

ھو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقریٔ الثقۃ الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءۃ المعروف برُوَیسؒ۔
رُوَیس بضم راء وفتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔
دوسرے راوی روح بن عبدالمؤمن ہیں۔ رویسؒ بنو مازن میں رہائش پذیر تھے۔
رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قراءت کے حامل وامین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃِ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یالالُ۔ اَحسنتَ یالالُ۔ ھاتِ یالالئُ۔ اَحسنتَ یالالئُ۔
لال لآلی کا مخفف ومرخّم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قراءت وجودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکر جمع سے مقصد مزید تعظیم وتکریم ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لآّل بروزن علّام وضرّاب ہو۔ لآّل موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔
باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔
اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمت قرات ومواظبت تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔ دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغہ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمہ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنا بریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودت قرات اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویسؒ کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

هو زهير بن ربيعة بن قرط

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحب قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے کان زهير وولداه بجير وكعب وولدا كعب عقبة والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ يروى عن عمر رضي الله عنه انه قال أنشِدني لاشعر شعرائكم قيل ومن هو؟ قال زهير قيل وبم صار كذلك؟ قال كان لا يُعاظِل بين القول ولا يتبع حوشيَّ الكلام ولا يمدح الرجل إلا بما هو فيه اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا مَن أشعر الناس؟ قال في الجاهلية زهير وفي الاسلام الفرزدق قلت له فانت؟ قال انا نحرتُ الشعرَ نحرًا۔

عبد الملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بيتٍ أمدح؟ فاتفقوا على بيت زهير ؎

تراه إذا ما جئته متهلِّلًا ‏ ‏ كأنك تعطيه الذي انت سائله

کتاب الشعر والشعراء ج ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کان زهير جاهليًا لم يدرك الاسلام وادرك ابناه كعب بجير وكان لكعب ابن يسمى عقبة بن كعب هو شاعر وُلد لعقبة العوام وهو شاعر فهؤلاء خمسة شعراء في نسق العوام ابن عقبة بن كعب بن زهير بن ابي سلمى وكان ابو سلمى ايضًا شاعرًا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفي الاغاني ج ۱۰ ص ۳۰۱ وجدتُ في بعض الكتبُ انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم نظر الى زهير بن ابي سلمى وله مائة سنة فقال اللهم اَعذني من شيطانه فما لاكَ بيتًا حتى مات اھ

زید بن عمرو بن نُفَیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا لله اندادًا میں مذکور ہیں۔

هو زيد بن عمرو بن نفيل بن عبد العزى القرشي العدوي۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلك لان عمرو بن نفيل قد خلف على امرأة ابيه

بعد ابیہ وکان لھا من نفیل اخوہ الخطاب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص۲۲۳

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن وموحّد تھے۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رض کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے تکیہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یامعشر قریش والذی نفسُ زیدٍ بیدہٖ ما اصبح اَحدٌ منکم علیٰ دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اَعلم احبَّ الوجوہ الیك عبدتك بہ ولکنّی لا اعلم ثم یسجُد علیٰ راحلتہ - وعن ھشام انہ کان یصلّی الی الکعبۃ ویقول الٰھی اِلٰہُ ابراھیم ودینی دین ابراھیم - زید موؤدہ لڑکیوں کو جنھیں کفار زندہ دفن کردیا کرتے تھے بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا اِلیَّ اکفُلُھا فاذا ترعرعت فاِن شئتَ فخذھا وان شئتَ فادفعھا۔

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل وورقہ بن نوفل عثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی۔ وہاں پر یہود ونصاریٰ سے ملے۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کرلی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیّت دیتا تھا۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا ھو اُمّۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ۔

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ انّ اَبی کما رأیتَ وکما بلغك فاستغفر لہ قال نَعَم فانّہ یُبعث یوم القیامۃ امّۃ واحدۃ۔

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سُنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اُرانی اُدرِکہ واَنا اُؤمن بہ واُصدِّقہ واَشھد انّہ نبیّ فان طالت بك مدۃ فرأیتہ فاقرئہ منّی السلام وسأخبِرُك ما نعتُہ حتی لا یخفیٰ علیك قلت ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تُفارِق عینہ حمرۃٌ وخاتم النبوّۃ بین کتفیہ واسمہ احمدُ وھذا البلد مولدہ ومبعثُہ ثم یُخرجہ قومہ منھا ویکرھون ما جاء بہ حتی یُھاجِر الی یثرب فیظھر امرہ فایاك ان تخدع عنہ ثم قال عامر فلما اسلمتُ اَخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قول زید بن

عمرو واقرائه منه السلام فردّ علیه السلام وترحّم علیه وقال قد أیته فی الجنّة یسحب ذیولًا۔
وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانه یورث الفقر۔
سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پاگئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنولخم نے انہیں قتل کیا۔
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فرأیت لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایت عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربٍّ ... أدینُ اذا تقسّمت الامور
عزلتُ اللاتَ والعزّیٰ جمیعًا ... کذلك یفعل الجلد الصبور
فلا العزّیٰ أدینُ ولا ابنتیها ... ولا صنمَی بنی عمرو ازور
ولا غُنمًا ادینُ وکان ربًّا ... لنا فی الدهر إذ حِلمی یسیر
عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ ... وفی الایّام یعرفها البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت یسئلونك عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔
ھو سعد بن مالك بن أُھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔
آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنتِ عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال واوصافِ شریفہ یہ ہیں۔
اوّلاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں و آخرہم موتًا۔ اور ان چھے اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا إن أصابته الإمرۃ فذاك والّا فلیستعن به الوالی۔
ثانیًا۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دارالخلافہ مدائن فتح کیا۔
ثالثًا۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشدّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عمرو الزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنہم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعَ اَبَوَیہ لاحدٍ اِلا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتُہ یوم اُحدٍ یقول اِرْمِ فداک ابی واُمّی رواہ الشیخان۔ قال الزہری رمی سعد یوم احد الفَ سہم۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رمٰی فی سبیل اللہ۔

سابعًا۔ ھو اوّل مَن اَراقَ دمًا فی سبیل اللہ۔

ثامنًا۔ آپ مستجاب الدعاء تھے۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاک فکان لا یدعو الا استجیب لہ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلم قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایّام وانی لثالثُ الاسلام۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبل سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے۔

سیبویہ رحمہ اللہ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

سیبویہ نُحاۃ بصرہ کے امام ہیں۔ کنیت ابو بشر ہے۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب۔ تلقیب بسیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقِّب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفاح فقیل کانت اُمُّہ ترقُصہ بذلک فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلک وقیل کان یعتاد شَمَّ التفاح وقیل لقب بذلک للطافتہ لان التفاح من اَطیبِ الفواکِہ اھ۔

آپ فارسی الاصل ہیں۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل والبنہ ہے۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل ویونس وابو الخطاب اخفش وعیسی بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھلَ الحدیثِ والفقہاءِ وکان یَستملِی علی حماد بن سلمۃ فلحن یومًا فردَّ علیہ قولہ فأنِفَ من ذلک فلزِم الخلیل بن احمد فبرع فی النحو اھ۔

بغداد گئے تو وزیر یحیی برمکی سے ملے یحیی کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظُنّ انّ الزنبورَ اشدَّ لسعۃً من العقرب فاذا ھو ھی او ھو ایّا ھا سیبویہ نے کہا کہ صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا ھو ھی اور ھو ایّا ھا جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔ سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحییٰ سے سفارش کرتے ہوئے کہا اَصلحَ اللہ الوزیرَ انّہ قد وفدَ الیكَ من بلدہٖ مؤمِّلاً فان رأیتَ اَن لا تَرُدّہ خائبًا فأمر لہ بعشرۃ آلاف دِرھم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان وفارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضاء میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پاگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی ۱۸۰ھ یا ۱۶۱ھ یا ۱۸۸ھ یا ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابًا حسنًا جمیلاً نظیفًا وقد تعلّق من کل علم بسببٍ وضرب مع کلّ اھلِ ادب بسھم مع حداثۃ سِنّہ اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق ومنبع دقائق وکنز علوم نحو وعربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انہ لم ینفرد بتصنیفہ بل ساعدہٗ جماعۃٌ فی تصنیفہ نحوًا من اربعین نفسًا ھو احدھُم وھو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویہ الٰی نفسہٖ اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعوی کو غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش ولکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ وافصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں مَن اراد ان یعمل کتابًا کبیرًا فی النحو بعد کتاب سیبویہ فلیستحِي مما اَقدم علیہ وقال ایضا ما اَخلو فی کل زمَن من اعجوبۃٍ فی کتاب سیبویہ ولھذا سمّاہ الناس قراٰنَ النحو وقال ابن کیسان نظرنا فی کتاب سیبویہ فوجدناہ فی الموضع الذی یَستحِقُّہ اھ۔ کذا فی الخزانۃ ج۱ ص۳۳۵

خزانۃ الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرّد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے ھل رکبتَ البحر؟ تعظیمًا لما فیہ واستصعابًا لالفاظہ ومعانیہ۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔
سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں ۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے ۔ انہیں سلمان بن اسلام وسلمان الخیر بھی کہتے ہیں ۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔
آپ نے نبی آخرالزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا نوان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہوکر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہوگئے ۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہوسکے ۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوۂ خندق ہے ۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابوسفیان واصحابه اذ رأوه هذه مكيدة ما كانت العرب تكيدها بعده جمیع مشاہد میں شریک رہے ۔ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ویقال انه شهد بدرًا ۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحاتِ عراق وغیرہ میں شریک تھے ۔
واذا قيل له ابن مَن انتَ ؟ قال انا سلمانُ بن الاسلام من بنی اٰدم ویقول کنتُ من اَبناء اساورة فارس ۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے ۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے ۔ کتبِ سابقہ بھی پڑھی تھیں ۔ وکان یقول انه تداولته فی ذلك بضعة عشر ربًّا من ربٍّ الی ربٍّ حتی افضی الی النبیّ علیه السلام ومَنَّ الله علیه بالاسلام ۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر وگورنر مقرر ہوئے ۔
وذكر معمر عن رجل من اصحابه قال انه دخل علی سلمان وهو امیر علی المدائن وهو یعمل الخُوص (ٹوکریاں) فقیل له تعمل هذا وانت امیر یجری علیك رزق فقال انی اُحِبُّ اَن اٰكل من عمل یدی وذكر انّه تعلّم عملَ الخوصِ بالمدینة من الانصار ۔
وعن مالكؒ كان سلمان یعمل الخوص بیدهٖ فیعیش منه ولا یَقبَل من احدٍ شیئًا ولم یکن له بیتٌ وانما كان یستظِلّ بالجدُرِ الشجر وان رجلًا قال له الا اَبنی بیتًا فیه تسکن فقال مالی به من حاجة فما زال به الرجل حتی قال انی اَعرف البیتَ الذی یوافقك قال فصِفه لی قال ابنی لك بیتًا اذا انت قُمتَ فیه اَصاب رأسُك سقفه وان انت مددتَ فیه رجلیك اَصابها الجدار قال نعم فبنی له بیتًا كذلك ۔
وعن بریدة عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اَمرنی ربّی بحُبِّ اربعةٍ واخبرنی انه سبحانه یحبّهم علیّ وابوذر والمقداد وسلمان ۔ رضی الله عنهم ۔
وعن كعب الاحبار سلمان حُشِیَ علمًا وحكمةً ۔ نبی علیہ السلام نے سلمان وابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مؤاخاۃ قائم فرمائی تھی ۔
آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں ۔ (۱) مابه بن بوذ قاله ابن منده (۲) وقیل اسمه بهبوذ ۔

بقول بعض آپ نے عیسٰی علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِّ عیسٰی علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمانؓ کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسیؓ کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابوعبد الرحمٰن السلمی عن سلمان انه تزوّج امرأة من كندة فبنیٰ بها فی بیتها فلما كان لیلةُ البناءِ مشیٰ معه اصحابُه حتی اتیٰ بیتَ امرأتِه فلما بلغ البیتَ قال ارجعوا أجركم الله ولم یُدخِلهم علیها كما فعَل السفهاء فلما نظر الی البیت والبیت منجد قال أمحموم بیتكم ام تحوّلت الكعبة فی كندة قالوا لاهذا ولا ذاك فلم یدخل البیت حتی نزع كل ستر فی البیت غیر ستر الباب فلما دخل رأی متاعًا كثیرًا فقال لمن هذا قالوا متاعُك ومتاعُ امرأتك قال ما بهذا اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی خلیلی ان لایكون متاعی من الدنیا الّا كزاد الراكب ورأیٰ خدمًا فقال لمن هذا الخدم؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصانی خلیلی اوصانی خلیلی صلی الله علیه وسلم الّا امسك الّا ما أنكح او انكح۔ ثم قال للنسوة التی عند امرأته هل انتم مخرجات عنّی مخلیات بینی وبین امرأتی قلن نعم فخرجن فذهب الی الباب حتی اجافه وارخی الستر ثم جاء حتی جلس عند امرأته فمسح بناصیتها ودعا بالبركة فقال لها هل انت مطیعتی فی شئ أمرك به قالت جلست مجلس من یطاع قال فان خلیلی صلی الله علیه وسلم اوصانی اذا اجتمعتُ الی اهلی ان اجتمع علی طاعة الله تعالی فقام وقامت الی المسجد فصلیا ما بدا لهما ثم خرجا فقضی منها مایقضی الرجل من امرأته فلما اصبح غدا علیه اصحابُه فقالوا كیف وجدتَ اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتواری ما فیها حسب امرئ منكم ان یسال عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا یسألنّ عن ذلك سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول المتحدّث عن ذلك كالحمارین یتسافدان فی الطریق۔ كذا فی حلیة الاولیاء ج ۱ ص۱۸۶۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوِّع لابراهیم علیه السلام اسدانِ ثم أُرسِلا علیه فجعلا یلحسانه ویسجُدانِ له۔ وعن میمون بن مهران قال نزل حذیفة وسلمان رضی الله عنهما علی نبطیّة فقالا لها هل ههنا مكان طاهر نصلّی فیه؟ فقالت طهّر قلبك وصلّ حیث شئتَ فقال احدُهما للآخر خذها حكمةً

من قلب کافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بَلَغَنا انّ سلمان الفارسی رضی الله عنه کان یقول اَضحکنی ثلاثٌ وَاَبکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یَطلُبه وغافل لا یُغفَل عنه وضاحكٍ مِلأَفیه لایدری اَمُسخِط ربّه اَمْ مُرضِیه وَاَبکانی ثلاثٌ فراق الاحبّة محمّد وحزبه وهول المطّلع عند غمرات الموت و الوقوفُ بین یدی الله رب العالمین حین لا ادری الی النار انصرافی ام الی الجنة۔ وعن سعید بن سوقة قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موته نعوده وهو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عنده فشق علیه فقال لامرأته ما فعلتِ بالمسك الذی جئنا به من بلنجر؟ فقالت هو ذا۔ قال القیه فی الماء ثم اضربی بعضه ببعض ثم انضحی حولَ فراشی فانه الآن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولا جنٍّ ففعلتْ وخرجنا عنه ثم اتیناه فوجدناه قد قُبِض رضی الله عنه۔ وعن ابی البختری قال بینا ابو الدرداء یوقِدُ تحتَ قِدرٍ له وسلمان رضی الله عنه عنده اذ سمع ابو الدرداء فی القدر صوتًا ثم ارتفع الصوتُ بتسبیحٍ کهیئةِ صوتِ الصبیّ قال ثم بدرتْ فانکفأتْ ثم رجعتْ الی مکانها لم ینصبّ منها شیءٌ فجعل ابو الدرداء رضی الله عنه ینادی یا سلمان انظر الی العجب انظر الی ما لم تنظر الی مثله انت ولا ابوك فقال سلمان اما انك لو سکتّ لسمعتَ من آیات الله الکبری۔ کذا فی الحلیة ج ۱ ص ۲۲۳ ۔

وعن المغیرة بن عبد الرحمٰن قال لقی سلمان الفارسی عبد الله بن سلام قال ان مُتَّ قبلی فاخبرنی ما تلقیٰ وان مُتُّ قبلك اُخبرك قال فمات سلمان فرآه عبد الله بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا ابا عبد الله؟ قال بخیر قال ایّ الاعمال وجدتّ افضل؟ قال وجدت التوکل شیئًا عجیبًا وفی روایة قال سلمان علیك بالتوکل نعم الشئ التوکل ۔

شمّاخ رضی الله عنہ۔ آیت اوکصیّب من السماء فیه ظلمٰتٌ الآیة کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو معقل بن ضرار رضی الله عنه قاله ابن قتیبة فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۳۳ وفی دیوان اخیه مزرّد منه اسم الشماخ هیثم۔ خزانة الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمه معقل بن ضرار الغطفانی وهو مخضرم ادرك الجاهلیة والاسلام وله صحبة اھ۔ شماخ رضی الله عنہ کا دیوان مطبوع ہے۔ حُطَیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انه اشعر غطفان۔ اھ

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤتلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں۔ حماسہ ابو تمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے هوی الشماخ امرأة اسمها کلبة بنت جوال اخت جبل بن جوال الشاعر التغلبی وغاب فتزوّجها اخوه جزء بن ضرار فلم

یکلمه الشماخ بعدہ وماتا متهاجرین۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوۂ موقان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنگِ قادسیہ میں شماخ شریک تھے۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے۔ شعبہؒ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا۔ اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مورخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات باقرارت پڑھتے تھے۔ تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلم الصبیّ من المعلّم وذلك فی نحو ثلاثین سنۃ۔ کذا فی سراج القاری۔ وقیل فی ثلاث سنین۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

حکی القاری انه کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربّما خاض ماءَ المطر فبلغ حقوَ یه او اکثر وکان عالمًا عاملًا فاضلًا کاملًا فقیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منها ماروی انه قال لولدہ یا بنیّ ایاك ان تعصی اللہ تعالیٰ فی هذہ الغرفۃ فانی ختمتُ فیها القرآنَ ثمانیۃَ عشر الف ختمۃ اھ۔

قاری شعبہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولئك هم الصّٰدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے۔

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے۔ بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثیق و صدق و ضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اَعلم الناسِ بقراءۃِ عاصم وکان حفص اَقرأ من ابی بکر وکان حفص کذابًا و کان ابوبکر صدوقًا۔ کذا فی التهذیب ج ۲ ص ۴۰۱۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ و علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلہ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعًا الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابوحنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریبا تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شبِ جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہلِ ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لانّ اللہ تعالیٰ علّم اٰدم الاسماء کلھا فما کان الا یسیرًا فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہوگئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جاکر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعیؒ شعر و ایام عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃ بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقه۔ پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتق اللہ فانه سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبك نورًا فلا تطفئه بالمعصیة۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق وبغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے ومذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسنؒ کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث وفقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ دُر مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت ووسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ وکتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا مأخذ بھی کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی ہی میں جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالماً من قریش یملأ طباق الارض علماً اوکما قال علیہ السلام علماء متقدمین ومتاخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت ومقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت ومقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُّ انّ الخلق تعلّموا ھذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منہ حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احداً ان یُظھر اللہ الحقّ علی یدیہ۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلوٰۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ماتقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئ بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبہ فی القِلّۃ ولقد کنت اطلبُ القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلبَ علماً فلیدقّق لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق وحلیتھم حسنُ الخُلق وجمالُھم کرمُ النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃُ العلم الورعُ والحلم۔ وقال لیس العلم ماحُفِظ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب ویورث الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ماکذبتُ قط ولا حلفتُ باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکتُ غسل الجمعة فی برد ولا سفر ولا غیرہ وماشبعتُ منذ ست عشر سنة الا شبعة طرحتها من ساعته۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکفُّ الاذی وکسب الحلال ولبس التقوی والثقة باللہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال اقمتُ اربعین سنةً اسأل اخوانی الذین تزوجوا عن احوالھم فی تزوجھم فما منھم احد قال انه رأی خیراً۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سراً فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانیةً فقد فضحه وشانه۔

وقال من کان فیه ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأئتمر به ونھی عن المنکر وانتھی عنه وحافظ علی حدود اللہ۔ وقال ارجی حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامة دفع الی کل مسلم یھودیّ او نصرانی وقیل یامسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہل مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بُویطی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت وتقویٰ وتبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شالخ ۔ تفسیر وعلم آدم الاسماء کلہا میں مذکور ہے۔
شالخ حسب قول ابن ہشام مؤرخ ابراہیم علیہ السلام کے جدّ سادس ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے
ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو آزر بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالغ بالغین وقیل بالخاء ای
فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامك بن متوشلخ بن اخنوخ
واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن
شیث بن آدم علیھما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شالخ کے معنی ہیں رسول یا
وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر
اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیر ھذا الکتاب وذکر ان فالغ معناہ القسام وشالخ معناہ الرسول او
الوکیل وذکر ان اسمٰعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتہیٰ۔
فائدہ مہمہ۔ مذکورہ سلسلۂ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح
نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا صحیح علم عند اللہ ہے۔
عدنان سے آگے تعدادِ آباء واجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علم صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں
ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو
ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ آباء بطریق اولیٰ مجہول ہوگا۔
ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں
یوں بیان کیا ہے:۔
محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّۃ بن
کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن
مُضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت
ابن اسمٰعیل بن ابراھیم بن تارح وھو آزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔
ابن قتیبہ معارف، ص ۱۵ پر لکھتے ہیں واختلف النسابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلك فی
کتاب النسب اھ
مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلۂ نسب
بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔
ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثم لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخلیفۃ ان یکون قرشیًا فان لم یوجد قرشی جامعًا للشروط التی ذکرها فکنانی قال بعضهم وقیاس ذلک ان یقال فان لم یوجد کنانی فخزیمی فان لم یوجد خزیمی فمدرکی فان لم یوجد مدرکی فالیاسی فان لم یوجد الیاسی فمضری فان لم یوجد مضری فنزاری فان لم یوجد نزاری فمعدی فان لم یوجد معدی فعدنانی فان لم یوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعیل لان من فوق عدنان لا یصح فیہ شئ ولا یمکن حفظ النسب فیہ منہ الی اسمٰعیل اھ

عدنان سے اوپر عدد آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء، اور عند البعض بیس آباء، اور عند البعض پندرہ آباء، اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث وآثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال بین عدنان واسمٰعیل ثلاثون ابًا لا یعرفون وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضًا انہ کان اذا بلغ عدنان یقول کذب النسابون مرتین او ثلاثًا والاصح عن ابن مسعود مثلہ وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انما ننتسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابہ الانباہ فی معرفۃ قبائل الرواۃ روی ابن لہیعۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ بن الزبیر یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء عدنان ولا ما وراء قحطان الا تخرصًا۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بکر بن سلیمان بن ابی خیثمۃ وکان من اعلم قریش باشعارھم وانسابھم یقول ما وجدنا احدًا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمرو کان قوم من السلف منھم ابن مسعود وعمرو بن میمون الازدی وھو محمد بن کعب اذا تلوا قولہ تعالیٰ والذین من بعدھم لا یعلمھم الا اللہ قالوا کذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمہ اللہ والمعنی عندنا فی ھذا غیر ما ذھبوا الیہ والمراد ان مَن ادّعیٰ احصاء بنی اٰدم فانھم لا یعلمھم الا اللہ الذی خلقھم واما انسابُ العرب فان اھل العلم بایامھا وانسابھا قد وعوا وحفظوا جماھیرھا وامھات قبائلھا واختلفوا فی بعض فروع ذلک۔

قال ابو عمر والذی علیہ ائمۃ ھذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن اُدد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراھیم الخلیل علیھما الصلاۃ والسلام قال ابن ھشام و یقال عدنان بن اُد بن اُدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فیہ فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انه إنتسب الی عدنان لم یتجاوزہ بل قد روی من طریق ابن عباس انہ لما بلغ عدنان قال کذب النسّابون مرتین او ثلاثاً والاصح فی ھذا الحدیث انہ من قول ابن مسعود وروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال انما ننتسب الی عدنان وما فوق ذلک لا ندری ما ھو۔

واصح شئ روی فیما بعد عدنان ماذکرہ الدولابی ابو بشر من طریق موسی بن یعقوب عن عبداللہ بن وھب ابن زمعۃ الزمعی عن عمتہ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمۃ فزند ھو الھمیسع والیری ھو نبت واعراق الثری ھو اسمٰعیل علیہ السلام لانہ ابن ابراھیم وابراھیم لم تأکلہ النار کما ان النار لا تأکل الثری وقد قال الدارقطنی لا نعرف زنداً الا فی ھذا الحدیث۔

قال السھیلی وھذا الحدیث عندی لیس بمعارض لما تقدم من قولہ کذب النسابون ولا لقول عمر رضی اللہ عنہ لأنہ حدیث متأول یحتمل ان یکون قولہ ابن الیری بن اعراق الثری کما قال کلکم بنو اٰدم واٰدم من تراب لا یرید ان الھمیسع ومن دونہ ابن لاسمٰعیل لصلبہ ولا بد من ھذا التاویل اوغیرہ لان اصحاب الاخبار لا یختلفون فی بُعدِ المدۃ ما بین عدنان وابراھیم ویستحیل فی العادۃ ان یکون بینھما اربعۃ اٰباء اوسبعۃ کما ذکرابن اسحٰق اوعشرۃ او عشرون فان المدۃ اطول من ذلک کلہ اھ۔

وقال السھیلی انما تکلمنا فی رفع ھذا النسب علی مذھب من رأی ذلک من العلماء ولم یکرھہ کابن اسحٰق والطبری والبخاری والزبیر وغیرھم من العلماء واما مالک رحمہ اللہ فقد سئل عن الرجل یرفع نسبہ الی اٰدم فکرہ ذلک قیل لہ فالی اسمٰعیل فانکر ذلک ایضاً وقال ومن یخبرہ وکرہ ایضاً ان یرفع فی نسب الانبیاء مثل ان یقال ابراھیم بن فلان بن فلان قال ومن یخبرہ بہ ذکرہ المعیطی فی کتابہ الکبیر۔

صُہیب رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضاتِ اللہ میں اور تفسیر زین للذین کفروا الحیوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا میں مذکور ہیں۔

ھو صُہیب بن سنان بن مالک رضی اللہ عنہ۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلک لان الروم سبوہ صغیراً وکان ابوہ وعمہ علی الابلۃ من جھۃ کسری وکانت منازلھم علی دجلۃ من جھۃ الموصل فنشأ صھیبٌ بالروم فصار ألکن ثم اشتراہ رجل من کلب فباعہ بمکۃ فاشتراہ عبداللہ بن جدعان فاعتقہ ویقال بل ھرب من الروم فقدم مکۃ فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابۃ۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت وبلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تنتسب عربیاً ولسانك اعجمی وتکتنی باسم نبی وتبذر مالك قال اما تبذیری مالی فما انفقہ الا فی حق واما کنیتی فکنانیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فان الروم سبتنی صغیرا فاخذت لسانھم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وھو ما روی ابو امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصہیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیبؓ روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے ہیں اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصہیب سابق الروم بہر حال صہیبؓ خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ د

عن صہیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابوبکر وکنت قد ھممت بالخروج معہ وصدنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغلہ اللہ عنکم ببطنہ ولم اکن شاکیاً فقاموا فخرجت فلحقنی منھم ناس فقلت لھم ھل لکم ان اعطیکم اواقی من ذھب وحلتین لی بمکۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتھم الی مکۃ فقلت لھم احفروا تحت اسکفۃ الباب فان تحتھا الاواقی واذھبوا الی فلانۃ بآیۃ کذا وکذا فخذوا الحلتین فخرجت حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحول منھا فلما رآنی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثاً فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی الغار فقال واصہیباہ ولا صہیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للھجرۃ بعث ابابکر مرتین او ثلاثا الی صہیب فوجدہ یصلی فقال ابوبکر للنبی علیہ السلام وجدتہ یصلی وکرھت ان اقطع علیہ صلاتہ فقال اصبت۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین ھاجروا من بعد ما فتنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من ارماکم و لا تصلون الیّ حتیٰ ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلھم فرجعوا فاخذ وا مالہ فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپکی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابوشعیب المقری المشہور بالسوسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
آپ کی کنیت ابوشعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضم سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔
سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نمیر ومحمد بن عبید وابن عُیینہ ویحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی وابن عاصم وابوحاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابوحاتم صدوق وقال النسائی ثقۃ۔
آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابوعمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابوعمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔
ھی ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔
آپ نبی علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔
اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابوداؤد ونسائی وترمذی میں موجود ہے۔ نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیۃ عن اختھا ضباعۃ انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفاً ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحّاک ۔ تفسیر آیت وان کنتم علی سفرٍ ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ

ھو الضّحّاک بن مزاحم الھلالی ابو القاسم الخراسانی رحمہ اللہ۔

آپ مشہور تابعی مفسّر و امام ہیں۔ بلخ و سمرقند و نیسابور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے۔

انس وابن عمر و ابوہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃ وسعید بن جبیر والضحّاک امام احمدؒ فرماتے ہیں ھو ثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں۔

طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کے زمانے میں نبی شمویل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے۔ وہ تابوت موسٰی وہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا۔ قال اللہ تعالٰی۔ وقال لھم نبیّھم انّ اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیّۃ ممّا ترک اٰل موسٰی واٰل ھارون تحملہ الملٰئکۃ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شمویل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے ہو کر لڑیں۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال اُن لّا تقاتلوا قالوا ومالنا الّا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا وابنائنا۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے۔ وقال لھم نبیّھم انّ اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الآیۃ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امورِ سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدانِ جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کر لیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہو گئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کر کے خود جہاد وغزا پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہو گئے کذا ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۶۔ قال عکرمۃ کان طالوتُ اوّلاً قبل صیرورتہ ملکاً سقّاءً وقال وھبُ بن منبّہ کان دبّاغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص ۱۳۲ اوّلُ من عمِل الدبّاغۃ من انواع الادم وکان شھیراً بحرفتھا طالوت الملك لبنی اسرائیل کان دبّاغاً اوّلاً قبل الملك ثم اصطفاہ اللہ تعالیٰ ملکاً فی زمنِ داؤد علیہ السلام اھ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاوس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذٰلك لمن لم یکن اھلُہ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاوس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللہ۔ طاوس کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ شہر جَنَد کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدّثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس وابن عمر وجابر وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ ومجاہد وعمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبّت وجلالت وامامت وصلاح وحفظ ووفورِ علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاوس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۲۵۱۔ عبد الرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاوس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فمرّ بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف وایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطُرح علیہ فلم یرفع رأسَہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضیٰ الی منزلہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما انّی لأظُنّ طاوساً من اھل الجنّۃِ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال واحوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاوسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ماأجد فی قلبی خشیۃً فادعو لکَ۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاوسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاوس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّر لنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج۴ ص۵

طاوسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ماکنتُ اریٰ انّ احدًا ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لایتمّ نسکُ الشاب حتّٰی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاوس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ اوفجور۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا ابا محمد انّ طاوسًا یزعم اَنّ مَن صلّی العشاءَ ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولی تنزیل السجدۃ و فی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاوس ما ترکتُھا۔ طاوسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃَ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاوسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اَقبرتَنی فانظر فی قبری فان لم تجد لی فاحمدَ اللہ تعالیٰ وان وجدتّنی فانّا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض وُلدہ انہ نظر فلم یجد شیئًا ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاوس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبدالرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال اُدعُ لنفسک فانہ یجیب المضطرّ اذا دعاہ۔ طاوس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا ترید اَنْ اَجمع لک فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیلَ والزبورَ والفرقان۔ قال نعم۔ قال خَفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لایکون عندک شئ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھواشدّ من خوفک ایاہ واَحِبّ للناس ما تُحِبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاوسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعًا فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یابُنیّ صاحِبِ العقلاءَ تُنسب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجُھّالَ فتُنسب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شئ غایۃً وغایۃ المرء حسنُ خلقِہ۔

طاوسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفرِ حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوُفّی طاوس بالمزدلفۃ اوبمنیٰ فلما حُمل اَخذ عبد اللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایلہ حتی

بلغَ القبر واضعًا السریر علی کاھلہ قال الراوی فلقد رأیتُ سقطت قلنسوۃ کانت علیہ ومُزّق ردائُہ من خلفہ
تاریخ وفات ۷ ذوالحجہ ۶۲ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا و تُصلِحُوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابورواحہ یا ابوعمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اوّلین انصار اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ روی احمد ان النبی علیہ السلام قال رحم اللہ عبداللہ بن رواحۃ انہ یحبّ المجالس التی تتباھی بھا الملائکۃُ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانہ خارجًا من المسجد فلمّا فرغ قال لہ زادك اللہ حرصًا علی طواعیۃ اللہ وطواعیۃ رسولہ
آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بہ عافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکنّنی اسأل الرحمٰن مغفرۃً — وضربۃً ذات فرغ تقذفُ الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّان مجھزۃً — بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

حتی یقولوا اذا مرّوا علی جدثی — یا ارشد اللہ من غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید وجعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیرِ لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدَّ بھذا ظھرك فانك قد لقیت فی ایامك ھذہ ما لقیت فاخذہ من یدہ فانتھش منہ نھشۃ ثم سمع الحطمۃ فی الناس فقال وانت فی الدنیا فالقاہ من یدہ ثم اخذ بسیفہ فتقدم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انہ مشی لیلۃً الی اَمَۃٍ لہ فنالھا وفطنت لہ امرأتُہ فلامتہ فجحدھا وکانت قد رأت جماعہ لھا فقالت لہ ان کنت صادقًا فاقرأ

القرآن فالجنب لا يقرأ القرآن فقال عبد الله ؎

شهدتُ بأنّ وعد الله حقّ	وانّ النار مثوی الکافرینا
وانّ العرش فوق الماء حقٌّ	وفوق العرش ربّ العالمینا
وتحمله ملائکة غلاظٌ	ملائکة الإله مسوّمینا

فقالت امرأته صدق الله وکذبت عینی وکانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤہ۔

عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل ودف بجانا تھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثہ عبد الرزاق فی مصنفہ من روایۃ مکحول قال حدثنا یزید بن عبد ربہ عن صفوان بن امیۃ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ عمرو بن قرۃ فقال یا رسول اللہ ان اللہ قد کتب علیّ الشقوۃ وما اُرانی اُرزق الا من دفی بکفی فائذن لی بالغناء من غیر فاحشۃ فقال لا اٰذن لك ولا کرامۃ ولا نعمۃ ابتغ علی نفسك وعیالك حلالا فان ذلك جہاد فی سبیل اللہ واعلم ان عون اللہ تعالیٰ مع صالحی التجار۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا الخ و کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترك خیرا الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ھی عائشۃ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم راء یا بفتح راء۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی۔ قالہ الواقدی۔ حضرت عائشہؓ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھ سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اوّل یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ ان صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیث کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھ ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری ومسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعت علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ مبارک آپ کی گود میں تھا۔
پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔
ہفتم۔ آپ کی برأت کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔
ہشتم۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
نہم۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔
دہم۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھیر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے۔
یازدہم۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقل مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں۔
دوازدہم۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی وخمسین۔ نماز جنازہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام نُتیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہوگئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے۔

عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہوگئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاك قال كان عباس يقف على سلعٍ فينادي غلمانه في آخر الليل وهم في الغابة فيسمعهم قال وبين السلع والغابة ثمانية اميال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقى بالعباس فقال انا كنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك اليوم بعم نبينا فاسقنا فيسقون

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله ثم لا يتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذًى کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ هو عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرشي رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبد الکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً۔ آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر و اُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ عبد الرحمٰن بن عوف امین فی السماء امینٌ فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعًا۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔

وفی الترمذی اوصی لامّھات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیّت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ اصحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیم وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔

عاشرًا۔ حدیث میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونك عن الشھر الحرام قتال فیه کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبدالمطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّلی غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعائہ یوم احد ان یقاتِل ویُستشھد ویُقطع انفُه واُذنُه ویُمثَّل به فی اللہ تعالی۔ فاستجاب اللہ دعائه واستُشھد وعمل الکفارُ به ذلك۔ وکان یقال له المجدّع فی اللہ تعالی بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیّ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیّ بن ابی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوطالب کا نام عبدمناف تھا۔ کما ھو المشھور علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلّی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن وابوتراب تھی۔ آپ عشرۂ مبشرہ اور خلفائے اربعۂ راشدین وعلمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع وزاہد احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّل مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابوبکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابوبکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اوّل میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابوبکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۱۵ سال تھی۔ ابوالاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم ومشہور ہے اسی طرح آپ کا بحر علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ امرنی بحبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یا رسول اللہ سمّھم لنا قال علیّ منھم یقول ذلک ثلثا وابوذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنھم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر منکر رہے ھو ابوحفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپ کے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اَسلَمَ عمر بعد اربعین رجلاً وعشرۃ نسوۃٍ فما ھو الّا ان اَسلم فظھر الاسلام بمکۃ اھ۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت وقوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تاآنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت وخلافت وامامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلام عمر فتحاً وکانت ھجرتہ نصراً وکانت امامتہ رحمۃً ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نُصلّی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اَسلَمَ قاتلھم حتی ترکونا فصلّینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسنادہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت کان بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال من ترضَین ان یکون بینی وبینکِ ؟ اترضین بابی عبیدۃ بن الجراح ؟ قلتُ ذاك رجل لین یقضی لك علیّ قال اترضین بعمر بن الخطاب ؟ قلتُ لا انی لأفرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منہ فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیہ فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقض بینی وبین ھذہ قال انا یا رسول اللہ ؟ قال نعم فتکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ لہ اقصد یا رسول اللہ قالت فرفع ابوبکر یدہ فلطم وجھی لطمۃً بدر منھا اَنفی ومنخرای دماً وقال لا اُمَّ لكِ فمن یقصد اذا لم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما اردنا ھذا وقام فغسل الدم عن وجھی وثوبی بیدہ۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ صفحہ ۲۲۴ قال علیہ السلام ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ وھو الفاروق فرّق اللہ بہ بین الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین تُوفّیَ عمر ذھب بتسعۃ اعشار العلم۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جاکر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ او۔

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آکے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نکر سکا آپ کا زہد و تقوی مشہور ہے۔ فعن طلحۃ بن عبد اللہ کان عمر أزھدنا فی الدنیا۔ وعن انس قال رأیت فی قمیص عمر اربع رقاع بین کتفیہ وعن غیرہ ان قمیص عمر کان فیہ اربع عشرۃ رقعۃ إحداھا من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم أعز الاسلام بأحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطاب وکان احبھما الیہ عمر۔ رواہ الترمذی۔ وعن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ رواہ الترمذی۔

وعن عمر رضی اللہ عنہ قال استأذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فأذن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائک فقال کلمۃ ما یسرنی ان لی بھا الدنیا وفی روایۃ قال أشرکنا یا اخی فی دعائک رواہ ابو داؤد والترمذی۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابو لؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھ ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابو لؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرہ مبشرہ میں سے یہی چھ اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدتِ خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقب امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اولیت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنھیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علما محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اولیتِ لقبِ امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص۱۵۱ عند بعث عبد اللہ بن جحش علی سریۃ قبل بدر بشھرین او ثلاثۃ قال فیھا فبعث علیھم عبد اللہ بن جحش وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین فھو اول من تسمی فی الاسلام بامیر المؤمنین

ثم بعدہ عمر رضی اللہ عنہ ولا ینافی ذلك قول بعضهم اوّل من تسمّی فی الاسلام با میر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمّی بذلك من الخلفاء او انّ ھذا امیر جمیع المؤمنین وذاك امیر من معہ من المؤمنین خاصّۃً فقد جاء انّ عمرؓ كان یكتب اوّلاً من خلیفۃ ابی بكر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الی عامل العراق اَن یَبعث الیہ برجلین جلدین یسألهما عن اهل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعۃ و عدیّ بن حاتم فقدما المدینۃ ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اَصبتما اسمہ فدخل علیہ عمرو وقال السلام علیك یا امیر المؤمنین فقال ما بدالك فی ھذا الاسم فاَخبَرہ الخبر وقال انت الامیر ونحن المؤمنون فاوّلُ من سمّاہ بذلك عبد بن ربیعۃ عدیّ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلك المغیرۃ بن شعبۃؓ وحینئذٍ صار یكتب من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ یسئلونك عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیل خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاء جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذا فی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبد اللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنۃ۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح اٰخر الانصار اسلاماً۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جد بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور نار اضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا واَیّ داءٍ ادوأ من البخل بل سیّدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایۃ بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ — لمن قال منّا من تُسمّون سیّدًا

فقالوا الجدّ بن قیس علی التی — نبخّلہ منها وان كان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح لجوده   وحقّ لعمرو بالندیٰ ان یسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃؓ اتی عمرو بن الجموح الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ ارایت ان قاتلت حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ" قال نعم وکانت عرجاء فقُتِل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراك تمشی برجلك ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہوگئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو و معاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموحؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھو کر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمروؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت و قدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمروؓ نے اپنے بت کی یہ دُرگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھُل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنت الٰھا لم تکن   انت وکلبٌ وسط بئرٍ فی قرن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونك ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالك الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپکے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمارؓ و صہیبؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من اظہر اسلامہ ابوبکر و بلال و خباب و صہیب و عمار و اُمّہ سُمیّۃ رضی اللہ عنھم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمارؓ متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیاً۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالتِ عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا اٰل یاسر فانّ موعدکم الجنّۃ۔

ثالثاً۔ آپ کی والدہ سمیہؓ کو ابوجہل نے قتل کیا فھی اوّل شھیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیہؓ ابوحذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابوحذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعاً۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اِئذنوا لہ مرحبًا بالطیّب المطیّب۔ وعن علیؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا مُلِئَ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامسًا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادیٰ عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادسًا۔ عن عائشۃؓ مرفوعًا ما خُیِّرَ عمار بین امرین الا اختار ایسرھما۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت ونزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر وواجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا وحکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت وتصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عمارًا تقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتادیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگ صفین میدانِ حرب میں عمارؓ کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہوجائے تو عمارؓ خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمارًا المابرز للقتال قال اللّٰھم لو اعلم رضاك عنی ان اُوقد نارًا فارمی نفسی فیھا لفعلتُ او اُغرق نفسی لفعلتُ وانی لا اُرید قتال ھٰؤلاء الا لوجھك الکریم وانا ارجوان لا تخیّبنی وجعلت ید عمار ترتعش علی الحربۃ لانّ عمرہ یومئذ کان ثلاثا وسبعین سنۃً وقد کان جئ بلبن فضحك فقیل لہ ما یُضحکك قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لی اٰخر شرابٍ تشربہ حین تموت لبن وفی روایۃ اٰخر زادِك من الدنیا مذیح من اللبن ثم نادی عمار (ای من شدۃ سرور الموت) الیوم زُخرفتِ الجنانُ وزُیِّنَتِ الحورُ الحسانُ الیوم نلقی الاحبّۃ محمدًا وحزبہ وعن ابی العالیۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قاتل عمارٍ فی النار۔

ولما قُتِل عمارٌ جرّد خزیمۃُ بن ثابت رضی اللہ عنہ سیفہ وقاتل مع علی ای صار رفیقہ فی الحرب وکان خزیمۃ قبل ذلك اعتزل عن الفریقین وقال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئۃ الباغیۃ وکان ذو الکلاع رضی اللہ عنہ مع معاویۃ وقال لہ یومًا ولعمرو بن العاص کیف نقاتل علیًّا وعمار بن یاسر فقالا لہ ان عمارًا یعود الینا ویقتل معنا فقتل ذو الکلاع رضی اللہ عنہ قبل قتل عمار ولما قُتِل عمار قال معاویۃ لو کان ذو الکلاع حیًّا لمال بنصف الناس الی علیّ لانّ ذا الکلاع کان ذووہ عشرۃ الاف اھل بیت۔ ولما قُتِل عمارؓ ندم ابن عمرؓ علی عدم نصرۃ علیؓ والمقاتلۃ معہ وقال عند موتہ ما اسفی علی شئ ما اسفی علی ترك قتال الباغیۃ

ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص علی معاویۃ فزعًا وقال قُتِل عمار وسمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئۃ الباغیۃ فقال لہ معاویۃ دحضت ای زلقت فی بولك انحن قتلناہ انما قتلہ مَن اخرجہ وفی روایۃ انما قتلہ علیؓ واصحابہ جاؤا بہ حتی القوہ بیننا وذکر ان علیًّا رضی اللہ عنہ لما احتج علی معاویۃ رضی اللہ عنہ بھذا الحدیث ولم یسع معاویۃ انکارہ قال انما قتلہ مَن اخرجہ من دارہ یعنی بذلك علیًّا فقال علی رضی اللہ عنہ فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن قتل حمزۃ حین اخرجہ کذا فی کتب السیرۃ۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۲۷ فی حدیث ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔ الی الجنۃ ای الی سببھا وھو اتباع الامام الحق لانّہ کان یدعو الی اتباع علیؓ وطاعتہ وھو الامام الواجب طاعتہ۔ وقولہ الی النار ای الی سببھا وھو عدم اتباع علیؓ وطاعتہ واتباع معاویۃ وطاعتہ وفیہ

ان تلك الفئة التی کان فیھا قاتل۔ کان فیھا جمع من الصحابۃ وھم معذورون بالتأویل الذی ظھر لھم وقال بعضھم وفئۃ معاویۃ وان کانت باغیۃ لکنہ بغی لا فسق فیہ لانہ انما صدر عن تأویل یعذر بہ اصحابہ انتھی۔

ثامنًا۔ وعن حذیفۃ مرفوعًا، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار۔ اخرجہ الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفّین میں بماہِ ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۷۳ سنۃً۔

تاسعًا۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنی مسجدًا للہ تعالیٰ فی الاسلام بنی مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو علقمۃ بن عُلاثۃ بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارم اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالات و مناقب حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حکم و ثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حکم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرکبتی البعیر تقعان معًا وکلا کما سیّد کریم ولم یُفضِّل احد ھما۔ اعشی ولبید عامر کے طرفدار تھے اور حطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوکر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابوعبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہوکر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انت ابن عمّ عامر بن الطفیل فغضب علقمۃ وقال لا ارانی اُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔ ھو ابوشبل علقمۃ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک النخعی الکوفی رحمہ اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عمّ ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر و عثمان و علی و ابن مسعود

وسلمان فارسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراھیم النخعی کان علقمۃ یشبہ بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبیعی کان علقمۃ من الربانیین وقال ابو سعد السلمانی کان علقمۃ اکبر اصحاب ابن مسعود واشبھھم ھدیا ودلاً۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۷۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسنادہ عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلتُ لابی لایّ شیٍٔ کنتَ تأتی علقمۃ وتدعُ اصحابَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتُ اصحابَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألون علقمۃ ویستفتونہ۔ وعن عبد الرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن یزید قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ما اقرأ شیئًا ولا اعلم شیئًا الا علقمۃ یقرؤہ ویعلمہ قیل یا ابا عبد الرحمٰن واللہ ما علقمۃ بأقرئنا قال بلیٰ اِنہ واللہ لاقرأکم۔ وکان علقمۃ بن قیسؒ یقول کنتُ رجلاً قد اعطانی اللہ حسنَ الصوتِ بالقرآن وکان عبد اللہ بن مسعود یرسل الیّ فاقرأ علیہ القرآن قال فکنتُ اذا فرغتُ مِن قراءتی قال زِدنا من ھذا وعن ابراھیم انّ علقمۃ قرأ علی ابن مسعود وکان حسن الصوت فقال لہ رجل رتّل فداك ابی وامی فانہ زَینُ القرآنِ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۹۔ وکان علقمۃ یختِمُ القرآنَ کل خمیسٍ وعن المسیب بن رافع قال کانوا یخلون علی علقمۃ وھو یفرع غنمہ ویحلب ویعلِف وعن ابن یزید قال قیل لعلقمۃ الا تدخل المسجد فیجتمع الیك وتُسئل فنجلس معك فانہ یُسئل من ھو دونك؟ قال انی اکرہُ اَن یُوطأ عقبی فیقال ھذا علقمۃ ولما مات علقمۃ لم یترك الا دارہ وبرذونًا ومصحفًا اوصٰی بہ لمولًی لہ کان یقوم علیہ فی مرضہ۔ وکان علقمۃ یتزوّج الی اھل بیتٍ دون اھل بیتہ یرید بذلك التواضع وعن ابراھیم عن علقمۃ انہ قال لامرأتہ فی مرضہ تزیّنی واقعدِی عند رأسی لعلّ اللہ یرزقُكِ بعض عُوّادی وعن عابسٍ قال قال علقمۃ احیاءُ العلم المذاکرۃ وعن ابراھیم عن علقمۃ قال تذاکروا الحدیث فان حیاتہ ذکرہ وعن علیّ بن مدرك قال قال علقمۃ لاسود اِن اَنا متُّ فلقّنّی لا الٰہ الا اللہ فاذا انا متُّ فلا تُعنی لاحدٍ فانی اخافُ ان یکون نعیًا کنعی الجاھلیۃ فاذا خرجتم بجنازتی من الدار فاغلقوا الباب حین یخرج اٰخر الرجال وعلی اوّل النساء فانہ لا اَربَ لی فیھنّ وکان علقمۃ یقول فی قوۃ حفظہ ما حفظتُ وانا شابٌّ کأنی انظر الیہ فی ورقۃ او قرطاس وروی علقمۃ عن ابن مسعود رض مرفوعًا انّ اللہ یحب ان تقبل رخصُہ کما یحب ان تؤتی عزائمہ وایضًا روی عنہ مرفوعًا الخلق کلھم عیال اللہ واحبّکم الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منّاً ولا اذیً کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام وصاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذو النورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوّج بنتی نبیّ غیرہ۔ اوّلاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۲ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمار داری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقدِ نکاح ہوا۔ ام کلثومؓ کا ۹ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذو الحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتداء ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے۔ بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال ومناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذو النورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ وتلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ ففی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحدًا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیک الا نبیّ وصدّیق وشہیدا۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمٰن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدے یدیہ علی الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرًا من ایدیھم لانفسھم رواہ الترمذی۔

سادسًا۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاعثمان انہ لعلّ اللہ یُقمّصُکَ قمیصًا فان ارادوک علی خلعہ فلاتخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یُقتل فیھا ھذا مظلومًا لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامنًا۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعًا۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکلّ نبیّ رفیقٌ ورفیقی فی الجنۃ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشرًا۔ بہت زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکۃ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنھا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام جمع ثیابہ حین دخل عثمان وقال ألا أستحیی من رجلٍ تستحیی منہ الملائکۃُ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتُدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شراح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہوگئے۔ انہوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھا ہے۔ قال الشیخ المحقق الشہاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان بوزن عطشان علم اھ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعہ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عبدان تھا نہ کہ عبدان بن اسوع اور نہ عبدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق ومرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھا ہے وکان یقول لہ نافع ھاتِ یا ورشان اقرأ یا ورشان۔ قیل لقّبہ بہ لشدۃ بیاض

آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن با قراءۃ پڑھتے رہے تاآں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قرارت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قرارت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قرارت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنھما الھاشمی المدنی۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین۔ مفسر کبیر فقیہ متقی۔ ورع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس و ابو قتادہ و ابن عمر و ابن عمرو و ابوہریرہ و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی۔ نخعی۔ ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معین عکرمۃ ثقۃ قال واذا رأیت من یتکلم فی عکرمۃ فاتھمہ علی الاسلام وقال ابو حاتم ھو ثقۃ وانما انکر علیہ مالک ویحیی بن سعید لرأیہ وقال محمد ابن سعد کان کثیر العلم بحرا من البحور ولیس یحتج بحدیثہ ویتکلم الناس فیہ قال البیھقی روی لہ البخاری دون مسلم۔ کذا ذکر النووی فی تھذیب الاسماء واللغات۔ ج ۱ ص ۳۴۱ عکرمہؒ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کان ابن عباس یجعل فی رجلی الکبل ویعلمنی القرآن والسنن۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندی خمسۃ لا یجتمع عندی مثلھم ابدا عطاءؒ و طاوسؒ و مجاھدؒ و سعید بن جبیرؒ و عکرمۃؒ فاقبل مجاھد و سعید یلقیان علی عکرمۃ التفسیر فلم یسألاہ عن آیۃ الا فسرھا لھما فلما نفد ما عندھما جعل عکرمۃ یقول انزلت آیۃ کذا فی کذا و انزلت آیۃ کذا فی کذا قال ثم دخلوا الحمام لیلا۔ جابر بن زید کہتے تھے ھذا عکرمۃ مولی ابن عباس ھذا اعلم الناس۔

وعن الشعبیؒ انہ کان یقول ما بقی احد اعلم بکتاب اللہ تعالی من عکرمۃ وقال قتادۃ اعلمھم بالتفسیر عکرمۃ۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علینا عکرمۃ فاجتمع الناس علیہ حتی اصعد فوق ظھر بیت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاوس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فحملہ طاوس علی نجیب ثمنہ ستین دینارا وقال الا نشتری علم ھذا العالم بستین دینارا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہوجائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذوا التفسیر عن اربع عن سعید بن جبیر و مجاھد و عکرمۃ والضحاک وفی روایۃ عطاء بدل

الضحاك كذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۲۹۔ وفیھا عن عبد العزیز بن ابی رواد قال قلت لعکرمۃ بنیسابور الرجل یدخل الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ اسم اللہ قال یجعل فصّہ فی باطن کفّہ ثم یقبض علیہ وعن سعید بن مسروق عن عکرمۃ قال کانت الخیلُ التی شغلت سلیمان بن داؤد علیھما السلام عشرین الفًا فعقرھا۔

وعن ابی یزید المدنی ان عکرمۃ حدّثھم قال لما زوّج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنھا کان ما جھّزھا بہ سریرًا مشرّطًا ووسادۃً من ادم حشوُھا لیفٌ وتورًا من اَقِطٍ قال فجاؤا ببطحاء فنثروھا فی البیت۔ وعن عکرمۃ قال قال لقمان لابنہ قد ذُقتُ المرارۃ فلیس شیٔ اَمرَّ من الفقر وحملتُ الحمل الثقیل فلیس شیٔ اَثقلَ من جار السوء ولو انّ الکلام من فِضّۃ لکان الصّمتُ من ذھب۔ وکان یقول من قرأ یٰسٓ والقراٰن الحکیم لم یزل ذلک الیوم فی سرورٍ حتی یُمسی ویقول لکل شیٔ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن۔ عکرمہؒ اور شاعر کُثیّرؒ عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاُخرجت جنازتھما فقال الناس مات اَفقہُ الناس واشعرُ الناس۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو عطاء بن ابی رباح المکی القرشی مولی ابن خثیم الفھری۔ ابورباح کا نام اسلم تھا۔ عطاء تابعین کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمرو وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنھم سے سماع کیا۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما۔ حضرت عطاء امام تفسیر۔ محدّث۔ فقیہ۔ عابد۔ کثیر العبادۃ تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنھما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کردیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱۔

ابن عباس رضی اللہ عنھما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرھم فی زمان بنی امیۃ یأمرون فی الحاج صائحًا یصیح لا یُفتی الناسَ الّا عطاء بن ابی رباح۔ کذا فی التھذیب للنووی ج ۱ ص ۳۳۴۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ احدًا یطلبُ بعلمہ ما عند اللہ تعالیٰ الّا ثلاثۃً عطاء وطاؤسًا ومجاھدًا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں۔ مات عطاءؒ وھو اَرضی اَھل الارض۔ حلیہ میں ہے کان عطاءؒ یُطیل الصمتَ فاذا تکلّم یُخیّل الینا انہ یؤیَّد۔ وکان عطاءؒ یقول من جلس مجلس ذکر کفّر اللہ عنہ بذلک المجلس عشرۃ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفّر اللہ بذلک المجلس سبعمائۃ مجلس من مجالس الباطل قال ابو ھزان الراوی عنہ قلتُ لعطاء ما مجلس الذکر؟ قال مجلس الحلال والحرام وکیف تُصلّی وکیف تصومُ وکیف تنکح وکیف تُطلّق وتَبیع وتَشتری۔

وكان يقول ما قال عبدٌ قط يا ربّ يا ربّ يا ربّ ثلاث مرات الا نظر الله اليه قال الراوی عن فذكرتُ ذلك للحسنؒ فقال اما تقرؤن القرآن؟ ربنا اننا سمعنا منادياً ينادي للايمان ان آمنوا بربكم فآمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سيئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيمة انك لا تخلف الميعاد فاستجاب لهم ربهم۔ ابن جریجؒ عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادة۔ عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسك عشية عرفة فافعل۔ عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطى العباد؟ قال العقلُ عن الله عزوجل وهو المعرفةُ بالدين۔ وكان يقول اذا اتناهقت الحُمر من الليل فقولوا بسم الله الرحمن الرحيم اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال من این انت قلتُ من اهل الكوفة قال انت من اهل القرية الذين فرّقوا دينهم وكانوا شيعا؟ قلتُ نعم قال فمن ایّ الاصناف انتَ؟ قلتُ ممن لا يسبُّ السلفَ ويؤمن بالقدر ولا يكفر احداً بذنب فقال لی عطاء عرفتَ فالزم۔ حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ عطاءؒ نے ستر حج کیے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے لیس فی التابعین احد اکثر اتباعاً للحدیث من عطاء۔ عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ومن غرائب عطاء انه قال اذا اراد الانسان سفراً فله القصر قبل خروجه من البلد وخالف الجمهور۔ ومن غرائبه ما حُكى عنه كما فى تهذيب الاسماء للنووى انه قال اذا كان يوم العيد يوم الجمعة وجبت صلاة العيد ولا يجب بعدها لا جمعة ولا ظهر ولا صلاة بعد العيد الا العصر۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ بحث آمین میں مذکور ہیں۔ هو عبد الله بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف المزنی المدنی۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی۔ اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں وکان یقول انی لممن رفع اغصان الشجرة عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدنی ہیں۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ آپ ان بکّائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا وّ اعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں۔ کذا قال النووی فی تهذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابۃ ج ۲ ص ۲۷۲۔

قاری **عاصم** رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابوبکر عاصم بن ابی النجود بھدلۃ مولی بنی جذیمۃ بن مالک بن نصر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مُقری ہیں۔ سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نور اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرارت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرارت سہل ہے۔ اس میں تصرفات مشکلہ مثل امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرارت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءۃ عن ابی عبدالرحمن السلمی وزرّ بن حُبیش واخذ عنہ ابوبکر بن عیّاش وابو عمرو البزار واختلفوا اختلافا شدیدا فی حروف کثیرۃ والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعد ھا دال مھملۃ وھی الحمارۃ الوحشیۃ التی لا تحمل وقیل ھی المشرفۃ انتھی۔ نجود کا معنی الحمارۃ الوحشیۃ الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلۃ من الحمر وقیل ھی الناقۃ التی لا تبرک الا علی مکان مرتفع[اھ] وبھدلہ بفتح باء موحدۃ وسکون ھا وفتح دال مھملہ۔ یہ ابو النجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بھدلۃ ھو ابو النجود وقال عمرو بن علی وغیرہ ھو اسم امّہ وخطّأہ ابوبکر بن داؤد۔ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۳۸۔ آپ نے علم القراءۃ زرّ ابن حبیشؒ و ابی عبدالرحمن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابو رزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان و ابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں۔

اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقۃ الا انہ کثیر الخطأ فی حدیثہ۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلا صالحا قارئا للقرآن واھل الکوفۃ یختارون قراءتہ وانا اختارھا وکان خیرا ثقۃ والاعمش احفظ منہ وکان شعبۃ یختار الاعمش علیہ فی تثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقہ وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس بہ وقال العجلی کان صاحب سنۃ وقراءۃ وکان ثقۃ رأسا فی القراءۃ وعن ابی زرعۃ انہ ثقۃ۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابوحاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی ابوحاتم ان عاصما صالح ومحلّہ عندی محل الصدق صالح الحدیث ولیس محلّہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن عُلَیّۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیّئ الحفظ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الّا سوء الحفظ قال ابوبکر بن عیاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلتُ اسمعہ یردّد ھذہ الاٰیۃ یحققھا کانہ فی المحراب ثم ردّوا الی اللہ مولاھم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التھذیب وقال فیہ اخرج لہ الشیخان مقرونا بغیرہ۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہو گیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرات میں معروف دو راوی ہیں اوّل ابوبکر شعبۃ بن ابی عیاش کوفی۔ دوّم، ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرات کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہٰذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخِ قرات کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں وھو عبداللہ بن حبیب بن ربیّعۃ بتشدید الیاء وبالتصغیر ابو عبدالرحمٰن السلمی الکوفی القاریؒ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابوموسٰی الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمۃ بن مرثد وسعید بن جبیرؒ وعاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللہ۔ قال ابواسحاق أقرأ ابوعبدالرحمٰن القراٰن فی المسجد اربعین سنۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ وکان اعمٰی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شھد مع علیؓ صفین ثم صار عثمانیًا اھ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التھذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زِرّ بن حُبیش بن حُباشۃ بن اوس الاسدی الکوفی۔ زِرّ بکسر زاء وتشدید راء ہے۔ آپ کی کنیت ابومریم وابومطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم رہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابوذر وعبدالرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسّال وعائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسٰی بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ و اصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زرّ سے عربیّت و لغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرات کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرّ قال خرجتُ فی وفد من اهل الکوفة وایمُ اللہ ان حرّضنی علی الوفادة الا لقاءُ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم المهاجرین والانصار فلما قدِمتُ المدینة اتیتُ ابیّ بن کعب وعبدَ الرحمن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحبیّ فقال ابُی یا زرّ ما تُرِید ان تدعَ اٰیةً من القراٰن الا سألتنی عنها قال فقلتُ فی ایّ شئ ایتتُه فقلت یا ابا المنذِر رحمك اللہ اخفض لی جناحَك فانما اتمتّع منك تمتّعًا انتھی بزیادة من تھذیب الکمال۔ حرصِ قرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بار آور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرات پہنچائی اور احد القراء السبعة کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرّ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرات حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوٰے و احادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرات کا مأخذ بھی قراتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرات میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش و ابو عبد الرحمن سلمی علقمہ و اسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائمًا آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال العجلی کان زرّ من اصحاب علیؓ وعبد اللہؓ ثقة وقال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیث قال ابن البرکان زِرٌّ عالمًا بالقراٰن قارئًا فاضلًا۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔

عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ ھو عبد اللہ بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولی عمرو بن علقمة الکنانی۔ ابن کثیر احد القراء السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبتِ داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولیٰ یعنی عتیق ہیں۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر و مجاہد و ابو المنهال عبد الرحمن بن مطعم و عکرمہ مولی ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب و جریر بن حازم و ابن جریج و حماد بن سلمة و ابن عیینہ وغیرہ

رحمہم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔ ابوعمرو بن العلاء جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرات پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرات مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قرات کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے ہیں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاری ثقۃ۔ اہل مکہ نے آپ کی قرات اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ وخلیل بن احمدؒ بھی نقل وروایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابوایوب انصاری وانسؓ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملا علی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سال وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن الباذش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبد اللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس ۱۱۵ھ فکیف تصح قراء تہ علیہ لو کان ابن کثیر تجاوز ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیہا عبد اللہ بن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ما حکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص۴۱۔ علامہ جزری ابن الباذش کی یہ رائے ذکر کرکے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابوالحسن احمد بن محمد البزی۔ دوم ابوعمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرات کا زیادہ تر مأخذ قراءات ابی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرات عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ ومجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابی رضی اللہ عنہما سے علم قرات حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ تو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعۃ الیحصبی الدمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ابن عامر تابعی و قراء سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبیداللہ۔ ابو عامر۔ ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قراءت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبیداللہ مسلم بن مشکم و یحیی بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابو امامہ و فضالۃ بن عبید و واثلۃ بن الاسقع و ابو ادریس خولانی و قیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید و عبداللہ بن العلاء و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابو الدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الھیثم بن عمران کان عبداللہ بن عامر رئیس اھل المسجد زمان الولید بن عبد الملک وکان یزعم انہ من حمیر وکان یغمز فی نسبہ وقال النسائی ھو ثقۃ۔ قراء سبعہ میں باعتبارِ زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات ۱۱۸ھ وکان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریۂ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء ۱۱۸ھ محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الورّاق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابو الولید ہشام بن عمار سلمی دمشقیؒ اور ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابو موسیٰ المدانی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جیّد یعنی اچھا۔ جودتِ قراءت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی وجہ سے۔ قالون اصمّ یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کرکے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سُن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قیل لم یکن یسمع البوق واذا قرئ القراٰن علیہ یسمعہ

آپ امام نافعؒ جو قراءِ سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سالِ ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم وقرات کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی الدمشقی المقری رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراءِ سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جدّ کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابوعمرو وعند البعض ابومحمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قرات کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقری سے اور ایوب نے یحیٰی سے اور یحیٰی نے ابن عامر شامی سے قرات پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری وبقیۃ وضمرۃ بن ربیعہ ومروان بن محمد وولید بن مسلم ومروان بن معاویہؒ ووکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد وابن ماجہ وابوزرعہ رازیؒ ویعقوب ابن سفیان وابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بہ بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبۃ ما بالعراق أقرأ منہ وقال ابوزرعۃ الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۱۴۰ آپ روز عاشورا ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسب قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انؤمن کما آمن السفھاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر ومشہور صحابی ہیں۔ اوّلاً یہودی تھے پھر ہجرتِ نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقولِ عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقولِ بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کرکے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابویوسف من ذرّیۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپؐ کے نبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ فعلمتُ انہ لیس بوجہ کذاب وکان اول شئ سمعتہ منہ ایھا الناس أفشوا السلام واطعِموا الطعام وصِلوا الارحام وصلّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنّتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبد اللہ بن معقل قال نھی عبداللہ بن سلام علیاً رضی اللہ عنہما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابداً فقال علیؓ انہ رجل صالح منا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا۔ صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مؤرخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریّہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریّۃ و بعث علینا عبد اللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اوّل من تسمّٰی فی الاسلام بامیر المؤمنین ولاینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمّٰی بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشاً وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہوگیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی و عثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ و حکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردّد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان و حکم کو گرفتار کر کے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوہ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام وتکلمت قریش فقالوا انّ محمداً سفک

الدماء واخذ المال فی الشهر الحرام وقالت الیهود تتفاءل بذلک علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو قتلہ واقد بن عبد اللہ عمرو عمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فکان ذلک علیهم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ الایۃ وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نفد یکموها حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص وعتبۃ بن غزوان فان تقتلوهما نقتل صاحبیکم فقدم سعد عتبۃ بعدها بایام۔

بعض مورخین نے اس کا نام عیینۃ بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیۃ ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبۃ بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرۃ احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سال وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۱ میں بھی اس کا نام عتبۃ بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبۃ بن ربیعۃ یا ابا الولید انک کبیر قریش وسیدها هل لک ان تذکر بخیر الی اخر الدهر بان تحمل دم حلیفک عمرو بن الحضرمی وتتحمل ما اصاب محمد من تلک العیر فانهم لا یطلبون من محمد الا ذلک فقال عتبۃ نعم قد فعلتُ هو حلیفی فعلیّ عقله وما اُصیبَ من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیه ورکب عتبۃ جملاً له وصار یجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلک وهذا یضعف قول من زعم انه علیه السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دیته وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشًا اقبلتْ وعتبۃ علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر اِن یُطیعوه یرشد واکذا فی کتب السیرۃ۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہوگئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبد اللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا هذا حلیفک عتبۃ یرجع بالناس وقد تَحمَّل دیۃَ اخیک من ماله یزعم انک قابلها الا تستحی ان تقبل الدیۃ من مال عتبۃ وقد رأیت ثارک بعینک فقُم فاذکر مقتل اَخیک فقام عامر بن الحضرمی فکشف استه وحثا علیه التراب وحثا علی رأسه ایضًا التراب ثم صرخ واعمراه واعمراه فثارت النفوس وحمیت الحرب وتهیؤا للقتال والشیطان معهم فی صورۃ سراقۃ ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافرًا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤساء کفار مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر ابھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہو جائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سبب ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی وصاحب کراماتِ مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوھما العلاء فمن فضلاء الصحابة رضی اللہ عنہم وقد کان یقال إنہ مُجاب الدعوة وانہ خاضَ البحر ھو وسریّتہ التی کان امیراً علیھا وذلك فی زمن خلافة عمر رضی اللہ عنہ یقال یَبِس حتی رُئِیَ الغبار من حوافر الخیل بکلمات قالھا ودعا بھا وھی یا علیّ یا حکیم یا علیّ یا عظیم انا عَبِیدُ لكَ وفی سبیلك نُقاتِلُ عدوّكَ اللھم فاجعل لنا الیھم سبیلا۔

وقد وقع نظیر ذلك ای دخول البحر لابی مسلم الخولانی التابعی فانہ لما غزا الروم مع جیشہ مرّوا بنھرٍ عظیم بینھم وبین العدوّ فقال ابو مسلم اللھم اَجزتَ بنی اسرائیل البحر وانّا عبادُك وفی سبیلك فاَجِزنا ھذا النھر الیوم ثم قال اعبُروا بسم اللہ فعبروا فلم یبلغ الماء بطون الخیل۔

وکذا وقع نظیر ذلك لابی عبید الثقفی التابعی امیر الجیوش فی ایام سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فانّ دجلةَ حالت بینہ وبین العدوّ فتلا قولہ تعالیٰ وما کان لنفسٍ ان تموتَ الّا باذن اللہ کتٰبًا مؤجّلا ثم سَمّی اللہ تعالیٰ واقتحم بفرسہ الماء واقتحم الجیش وراءہ ولما نظر الیھم اعاجم صاروا یقولون دیوانا دیوانا ای مجانین ثم ولّوا مدبرین فقتلھم المسلمون وغنموا اموالھم، انتہی ما فی السیرة۔

وفی کتاب الدعاء للعلامة ابی بکر محمد بن الولید الفھری الطرطوشی المتوفی بالاسکندریة سنة ۵۰۲ھ عن مطرف بن عبد اللہ بن ابی مصعب المدنی انہ قال دخلتُ علی الخلیفة المنصور فوجدتہ مغموماً حزیناً قد امتنع من الکلام لفقد بعض اَحبّتہ فقال لی یا مطرف طرقَنی من الھم ما لا یکشِفُہ الا اللہ الذی بلابہ فھل من دعاءٍ اَدعُو بہ عسی یکشِفُہ اللہ عنّی فقلتُ یا امیر المؤمنین حدّثنی محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال دَخلتُ فی اذن رجل من اھل البصرة بعوضةٌ حتی وصلت الی صماخہ فانصبتہ واسھرتہ لیلہ ونھارہ فقال لہ رجل من اصحاب الحسن البصری یا ھذا اُدعُ بدعاء العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی دعا بہ فی المفازة وفی البحر فخلّصہ اللہ تعالیٰ۔

فقال لہ الرجل وما ھو؟ فقال قال ابو ھریرة رضی اللہ عنہ بُعِثَ العلاء بن الحضرمی فی جیش کنتُ فیھم الی البحرین فسلکنا مفازةً فعطشنا عطشاً شدیداً حتی خِفنا الھلاكَ فنزل العلاء بن الحضرمی وصلی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علیّ یا عظیم اسقِنا فجاءت سحابةٌ کانّھا جناحُ طائرٍ فقعقعت علینا واَمطرتنا حتی ملأنا الآنیة وسَقَینا الرکاب ثم انطلقنا حتی اَتینا علی خلیج من البحر ما خیضَ قبل ذلك

الیوم ولاخیض بعدہ فلم نجد سُفناً فصلی العلاءُ بن الحضرمی رکعتین ثم قال یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اجزنا
ثم اَخذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جوزوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہ ما ابتلّ لنا
قدمٌ ولاخفٌّ ولاحافرٌ وکان الجیش اربعۃ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما برحنا حتی خرجت من اذنہ
لھا طنینٌ حتی صکّت الحائط وبرأ الرجل قال فاستقبل المنصور القبلۃ ودعا بذا الدعاءِ ساعۃ ثم اقبل
بوجھہ الیّ فقال یامطرف قد کشف اللہ عنّی ماکنت اجدہ من الھم ودعا بالطعام فاجلسنی فاکلت معہ۔

علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ۱ ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ماحکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیتُ فی منامی حبشیاً آتانی ومعہ حربۃٌ وقال ان لم تُخلّ عن موسی بن جعفر والا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلّ عنہ واعطہ ثلاثین الف درھم وقل لہ إن اَحببت المقام عندنا فلک عندی ماتحبُّ وان احببت المضی الی المدینۃ فامض قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسی لقد رأیتُ من امرک عجباً فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاموسی حُبست مظلوماً فقل ھذہ الکلمات فانک لاتبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قل "یاسامعَ کلّ صوتٍ ویاسابقَ کل فوتٍ ویاکاسی العظام لحماً ومنشرھا بعد الموتِ اسألک باسمائک العظام وباسمک الاعظم الاکبر المخزونِ المکنونِ الذی لم یطّلع علیہ احدٌ من المخلوقین یاحلیماً ذا اناۃٍ لایقدر علی اناتہ یا ذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابداً ولاتحصی لہ عدداً فرّج" فکان ماتری۔ توفی موسی الکاظم فی رجب ۱۸۳ھ ببغداد مسموماً اھ

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاء حاجات وشفاء امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ما روی عن عون بن عبداللہ بن عتبۃ قال بینما عبداللہ بن مسعود یدعو بدعاء اذ مرّ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما فلما جازبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع عاءہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبداللہ فقال الدعاء الذی کنت تدعو بہ آنفاً اعدہ علیّ فقال حمدت اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الہ الا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنة حق والنار حق ورسلك حق وكتابك حق والنبيون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق. كذا فی الحلیة ج ۱ ص ۱۲۸۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابو نعیم باسناده عن ابن عباس رضی الله عنهما قال اذا اتيت سلطانا مهيبًا تخاف ان يسطو عليك فقل " الله اكبر الله اعز من خلقه جميعًا الله اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذى لا اله الا هو الممسك للسماوات السبع ان تقع على الارض الا باذنه من شر عبدك فلان وجنده واتباعه واشياعه من الجن والانس اللهم كن لى جارًا من شرهم جل ثناؤك وعز جارك وتبارك اسمك ولا اله غيرك - ثلاث مرات. كذا فی الحلیة ج ۱ ص ۳۲۲

ومن ذلك ما نقل عن الشيخ الاجل ابى القاسم القشيرى رحمه الله تعالىٰ ان ولده مرض مرضًا شديدًا حتى اشرف منه على الموت واشتد عليه الامر قال فرأيت النبى عليه السلام فى المنام فشكوت اليه ما بولدى فقال اين انت من آيات الشفاء فانتبهت ففكرت فيها فاذا هى فى ستة مواضع من كتاب الله وهى قوله تعالىٰ (۱) ويشف صدور قوم مؤمنين (۲) وشفاء لما فى الصدور (۳) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس (۴) وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (۵) واذا مرضت فهو يشفين (۶) قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء قال فكتبتها ثم حللتها بالماء وسقيته اياها فكأنما نشط من عقال۔

ومن ذلك ما روى الترمذى وغيره ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لصاحب الوجع ضع يدك على موضع الوجع وقل بسم الله ثلاثًا واعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما اجد احاذر سبع مرات ففعل فاذهب الله تعالىٰ عنه ما كان۔

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ مکفوف متوفی ۵۸۱ھ۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے۔ قال ابو الخطاب بن دحية انشدنى السهيلى ابياتًا وقال ما سأل الله تعالىٰ بها احد حاجةً الا قضاها واعطاه الله تعالىٰ اياها وكذلك من استعمل انشادها وهى ؎

يا مَن يرىٰ ما فى الضمير ويسمع	انتَ المعدُّ لكلّ ما يُتوقّع
يا مَن يُرجّى للشدائد كلّها	يا مَن اليه المشتكى والمفزع
يا مَن خزائنُ رزقِه فى قول كُن	امنُن فانّ الخيرَ عندك اجمع
مالى سوى فقرى اليك وسيلةٌ	فبالافتقار اليك فقرى ادفع
مالى سوى قرعى لبابك حيلةٌ	فلئن رُددتُ فاىَّ بابٍ اقرع
ومَنِ الذى ادعو واهتفُ باسمه	إن كان فضلُك عن فقيرك يُمنع

حاشا لجودك اَن تُقنِّط عاصیًا فالفضلُ اَجزَلُ والمواھِبُ اَوسَع

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرّب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمۂ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر و شام معاصر امام ابن تیمیہؒ بوقتِ مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء یہ قصیدہ اسمِ اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قُرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحبِ کراماتِ شہیرہ کا ہے۔ یہ ابو عبداللہ قرشی استاد و شیخ ہیں محمد بن حسین ابو الطاہر مصری زاہد ولی اللہ عارفِ کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفَرَج بعد الشِدّۃ" ہے۔ مشہور فقیہ محدّث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "الأضواء البھجۃ فی إبراز دقائق المنفرجۃ" بقول بعض علماء یہ قصیدہ ابوالفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکتِ عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلّبين علا على اَموال ابی الفضل التوزری الافریقی المذکور اخذھا فبلغہ ذلك وکان بغیر مدینۃ توزر فانشأھا فرأی ذلك الرجل الظالم فی نومہ تلك اللیلۃ رجلاً فی یدہ حربۃ وقال لہ اِن لم تَرُدّ علی فلان اَموالہ والّا قتلتُك بھذہ الحربۃ فاستیقظ مذعورًا واَعاد علیہ اَموالہ ثم قال الشیخ العلامۃ تاج الدین السبکی۔

وکثیر من الناس یعتقد انّ ھذہ القصیدۃ مشتملۃ علی الاسم الاعظم وانہ ما دعا بھا احدٌ الّا استُجیب لہ وکنتُ اسمع الشیخ الوالد رحمہ اللہ اذا اصابتہ ازمۃ ینشدھا۔ طبقات ج ۸ ص ۶۰

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ و منتظم اور معانی سوز و گداز اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روحِ شوق و محبت اور ایمان کو خاص کیف و حال حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ اِشتَدِّی اَزمۃُ تَنفَرِجی قد آذَن لیلُكِ بالبَلَجِ

۲۔ وظلامُ اللیلِ لہ سُرُجٌ حتی یَغشاہ ابو السُّرُجِ[1]

۳۔ وسَحابُ الخیرِ لھا مَطَرٌ فاِذا جاءَ الاِبّانُ تَجی

[1] یعنی بأبی السرج الشمس۔

۴۔ وفوائدُ مولانا جُمَلٌ لِسُروحِ الأنفسِ بالمُهَجِ

۵۔ ولها أرَجٌ مُحْيٍ أبَدًا فاقصِد مَحْيا ذاكَ الأرَجِ

۶۔ ولرُبَّتما فاضَ المَحْيا ببحورِ المَوجِ من اللُّجَجِ

۷۔ والخلقُ جميعا في يدِهٖ فذَوُو سعةٍ وذَوُو حَرَجِ

۸۔ ونُزولُهُمُ وطُلوعُهُمُ فإلى دَرَكٍ وعلى دَرَجِ

۹۔ ومعايِشُهم وعواقِبُهم ليسَتْ في المَشْيِ على عِوَجِ

۱۰۔ حِكَمٌ نُسِجَتْ بِيَدٍ حكَمَتْ ثم انتسجَتْ بالمُنتَسِجِ

۱۱۔ فإذا اقتصدَتْ ثم انعرجَتْ فبِمُقتَصِدٍ وبِمُنعَرِجِ

۱۲۔ شهِدَتْ بعجائبِها حُجَجٌ قامَتْ بالأمرِ على الحُجَجِ

۱۳۔ ورضًا بقضاءِ اللهِ حَجًى فعلى مَركُوزتِهٖ فعُجِ[1]

۱۴۔ وإذا انفتحَتْ أبوابُ هُدًى فاعجَلْ لِخزائنِها ولِجِ

۱۵۔ وإذا حاولْتَ نِهايتَها فاحذَرْ إذْ ذاكَ من العَرَجِ

۱۶۔ لتكونَ من السُّبَّاقِ إذا ما سِرتَ إلى تلكَ الفُرَجِ

۱۷۔ فهناكَ العَيشُ وبهجَتُه فلِمُبتَهِجٍ ولِمُنتَهِجِ

۱۸۔ فهِجِ الأعمالَ إذا ركدَتْ فإذا ما هِجتَ إذًا تَهِجِ

۱۹۔ ومعاصي اللهِ سَماجَتُها تزدانُ لِذي الخُلُقِ السَّمِجِ[2]

۲۰۔ ولطاعتِهٖ وصباحَتُها أنوارُ صباحٍ مُنبَلِجِ

۲۱۔ مَن يخطُبْ حُورَ الخُلدِ بها يظفَرْ بالحُورِ وبالغُنُجِ

۲۲۔ فكُنِ المَرضِيَّ لها بتُقًى تَرضاهُ غدًا وتكونَ نَجِي[3]

۲۳۔ واتلُ القرآنَ بقلبِ ذي حُزنٍ وبصوتٍ فيه شَجِي

۲۴۔ وصلاةُ الليلِ مسافتُها فاذهَبْ فيها بالفَهمِ وجِي

۲۵۔ وتأمَّلْها ومعانيها تأتِي الفِردوسَ وتنفرِجِ

۲۶۔ واشرَبْ تسنيمَ مُفَجَّرِها لا مُمتزِجًا وبمُمتزِجِ

۲۷۔ مُدِحَ العقلُ الآتيهِ هُدًى[4] وهوًى مُتَوَلٍّ عنه هُجِي

---

[1] قال الشيخ زكريا الانصاري حجی بفتح الحاء مع فتح الجيم وكسرها، اى حقيق على كل مؤمن۔ [2] من سمج اى قبح۔ [3] قال الانصارى نجى بالوقف بحذف الحركة والالف على لغة ربيعة اى نجيًا من المكروهات۔ [4] قال الانصارى مدح العقل الاتيه هدى، اى الذى اتى ما امر من الطاعة

وغيرها من القناعات

۲۸- وكتابُ اللهِ رياضتُه لعُقولِ الخَلقِ بمُدرَج

۲۹- وخِيارُ الخَلقِ هُداتُهُم وسِواهُم مِن هَمَجِ الهَمَج

۳۰- فإذا كنتَ المِقدامَ فلا تَجزَعْ في الحربِ من الرَّهَج[1]

۳۱- وإذا أبصرتَ منارَ هُدًى فاظهَرْ فَردًا فوقَ الثَّبَج[2]

۳۲- وإذا اشتاقَتْ نفسٌ وجدَتْ ألَمًا بالشوقِ المُعتَلِج

۳۳- وثَنايا الحَسنا ضاحكةٌ وتَمامُ الضِّحْكِ على الفَلَج[3]

۳۴- وعِيابُ الأسرارِ اجتمعَتْ بأمانَتِها تحتَ الشَّرَج[4]

۳۵- والرِّفقُ يدُومُ لصاحِبِه والخُرْقُ يصيرُ إلى الهَرَج[5]

۳۶- صلواتُ اللهِ على المهدِي الهادِي الناسَ إلى النَّهَج

۳۷- وأبي بكرٍ في سيرتِه ولِسانِ مَقالتِه اللَّهِج

۳۸- وأبي حفصٍ وكَرامتِه في قِصّةِ ساريةَ الخُلُج[6]

۳۹- وأبي عمروٍ ذي النُّورَينِ الـ ـمُستَحيِي المُستَحيَى البَهِج[7]

۴۰- وأبي حَسَنٍ في العلمِ إذا وافَى بسَحائبِه الخُلُج[8]

ـ[1] الرهج: الغبار. [2] قال الانصاري الثبج: اى الوسط اوالمعظم من منار الهدى. [3] الفلج: تباعد منابت الأسنان، وهو حسن فيها.

[4] قال الانصاري: وعياب: جمع عيبة وهى وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالثياب. والشرج: اى عرى العياب. [5] قال الانصاري، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم للحاصل بالفعل.

[6] قال الانصاري: في قصة سارية بن حصن اوالحصين اوزنيم الديلمي، من انه كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فرأى العسكر بنهاوند، وجعل يصيح: ياسارية، الجبلَ الجبلَ، فصعد سارية وجنده الجبل وقاتلوا الكفار فهزموهم، وكتبوا بذلك الى عمر، وجاءه البشير بعد شهر. واضاف سارية الى الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

[7] قال الانصاري: المستحيي المستحيى، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبي صلى الله عليه وسلم كان جالسًا بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابوبكر فلم يغط فخذه، ودخل عمر فلم يغطه، ودخل عثمان فغطاه، وقال: الا نستحي ممن استحيت منه الملائكة.... وفي نسخة: المستهدى المستحيي. وفي اخرى: المستحيي المحيي. بكسر ياء الاولى اوفتحه وفتح ياء الثاني، اشارة الى انه شهيد فهو حي بنص القرآن.

[8] قال الانصاري: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج. بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا ۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانۂ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا ۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن و حدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابوجہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ، ھٰذا فرعونُ ھٰذہٖ الامّۃ ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحات کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قنبل قراءِ سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابوعمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قراءت آپ کے ذریعہ پہنچی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سندِ قراءت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وھب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقنبل لقب غلب علیہ وانما سمی بذٰلک لانہ کان یستعمل دواءً یقال لہ قنبیل یُسقی للبقر معروف عند العطارین لمرض کان بہ فسُمّی بذٰلک وقیل بل ھو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولو کان کذٰلک لقیل لہ قُنبلیّ اھ معجم الادباء ج ۱۷، ص ۱۰۱ وقیل القنبل الشدید الغلیظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قراءت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قراءت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمۂ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اِس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہو تاکہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جاسکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قراءت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا ۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراءِ قراءت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا ۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذ قراءت کیا ۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمتین اھ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القران علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الٓمّٓ وحروفِ مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امامِ نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاذ کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الّا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہوگیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائدِ مذہب لیے۔ ابودلف عجلی کی اولاد کے مؤدّب ومعلم تھے۔ عیسیٰ بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قمطرًا ثم تبیّنت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنّف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ان کنتَ لستَ معی فالذکر منک معی یراک قلبی وان غُیّبتَ عن بصری

فالعینُ تبصرِ مَن تھواہُ وتفقدہٗ وناظرُ القلبِ لا یخلو من النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۳ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۳۴۷۔ انباء الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلّم وکان یبکّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انتَ الّا قُطربُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لا تزال تدِبُّ ولا تفترّ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزّ وجلّ ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبداللہ بن سرجس وابو الطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح و ابوعثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی وشعبہ ومسعر وہشام دستوائی ومعمر وسعید بن ابی عروبہ وامام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادۃ انہ اقام عند سعید ابن المسیب ثمانیۃ ایام فقال لہ فی الیوم الثامن ارتحل یا اعمی فقد انزفتنی۔ وعن عمرو بن عبد اللہ قال لما قدم قتادۃ علی سعید بن المسیب فجعل یسألہ ایاما واکثر فقال لہ سعید کل ما سألتنی عنہ تحفظہ ؟ قال نعم سألتک عن کذا فقلت فیہ کذا وسألتک عن کذا فقلت فیہ کذا وقال فیہ الحسن کذا حتی رد علیہ حدیثا کثیرا فقال سعید ما کنت أظن ان اللہ خلق مثلک۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابو نعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بکر بن عبد اللہ المزنی من اراد ان ینظر الی احفظ اھل زمانہ فلینظر الی قتادۃ فما ادرکنا الذی ھو احفظ منہ وعن ابی عوانۃ عن قتادۃ قال لزمت سعید بن المسیب اربعۃ ایام یحدثنی فقال یوما الست تکتب فھل یصیر فی یدک شیء مما أحدثک بہ؟ قلت لہ ان شئت حدثتک بما حدثتنی بہ قال فأعدتھا علیہ قال فبقی ینظر الیّ ویقول انت اھل ان تحدث فسل فاقبلت اسألہ وکان قتادۃ یقول ما سمعت اذنای شیئا قط الا وعاہ قلبی وعن معمر جاء رجل الی ابن سیرین فقال رأیت فی المنام کأن حمامۃ التقمت لؤلؤۃ فقذفتھا سواء فقال ذاک قتادۃ ما رأیت احفظ من قتادۃ وعن مطر قال کان قتادۃ فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسر عام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلست الی قتادۃ فذکر عمرو بن عبید فوقع فیہ ونال منہ فقلت لہ یا ابا الخطاب الا اری العلماء یقع بعضھم فی بعض فقال یا أحیول الا تدری ان الرجل اذا ابتدع بدعۃ فینبغی لھا ان تذکر حتی یحذر۔ وقال مطر کان قتادۃ عبد العلم ومازال قتادۃ متعلما حتی مات وکان قتادۃ یقول یستحب ان لا تقرأ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی طھارۃ ویقول فی قولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ کان یقال کفی بالرھبۃ علما وکان یقول یا ابن آدم لا تعتبر الناس باموالھم ولا اولادھم ولکن اعتبرھم بالایمان والعمل الصالح اذا رأیت عبدا صالحا یعمل فیما بینہ وبین اللہ خیرا ففی ذلک فسارع وفی ذلک فنافس ما استطعت الیہ قوۃ ولا قوۃ الا باللہ ان الذنب الصغیر یجتمع الی مثلہ علی صاحبہ حتی یھلکہ ولعمری انا لنعلم ان اھیبکم للصغیر من الذنب اورعکم للکبیر۔

وکان قتادۃ یقول علیکم بالوفاء بالعھد ولا تنقضوا ھذہ المواثیق فان اللہ قد نھی عن ذلک وقدم فیہ اشد التقدمۃ وذکرہ فی بضع وعشرین آیۃ نصیحۃ لکم وتقدمۃ الیکم وحجۃ علیکم قال اللہ ولنسکننکم الارض من بعدھم۔ وعدھم اللہ النصر فی الدنیا والجنۃ فی الآخرۃ فبین اللہ من یسکنھا من عبادہ فقال۔ ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ وقال ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ وکان قتادۃ یقول قلما ساھر اللیل (ای فی العبادۃ) منافق۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادۃ انہ کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرۃ فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرۃ فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلۃ مرۃ۔ ویقول قتادۃ وکان یقال فی الحکمۃ ان العمل الصالح یرفع صاحبہ اذا ما عثر واذا صرع وجد متکأ وعن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ والباقیات الصالحات قال کل ما ارید بہ وجہ اللہ وعن قتادۃ قال لم یتمن الموت احد قط لا نبی ولا غیرہ الا یوسف علیہ السلام حین تکاملت علیہ النعم وجمع لہ الشمل اشتاق الی لقاء اللہ عز وجل رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث الآیۃ وعن قتادۃ انہ قال من یتقی اللہ یکن معہ ومن یکن اللہ معہ فمعہ الفئۃ التی لا تغلب والحارس الذی لا ینام والهادی الذی لا یضل ویقول من اطاع اللہ فی الدنیا خلصت لہ کرامۃ اللہ فی الآخرۃ۔

وعن معمر قال صک رجل ابنا لقتادۃ فاستعدی علیہ بلال بن ابی بردۃ فلم یلتفت الیہ فشکاہ الی القسری فکتب الیہ انک لم تنصف ابا الخطاب قتادۃ فدعاہ ودعا وجوہ اھل البصرۃ یتشفعون فابی ان یشفعہم فقال لہ صکہ کما صکک فقال لابنہ یا بنی احسر عن ذراعیک وارفع یدیک وشد قال فحسر عن ذراعیہ رفع یدیہ فامسک قتادۃ یدہ وقال قد وہبناہ للہ فانہ کان یقال لا عفو الا بعد قدرۃ وقال قتادۃ ان فی الجنۃ کوی الی النار فیطلع اھل الجنۃ من تلک الکوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنۃ بفضل تادیبکم قالوا انا کنا نأمرکم ولا نأتمر وننہاکم ولا ننتہی۔

وکان قتادۃ یقول فی قولہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبہات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامۃ ویرزقہ من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادۃ یقول باب من العلم یحفظہ الرجل یطلب بہ صلاح نفسہ صلاح الناس افضل من عبادۃ حول کامل وکان یقول المؤمن لا یعرف الا فی ثلاثۃ مواضع بیت یسترہ او مسجد یعمرہ او حاجۃ من الدنیا لیس بہا بأس۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۴۱

وکان طاؤس یفر من قتادۃ وکان قتادۃ یرمی بالقدر۔ قتادہ کی وفات شہر واسط ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ نے قتادہؒ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلک الفصل۔

کعب احبار۔ کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو اسحاق کعب بن ماتع بن ھینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رؤیت حاصل نہیں ہے۔ خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقول بعض خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتب الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتفقوا علی کثرۃ علمہ وتوثیقہ اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم وحکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعبؓ فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادُہ الفقراءُ الحاجۃَ قیل لهم ابشروا ولا تحزنوا فانکم سادۃُ الاغنیاءِ والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے کانتِ الانبیاءُ علیهم السلام بالفقرِ والبلاءِ اشدَّ فرحًا منهم بالرّخاءِ وکان البلاء علیهم مضعّفًا حتی ان کان احدُهم لیقتُلُہ القملُ فاذا رأی رخاءً ظنَّ انہ قد اصاب ذنبًا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین غصنٌ کثیرُ الشوکِ یدخل فی جوف الرجل فتأخذ کلُّ شوکۃٍ بعِرقٍ یجذبہ رجلٌ شدیدُ الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعبؓ فرمایا کرتے تھے ما استقرّ لعبدٍ ثناءٌ فی الارضِ حتی یستقِرّ فی السماء۔ ویقول کعبؓ لودِدتُ انی کبشُ اهلی فاخذُونی فذبحونی فاکلُوا واطعموا اضیافهم۔ کعبؓ فرماتے ہیں اَنیروا بیوتکم بذکر اللہ واجعلوا فی بیوتکم حظًّا من صلاتکم فوالذی نفسُ کعب بیدہٖ انهم لمسمّون علی افواہ وانهم لمعروفون فی اهل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلّۃ النطق حکمۃٌ فعلیکم بالصمتِ فانہ رِعۃٌ حسنۃٌ وقلّۃ وِزرٍ وخفّۃٌ من الذنوب فاحسِنوا بابَ الحلم فانّ بابَہ الصمتُ والصبرُ فان اللہ تعالی یُبغِض الضّحّاکَ من غیر عجب والمشّاءَ الی غیر ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ مَن خرجَ من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جهنم۔

نیز فرماتے ہیں طلبُ العلم مع السمت الحسن والعمل الصالح جزءٌ من النبوۃ۔ وقال ایضًا طالبُ العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسّن صوتہ بالقران فی دار الدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قبّۃً من لؤلؤۃ فیُعطِیہ اللہ من حسن الصوتِ فی الجنۃ مایزورُ اهلُ الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول مامن اربعین رجلًا یمدّون ایدیهم الی اللہ یسألونہ لا یسألونہ ظلمًا ولا قطیعۃَ رحمٍ الّا أعطاهم اللہ ماسألوہ۔ وکان یقول فاتحۃ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃ التوراۃ خاتمۃ سورۃ هود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ توکّلتُ علی اللہ قیل لہ هُدِیتَ وحُفِظتَ وکُفِیتَ قال اذا خرج استقبَلَہ الشیطان قال فیقول لا سبیل لکم علی هذا وقد هُدِی وحُفِظ وکُفِی فالتمِسوا غیرَہ فیصدّعون عنہ۔ وکان یقول قبرُ اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکنِ وزمزم وکان یقول ماخرج رجل فی طلب العلم الّا ضمّن اللہ السموات والارض رزقہ۔ کعبؓ نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ۔ وہ آیت فمن کان منکم مریضًا اوبہ اذًی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ هو کعب بن عجرۃ بن امیۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷ احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال اَتَیْتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فرأیتُہ مُتغیِّرًا فذھبتُ فاذا یھودیٌّ یَسقِی ابلاً لہ فسَقَیْتُ علی کل دلو بتمرۃ فجمعتُ تمرًا فاتیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ امام کسائی لغت ونحو وعربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قرّاء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وھو ملتفّ بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساءِ فبقِی علیہ وقیل بل اَحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضُر مجلس حمزۃ باللیل ملتفًا فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرارت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرارت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرارت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی وعیسی بن عمر واعمش وابوبکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ وجعفر صادقؒ وابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء وبوادی نجد وتہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتی حصل ما ذکر انہ اَفنٰی علیہ خمسَ عشرۃَ قنینۃً من الحبر غیر ما حفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃً حُمِلَتْ عنہ وعُرِفَتْ بہ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ و ذو مقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان اَعلمَ الناسِ بالنحوِ العربیّۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعھم وجلس علی کرسیٍّ وتلا القرآنَ من اوّلہ الی اٰخرہٖ وھم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراھیم سمعتُہ یقرأُ القرآنَ مرتین وقال خلف بن ھشام کنتُ احضُر قراءتَہ والناسُ ینقطون مصاحفھم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ واحوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج۲ ص ۲۵۶ وکتاب نور القبس، ص ۲۸۳ وبغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبرٍ وسببہ انہ جاء الی قوم وقد اَعیٰی فقال قد عییتُ

فقالوا له تجالسنا وانت تلحن قال وكيف لحنتُ قالوا ان كنت اردت من انقطاع الحيلة فقل عييتُ وان اردت من التعب فقل اعييتُ فأنف من هذه الكلمة وقام من فوره وسأل عمن يعلم النحو فأرشد الى معاذ الهراء فلزمه حتى انفد ما عنده ثم خرج الى البصرة فلقي الخليل وجلس في حلقته فقال له رجل من الاعراب تركت اسد الكوفة وتميمًا وعندها الفصاحة وجئت الى البصرة فقال للخليل من اين اخذت علمك هذا فقال من بوادي الحجاز ونجد وتهامة فخرج ثم ذكر ما قد مناذكره قال فقدم البصرة فوجد الخليل قد مات وفي موضعه يونس فجرت بينهما مسائل اقرّ له فيها يونس وصدّره في موضعه اھ بتصرف ۔ امام کسائی اوّلاً حضرت حمزہؒ کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلّم و مودّب تھے۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی و امام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الکسائی من تبحّر فی علم تهدّی الی جمیع العلوم فقال له محمد ما تقول فیمن سها فی سجود السهو هل یسجد مرةً أخری ؟ قال الکسائی لا قال لماذا ؟ قال لانّ النحاة تقول التصغیر لا یصغّر فقال محمد فما تقول فی تعلیق الطلاق بالملك قال لا یصحّ قال لم ؟ قال لانّ السیل لا یسبق المطر اھ ۔ قال العبد الضعیف محمد موسیٰ أصاب الکسائی فی الجواب الاول واخطأ فی الثانی وما ذکر من المثال ایضًا خطأ لانه مثال لایقاع الطلاق قبل الملك فصحّ ان یقال لا یصحّ هذا الایقاع قبل الملك لانّ السیل لا یسبق المطر واما تعلیق الطلاق بالملك فیصحّ عندنا کما یصحّ ان یسبق تعلیق السیل بالمطر بان یقال لو جاء المطر جاء السیل ولهذا فی النحو غیر واحد من الامثال هذا ۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی و فراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے ۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱ ۔

امام یزید مؤدبِ مأمون و کسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے ۔ سیبویہ و کسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمۂ سیبویہ میں مذکور ہے ۔ کسائی و امام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہرِرَے گئے ۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی ۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ھ یا ۱۸۳ھ ہے ۔ ویقال ان الرشید کان یقول دفنتُ الفقهَ والعربیّةَ بالریّ وقال ابن الجوزی فی شذور العقود توفی الکسائی برنبویه قریة من قری الریّ اھ وقال السمعانی وقیل مات بطوس فی ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۰ھ وقیل ۱۸۵ھ کذا فی التهذیب ج ۷ ص ۳۱۴ ۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں ۔

فائدہ ۔ کسائی کی قرارت کا مأخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے ۔ لانّه قرأ علی عیسی بن عمر وعلی طلحة بن مصرف علی النخعی علی علقمة علی ابن مسعود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

فائدہ ۔ قرارۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں ۔ قال ابن حجر روی عنه القراءات ابو عمر الدوری و

ابوالحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف وقتیبۃ بن مھران واحمد بن سریج وابوعبید ویحیی الفراء وخلف بن ھشام وغیرھم رحمھم اللہ تعالی وروا عنہ الحدیث اھ مگر مشہور ومعروف عند القراء والعلماء دو راوی ہیں اوّل ابوالحارث اللیث بن خالد۔ دوم ابوعمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ۔ حفص دوری قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے راوی بھی ہیں۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت لیث قاری امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی ابوعمر حفص دوری ہیں۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی وشیخ القراء تھے۔ لیث موصوف کی کنیت ابوالحارث ہے۔ حدّث اللیث عن یحیی بن المبارك الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القران غِنًی لا فقر بعدہ و ولا غنی دونہ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی۔ کذا فی التھذیب لابن حجر وغیرہ۔

مرثد رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنھما۔ مرثد وابومرثد دونوں صحابی ہیں۔ ابومرثد کا نام کناز بن حصن ہے۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں۔ مرثدؓ اور اَوس بن صامت ؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی اَوسؓ مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع شھیدًا اَمّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریّۃ التی وَجّھھا معہ الرمکۃ وذلك فی صفر علی رأس ستۃ و ثلاثین شھرًا من الھجرۃ وزعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد اَمّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثلث السریّۃ التی بعث فیھا عاصم بن ثابت الی عضل والقارۃ وبنی لحیان وذلك فی اٰخر سنۃ ثلاث من الھجرۃ وکانوا سبعۃ منھم مرثد ھذا وھو کان الامیر علیھم فیما ذکر ابن اسحٰق وذکر معمر عن ابن شھاب انّ امیرھم کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد وعاصم وغیرھما من الرفقاء بعد ما قاتلوا واُسر خُبیبُ عبداللہ وزید۔

وروی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاسرٰی من مکۃ حتی یأتی بھم المدینۃ وکان بمکۃ بَغِیٌّ اسمھا عناق وکانت صدیقۃ لہ قبل الاسلام وکان وعد رجلا ان یحمل من اَسرٰی مکۃ قال فجئتُ حتی انتھیتُ الی حائطٍ من حیطان مکۃ فی لیلۃ قمراء قال فجاءت عناق فابصرتْ سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا انتھت الیّ عرفتنی فقالت مرثدٌ؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا واھلاً ھلم فبِتْ عندنا اللیلۃَ قال قلتُ یا عناق انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اھل الخباء ھذا الذی یحمل الاسرٰی قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال وسلکتُ الخندمۃ حتی انتھیتُ الی کھفٍ فدخلتُہ وجاء واحتی قاموا علی رأسی واَعماھم اللہ عنّی ثم رجعوا ورجعتُ الی صاحبی فحملتُہ حتی قدمت المدینۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذہ الاٰیۃ الزانی لاینکح الا زانیۃ اومشرکۃ الاٰیۃ فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیّ وقال لا انکحہا۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملکِ شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحفص کبیر احمد بن حفص و ابوسلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم وعیسی بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ص ۱۲۰ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفة مولی لبنی شیبان وکان موصوفاً بالکمال وکانت منزلته فی کثرة الروایة والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلة رفیعة یعظمہ اصحابہ جداً۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجه هارون الرشید فولاہ القضاء بالرقة ثم عزله وقدم ونزل فی ناحیة باب الشام۔

ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے مثل امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ و معتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہو جاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرھت ان اخرج عن طبقة الذین جعلتنی فیھم انك اھّلتنی للعلم وکرھت ان اُخرج منه الی طبقة الخدمة التی ھی خارجة منه وان ابن عمك صلی اللہ علیه وسلم قال مَن اَحبّ ان یتمثّل له قیاماً فلیتبوّأ مقعدہ من النار وانما اراد بذلك العلماء ممّن قام بحق الخدمة واعزاز الملك فھو ھیبة للعدو ومن قعد فلاتباع السنة التی منکم اُخذت وھو زین لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتھی۔

اہل دنیا و متکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء و صالحین و والدین و شیوخِ علم کے لیے قیام کرنا مندوب و سنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سیّد سعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا لسیّدکم او الی سیّدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ وصالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالبِ علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمدؒ اعلم بکتاب اللہ۔ عربیّت ونحو ولغت وحساب وفقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابوحنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ وعلومِ حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعیؒ کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقۂ ابوحنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظھر علمه بتصانیفه کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انّه صنّف فی العلوم الدینیّة تسع مائة وتسعة وتسعین کتابًا ومن تلامذته الشافعی وتزوّج بأمّ الشافعی وفوّض الیه کتبه وماله فبسببه صار الشافعی فقیهًا ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقه فلیلزم اصحاب ابی حنیفة فانّ المعانی قد تیسّرت لهم واللہ ما صرتُ فقیهًا الّا بکتب محمد بن الحسن۔ انتہٰی۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت واستخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ ومجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے وروی عن الشافعی انّه قال ایضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وقر بعیر کتبًا وقال امنّ الناس علیّ فی الفقه محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملة قال سمعت الشافعیؒ یقول ما رأیتُ احدًا قط اذا تکلم رأیتُ القراٰن نزل بلغته الّا محمد بن الحسن فانّه کان اذا تکلم رأیتُ القراٰن نزل بلغته ولقد کتبتُ عنه حمل بعیر ذکرہ۔ قال الشافعی وانما قلت ذکر لانّه بلغنی انّه یحمل اکثر مما تحمل الانثی وقال الشافعی ما رأیتُ رجلًا اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وکان الشافعی یقول لو انصف الفقهاء لعلموا انهم لم یروا مثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقیهًا قط افقه منه ولا فتق لسان بالفقه مثله لقد کان یحسن من الفقه واسبابه شیئًا یعجز عنه الاکابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ ویحیی بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول کتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراھیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت ھذہ المسائل الدقاق من این لك قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علومِ عربیت، نحو و شعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔

ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا اور شہر رَے میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال ھارون الرشید دفنت الفقه والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرمادیا۔ وقال لی لم اُصیّرك وعاء للعلم وانا ارید آن اعذّ بك۔ قال قلتُ فابویوسف؟ قال ذالك فوقی اوفوقنا بدرجة۔ قال قلتُ فابوحنیفه قال ذالك فی اعلیٰ علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تہذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن میں آپ مذکور ہیں

ھو معقل بن یسار بن عبد اللہ بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابوعلی تھی وقیل کنیته ابوعبد اللہ وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ماکان بالبصرۃ احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أھنأ من معقل بن یسار مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابوعلی نہیں تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابوعلی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعلی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرؤا علیٰ موتاکم یٰس رواہ ابوداؤد وابن ماجه وعنه قال لقد رأیتُنی یوم الشجرۃ والنبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُبایع الناس وانا رافعٌ غصنًا من اغصانھا من رأسه ونحن اربع عشر مائة ولم نُبایعه علی الموت ولکن بایعناہ علی ان لا نفرّ۔ رواہ مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ ۔ آیت یسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد الرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ و فاضلِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۷۵ حدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل، حسین، عاقل، صاحبِ علم و حلم و حیا، و سخی تھے مستجاب الدعار تھے۔ فعن ابن کعب بن مالك كان معاذٌ شاباً جميلاً سمحاً لا يسأل الله شيئاً الا اعطاه۔

وعن انس قال جمع القرآن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم اربعة كلهم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابوزيد۔ رواه البخاری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا أعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضهم زيد بن ثابت۔ وروى ابوداؤد والنسائی عن معاذ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ بيده وقال يا معاذ والله انی لاُحبك وقال اُوصيك يا معاذ لا تدعنّ فی دبر كل صلاة تقول اللهم اعنّی علی ذکرك وشكرك وحسن عبادتك۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر و عثمان و علی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلى الله عليه وسلم يأتی معاذ يوم القيامة امام الناس برتوة كذا فی الاصابة وفی تهذيب الاسماء ج ۱ ص۱۰۰ امام العلماء يوم القيامة برتوة اور نوتين۔ الرتوة رمية الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۸ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللهم ادخل على آل معاذ نصيبهم من هذا فطعنت له امرأتان فماتتا ثم طعن ابنه عبد الرحمٰن فمات ثم طعن معاذ فجعل يغشى عليه فاذا افاق قال رب غمّنی غمّك فوعزتك انك لتعلم انی اُحبك ثم يغشى عليه فاذا افاق قال مثله ولما حضرته الوفاة قال مرحباً بالموت مرحباً زائر حبيب جاء على فاقة اللهم انك تعلم انی كنت اخافك وانا اليوم ارجوك انی لم اكن احب الدنيا وطول البقاء فيها لكری الانهار ولا لغرس الاشجار لكن لظمأ الهواجر ومكابدة الساعات ومزاحمة العلماء بالركب عند حلق الذكر۔

مجاهد رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد بن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علی امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر وجابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمرو وابوہریرہ و عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاؤس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابوحاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃً۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل اٰیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے انّ العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ و جلّ بقلوب المؤمنین الیہ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہدؒ کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما من میّتٍ یموت الّا عُرِض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان من اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن اٰدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولک مثلہ واذا ذکرہ بسوء قالت الملائکۃ یا ابن اٰدم المستور عورتہ اُربع علی نفسک واحمد اللہ الذی ستر علیک۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس إن یُعجزنی ابن اٰدم فلن یُعجزنی من ثلاث خصال اَخذ مال بغیر حقّہ واضاعۃ انفاقہ فی غیر حقہ ومنعہ عن حقہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج وکڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولادِ اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم وتقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فاِن اَردتُ اَن ارکب یأتینی فیمسک رکابی واذا رکبتُ سوّی ثیابی فجاءنی مرۃ فکأنی کرھتُ ذلک فقال یا مجاھد انک ضیّق الخلق۔ وقال ایضاً ربما اَخذ لی ابن عمر بالرکاب وربّما اَدخل ابن عباس اصابعہ فی اِبطی۔ وقال ایضاً صحبتُ ابن عمر وانی اُرید اَن اخدمہ فکان ھو یخدمنی۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اُجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ ما فعل اھلک

این اھلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذھبوا وبقیت اعمالھم۔ ہلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ صـ۲۸۶ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبّر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنیّ و بالمریض والعبد فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرتَ لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیھما السلام فی ملکہ فیقال لہ انت کنتَ اشدّ شُغلاً ام ھذا؟ قال بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ شغلہ عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربّ اَشغلتَ علیّ جسدی قال فیؤتی بایّوب علیہ السلام فی ضُرِّہ فیقول لہ انتَ کنتَ اشدّ ضُرًّا ام ھذا ؟ قال فیقول لا بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ ذلك ان یعبُدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال لہ ما منعَك عن عبادتی ؟ فیقول جعلتَ علیّ اربابًا یملکونی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیّۃ ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فانّ ھذا لم یشغلہ شئ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الروح خلق علی صورۃ ابن اٰدم۔ وعن مجاھد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیہ الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاھد کان یحجّ من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالھم ثم دخلوا الحرم حُفاۃً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۳ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرِّد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرافی آپ قبیلۂ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالۃ کلّ حیٍّ — فقال القائلون ومَن ثمالہ

فقلتُ محمد بن یزید منھم — فقالوا زِدتَنا بھم جھالہ

مبرد حسین و جمیل صوت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحبِ نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف ولام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قُم فانتَ المبرِّد بکسر الراء

ای المثبت للحق۔ مبرد بکسرِ راء ہے لیکن اہلِ کوفہ نے عداوت سے راء کو فتح دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں مارأیتُ احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور و الممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ واختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو و عربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نَرُوحُ ونغدو لا تزاورُ بیننا ولیس بمضروب لنا عند موعد
فابدانُنا فی بلدۃ والتقاؤنا عسیر کأنّا ثعلبٌ والمبرّد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالبَ العلمِ لا تجھلَنْ وعُذْ بالمبرّد او ثعلب
تجدْ عند ھٰذَین علمَ الوریٰ فلاتکُ کالجملِ الاجرب
علومُ الخلائق مقرونۃ بھذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الھجرۃ واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علمِ حدیث کا سماع نافع مولی ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ و اوزاعیؒ و ثوریؒ و ابن عیینہؒ و شعبہؒ و ابن المبارکؒ و شافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیمِ حدیثِ نبی علیہ السلام معروف و مسلّم ہیں۔ انتقادِ رجالِ حدیث میں آپ کا قول مسلّم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقۃ وھو امام اھل الحجاز وھو اثبت اصحاب الزھری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالک النجم ولو لا مالک وسفیان بن عیینۃ لذھب علم الحجاز۔ وقال مالک معلّی وعنہ اخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیتہ فی کُتُبی؟ قلتُ لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلّے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رأیتُ اللیلۃ فی منامی کانہ یقال لی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس

والناس حوله يقولون له يا رسول الله اعطنا يا رسول الله مُر لنا فقال لهم اني قد كنزت تحت المنبر كنزاً كبيراً وقد امرت المالك ان يقسمه فيكم فاذهبوا الى مالك فانصرف الناس وبعضهم يقول لبعض ما ترون مالكا فاعلاً؟ فقال بعضهم ينفذ ما امره به رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فرق مالك وبكى۔

ایک حدیث میں امام مالکؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی هریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یضرب الناس اباط المطی فی طلب العلم فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینة رواه الترمذی وقال حدیث حسن۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۹ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسیٰ فبلغنی عن ابن جریج انه كان يقول انه مالك بن انسؒ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عیینۃ قال هو مالك بن انسؒ۔ امام مالکؒ درسِ حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابوسلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درسِ حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اُوقِر به حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ درسِ حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درسِ حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ایها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ قال مالك فمن رفع صوته عند حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فكانما رفع صوته فوق صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غیر واحد یقول حُمل بمالك بن انس ثلث سنین۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسہر ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الهیثم بن جمیل قال شهدت مالكا سُئل عن ثمان واربعین مسئلة فقال فی اثنتین وثلاثین منها لا ادری۔ وعن ابن مهدی قال سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنة والاوزاعی امام فی السنة ولیس بامام فی الحدیث ومالك بن انس امام فیهما جمیعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن حبیب

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔
ابن وہب کہتے ہیں لوشئتُ ان املأ الواحًا من قول مالك لاادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے قال مالك العلم نور يجعله الله حيث شاء ليس بكثرة الرواية۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما كان الرجل صادقًا لايكذب الا مُتِّع بعقله ولم يُصبه ما اصاب غيره من الهرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسناده عن المثنّى بن سعد قال سمعتُ مالكًا يقول مابِتُّ ليلةً الا رأيتُ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔
وكان مالك يأتی المسجد ويشهد الصلوات والجمعة والجنائز ويعود المرضى ويقضي الحقوق ويجلس فی المسجد ويجتمع له أصحابُه ثم ترك الجلوس فی المسجد وكان يُصلّی ثم ينصرف الى منزله وترك شهود الجنائز وكان يأتی اصحابه فيُعزِّيهم ثم ترك ذلك كلّه فلم يكن يَشهد الصلواتِ فی المسجد ولا يأتی احدًا يُعزّيه ولا يقضی له حقًّا واحتمل الناسُ ذلك كلّه له وكانوا ارغبَ ما كانوا فيه واشدّه له تعظيما حتى مات على ذلك وكان رُبّما كُلِّم فی ذلك فقال ليس كل الناس يقدر ان يتكلم بعذره۔ محمد بن رمح کہتے ہیں: رأيت النبيّ عليه السلام من اربعين سنة فی المنام فقلت له يا رسول الله مالك والليث يختلفان فی مسئلة فقال النبی عليه السلام مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراهيم عليه السلام۔
امام مالکؒ نے موطا میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جو اب ہمارے سامنے موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سَبَّ ابابكر جُلِد ومَن سَبَّ عائشةَ قُتِل قيل لم؟ قال من رماها فقد خالف القران۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثباتِ روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتة صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواها ابوحنيفة وقال ابوحنيفة اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔

مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا الله عُرضةً لايمانكم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بين الناس کی شرح میں مذکور ہیں۔ هو مسطح بن اثاثة بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمٰیؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمٰی کی والدہ رائطہ بنت صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمٰیؓ کا ذکر احادیثِ واقعہ افکِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برات نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ بن عبد اللہ بن مرّ الھمدانی الوداعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشأن رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایت حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی و معاذ بن جبل و ابن مسعود و عائشہ و ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل شعبی و ابراہیم نخعی و ابو اسحاق سبیعی و ابو الشعثا۔ محاربی و مکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن۔ قال الشعبی ما رأیتُ أطلبَ للعلم منہ وقال ابو السفر ما ولدت ھمدانیۃٌ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلّمون الناس السنۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الّا ساجدًا وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلّی حتی تورّم قدماہ۔ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علمًا ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جہلًا ان یعجب بعملہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن اٰیۃ فلم یجد عندہ فیھا علمًا فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرّہ ان یعلم علم الاولین وعلم الاٰخرین وعلم الدنیا والاٰخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الّا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شیء یرغب فیہ الّا ان نُعفّر وجوھنا فی التُراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کلّ حاجۃٍ لکم فاذکروھا لی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یُرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویُقبل علی صلاتہ ویخلیھم و دنیاھم۔

وعن ابراهیم بن محمد قال کان مسروق یرکب کل جمعة بغلةً ویحملنی خلفہ ثم یأتی کناسةً بالحیرة قدیمة فیحمل علیہا بغلتہ ویقول الدنیا تحتنا ویقول ھذہ الدنیا اکلوھا فافنوھا۔ لبسوھا فابلوھا۔ رکبوھا فانضوھا سفکوا فیہا دماءھم واستحلوا فیہا محارمھم وقطعوا فیہا ارحامھم وکان مسروق یقول ما من شیٔ خیر للمومنین من لحد قد استراح من ھموم الدنیا و أمن من عذاب اللہ۔

وکان یقول انی أحسن ما اکون ظنًّا حین یقول لی الخادم لیس فی البیت قفیز ولا درھم و کان مسروق یتمثل بقول الشاعر ؎

ویکفیك مما اغلق الباب دونہ — وأرضی علیہ الستر ملحٌ وجردق
وماءُ فراتٍ باردٍ ثم تغتدی — تُعارض اصحابَ الثرید الملبّق
تجشّأ اذا ما ھم تجشّوا کأنّما — غُذیت بالوان الطعام المفتّق

الثرید الملبّق الملیّن بالدسم والطعام المفتّق الکثیر الخصب کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۹۷

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم علی مسروق من اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ احدًا۔ صلّی خلف ابی بکر ولقی عمر وعلیًّا ولم یرو عن عثمان شیئًا۔ اسحاق بن منصور کا قول ہے لا یسئل عن مثلہ قال العجلی کوفیّ ثقة وکان احد اصحاب ابن مسعود الذین یُقرءُون ویُفتون قال ابن سعد کان ثقة ولہ احادیث صالحة۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت ید مسروقٍ یوم القادسیّة واصابتہ آمة وقال ابو الضحی عن مسروق انہ کان یقول ما احبّ انہا یعنی الآمة لیست لی لعلّھا لولم تکن لی کنت فی بعض ھذہ الفتن۔ وکیع وغیرہ کہتے ہیں لم یتخلّف مسروق عن حروب علیّ رضی اللہ عنہ ذکرہ ابن حبّان فی الثقات وقال کان من عُبّاد اھل الکوفة۔

وَلّاہ زیاد علی السلسلة ومات بہا سنہ ۶۲ھ وقیل مات سنہ ۶۳ھ وقال الفضل بن عمرو مات مسروق ولہ ثلاث وستون سنة وقال ابو الضحی سئل مسروق عن بیت شعر فقال اکرہ ان أریٰ فی صحیفتی شعرًا۔ وکان مسروق لا یأخذ علی القضاء اجرًا ویتأوّل ھذہ الآیة ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنة۔ وکان مسروق یقول اقرب ما یکون العبد الی اللہ تعالی وھو ساجد۔

قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۲ ص ۸۸ قال ابوداؤد کان ابو مسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معد یکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمٰن۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل۔

محمود الزمخشری ۔ تفسیر بیضاوی میں کشاف سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے۔ اس واسطے ترجمہ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے۔ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے۔ اعتقاداً معتزلی تھے۔ اور فروع میں حنفی تھے۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے۔ بغداد کئی بار گئے۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسا بوری وابو مضر اصبہانی وشیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم وادب کی۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ آپ کا لقب جار اللہ وفخر خوارزم ہے۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے۔ یہ زمخشری کا مولد ہے۔

قال ابن اختہ وُلد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب۔

قریۂ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسأل عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لاخیر فی شر ورد ولم یُلم بھا اخذ شر امن زمخشر ورداً من الرداد۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوا دی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی۔

نقیہ دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدة وذلك انی امسكت عصفوراً وانا صبیٌّ صغیر وربطت برجله خیطاً فافلت من یدی ودخل خرقاً فجذبته فانقطعت رجله فتألّمت له والدتی وقالت قطع الله رجلك كما قطعت فلمّا رحلتُ الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابّة فی اثناء الطریق فانكسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعها۔ وكان اذا مشی القی علی رجله من الخشب ثيابه الطوال فیظنّ من یراه انه اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجری آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

كانت مُساءلةُ الركبان تخبرنی
عن احمد بن داودٍ اطیب الخبر
حتی التقینا فلا والله ما سمعت
اذنی باحسن مما قد رأی بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

واستكبرِ الاخبار قبل لقائه
فلمّا التقینا صغّر الخَبَرَ الخُبْرُ

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما بصر بالنبی صلی الله علیه وسلم رفع صوته بالشهادتین فقال له النبی صلی الله علیه وسلم یا زید الخیل كل رجل وصف لی دون الصفة الّا انت فانك فوق ما وُصفت وكذلك سیدنا الشریف ثم دعا له و اثنی علیه۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الكشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

اِنّ التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیها لعمری مثل كشّافی

ان کنت تبغی الھدٰی فالزم قراءَتہ　　فالجھل کالداءِ والکشّاف کالشافی

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :۔

الفائق فی غریب الحدیث۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب۔ فی غریب اعراب القرآن۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ۔ الاثر لابی سعید الرازی اسماعیل۔ الکلم النوابغ فی المواعظ۔ اطواق الذھب فی المواعظ۔ نصائح الکبار۔ نصائح الصغار۔ مقامات فی المواعظ۔ نزھۃ المستأنس۔ الرسالۃ الناصحۃ۔ رسالۃ المسامۃ۔ الرائض فی الفرائض۔ معجم الحدود۔ المنھاج فی الاصول۔ ضالّۃ الناشد۔ کتاب عقل الکلّ۔ النموذج فی النحو۔ المفصل۔ شرح المفصّل۔ المفرد والمؤلف فی النحو۔ صمیم العربیۃ۔ الامالی فی النحو۔ اساس البلاغۃ فی اللغۃ۔ جواھر اللغۃ۔ کتاب الاجناس۔ مقدمۃ الادب فی اللغۃ۔ کتاب الاسماء فی اللغۃ۔ القسطاس فی العروض۔ حاشیۃ المفصل۔ شرح مقاماتہ۔ شرح المسائل۔ سوائر الامثال۔ المستقصیٰ فی الامثال۔ ربیع الابرار فی الادب والمحاضرات۔ تسلیۃ الضریر۔ رسالۃ الاسرار۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب۔ دیوان التمثیل۔ دیوان الخطب۔ دیوان رسائل۔ دیوان شعر۔ شرح کتاب سیبویہ۔ کتاب الجبال والامکنۃ۔ شافی العیّ من کلام الشافعیؒ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ۔ المحاجاۃ فی الاحاجی والالغاز۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے۔

؎ العلم للرحمٰن جلّ جلالہ　　وسواہ فی جھلاتہ یتغمغم
ما للتراب وللعلوم وانما　　یسعیٰ لیعلم انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں ؎

کثر الشکُّ والخلافُ وکلٌّ　　یدّعی الفوز بالصراط السویّ
فاعتصامی بلا الٰہ سواہ　　ثم حُبّی لاحمدٍ وعلیّ
فاز کلبٌ بحبّ اصحاب کھفٍ　　کیف اشقیٰ بحبّ اٰل نبیّ

شیخ ابوحفص عمر بن محمد نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حکی ان النسفی دقّ باب الزمخشری فقال الزمخشری مَن بالباب؟ قال النسفی عمر۔ قال الزمخشری انصرف۔ قال عمر لا ینصرف۔ قال الزمخشری

اذا نُكِّر صُرِف۔ ھذا واللہ اعلم۔
نافع بن عبد الرحمٰنؒ بن ابی نعیم القاری المدنی مولیٰ بنی لیث وقیل مولیٰ جعونۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں۔ امامِ جلیل، ثقہ۔ عابد۔ قاری مقری، سید القراء والفقہاء تھے۔ کنیت ابورویم یا ابوعبدالرحمٰن ہے۔ کبھی جدّ کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب وزید بن اسلم وابوالزناد وعامر بن عبداللہ بن الزبیر ومحمد بن یحیی ونافع مولیٰ ابن عمر واعرج وصفوان ابن سلیم وربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر واصمعی وخالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم ومحمد بن مسلم وابوقرہ موسیٰ بن طارق وعیسیٰ بن میناء قالون وقعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ۔
نافع اصفہانی الاصل تھے۔ تابعی ہیں۔ سیاہ رنگ والے تھے۔ طبیعت مزاحی تھی۔ صحابہ میں سے ابوالطفیلؓ وابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے۔ قاری نافع کے ترجمہ واحوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ کتاب المعارف، ص ۵۸۲۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷۔ مرآۃ الجنان۔ ج ۱ ص ۳۶۸۔ شذرات، ج ۱ ص ۲۷۰ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲۔ عبرالذہبی ج ۱ ص ۲۵۷ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰۔ نافع جلیل القدر وخاشع وکثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اھل المدینۃ والذی صاروا الی قراءتہ و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقۃ الثالثۃ بعد الصحابۃ رضوان اللہ علیہم وکان محتسبًا فیہ دعابۃ وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنہ قرأت علی نافع۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸۔
آپ نے قراءت ابومیمونہ مولیٰ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قراءت پڑھی۔ منہم ابوجعفر یزید بن القعقاع مولیٰ عبداللہ بن عباس قال نافع کنتُ اقرأ علیہ انا ابن تسع ومنہم شیبۃ بن نصاح وعبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤوا علی ابن عباس وابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القراٰن ولیس فی الحدیث بشئ وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثہ شیئًا منکرًا وارجو انہ لا بأس بہ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۰۷ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت ونصیحت کی درخواست کی قال لہ ابناہ اَوصنا قال اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔
حضرت نافعؒ کے منہ سے بوقتِ گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ اَتطیّبُ کلما قعدتَ تُقرِئ الناسَ قال لا اَمسّ طیبًا ولکنی رأیتُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرأ فی فیّ فمن ذلک الوقتِ یُوجد ھذہ الرائحۃ وقال رجل لنافع ما اَصبح وجہک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ السلام ای فی المنام۔ نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ وقال ابن سعد عن شهاب بن عباد مات بمكة سنہ ۱۶۹ھ۔

فائدہ۔ قاری نافعؒ کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالکؒ واصمعی واسماعیل والمسیبی وابن حبان وغیرہ لیکن علماء وقراء کے نزدیک مشہور دو ہیں۔ اول قالون ابو موسیٰ عیسی بن مینا المدنیؒ۔ دوم ابو سعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورشؒ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔ آمین کے بیان میں مذکور ہیں۔ هو ابو هُنَيدة وائل بن حجر بن ربيعة الحضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان كان بقية اولاد الملوك بحضرموت اھ نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوك حمير ويقال للملك منهم قَيل بفتح القاف وسكون الياء وجمعه اقيال وكان ابوه من ملوكهم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتيكم وائل بن حجر من ارضٍ بعيدةٍ من حضرموت طائعًا راغبًا فی اللہ تعالیٰ وفی رسول اللہ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللهم بارك فی وائل وولده وولد ولده واصعده معه على المنبر واثنى عليه واستعمله على بلاده واقطعه ارضًا۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔

ابتدا میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیقِ سفر تھے۔ وہ اُس وقت ابتدا میں بڑے غریب ومسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کرلیں۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کران کے ساتھ سوار ہوجاؤ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسب منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور سفر کا وہ پرانا قصہ یاد دلایا۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددت لوكنتُ حملته بين يدیّ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹۔ ابن عبد البر مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاوية راجلاً ووائل بن حجر على ناقته راكبًا فشكا اليه معاويةُ حرّ الرمضاء فقال له انتعِل ظلَّ الناقة فقال له معاويةُ وما يغنى ذلك لوجعلتنى ردفك فقال وائل سكت

فلست من أرداف الملوك وعاش وائل رضی اللہ عنہ حتی ولی معاویۃ الخلافۃ فدخل علیہ وائل بن حجر فعرفہ معاویۃ واذکرہ بذلك ورحب بہ وأجازہ لو فودہ علیہ فابی من قبول جائزتہ وجائزہ وأراد أن یرزقہ فابی من ذلك وقال یأخذہ من ھو أولی بہ منّی فانی فی غنیً عنہ۔ کذا فی الاستیعاب ج ۳ ص ۶۴۲ علی ھامش الاصابۃ

وائل رضی اللہ عنہ سے ۱۷ حدیثیں مروی ہیں۔ مسلم نے ان میں سے چھ کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافتِ معاویہؓ تک زندہ رہے جنگِ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النووی۔

ولید بن مغیرہ - آیت انّ الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ قریشِ مکہ کے رؤسا واہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفا میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف ومشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یعدل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہ وذلك لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر وفخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مالدار شخص مسکین وغریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستھزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستھزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مرگیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبّر ص ۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابو سفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط واُبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل وولید بن مغیرہ۔ قال تعلّموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یُسلِم منھم غیر ابی سفیان اھ المحبّر ص ۱۶۱

ہشام بن عمار بن نُصَیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابو الولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی ومحدث ومفتی ومقری ومشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایت حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقہ بن خالد وربیع بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسی بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالی۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحیی بن معین وابوعبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیث احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کر دیتے تھے۔ قال ابن وارۃ عزمت زماناً ان اُمسِكَ عن حدیث ھشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولایحدِّث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درھمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہر وقت سر خوف خدا و شرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رأیتُ ھشام ابن عمار اذا مشیٰ اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالی۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُھما مشتھر بالقرآن والضبط وھو عبداللہ بن ذکوان والآخر مشتھر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ وھو ھشام بن عمار وقد رُزِقَ کبر السنّ وصحۃ العقل والرأی فاخذ الناس عنہ قدیماً منھم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضلہ ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ھشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرارت کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرارت عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحیی نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الھذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالیٰ اولٰئك علی ھدًی من ربّھم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وھو احد بنی قِرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ھذیل۔ خویلد قبیلہ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فُرسان العرب وفصحاء شعرائھا وکان یَعدُو علی قدمیہ فیسبق الخیلَ ثم اَسلم وحُسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیّۃ انتہی ما فی عنایۃ القاضی ج۱ ص۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخاً کبیراً ووفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوہ عروۃ قتلتہ ثمالۃ من الازد واَسِرَ ابنہ خراشاً فدعا الذی اَسرہ رجلاً للمنادمۃ فرأی خراشاً موثقاً فی القید فالقی علیہ رداءہ فاجارہ فلما اُطلق قدِم علی ابیہ فقال لہ مَن اَجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابوخراش یمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ الٰھی بعد عروۃ اذ نجا　　خراشٌ وبعضُ الشرِّ اھونُ من بعض

ولم ادرِ من اَلقیٰ علیہ رداءہ　　ولکنہ قد سُلَّ عن ماجدٍ محض

ویقال انہ لایُعرف مَن مَدح مَن لایعرف غیرُ ابی خراش۔

ابوالفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوخراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے، ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھُڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کرنے والے تھے فقال ابوخراش لہ ما تجعل لی ان سبقتھما عدوًا قال ان فعلتَ فھما لك فسبقھما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔

فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّٰی کو گرا کر اس کے خادم ونگراں دبیہ سلمی کو قتل کر دیا تو ابوخراش نے جو اُس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے

ابوخراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروّت مہمانوں کی آمد اور ابوخراش کی مروّت واخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ وابن کلبیؒ لکھتے ہیں مَرَّ علی ابی خراش نفرٌ من الیمن وکانوا حُجّاجًا فنزلوا علیہ فقال ابوخراش ما اَمسیٰ عندی ماءٌ ولکن ھذہ بُرمَۃٌ وشاۃٌ وقِربۃٌ فَرِدُوا فانہ غیرُ بعید ثم اطبخوا الشاۃ وذروا البرمۃ والقربۃ عند الماء حتی ناخذ ھا فامتنعوا وقالوا لانبرح فاخذ ابوخراش القربۃ وسعیٰ نحو الماء تحت اللیل فاستقی ثم اقبل فنھشتہ حیّۃٌ فاقبل مسرعًا حتی اعطاھم الماء ولم یُعلمھم ما اصابہ فباتوا یاکلون فلما اصبحوا وجدوہ فی الموت فاقاموا حتی دفنوہ فبلغ عمر خبرُہ فقال واللہ لولا ان یکون سنۃً لامرتُ ان لایضاف یمانیٌ بعدھا ثم کتب الی عاملہ ان یاخُذ النفر الذین نزلوا بابی خراش فیغرمھم دیتہ۔

خراش بن ابی خراش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد وغازی ہیں۔

ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنو فہم نے ابوخراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کرلیا تو ابوخراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑا لیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑا لیا۔ وقال الاصمعی ھاجر خراش بن ابی خراش فی عھد عمرؓ وغزا فاوغل فی بلاد العدو فقدم ابوخراش المدینۃ فجلس بین یدی عمرؓ وشکا الیہ شوقہ الی خراش وانہ انقرض الیہ وقُتِل اخوتُہ ولم یبق لہ غیرہ قال فکتب عمرؓ بان یقفل خراش وان لایغزو من کان لہ اب شیخٌ الا بعد ان یأذن لہ اھ

ابوخراش کے ترجمہ واحوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵ ۔ وکتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ۱ ص ۲۱۱ واغانی ج ۲۱ ص ۳۸۔ اوران کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الھذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ هو هابیل بن آدم علیہ السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل علیهم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل اللہ من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتكون من اصحٰب النار وذلك جزاء الظلمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان آدم کان یزوج ذکر کل بطن بانثی الاخری وان هابیل اراد ان یتزوج باخت قابیل وکان اکبر من هابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یستأثرها علی اخیه وامره آدم علیه السلام ان یزوجه ایاها فابی فامرهما ان یقربا قربانا وذهب آدم لیحج الی مکة واستحفظ السموات علی بنیه فابین والارضین والجبال فابین فتقبل قابیل بحفظ ذلك فلما ذهب قربا قربانهما فقرب هابیل جذعة سمینة وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من زرع من ردیء زرعه فنزلت نار فاکلت قربان هابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال لاقتلنك حتی لاتنکح اختی فقال انما یتقبل اللہ من المتقین۔

وعن عبد اللہ بن عمرو وایم اللہ ان کان المقتول لاشد الرجلین ولکن منعه التحرج ان یبسط الیه یده۔ وقیل فی قتله انه ضربه بحدیدة کانت معه فقتله وقیل انه انما قتله بصخرة رماها علی رأسه وهو نائم فشدخته وقیل بل خنقه خنقا شدیدا وعضا کما تفعل السباع فمات واللہ اعلم کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۱ ص۹۳۔ وعن ابن مسعود رضی اللہ عنه مرفوعا لاتقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمها لانه کان اول من سن القتل رواه احمد وغیره۔ ذکر ابن کثیر وبجبل قاسیون شمالی دمشق مغارة یقال لها مغارة الدم مشهورة بانها المکان الذی قتل قابیل اخاه هابیل عندها ثم آدم علیه السلام حزن علی هابیل حزنا شدیدا وانه قال فی ذلك شعرا وهو قوله فیما ذکره ابن جریر ؎

تغیرت البلاد ومن علیها ۔۔۔ فوجه الارض مغبر قبیح

تغیر کل ذی لون وطعم ۔۔۔ وقل بشاشة الوجه الملیح

فاجیب آدم علیه السلام۔

اباهابیل قد قتلا جمیعا ۔۔۔ وصار الحی کالمیت الذبیح

وجاء بشرة قد کان منها ۔۔۔ علی خوف فجاء بها یصیح

هذا الشعر فیه نظر لعله الف بعض الناس فنسبه الیه۔ واللہ اعلم۔

قال الامام ابو اسحق الثعلبی فی کتابہ العرائس ص۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قتل ھابیل و آدم بمکۃ اشتاک الشجر وتغیرت الاطعمۃ وحمضت الفواکہ ومر الماء واغبرت الارض فقال آدم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قتل عشرون سنۃ واختلفوا فی مصرعہ فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبۃ حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمہ اللہ بالبصرۃ فی موضع المسجد الاعظم اھ

یعقوب بن اسحٰق بن زید بن عبد اللہ الحضرمی بالولاء البصری المقری المشھور رحمہ اللہ وھو احد القراء العشرۃ وھو المقری الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان. ج ۶ ص ۳۹۰ یعقوب موصوف امام قرات، زاہد، صالح، ورع، امام نحو وعربیت وفقہ وقرات ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانہ بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ فاضلا تقیا ورعا زاھدا سرق رداؤہ وھو فی الصلاۃ ورد الیہ ولم یشعر لشغلہ بالصلاۃ وبلغ من جاھہ بالبصرۃ انہ کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان وسلیمان بن معاذ الضبی وسلیم بن حیان وعبد الرحمٰن بن میمون وابو عقیل دورقی وشعبہ وحماد بن سلمہ وہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس وابو الربیع الزہرانی وعبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی وعقبۃ ابن مکرم وحسین بن علی الصدائی واحمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ وابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر۔ ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنہ فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکنا ورأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیلہ ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قرات کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قرات پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قرات اور ان کا اختلاف ذکر کر کے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیت العلم بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ الکثیرۃ للحروف والفقہ وکان من اقرأ القراء واخذ عنہ عامۃ حروف القرآن مسندا وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین واھل الشام وغیرھم اھ

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدؒ لکھتے ہیں اول من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسۃ الفیل ثم عبد اللہ بن ابی اسحٰق

الحضرمی آہ ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابوعمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابوعمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلاکر مناظرہ کرایا تو عبداللہ غالب ہوئے قال ابوعمرو فغلبنی ابنُ ابی اسحاق بالھمز فنظرتُ فیہ بعد ذلك وبالغتُ فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور رہوا ؎

فلوکان عبد اللہ مولیً ھجوتُہ ولکن عبدَ اللہ مولیٰ موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا تو فرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔ مبرّد فرماتے ہیں اجمعتِ العلماء باللغۃ اَنَّ اوّلَ مَن وَضعَ العربیّۃ ابوالاسود الدؤلی وانہ لقّن ذلك عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اَخذ النحوعن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المھری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبد اللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذہٗ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ بہرحال قاری ثامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدُّہٗ ویعقوب فی القرّاء کالکوکب الدّری

تفرّدہٗ محض الصواب وجھہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوبُ القراءۃَ عرضًا عن سلام بن سلیمان الطویل ومھدی بن میمون وابی الاشہب العطاردی وغیرھم وروی عن حمزۃ حروفًا وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہ زید بن عبد اللہ وشعبۃ واما اسنادہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور وقرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبد الرحمٰن السلمی وقرأ ابو عبدالرحمٰن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضًا جماعۃٌ منھم روح بن عبد المؤمن ومحمد بن المتوکل وابوحاتم السجستانی وغیرھم وسمع منہ الزعفرانی انتھی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولی ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جد زیدی کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن روحؒ۔

یحیی بن المبارک بن المغیرۃ العدوی المعروف بالیزیدی المقرئ النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناۃ البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یحیی بن المبارک یزیدیؒ قراء سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاءؒ کے قرارت میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء و ابن جریج سے تحدیث کی۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرارت کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء و قراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قرارت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحیی یزیدی مذکور سے اخذ قرارت کیا اور یحیی یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحیی یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحیی بن المبارک و ابوعبید قاسم بن سلام و اسحاق بن ابراہیم موصلی و ابوعمرو دوری و ابو حمدون الطیب بن اسماعیل و ابوشعیب سوسی صالح ابن محمد و عامر بن عمر موصلی و ابوخلاد و سلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وخالف الیزیدی اباعمرو فی حروف یسیرۃ من القراءۃ اختارھا لنفسہ۔

یحیی مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ ومعجم مرزبانی ص ۴۸۷ وشرح المرزوقی للحماسۃ ومعجم الادباء ج ۲۰ ص ۳۰ ونور القبس ص ۸۰ ونزہۃ الالباء ص ۵۳ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ والشذرات ج ۲ ص ۴ وغایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ ومرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ وبغیۃ الوعاۃ، ص ۴۱۴ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۴۲۶ وغیرہ۔

یحیی یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلم و مؤدب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قرارتِ حمزہ سکھایئے اور یحیی یزیدی کو کہا کہ مامون کو قرارتِ ابوعمرو بن العلاء پڑھایئے۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحیی یزیدی کی کنیت ابومحمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی و لغوی و ماہر قرارت جرالامۃ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراء سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل و حسین ترین و خوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

وزعمتِ انّی ظالم فھجرتِنی ورمیتِ فی قلبی بسھمٍ نافذٍ
فنعم ھجرتُكِ فاغفری وتجاوزی ھذا مقام المستجیر العائذٍ
ھذا مقام فتیً اضرّبه الھویٰ قرح الجفون بحسنِ وجھك لائذ
ولقد اخذتم من فؤادی اُنسه لاشلّ ربّی کف ذاك الآخذ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی أیکون شئ احسنَ ممانحن فیه ؟ قلتُ نعم یا امیرَ المؤمنین قال وماھو ؟ قلتُ الشکر لمن خولك ھذا الانعامَ العظیم الجلیل۔ فقال احسنتَ وصدقتَ و وَصلنی وامر بمائة الف درھم یتصدق بھا فکانّی انظر الی البِدَرِ وقد اخرجت والمال یُفرّق۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادباء شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابو عبداللہ محمد و ابراہیم و ابو القاسم اسمٰعیل و ابو عبدالرحمٰن عبداللہ و ابو یعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ۔ سب نے لغت و عربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصور والممدود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل یعنی تا آخرِ سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد** شیر۔ آیت الذین ینقضون عھد اللہ کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسُد و اُسْدٌ و آساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اسدۃؔ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء وصفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اُسامہ۔ بحذب۔ بَیْھَس۔ حارث۔ حیدرۃ۔ دواس۔ رِئبال۔ زفر۔ سُبعہ۔ صعب۔ ضِرغام۔ ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافصہ۔ قسوَرۃ۔ کہمس۔ لیث متأنس۔ قہیب۔ ہِرماس۔ وَرْد۔ لحم۔ قشعم۔ اَقدم۔ ہِرضام۔ عرزم۔ عرام۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادباء و علماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی و ادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب و آفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسما بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ إحدی المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہٰذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی صحیح نہیں ہے اور اس کا کلّی و عام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدُلُّ علی عظمۃ المسمّٰی وکونہ مما یُخاف منہ اور بعد ازیں اِس قانون کی کلّیت و صحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلّم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت و خوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ و رسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہٰذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کُتّے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متّصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلّی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلّط اللہ علیہ الحمّی فکانت اول الحمّی نزلت فی الارض فھو لا یزال محمومًا۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبتُ لوحًا فأخرجنی الی اجمۃٍ فیھا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تائہ فجعل یغمزنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطریق ثم ھمھم نظننت انہ السلام۔ وفی دلائل النبوۃ للبیہقی عن ابن المنکدر ایضاً انّ سفینۃ مولی رسول اللہ اخطأ الجیش بارض الروم واُسِر فی ارض الروم فانطلق ھارباً یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال لہ یا اباالحارث انا سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصبص حتی قام الی جنبہ وکلما سمع صوتاً اھوی الیہ ثم یمشی الی جنبہ فلم یزل کذلک حتی بلغ الجیش فرجع الاسد۔

۲۔ **الاِبِل**۔ بکسرِ ہمزہ وبا۔ اُونٹ۔ آیت یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السِّلم کافّۃً کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسمِ جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سُمّی بذلک لانھا تبول علی افخاذھا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابل مھموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائصِ لفظیہ وشرعیہ وخُلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثّہ وطویل العُنُق ہے۔ (۲) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت ومعاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جاسکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کرسکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیھا وعلی الفلک تحملون سفینۃ برّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فانّ العینَ حق فانھا تُدخِل الرجلَ القبرَ والجملَ القِدرَ (۷) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لاتسبُّوا الابل فانھا من نَفَسِ اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً ان الابل خُلِقت من الشیاطین۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرنے کی جگہ یعنی مَبارِک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ۔ وفی الحدیث

لا تصلّوا فی مبارك الابل فانها مأوی الشیاطین۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوعِ سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق والشافعی فی قوله القدیم۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدة الحمراء التی یخرجها من جوفه وینفخ فیها فتظهر من شدقه۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شُریحًا القاضی ذاهبًا فقلتُ این تُرید فقال اُرید الکناسة فقلت وما تصنع بالکناسة قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ**۔ یہ کنیت ہے کوّے کی۔ شهر رمضان الذی انزل فیه القرآنُ کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے۔ کوّے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص۔ ابن بریح۔ ابو حاتم۔ ابو حجادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ ابو زیدان۔ ابو زاجر۔ ابو الشوم۔ ابو غیاث۔ ابو القعقاع۔ ابو المرقال بھی کوّے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

انّ الغراب وکان یمشی مشیۃً ۔۔۔ فیما مضٰی من سالف الاجیال

حسدَ القطاۃ ورام یمشی مشیها ۔۔۔ فاصابه ضرب من العقال

فاضلّ مشیته و اخطأ مشیها ۔۔۔ فلذاك سمّوه ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوّا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کوّا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ **بَعُوضَةٌ**۔ مچھر۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلًا ما بعوضةً۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں مچھر کو بَقّ بھی کہتے ہیں۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خُرطوم یعنی سُونڈ ہیں۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں۔ اسی طرح اس کے چار پَر ہوتے ہیں۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلہ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے۔ مچھر اور مچھر کا پَر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن و احادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے۔

مچھر کا جُثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صناعی کا عجیب و بدیع مظہر ہے۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے۔ نیز ماہرینِ حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسۂ لمس و حاسۂ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں۔

بہر حال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَرٰی مدَّ البعوض جَناحَھا ... فی ظلمۃِ اللیل البھیم الالیل

ویَرٰی مناطَ عروقِھا فی نحرِھا ... والمخَّ فی تلک العظام النُّحل

اُمنُن علیَّ بتوبۃٍ تمحو بھا ... ماکان مِنّی فی الزمان الاوّل

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں۔

۵۔ **البقرۃ**۔ بیل۔ گائے۔ سورۂ بقرہ میں بیل، گائے کا قصہ مذکور ہے۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر و انثیٰ یعنی نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسمِ جنس ہے۔ اسمِ جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ وتمر و بعوضۃ وبعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر وھذہ بقرۃ للانثیٰ کما تقول ھذا بطّۃ للذکر وھذہ بطّۃ للانثیٰ۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر وبقران وباقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے۔ یقال بقر اذا شقّ سمی بذلک لانہ یبقر الارض ویشقّھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی بن العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقّہ ودخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحمِ بقر کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیۃ بقر ثابت ومروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّٰی عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانہا شفاءٌ وسمنہا دواءٌ ولحمہا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حرّم علیکم المیتۃ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسم جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر ومؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ التشبیہ انھم حیاری فزعون لا یھتدون والجراد لا جھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثۃ ومختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

روی الطبرانی والبیہقی مرفوعًا لا تقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ وبنو عمّی عبد اللہ وقثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبد اللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سالتُ ابی عن ذلک فقال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الٰہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقًا لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد الله هذا من العلم المكنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ **الحمار**۔ گدھا۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃً کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و اَحمرۃ ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص اَتان و حمارۃ کہتے ہیں۔ زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے۔ کنیت ابوصابر۔ ابوزیاد اور مادہ کی کنیت امّ محمود و ام تولب و ام جحش و ام نافع و ام وہب ہے۔ قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اَمایخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ صوتہ صورۃ حمار اویحوّل راسہ رأس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصدًا و عمدًا امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشھور بھا فقرأ علیہ جملۃ لکنہ کان یجعل بینہ و بینہ حجابًا ولم یر وجھہ فلما طالت ملازمتہ لہ و رأی حرصہ علی الحدیث کشف الستر فرأی وجھہ وجہ حمار فقال لہ احذر یا بنیّ ان تسبق الامام فانی لما مرّ بی ھذا الحدیث استبعدتُ وقوعہ فسبقتُ الامام فصار وجھی کما تری۔ حاشیہ ترمذی ج ۱ صـ ۱۰۳

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نھاق الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا واذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینکنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیثِ مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور وکامل ابن عدیّ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا قال شر الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعًا ممنوع ہے۔

رُسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعتُ اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنتُ راکبًا حمارًا یومًا وکان الذباب یؤذیہ فیُطأطئ راسہ وکنت اَضرِبُ رأسہ بخشبۃ فی یدی فرفع الحمارُ راسہ الیّ وقال اضرب فانک ھکذا علی راسک تُضرب قال الحسین فقلت لابی سلیمان لک وقع ھذا قال نعم کما تسمعُنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیھم السلام یرکبون الحمر ویلبسون الصوف و یحلبون الشاۃ۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاذ و مفتی جو اس وقت (۱۴۰۱ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کر و اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہرحال متکبّر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبّر کے ازالہ وحصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء و متکبّرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء و مساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قاله ابن عبد البر وانما رویت الرخصة فيه عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثَّوْر**۔ بیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان آیۃ "ملكه ان یاتیکم التابوتُ الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمّی بذالك لانّه یثیر الارض کما سمیت البقرة بقرة لانها تبقرها۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی وصحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اهل الجنّة حین یدخلونها ینحر لهم ثور الجنّة الذی کان یاکل من اطرافها ویاکلون من زیادة کبد الحوت۔ وعن ابی هریرةؓ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامة رواه البزار وفی روایة ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامة**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعةً من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و اُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام و حمائم و حمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام هو البری والیمام الذی یالف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام هو الحمام البری والواحدة یمامةٌ۔ بعض کتبِ اُدباء واہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذو طوق ہو والطوقُ الحُمرةُ او الخُضرةُ او السّوادُ المحیط بعنق الحمامة۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے انّ کلّ ما عبّ وهدر فهو حمام وان تفرّقت اسمائه وما شرب قطرةً قطرةً کالدجاج فلیس بحمامة۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اهل اللغة ان الحمام یقع علی الذی

یألف البیوت ویستفرخ فیھا وعلی الیمام والقمری والفواخت والدبسی والقطا والوراشین والزاغ وغیر ذلک من الطیور۔

وروی ابو داؤد عن ابی ھریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یتبع حمامۃً فقال شیطان یتبع شیطانۃً۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یُعجبہ النظر الی الاترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منھا انہ لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وھو عفیف فی السفاد یجر ذنبہ لیعفی اثر الانثی کانہ قد علم ما فعلت فیجتھد فی اخفائہ۔ ومنھا ما قال المثنّی بن ھیرانہ قال لم ار شیئا قط من رجل وامرأۃ الا وقد رأیتہ فی الحمام رأیت حمامۃ لا ترید الا ذکرھا وذکرا لا یرید الا انثاہ الا ان یھلک احدھما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعًا درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے رویٰ البیہقی فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعبُ بالحمام من عمل قوم لوطٍ وقال ابراھیم النخعی من لعب بالحمام الطیارۃ لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور وہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلک مما صدَّ المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینک الحمامتین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منہ حمامۃٌ ترتعد وقد طردھا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنھا ولم تقدر الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدۃ البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیھا ورقّ لھا واخذھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیھًا منھا۔ ؎

مَن نَبَّأَ الورقاءَ اَنّ محلّکم ۔۔۔ حرمٌ وانک ملجأٌ للخائف

وَفدت علیک وقد تدانی حتفھا ۔۔۔ فحبوتھا ببقائھا المستأنف

لَو اَنھا تُحبیٰ بمالٍ لانثنت ۔۔۔ من راحتیک بنائلٍ متضاعف

۱۰۔ **الدّجاجۃ**۔ مُرغی۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجۃ کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالکؒ۔ دجاجۃ کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجۃً لکثرۃ اِقبالھا وادبارھا وحرکتھا یقال دجّ القومُ اذا اَقبلوا وادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدیٰ وعشرینؒ ام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سو جانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدار خروج نفس ورجوع نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جا سکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈہ گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرک فذکر و ان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاک القری۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیثِ شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دُجاجۃً قال ذلک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فرُبطت ایامًا ثم یأکلھا بعد ذلک۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ **الدّیك**۔ مرغ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدّجاج۔ اس کی کنیت ہے ابوحسان وابوحماد وابوسلیمان و ابومدلج و ابونبھان و ابویقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلاً یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کر کے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادرًا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیك الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیتہ وستۃ عشر بیتا من جیرانہ۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیك ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃ یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انہ کان لسعید بن جبیرؒ دیك یقوم فی اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃً حتی اَصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلك اللیلۃ فشق ذلك علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلك۔

ثانیًا عن ابی ھریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صِیاحَ الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا واذا سمعتم نھاقَ الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا۔ قال القاضی العیاض سببہ رجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتھم لہ بالاخلاص والتضرع وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرك بھم۔

ثالثًا رُوی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یُحبّھا اللہ صوت الدیك وصوت قارئ القرآن

وصوت المستغفرین بالاسحار۔ وروی احمد وابوداؤد عن زید بن خالد الجهنیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسبّوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰۃ وفی روایۃ فانه یدعوالی الصلوٰۃ وفیه دلیل علی انّ کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یُسبّ ویُستھان بل حقّه ان یکرم ویُشکر ویتلقی بالاحسان۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی ھریرۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اَذِن لی ان اُحدِّث عن دیكٍ رجلاہ فی الارض وعنقه منثنیۃ تحت العرش وھو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیردّ علیه ما یعلم ذلك من حلف بی کاذبًا۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحۃ عن عمرؓ انه قال علی المنبر رایتُ فی المنام کان دیکًا نقرنی ثلث نقرات فقلتُ اعجمیّ یقتلنی وانی جعلتُ امری الی ھؤلاء الستۃ الذین توفّی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ عثمان وعلیّ وطلحۃ والزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھم۔

۱۲۔ **الذُّباب** ۔مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلاً ما بعوضۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلّۃ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال و تشدید باء ہے۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذبَۃ بفتح المیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فرا کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب۔ کما یقال ارض موحوشۃ۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کنیت ابو حفص وابو حکیم وابو الحدرس ہے۔ ذبابؔ کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرۃ حرکته واضطرابه۔ وقیل لانّه کلّما ذُبّ آب۔ او لانه یُذَبُّ ای یُدفع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی اَبرو نہیں ہیں اور اَبرو ہی آنکھ کو گرد و غبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرما دیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابو العلاء کہتا ہے ؎

یا طالبَ الرزقِ الھنیئ بقوّۃٍ ۔۔۔ ھیھات انتَ بباطل مشغوفٌ
رعتِ الاُسودُ بقوۃٍ جیفَ الفلا ۔۔۔ ورعی الذبابُ الشھدَ ھو ضعیفٌ

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحیی بن معاذ ان اباجعفر المنصور کان جالسًا فالحّ علی وجهه ذبابٌ حتی اضجرہ فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال له ھل تعلم لماذا خلق اللہ الذباب۔ قال نعم لیُذِلَّ به الجبابرۃ۔ فسکت المنصور۔ مقاتل موصوف مشہور محدث ومفسر

گزرے ہیں۔ تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یقع علی جسدہ ولا ثیابہ ذباب اصلاً۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الاٰخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بڑے تأمل وتجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسب داء ہے اور دائیں جانب مناسب دواء ہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اجرأ من ذبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأ من ذبابۃ۔

۱۳۔ **الزنبور**۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور ہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابوعلی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان ما یُبکیک فقال لسعنی طائرٌ کانّہ مُلتفٌّ فی بُردی حِبَرٍ فقال حسّان یا بُنیّ قلتَ الشعر وربّ الکعبۃ ای ستقولہ۔ وما احسن ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا | لدی الطیران اجنحۃ وخفقٌ
ولکن بینَ ما یصطادُ بازٌ | وما یصطادہ الزنبور فرقٌ

وعن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مَن قتل زنبوراً اکتسبَ ثلثَ حسناتٍ ولکن یُکرہُ اِحراقُ بیوتہ بالنار قالہ الخطابی فی معالم السنن۔ وسُئل امام احمد عن تدخین بُیوتِ الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا بأس بہ وھو احبُّ الیّ من تحریقھا۔

۱۴۔ **السُّمانیٰ**۔ بضم السین وفتح النون بروزن حباریٰ۔ بٹیر۔ مَنّ وسلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاویؒ ترنجبین وسُمانیٰ سے کرتے ہیں۔ سمانی یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت درد گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانی وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السمك**۔ مچھلی۔ اس کا واحد سمکۃ ہے۔ جمع اسماک و سموک ہے۔ انما حرم علیکم المیتۃ کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحلت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمک والجراد۔ رواہ الدارقطنی والبیہقی۔ بحری حیوانات میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیواناتِ بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب وخنزیرِ بحری کا استثناء کیا ہے۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبیؐ علیہ السلام قال ان اللہ عز وجل خلق الف امۃ منھا ستمائۃ فی البحر واربعمائۃ فی البر۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمٰن بن ھارون المغربی قال رکبت بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال لہ البرطون وکان معنا غلامٌ صقلیٌ معہ صنارۃ فالقاھا فی البحر فصاد بھا سمکۃ نحو الشبرِ فنظرنا فاذا خلف اُذنھا الیمنیٰ مکتوبٌ لا الٰہ الا اللہ۔ وفی قفاھا محمدٌ وخلف اُذنھا الیسریٰ رسول اللہ۔

۱۶۔ **رُخال**۔ بضم الرا۔ جمع رَخِل ککتف وھو ولد الضأن۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرینِ علم عربیت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ **الشاۃ**۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدیۃ من صیامٍ اوصدقۃ اونُسُک کے بیان میں مذکور ہے۔ شاۃ میں تاء تانیث نہیں بلکہ یہ تاء وحدت ہے۔ لہذا ضأن و معز کے ذکر و انثیٰ دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاھۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویھۃ اور جمع شیاہ بالہاء ہے۔

فی سنن ابن ماجہ وکامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی رزین بن عبد اللہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا الشاۃ من دوابِّ الجنۃ وفی البیہقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاۃ اذا ذبحت سبعًا الذکر والاُنثیین والدم والمرارۃ والحیاء والغدۃ والمثانۃ وروی مسلم انہ کان بین مصلی رسول اللہ و بین الحائط ممر الشاۃ۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیۃ بغنم اھل الکوفۃ فسأل ابو حنیفۃ رحمہ اللہ کم تعیش الشاۃ قالوا سبع سنین فترک اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیدہ اعطاہ شاۃً وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باطیب ما فیھا فذبحھا واتاہ بقلبھا ولسانھا ثم اعطاہ فی یوم اٰخر شاۃً اُخری وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باخبث ما فیھا فذبحھا واتاہ

بقلبها ولسانها فسألته عن ذلك فقال هما أطيب فيها إن طابا وأخبث ما فيها إن خبثا۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب وغریب حکایت ذکر کی ہے ان ابا جعفر البصری وکان من اهل الخیر والصلاح قال أضجعتُ شاةً لأذبحها فمرّ أیوب السختیانی فالقیتُ الشفرةَ وقمتُ معه أتحدّث فوثبتِ الشاةُ فحفرت فی اصل الحائط ودحرجتِ الشفرةَ فالقتها فی الحفرة والقت علیها التراب فقال لی ایوب اما ترٰی اما ترٰی فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلک الیوم۔

۱۸۔ **طاووس** ۔ آیت فخذ اربعة من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاوس حسین ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو الحسن وابو الوشی ہے۔ طاوس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب وفخر وخود پسند ہے فی طبعه العفة وحب الزهو بنفسه والخیلاء والاعجاب بریشه وعقده لذنبه کالطاق لاسیما اذا کانت الانثی ناظرة الیه واعجب الامور انه مع حسنه یتشاءم به وفی امثال العرب ازهی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ **عنقاء** ۔ ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم الآیة کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقاء ایک پرندہ ہے۔ پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابو العلاء معری کہتا ہے

الجودُ والخِلُّ والعنقاء ثالثةٌ   أسماء اشیاء لم توجد ولم تکن

اسے عنقاء مُغرب وعنقاء مغربة بھی کہتے ہیں۔ سُمیت بذلک لطول عنقها۔

وقیل هو طائر یکون عند مغرب الشمس قال القزوینی انها اعظم الطیر جثة واکبرها خلقة تخطف الفیل کما تخطف الحدأة الفأر وکانت فی قدیم الزمان بین الناس فتأذّوا منها الی ان سلبت یومًا عروسًا بحلیها فدعا علیه حنظلة النبی علیه السلام فذهب الله بها الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یُسمع لاجنحتها دوِیّ کدوِیّ الرعد القاصف وتعیش الفی سنة وذکرها ارسطو فی بعض الکتب وذکر طریق اصطیاد الناس لها وقال ان لها بطنًا کبطن الثور وعظام کعظام السبع وهی من اعظم سباع الطیر اه

وذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الرسّ جبل عالٍ فیه عنقاء وهی عظیمة لها وجه کوجه الانسان وفیها من کل حیوان شبه وهی من احسن الطیر فذهبت یومًا بصبیّ ثم ذهبت بجاریة فشکوا ذلک الی نبیهم حنظلة بن صفوان علیه السلام فدعا بها فاصابتها صاعقة فاحترقت وکان حنظلة علیه السلام فی زمن الفترة بین عیسٰی ومحمد علیهما السلام اه

وذکر ابن خلکان وغیره ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عنده من غرائب الحیوان مالم یجتمع عند غیره فمن ذلک العنقاء وهو طائر جاءه من صعید مصر فی طول البلشون لکنه اعظم جسمًا منه له لحیة وعلی

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔

وفی السیرة الحلبیة ج ۱ ص۲۰۳ ذکر حنظلة النبی علیہ السلام وذکر ان قومه ابتلاهم الله تعالى بطير عظيم ذي عنق طويل كان فيه من كل لون فكان ينقض على صبيانهم فيخطفهم اذا اعوزه الصيد وكان اذا خطف احدًا منهم اغرب به اى ذهب به الى جهة المغرب فقيل له لطول عنقه ولذهابه الى جهة المغرب عنقاء مغرب فشكوا ذلك الى حنظلة عليه السلام فدعا على تلك العنقاء فارسل الله عليها صاعقة فاهلكتها ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علما مثل بیضاوی و زمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی و عیسیٰ علیہما السلام کے مابین زمانہ فترة میں مبعوث ہوئے تھے لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام سے مقدم ہیں۔

عنقا و نسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انه امة من الامم لكل واحد منهم نصف بدن ونصف رأس ويد ورجل كانه شق انسان نصفين يقفز على رجل واحدة قفزًا شديدًا ويعدو عدوًا شديدًا منكرًا وقال الميداني في كتاب الامثال ان الناس يأكلون النسناس يقال انهم من نسل ارم بن سام اخي عاد وثمود ليست لهم عقول وهم يتكلمون بالعربية ويتسمون باسامي العرب ويقولون الاشعار اھ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروى ابونعيم في الحلية عن ابن عباس انه قال ذهب الناس وبقي النسناس قيل ما النسناس قال الذين يتشبهون بالناس وليسوا منهم۔

بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس و نسناس و نسانس۔ اور جن کی دو نوعیں ہیں۔ اول جن جو قوی و اعلیٰ ہیں۔ دوم حن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم كثير من الناس ان الحيوان الناطق ثلاثة اجناس ناس ونسناس ونسانس وهذا محال من القول لان النسناس انما وقع هذا الاسم على السفلة من الناس والرذال وقد قال الحسن ذهب الناس وبقي النسناس قال الشاعر ؎

ذهب الناس فاستقلوا وصرنا خلفا في اراذل النسناس

اراد به ما وصفنا اى ذهب الناس وبقي من لا خير فيه (وقد ذهب) كثير من الناس الى ان الجن نوعان اعلاهم واشدهم الجن واضعفهم الحن وانشد الراجز

مختلف سحرهم جن وحن

وهذا التفصيل بين الجنسين من الجن لم يرد به خبر ولا صح به اثر وانما ذلك من توهم الاعراب على ما بينا آنفا وقد غلب على كثير من العوام الاخبار عن معرفة النسناس وصحة وجوده في العالم كالاخبار عن وجوه الصين وغيرها

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فى المشرق وبعضهم فى المغرب فاهل الشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يسير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد ونأى عن الديار وقد رووا فى ذلك خبرا مخرجه من طريق الآحاد ان ذلك فى بلاد حضرموت من الشحر وهو ماذكرناه عن عبد الله بن كثير بن عفير المصرى عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نجيم عن شيبة بن الحرث التميمى قال قدمت الشحر فنزلت على رأسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيد والنا منها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منها مع بعض اعوانه المهرة فقال لى النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فى قنصه فلما خرجنا الى ذلك السحر خرج منها واحد يعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فى ذقنه ومثل الثدى فى صدره ومثل رجلى انسان رجلاه وقد الظ به كلبان وهو يقول ؎

الويل لى مما به دهانى	دهرى من الهموم والاحزان
قفا قليلا ايها الركبان	واستمعا قولى وصدقانى
انكما حين تحاربانى	الفيتمانى حضر ايمانى
لولا سباقى ماملكتمانى	حتى تموتا او تفارقانى
لست بخوار ولا جبان	ولا بنكس رعش الجنان
لكن قضاء الملك الرحمن	يذل ذا القوة والسلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال آخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس اخرخذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لوسكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يالسان احفظ الرأس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فى بلادها وتأكلها قال المسعودى وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهى تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهى ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستظرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فى العالم وانما ذلك من هوس العامة اختلطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فى العالم ورووا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فى العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فى القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فى العالم

هذا باب هو داخل فى حيز الممكن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ويحتمل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدرة الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كتأتيه فى غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا فى العالم طالبا للبقاع النائية من البر مباينا لسائر انواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التى فيه لغيره مما قد احكمته الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التى بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا فى ذلك الا النقل وان نعزوه الى راويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه ورواه فينظمه على حسب ما يأتى نظمه فى ذلك الموضع المستحق له والله ولى التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر يتصل بخبر خالد بن سنان العبسى وقد قدمنا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العبسى وانه ذكر انه كان فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار واطفائه لها (فلنذكر الان خبر العنقاء) على حسب ما رووه فلا بد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين ومخرج هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدثت الحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزى قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا فى الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجوه الناس وكان فى اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيهما مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماها بالعنقاء واوحى الله تعالى الى موسى ابن عمران انى خلقت طائرا عجيبا خلقته ذكرا وانثى وجعلت رزقه فى وحش بيت المقدس وانستك بهما ليكونا مما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزالا يتناسلان حتى كثر نسلهما وادخل الله موسى وبنى اسرائيل فى التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون فى التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل وكانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فى التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع يوشع بن نون تلميذ موسى ووصيه فانتقل ذلك الطائر فوقع بنجد والحجاز فى بلاد قيس عيلان ولم يزل هنالك يأكل من الوحوش ويأكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبى من بنى عبس بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليها فقطع نسلها فبقيت صورتها تحكى فى البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوى الدراية الى ان اقوال الناس فى امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجيب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم

وصبحهم بالجيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبى بنى عبس بشر برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاة قال لقومه اذا انا متّ فادفنونی فی حقف من هذه الاحقاف وهی تلول عظام من الرمل واحرسوا قبری ایاما فاذا رأیتم حمارا اشهب ابتر یدور حول الحقف الذی فیه قبری ایاما فاجتمعوا ثم انبشوا قبری واخرجونی الی شفیر القبر واحضروا لی کاتبا ومعه مایکتب فیه حتی املی علیکم مایکون ومایحدث الی یوم القیامة قال فرصدوا قبره واجتمعوا علیه لینبشوه کما امرهم فحضر ولده وشهروا اسیوفهم وقالوا واللہ لاترکنا احدا ینبشه اترید ان نعیر بذلک غدا وتقول لنا العرب هؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنه وترکوه قال ابن عباس ووردت ابنة له عجوز قد عمرت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاها بخیر واکرمها واسلمت وقال لها مرحبا بابنة نبی ضیعه اهله انتهی کلام المسعودی بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصۂ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالٰی ثم اتخذتم العجل من بعدہٖ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عجّول بکسر عین وتشدید جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمی عجلا لاستعجال بنی اسرائیل عبادته وکانت مدة عبادتهم له اربعین یوما فعوقبوا فی التیه اربعین سنة سنة فی مقابلة یوم۔ وعن حذیفة بن الیمان ان النبی علیه السلام قال لکل امة عجلٌ وعجل هذه الامة الدینار والدرهم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو جحش۔ ولد فرس کو مُہر۔ ولد ناقہ کو حُوار۔ ولد فیل کو دَغفل۔ ولد شاۃ کو حَمَل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جدی۔ ولد اسد کو شِبل۔ ولد ظبی کو خشف۔ ولد ضبع کو فُرعُل۔ ولد دُبّ کو دَیسم۔ ولد خنزیر کو خنّاص۔ ولد ثعلب کو ہجرس۔ ولد کلب کو جِروٌ۔ ولد فارہ کو درص۔ ولد ضبّ کو حسل۔ ولد قرد کو قشۃ۔ ولد ارنب کو خرنق۔ ولد حیّۃ کو حرِیش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو رَأل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ۔ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت اَن یضرب مثلاً ما بعوضۃ" کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابوخیثمہ وابوقشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھے آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیا میں حریص تر مکھی ہے اور قانع وصابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالٰی نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرما دیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیۃ وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه انه قال طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیت یورث الفقر۔ وفی مراسیل ابی داؤد عن یزید بن مرثد ان النبیّ علیه السلام قال ان العنکبوت شیطانٌ فاقتلوه۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غار ثور پر فورًا بڑا جالا بنا دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالٰی نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفی الحلیۃ للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرۃ قال نسجت

العنکبوتُ مرّتین علی نبیّین علی داؤد حین کان جالوت یطلبہ وعلی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر انّ العنکبوت نسجت ایضًا علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنھم لما صُلِب عُریانًا فی ۱۲۱ھ فاقام مصلوبًا اربع سنین۔ قرآن میں ہے وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوّا۔ آیت شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادۂ غ رب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعد ان النبی علیہ السلام قال انّ اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغِربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُربِ اجمع غرابًا ثم اَغربۃ　　واَغرُبٍ وغرابینٍ وغِربانٍ

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو حجادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف وزاغ واَکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے اَعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یارسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیہ بیضاء۔ و عن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرّ الظھران فاذا بغربان کثیرۃ فیھا غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ من النساء الامثل ھذا الغراب فی ھذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجہ احمد والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلّت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب ابقع ہے جس میں سواد وبیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب ابقع غرابِ بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غراب البَین لانہ بان عن نوح علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام لما وجّھہ لینظر الی الماء فذھب ولم یرجع ولذلک تشائموا بہ۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناسِ فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِلّ وحرم میں جائز ہے

غرابِ بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب و غیر آباد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائدِ اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوّا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق و فنا۔ اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہو جائیں گے کسی نے کوّے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

أنوحُ علی ذهابِ العُمرِ منّی ۔۔۔ وحقٌّ ان أنوحَ وأن أنادی
وأندبُ کلما عاینتُ رکبًا ۔۔۔ حدا بهمِ لوشكِ البین حادی
یُعنّفنی الجهولُ إذا رآنی ۔۔۔ وقد اُلبستُ أثوابَ الحدادِ
فقلتُ له اتّعظْ بلسانِ حالی ۔۔۔ فانی قد نصحتُك باجتهادِ
وهاانا کالخطیبِ ولیس بدعًا ۔۔۔ علی الخُطباءِ أثوابُ السوادِ
أنوحُ علی الطُلولِ فلم یُجبْنی ۔۔۔ بِساحتِها سوی خُرسِ الجمادِ
فاکثر فی نواحیها نواحی ۔۔۔ من البینِ المفتّتِ للفؤادِ
تیقّظْ یا ثقیلَ السمعِ وافهم ۔۔۔ اشارةَ من تسیرُ به الغوادی
فما من شاهدٍ فی الکون إلا ۔۔۔ علیه من شهودِ الغیبِ بادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوّا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابو الہیثم کہتا ہے ان الغراب یُبصِر من تحت الارض بقدر منقارہ۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا مآخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب و نادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب و مستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرّح به القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزهری عن ابی واقد عن روح بن حبیب قال بینما انا عند ابی بکرؓ اذ اُتی بغراب وفیه قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما صِید قط صیدٌ الا بنقص من تسبیح ولا أنبت اللہ نابتةً إلا وکّل بها ملکًا یُحصِی تسبیحها حتی یأتی به یوم القیامة ولا عضت شجرة ولا قطعت الا بنقص من تسبیح ولا دخل علی امرئٍ مکروہ الا بذنب وما عفا اللہ عنه اکثر یا غراب اعبد اللہ ثم خلّی سبیله۔

۲۳۔ **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت وآتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع أفراس ہے۔ ذکر و انثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی و فراء کے نزدیک مادہ کو فرَسَۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب و ابومُدرِک و ابومضی و ابوالضِمار و ابوالمنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علوِّ ہمت و شرفِ نفس و کرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کر کے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لایُخبّلُ احدًا فی دار فیھا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبل النبیؐ علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشھد؟ قال بتصدیقك یارسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھادۃ خزیمۃ شھادۃ رجلین۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ھل حضرتنا یاخزیمۃ قال لا قال فکیف تشھد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت وامی یارسول اللہ اُصدِقك علی اخبار السماء ومایکون فی غد ولا اصدقك فی ابتیاعك ھذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انك لذو الشھادتین یاخزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلك الاعرابی وقال لابارك اللہ لك فیھا۔ فاصبحت من الغد شائلۃ برجلیھا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعًا ان یکن الخیر فی شئ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّیٰ ہے۔

۲۴- **فَرَاشَۃ**۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لایستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃً کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آکر گرتی ہیں۔ چراغ پر آکر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزر جاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہٰذا وہ پھر واپس آتی ہیں تا آنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہوات نفسانیہ اور خواہشات شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہو کر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کر کے اپنے آپ کو آتش جہنم کا ایندھن بنا لیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیت جهل الآدمی كان كجهل الفراش فانها باغترارها بظاهر الضوء ان احترقت تخلصت فی الحال والآدمی یبقی فی النار ابد الآباد او مدة مديدة فلذلك كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انكم تتهافتون فی النار تهافت الفراش وانا آخذ بحجزكم۔

قال الله تعالى يوم يكون الناس كالفراش المبثوث۔ هذا التشبيه بالفراش فی الكثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروى مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مثلی ومثلكم كمثل رجل اوقد نارًا فجعل الجنادب والفراش يقعن فيها وهو يذبهن عنها وانا آخذ بحجزكم عن النار وانتم تفلتون من يدی۔ وروى البيهقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی عليه السلام قال مالی اراكم تتهافتون فی الكذب تهافت الفراش فی النار۔ كل الكذب مكتوب الا الكذب فی الحرب والكذب فی اصلاح ذات البين وكذب الرجل على امرأته ليرضيها۔

۲۵۔ **القُراد**۔ چچڑی۔ فراشہ و قُراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قُراد کی جمع قِردان ہے۔ قُراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جوں انسان کے لیے ہے یقال قرِّد بعيرك تقريدًا ای انزع منه القراد ويقال اسمع من قُرادٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ويقال اعمر من قُراد۔

عرب کا یہ خیال تھا کہ قُراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشيخ حمزة وهذا من اكاذيبهم وانما الضجر منهم به دعاهم الى هذا القول فيه۔

۲۶۔ **القِردة**۔ بندر۔ قال الله تعالى فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابو خالد۔ ابو حبیب۔ ابو خلف۔ ابو ربہ۔ ابو قشہ ہے۔ قِرد کی جمع قُرود اور قِردَة ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کر سکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بہ یک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کرکے بندر بنادیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اٰخر الزمان تأتی المرأۃ فیجد زوجھا قد مسخ قردًا فانہ لایؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضبّ فابی ان یاکلہ وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مُسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کرکے انسان بن گیا۔ یہ نظریہ ارتقاء کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت وصورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقۂ ارتقاء یعنی بطریقۂ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کرکے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریہ ارتقاء صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریہ ارتقاء باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرّہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز وخاطی اس قسم کے جدید انکشافات ونظریات وعلومِ جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ وانکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر وتہہ منظر وتفصیلات وجرح وتعدیل، صحیح وخطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد ولافخر۔ لیکن اکثر طلبہ واہلِ علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافۂ معلوماتِ طلبہ وعلماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریہ ارتقاء کے بارے میں کتب متعلقہ سے چیدہ چیدہ حوالے وعبارات من وعن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہلِ یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب ومبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء وطلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہو جائے گی۔ کتب متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریۂ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرین نظریۂ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

◎ مسئلہ ارتقاء(۱) ◎

"اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادّہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعد ازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟۔ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔

اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیا۔ ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہوجاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے .... "سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا اکھڑ درا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کر دو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا، جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھردرا پن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرّہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری متحرک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور متحرک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہو جاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدأ ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادّہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلۃً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقا کا مطلب زمانۂ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گرو گھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح وصراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی نام وری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دُھن سوار ہوگئی تھی قِسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جارہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ میتھل نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونگے اس طرح کسی زمانۂ بعید میں اس کش مکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رُونما ہو جائے گی۔

ملکی آب وہوا کے لحاظ سے جان داروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتداہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتوں کی صدہا اقسام پیدا ہوگئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، اُلو، چمگادڑ

اس کی بیّن مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوئی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہوسکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہوگئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریۂ ارتقاء کے مطابق، ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت، بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سُن کر حیرت ہوگی کہ نظریۂ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد، لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہوچکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہٰذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کر کے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈارون نے "انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علماء نے بھی بندر کے لیے لفظ "وانر" نہایت مناسب استعمال کیا تھا مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقاء کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اُتانگ چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلۃً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو حسبِ خواہش ہلا ڈُلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذراسی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سُنائی دیتی ہے۔ ان کے چلّانے کی آواز بہت کچھ "کوایک کوایک ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ ادھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چباڈالتا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبو کر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو اِدھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چپ چپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصور وار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماترا اور بورنیو ہیں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتّیاں بچھا کر سوتا ہے۔ کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑ رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتّوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اتر آتے ہیں۔

پروفیسر دیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوتِ حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ منہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ برش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے۔ گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور ان بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زمینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا، چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں۔ جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین انگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی ان بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلاوجہ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آگیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریۂ ارتقا کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضہ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اوراس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو طے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اُتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلباء مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضرور ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہٰذا یہ بڑا اور مضبوط ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جان دار کی ابتداء حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہوجاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلاء پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشوونما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{5}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہوجاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہوکر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہٰذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہوگئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہذا یہ بے کار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈلا نہیں سکتے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جا سکتا۔ لیکن جیسے جیسے مدّت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتّوں کے حمل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ لیکن گبّن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نڈھال ہو جاتی ہے۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکل نے "انسان کی ترقی" کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دَورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھتا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلاء دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہو گا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلّی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں۔ پھر جھلّی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پیر نکل آتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانۂ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔
تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریۂ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے' وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریۂ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔
نظریۂ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جُوں کے تُوں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔
اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلۃً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزّل کا بھی اُتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہو گا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہو گا۔ لیکن اگر اس کے تنزّل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقی معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیّل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔"

◎ ← نظریۂ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے ◎

یہ ہے نظریۂ ارتقاء والوں کی تقریر جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوعِ انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے یہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحد نمل ہے۔ جمع نمال ہے۔ مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَمنول اذا اصابہ النمل ۔ نمل کی کنیت ابو مشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نوبہ وام مازن ہے ۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انھیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انھیں دو حصے کر لیتی ہیں ۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں ۔ اور جب تعفن کا خطرہ ہو جائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں ۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاند کی روشنی میں کرتی ہیں ۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱۔ انسان ۲۔ عقعق ۳۔ چیونٹی اور ۴۔ چوہا ۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے ۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظّم طریقے سے اپنے بِل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے ۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے ۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سلُوا عمّا شئتم ۔ ابو حنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے ۔ تو ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہو گئے ۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی ۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے ۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا ۔ فقال ابو حنیفۃ کانت انثیٰ ۔ فقیل لہ کیف عرفتَ ذلک ۔ فقال من قولہ تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا لقال قال نملۃ ۔ لانّ النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعھا علی الذکر والانثیٰ ۔ انتہیٰ کذا فی کتب التاریخ ۔

دارقطنی میں ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیہ السلام قال لا تقتلوا النملۃ فانّ سلیمان علیہ السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا ھو بنملۃ مستلقیۃ علی قفاھا رافعۃ قوائمھا تقول اللھم انّا خلق من خلقک لا غنی لنا عن فضلک اللھم لا تؤاخذنا بذنوب عبادک الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا بہ شجرًا وتطعمنا بہ ثمرًا فقال سلیمان علیہ السلام لقولہ ارجعوا فقد کُفیتم وسُقیتم بغیرکم ۔

۲۸۔ **النّاقۃ** ۔ اونٹنی ۔ لفظ ناقۃ دراصل نوَقۃ بروزن فعلۃ تھا ۔ پھر واو الف ہو کر ناقۃ ہوا ۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلّت اَدْنُق ہے ۔ اونق دراصل انوق تھا ۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلبِ مکانی کرنے کے بعد اَوْنُق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے اینق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے ۔ ناقہ کی کنیت امّ بوّ وامّ حائل وامّ حوار وام السقب وام مسعود ہے ۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں ۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیھا ولا جملی ۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءۃ وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقۃً یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث او امر ثم یخلط بغیرہ ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے ۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل بناقۃ مخطومۃ

فقال هذهٖ فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک بھا یوم القیامۃ سبعمائۃ ناقۃٍ مخطومۃ اخرجہ مسلم۔
ناقۂ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ھذہٖ ناقۃ اللہ۔ اضافتِ ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قُدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتلِ ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثۃ عاقر ناقۃِ ثمود وابنُ آدم الاوّلُ الذی قتل اخاہ ماسُفِکَ علی وجہِ الارض دمٌ الّا لحقہ منہ اثمٌ لانّہ اوّلُ من سنّ القتلَ وقاتلُ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوۃ تبوک امرھم ان لا یشربوا من بئرِھا ولا یستقوا منہا فقالوا قد عجنّا منہا واستقینا فامرھم علیہ السلام ان یطرحوا ذلک العجین ویُھریقوا ذلک الماءَ وامرھم ان یستقوا من البئر التی کانت تردھا الناقۃ۔

۲۹۔ **النَّسر۔** گدھ۔ عُقاب۔ فما بحث بجا رتھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے اَنسُر و نُسور۔ اور کنیت ابو مالک وابو المنہال وابو یحییٰ و ابو الابرد ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اَعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا اشمّ الطیبَ مات لوقتہ۔

ثالثاً، ھو اشدّ الطیر طیراناً واقواھا جناحاً۔

رابعاً، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامساً۔ وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم والم سے مر جاتا ہے۔

سادساً، لیس فی سِباع الطیر اکبر جُثّۃً منہ ویقال للنسر ابو الطیر ایضاً قال الشاعر ؎

فلا و ابی الطیرِ المربّۃ فی الضحیٰ   علیٰ خالدٍ لقد وقعت علی لحمٍ

سابعاً، نسر سیّد الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار و لمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علیّ بن

ابی طالب ؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول هبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیدًا وسید البشر آدم وسید ولد آدم انت وسید الروم صہیبؓ وسید فارس سلمانؓ وسید الحبش بلالؓ وسید الشجر السدر وسید الطیر النسر وسید الشهور رمضان وسید الایام یوم الجمعة وسید الکلام العربیة وسید العربیة القرآن وسید القرآن سورة البقرة ۔ هذا واللہ اعلم بحال سند هذا الحدیث ۔

۳۰۔ **النعامة** ۔ شتر مرغ ۔ صُمٌّ بُکْمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے ۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے ۔ ظلیم صرف نر شتر مرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں ۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامة ذهبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیها فلذلك سمیت بالظلیم کانهم ظلموها حیث قطعوا اذنیها ۔ نعام کو شتر مرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے ۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استُطیر فاستبعر واستُحمل فاستطار ۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامّہ عطا فرمائی ہے ۔ فهو یدرك بانفه ما یحتاج فیه الی السمع فربّما شمّ رائحة الصائد من بُعد ۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ من نعامة ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لا یسمع و لا یشرب الماء ابدًا الا النعام ولا مخّ له ۔ شتر مرغ بزدلی میں مشہور ہے ۔ شتر مرغ کا گوشت کھانا حلال ہے ۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے ۔

کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانۂ ادریسؑ تک گندم کا دانہ شتر مرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا ۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہو کر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے ۔ بہرحال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی ۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اَهبط اللہ آدم علیه الصلاة والسلام جاءه میکائیل بشئ من حبّ الحنطة وقال هذا رزقك ورزق اولادك من بعدك قم فاحرث الارض وابذر الحبّ قال ولم یزل الحبُّ من عهد آدم علیه السلام الی زمن ادریس علیه السلام کبیضة النعامة فلما کفر الناسُ نقص الی بیضة الدجاجة ثم الی بیضة الحمامة ثم الی قدر البندقة وکان فی زمن العزیر علی قدر الحمصة ۔

۳۱۔ **الهِرّة** ۔ بلّی ۔ بلّی کو عربی میں سنّور بھی کہتے ہیں ۔ بلی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس ومحبت کرنے والا حیوان ہے ۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے ۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے ۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انہا من الطوافین علیکم والطوافات ۔صحابہؓ میں مشہور صحابی ابوہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابوھریرۃ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ وکیف نطمئن اوتطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الحمی فکانت اول حمی نزلت فی الارض فھولایزال محموماً ثم شکوا الفارۃ فقالوا الفویسقۃ تفسد علینا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحی اللہ تعالی الی الاسد فعطس فخرجت الھرۃ منہ فتخبات الفارۃ منھا۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیہ السلام نھی عن ثمن الھر اخرجہ ابن ماجۃ۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابوہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ قال عبد الرزاق فی صورۃ ھر قال علیہ السلام فشد علی یقطع علی صلاتی۔ الحدیث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی بالھر وقال ان امرأۃ عذبت فی ھرۃ ربطتھا۔ الحدیث

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمۃ محمد بن عمر الحنبلی عن انسؓ قال کنت جالساً عند عائشۃؓ ابشرھا بالبراءۃ فقالت واللہ لقد ھجرنی القریب والبعید حتی ھجرتنی الھرۃ وماعرض علی طعام ولا شراب فکنت ارقد وانا جائعۃ فرأیت اللیلۃ فی منامی فتی فقال مالک حزینۃ فقلت مما ذکر الناس فقال ادعی بھذہ الکلمات یفرج عنک فقلت وما ھی فقال قولی دعاء الفرج "یاسابغ النعم ویادافع النقم ویافارج الغمم ویاکاشف الظلم ویااعدل من حکم ویاحسیب من ظلم ویاولی من ظلم ویااول بلابدایۃ ویاآخر بلانھایۃ ویامن لہ اسم بلاکنیۃ اجعل لی من امری فرجا ومخرجا قالت فانتبھت وانا ریانۃ شبعانۃ وقد انزل اللہ براءتی وجاء نی الفرج۔ یہ حدیث فائدۂ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کردی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ الضَّبّ۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین اٰمنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بری جانور ہے اور معروف ومشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوحسل ہے۔ ضِباب واَضُبّ اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضبّۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعلہ حتی یرد الضبُّ۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لایشرب الماء ویعیش سبع مائۃ سنۃ فصاعداً ویقال انہ یبول فی کل اربعین یوماً قطرۃ۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعل حتی یجتمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصمؒ اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف اَخافُ الفقرَ واللہ رازقی ۔۔۔ ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ الیُسرِ

تکفّلَ بالارزاقِ للخلقِ کلّھم ۔۔۔ وللضبّ فی البَیدا وللحُوت فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انسؓ قال ان الضبَّ لیموت فی بحرہ ھُزالاً من ظُلم بنی آدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اَضلّ مِن ضبّ واَحیرُ من ضبّ۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے اَحییٰ من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدے ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیاً ثوباً فقال له الاعرابی لاکافئنّك علی فِعلك بما اُعلمك۔ کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیه احدیٰ وعشرون عقدۃً۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببة" و مِضَبّة" ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اَخدع من ضبّ۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش ۔۔۔ اَعدّ له عند الذبابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی و بیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضبّاً وجعله فی کُمّه لیذھب به الی رحله فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجة" اکذب منك فلولا ان تُسمّینی العرب عجولاً لقتلتك وسررتُ الناس بقتلك اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنه یا رسول اللہ دعنی اقتله فقال صلی اللہ علیه وسلم لا اَما علمت انّ الحلیم کاد ان یکون نبیّاً ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال واللات والعزّی لا اٰمنتُ بك حتی یؤمن ھذا الضبّ واخرج الضب من کمّه وطرحه بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقال ان اٰمن بك اٰمنتُ بك۔

فقال صلى الله عليه وسلم يا ضبّ فكلّمه الضبّ بلسان فصيح عربي لبيّك وسعديك يا رسول ربّ العلمين فقال صلى الله عليه وسلم من تعبد قال الذي في السماء عرشه وفي الارض سلطانه وفي البحر سبيله وفي الجنّة رحمته وفي النار عذابه فقال صلى الله عليه وسلم فمن انا يا ضب ؟ قال انت رسول ربّ العالمين خاتم النبيين قد افلح من صدّقك وقد خاب من كذّبك فقال الاعرابي اشهد ان لا اله الّا الله وانك رسول الله حقا والله لقد اتيتُك وما على وجه الارض احدًا ابغض اليّ منك ووالله لانت الساعة أحبُّ اليّ من نفسيُ من ولدي لقد آمن بك شعري وبشري وداخلي وخارجي وسرّي وعلانيتي ـ

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم الحمد لله الذي هداك الى هذا الدين الذي يعلو ولا يُعلى عليه ولا يقبله الله الا بصلوة ولا يقبل الصلوة الا بقرآن ـ قال فعلمني فعلّمه قل هو الله احد قال زدني فما سمعتُ في البسيط ولا في الوجيز أحسنَ من هذا قال يا اعرابي ان هذا كلام الله ليس بشعرٍ انك ان قرأتَ قل هو الله احد مرةً كان لك كاجر من قرأ ثلث القرآن وان قرأتها مرتين كان لك كاجر ثلثي القرآن واذا قرأتها ثلاث مرات كان لك كاجر من قرأ القرآن كلّه قال الاعرابي نعم الاله الهنا يقبل اليسير ويعطى الجزيل ـ

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الك مال؟ قال ما في بني سليم قاطبةً رجل هو افقر منّي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحابه أعطوه فأعطوه حتى أبطروه قال فقام عبد الرحمن بن عوف فقال يا رسول الله ان عندي ناقة عشراء دون البختية وفوق الاعرابي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وصفت ناقتك فاصف مالك عند الله يوم القيامة؟ قال نعم قال لك ناقة من درة جوفاء قوائمها من زبرجد اخضر وعنقها من زبرجد اصفر عليها هودج وعلى الهودج السندس والاستبرق وتمر بك على الصراط كالبرق الخاطف يغبطك بها كل من رآك يوم القيامة فقال عبد الرحمن قد رضيتُ فخرج الاعرابي فلقيه الفُ اعرابيّ من بني سليم على الف دابّة معهم الف سيفٍ الف رمح فقال لهم اين تريدون؟ قالوا نذهب الى هذا الذي سفّه آلهتنا فنقتله قال لا تفعلوا انا اشهد ان لا اله الّا الله وانّ محمدًا رسول الله وحدّثهم الحديث ـ

فقالوا باجمعهم نشهد ان لا اله الّا الله وان محمدًا رسول الله ثم دخلوا فقيل لرسول الله فتلقّاهم بلا رداء ونزلوا عن ركبهم يقبلون حيث ولّوا عنه وهم يقولون لا اله الّا الله محمد رسول الله ثم قالوا يا رسول الله مُرنا بامرك قال كونوا تحت راية خالد بن الوليد فلم يؤمن من العرب ولا من غيرهم الف غيرهم ـ قال البيهقي اخرجه شيخنا ابو عبد الله الحافظ في المعجزات قال ابن كثير في البداية ج ۶ ص۱۵۰ ورواه الحافظ ابو نعيم في الدلائل و قال البيهقي وما ذكرناه آجود الاسانيد فيه وهو ايضًا ضعيف ـ

۲۳- **الفصیل** ـ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے۔ فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح ۔ اس کی جمع فُصلان و فصال ہے۔ عربی میں مثل ہے

اِستنَّتِ الفِصال حتی القرعیٰ ۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے ۔ قرعیٰ جمع قریع ہے وھو الذی بہ قرعٌ وھو بثرا بیض یطلع فی الفصال ۔

۳۴۔ **الحوت** ۔ مچھلی ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدَوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے ۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیہ سعید بن جبیر سے روایت ہے انه قال لما اھبط اللہ اٰدم الی الارض لم یکن فیھا غیر النسر فی البرّ والحوتِ فی البحرِ وکان النسر یأوی الی الحوتِ فیبیت عندہٗ فلما رأی النسر اٰدم علیہ السلام انی للحوت وقال یا حوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علیٰ رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقًا فمالی منجاً منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔ حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء ومسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے ۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے ۔ بقول مقاتل بن حیانؒ تین دن رہے اور بقول عطار رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن ۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحًی ولفظہ عشیّۃً ۔

۳۵۔ **الحیّۃ** ۔ سانپ ۔ آیت فازلّھما الشیطٰن عنھا کی شرح میں مذکور ہے ۔ سانپ انسان کا دشمن ہے ، سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں ۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے ۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابو الربیع و ابو عثمان و ابو العاصی و ابو مذعور و ابو وثاب و ابو یقظان و اُمّ طبق و ام عافیہ و اُمّ الفتح وغیرہ ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیّۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلاثین بیضۃً علیٰ عدد اضلاعھا ۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سُن سکتا ۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جزء سانپ کا زہر ہے ۔ نیز سانپ کے زہر سے اطباء بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ایّ جنس انت قال انا اٰدمیّ مثلک قالت کیف تکون اٰدمیا وقد اطعمتُک السمّ اربعین یومًا فما اَضرّک فقال لھا اما علمتِ ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرّھم شئ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال بِاسم اللہ الذی لا یضرّ مع اسمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علیٰ ذلک قالت بغضک قال انتِ حرّۃ لوجہ اللہ وانتِ فی حلّ مما صنعتِ ۔ جنات عمومًا سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں ۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے ۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی مرفوعًا ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا ۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعًا بدأ الاسلام

غريبا وسيعود غريبا كما بدأ وهو يأرز بين المسجدين كما تأرز الحية الى جحرها۔ هذا والله أعلم وعلمه اتم

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں یعنی تا نہایتِ سورۂ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم ۔ آیت ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظہورها الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبیّ والمہٰجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقبِ انصار سے اللہ تعالےٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان ابن جریر قال قلتُ لانس بن مالک رضی اللہ عنہ أرأیتَ اسم الانصاری اکنتم تسمّون بہ أم سمّاکم اللہ تعالیٰ قال بل سمانا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں۔ مثل اعراب و اعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اوس و خزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک ابن زید بن کہلان بن سبأ۔ اوس و خزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم و عوف و حارث و عمرو و کعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الحبلی رہط رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلہ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغ اسلام کر سکوں لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متأثر ہوئے فقال بعضھم لبعض بادِرُوا الاتباعہ لا تسبقنا الیھود الیہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمنعون ظھری حتی اُبلغ رسالۃ ربی قالوا یا رسول اللہ انا ترکنا قومنا یعنون الاوس والخزرج بینھم من العداوۃ والشر فدعنا حتی نرجع الی عشائرنا لعل اللہ ان یصلح بیننا وندعوھم الی ما دعوتنا فعسی ان یجمعھم علیک فان اجتمعت کلمتھم علیک واتبعوک فلا احدٌ اعزُّ منک وموعدک الموسم العام المقبل۔ یہ چھ آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابو اُمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعۃ ویعرف بابن عفرا۔ ورافع بن مالک بن عجلان وقطبۃ بن عامر بن حدیدۃ وعقبۃ بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادۃ بن الصائب وابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مورخین نے عبادہ وابو الہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کردیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسم حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابو الہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدۃ۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیمِ اسلام وقرآن کے معلّم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسمِ حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقا سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُبایعکم علی اَن تمنعُونی ما تمنعون منہ نساءکم وابناءکم وانفسکم ولکم الجنّۃ۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امرا منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقباء میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ثم قال علیہ السلام للنقباء انتم کفلاء علی غیرکم ککفالۃ الحواریین لعیسٰی علیہ السلام وانا کفیل علی قومی یعنی المهاجرین۔

ثم قالوا یا رسول اللہ مالنا ان نحن وفینا قال رضوان اللہ والجنۃ قالوا رضینا ابسط یدك فبایعوہ واول من بایعه البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارۃ وقیل ابو الهیثم بن التیهان وبایع المرأتان من غیر مصافحۃ یہ بیعت عقبۂ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیل عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہوگئے تھے۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثۃ بن ثعلبۃ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کتب تاریخ میں ہے کہ جب مآرب یمن میں سیل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد واہل خاندان متفرق ہوگئے۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھیر گئے۔ غسان ملک شام چلا گیا ازد عمّان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدّت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس وخزرج کو ابناء قیلہ بھی کہتے ہیں۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴ علی ہامش الروض۔ بعض مؤرخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمرا رأی جرذا یحفر فی سد مارب الذی کان یحبس علیهم الماء فیصرفونه حیث شاءوا فعلم انه لابقاء للسد فاعتزم علی النقلۃ عن الیمن فکاد قومه فامر اصغر ولده اذا اغلظ علیه ولطمه ان یقوم الیه فیلطمه ففعل ابنه ما امره به فقال عمرو لا اقیم ببلدۃ لطم وجهی فیها اصغر ولدی وعرض امواله فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبۃ عمرو فاشتروا منه امواله وانتقل فی ولده وولد ولده وقالت الازد لا نتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالهم وخرجوا معه فساروا حتی نزلوا بلاد عك مجتازین فتفرقوا فی البلدان۔ انتهی ما فی سیرۃ ابن هشام۔ ج ۱ ص ۱۱۔

اُحُد - تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضمِ اول وثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفارِ مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص۱۰۹ وقیل سمی بذلك لتوحده وانفراده عن غيره من الجبال التى هناك. كذا فى السيرة الحلبية ج ۲ ص۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مؤرخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ وہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحية ان هذا باطل وان نص التوراة انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقيل لا مخالفة فان المدينة شامية وقيل دفن بالتيه هو واخوه موسى عليه السلام اھ

وفى الحديث ان النبى عليه السلام قال احد جبل يُحِبُّنا ونُحِبُّه وهو على باب من ابواب الجنة و عَيرِ جبل يُبغِضُنا ونُبغِضُه وهو على باب من ابواب النار وعن ابى هريرة رضى الله عنه انه قال خير الجبال احد والاشعر وورقان كذا فى المعجم وقال الحلبى فى سيرته ج ۲ ص۲۱۶ قال صلى الله عليه وسلم ان احدًا هذا جبل يحبنا ونحبه اذا مررتم به فكلوا من شجره ولو من عضاهه وقال صلى الله عليه وسلم احد رُكنٌ من اركان الجنة واُخِذ من هذا انه افضل الجبال وقيل افضلها عرفة وقيل ابو قبيس وقيل الذى كلم الله عليه موسى عليه السلام وقيل قاف اھ

اَيلة - بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد و سرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں ممسوخ کر کے بندر و خنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انہوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپؐ نے یہود کے رئیس یوحنۃ بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدم يوحنة بن رؤبة على النبى صلى الله عليه وسلم من ايلة وهو فى تبوك فصالحه

على الجزية وقدر على كل حالم بارضه فى السنة دينارًا فبلغ ذلك ثلاثمائة دينار واشترط عليهم قرى من مرّبهم من المسلمين وكتب لهم كتابًا ان يحفظوا ويمنعوا ۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے ۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الآية

روى الحاكم فى المستدرك باسناده عن عكرمة قال دخلت على ابن عباس رضى الله عنهما وهو يقرأ فى المصحف قبل ان يذهب بصره ويبكى فقلت له ما يبكيك جعلنى الله فداك فقال هذه الاٰية. و اسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر الاٰية ۔ ثم قال أتعرف ايلة قلت وما ايلة ؟ قال قرية كان بها أناس من اليهود حرّم الله تعالى عليهم صيد الحيتان يوم السبت فكانت الحيتان تاتيهم فى يوم سبتهم شرعًا بيضًا سمانًا كامثال المخاض فاذا كان غير يوم السبت لا يجدونها ولا يدركونها الا بمشقة ومونة ثم ان رجلًا منهم اخذ حوتًا يوم السبت فربطه الى وتد فى الساحل وتركه فى الماء حتى اذا كان الغد اخذه فاكله ففعل ذلك اهل بيت منهم فاخذوا وشووا فوجد جيرانهم ريح الشواء ففعلوا كفعلهم وكثر ذلك فيهم ۔

فافترقوا فرقًا فرقة اكلت وفرقة نهت وفرقة قالت لم تعظون قومًا الله مهلكهم فقالت الفرقة التى نهت انا نحذركم غضب الله وعقابه ان يصيبكم بخسف اوقذف اوبعض ماعنده من العذاب و الله مانساكنكم فى مكان انتم فيه وخرجوا من السور ثم غدوا عليه من الغد فضربوا باب السور فلم يجبهم احد فتسور انسان منهم السور فقال قردة والله لها اذناب تتعاوى ثم نزل ففتح الباب ودخل الناس عليهم فعرفت القردة انسابها من الانس ولم تعرف الانس انسابها من القرد قال فيأتى القرد الى نسيبه وقريبه فيحتك به ويلصق اليه فيقول الانسى انت فلان فيشير برأسه أن نعم ويبكى ۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما فاسمع الله يقول فانجينا الذين ينهون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئيس بما كانوا يفسقون ۔ فلا ادرى ما فعلت الفرقة الثالثة فكم قد رأينا من منكر ولم ننه عنه قال عكرمة فقلت ما ترى جعلنى الله فداك انهم قد انكروا وكرهوا حين قالوا لم تعظون قومًا الله مهلكهم اومعذبهم عذابًا شديدًا فاعجبه قولى ذلك وامر لى ببردين غليظين فكسانيهما ۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں متکرر ہے ۔ فروی ابو ذر مرفوعًا حديث الحوض الكوثر وهو طويل وفيه ۔ عرضه مثل طوله ما بين عمان الى ايلة ماؤه اشد بياضًا من اللبن واحلى من العسل ۔ اخرجه الترمذى فى جامعه ج ۲ ص ۸ ابواب صفة القيامة ۔

بیت المقدس ۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کئی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے ۔ مَقدِس بفتح میم وکسرِ دالِ مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے ۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا ۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے ۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں ۔

(أ) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمی پر دال ہے ۔ (۱) المسجد الاقصیٰ ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر ۔ سُمّی به لبُعدہ عن الاقذار والخبائث او لعلوّ مرتبته عند اللہ فالبعد کنایة عن بعد المرتبة وارتفاعها (۲) مسجد إیلیاء علیٰ وزن کبریاء وجاز فیه القصر معناہ بیت اللہ ۔ (۳) بیت المقدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ ۔ مقدس مثل مَرجع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے ۔ (۴) البیت المُقدّس ۔ ای المطهّر (۵) بیت القُدُس ، بسکون دال وبضم دال (۶) سَلَّم ۔ لکثرۃ سلام الملائکة فیه ۔ (۷) اورشلِم ، معناہ بالعبرانیة بیت السلام (۸) اُوشلیم (۹) بیت إیل (۱۰) کورۃ إلیا ۔ (۱۱) صِهیُون (۱۲) مصروث (۱۳) بابوش (۱۴) کورشیلا (۱۵) أزیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون ۔ ذکر هذہ الاسماء ابن خالویه وغیرہ ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا ۔ نصف رجب ۲ھ میں تحویل قبلہ ہوئی ۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنو حارثہ میں تھے ۔ بنو حارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی ۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی نفی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلاها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کلها للکعبة صلاۃ العصر ۔

ج ۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے ۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا ۔ اسی مسجد میں آپؐ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمهور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ۔ کما قال بعض العلماء ۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انهم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعة من سائر الانبیاء وکان خلف ظهرہ ابراهیم الخلیل وعن یمینه اسماعیل وعن یسارہ اسحاق علیهم الصلاۃ والسلام ۔

د ۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انه صلی اللہ علیه وسلم عرج به من عند القبة التی یقال لها قبة

المعراج من عند يمين الصخرة وقد جاء ان صخرة بيت المقدس من صخور الجنة وفی لفظ سيدة الصخور صخرة بيت المقدس وجاء ان صخرة بيت المقدس على نخلة والنخلة على نهر من انهار الجنة قال الذهبی اسناده مظلم.

قال ابن العربی فی شرح الموطا صخرة بيت المقدس من عجائب الله تعالیٰ فانها صخرة قائمة شعثاء فی وسط المسجد الاقصی قد انقطعت من كل جهة لا يمسكها الا الذی يمسك السماء ان تقع على الارض الا باذنه فی اعلاها من جهة الجنوب قدم النبی عليه السلام حين ركب البراق وقد مالت من تلك الجهة لهيبته صلی الله عليه وسلم وفی جهة الاخرى اصابع الملائكة التی امسكتها لما مالت كذا فی السيرة الحلبية ج ۱ ص ۳۷۲ ۔

وسئل الجلال الدين السيوطی رحمه الله عن غوص قدمه صلی الله عليه وسلم فی الحجر هل له اصل فی كتب الحديث فاجاب بانه لم يقف فی ذلك على اصل ولا رأى من خرّجه فی شئ من كتب الحديث وفی كتاب العرائس قال ابیّ بن كعب رضی الله عنه ما من ماء عذب الا وينبع من تحت الصخرة بيت المقدس ثم يتفرق فی الارض . واخرج الترمذی باسناده عن بريدة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لما كان ليلة اُسری بی قال فاتی جبريل الصخرة التی ببيت المقدس فوضع اصبعه فيها فخرقها فشدّ بها البراق.

۸ ۔ سفرِ معراج کے دو حصے ہیں۔ اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک۔ دوّم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحاً موجود ہے۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء ومعراج کا اطلاق ہوتا ہے۔

بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں۔ فقيل فی حكمة ذلك ان باب السماء الذی يقال له مصعد الملائكة يقابل بيت المقدس فيحصل العروج مستويا من غير تعويج قال الحافظ ابن حجر وفيه نظر لورود ان فی كل سماء بيتا معمورا وان الذی فی السماء الدنيا حيال الكعبة فكان المناسب ان يصعد من مكة ليصل الى البيت المعمور من غير تعويج اھ ويمكن ان يقال هذا لا يستلزم ان يكون الباب من تلك الجهة حتى يرد ما اورد فيمكن ان يكون الباب مقابل بيت المقدس ۔

ثم ان فی هذا ردًّا لما ذكر علماء الهيئة الحديثة ان الارض تدور على محورها وتتم الدورة فی كل ۲۴ ساعةً اذ بحركة الارض لا تستمر مقابلة ذلك الباب بيت المقدس الا ان يقال ليس المراد دوام المقابلة واستمرارها حتى يرد ما ذكر بل المراد نفس المقابلة ولو فی بعض الاوقات فالارض تدور ويحاذی فی كل ۲۴ ساعة هذا الباب بيت المقدس ۔

۹ ۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال الله تعالیٰ سبحان الذی اسرى بعبده ليلًا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذی باركنا حوله ماحول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزركشی فی اعلام الساجد ص ۲۸۶ فيه تاويلان احدهما ان جعل حوله من

الانبياء المصطفين الاخيار، الثانى بكثرة الثمار، مجارى الانهار، قال الله تعالى ونجيناه ولوطا الى الارض التى باركنا فيها للعالمين۔

وروى ابو المعالى فى كتاب فضائل القدس بسنده عن انس رضى الله عنه قال ان جنة الفردوس تحن شوقا الى بيت المقدس وصخرة بيت المقدس من جنة الفردوس وهى صرة الارض وروى انه من دفن فى بيت المقدس وقى فتنة القبر وسؤال الملكين ومن دفن فى بيت المقدس فى زيتون الملة يعنى بايلياء فكانما دفن فى السماء الدنيا وزيتون الملة مقبرة كبيرة من مقابر بيت المقدس. راجع الانس الجليل ج ۲ ص ۲۱۳

وقال كعب الاحبار من دفن فى بيت المقدس فقد جاز الصراط وروى ابونعيم فى تاريخ اصبهان بسنده والبزار فى مسنده عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فى بيت المقدس فكانما مات فى السماء. مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۱۹۔ وروى ابن ماجه باسناده عن ميمونة مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت قلت يا رسول الله افتنا فى بيت المقدس قال ارض المحشر والمنشر ائتوه فصلوا فيه فان صلاة فيه كالف صلاة فى غيره ورواه ابوداؤد ايضا۔ وعن ام سلمة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اهل بحجة او عمرة من المسجد الاقصى غفر له ماتقدم من ذنبه واخرجه البيهقى ايضا فى سننه ج ۵ ص ۳۰ وفى رواية وجبت له الجنة. وقال صلى الله عليه وسلم كما رواه احمد وذكر الدجال فانه يلبث فيكم اربعين صباحا يرد فيه كل منهل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدينة والطور ومسجد الاقصى۔ وروى عن كعب كما فى الانس الجليل ج ۱ ص ۲۰۸ صوم يوم فى بيت المقدس براءة من النار۔

وروى الخطيب كما فى الاعلام ص ۲۹۴ من حديث جابر رضى الله عنه مرفوعا اول من يدخل الجنة الانبياء ثم مؤذنو البيت المقدس ثم مؤذنو مسجدى ثم سائر المؤذنين قال الخطيب غريب تفرد به محمد بن عيسى وفى الانس الجليل ج ۱ ص ۲۰۸ فى بعض الروايات ثم الشهداء بعد الانبياء۔ وعن ابى امامة ان النبى عليه السلام قال لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم قيل ماهم وفى رواية فاين هم يا رسول الله؟ قال ببيت المقدس واصل هذا الحديث فى صحيح البخارى وروى انهم بالشام. راجع عمدة القارى ج ۱۶ ص ۱۶۴

ز۔ روى النسائى وابن ماجه عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان سليمان بن داؤد لما بنى بيت المقدس سأل الله ثلاثا فاعطاه اثنتين وارجو ان يكون قد اعطاه الثالثة سأله ملكا لا ينبغى لاحد بعده فاعطاه اياه وسأله حكما يواطئ حكمه تعالى فاعطاه اياه وسأله من اتى هذا البيت يريد بيت المقدس لايريد الا الصلاة فيه ان يخرج من ذنوبه كيوم ولدته امه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا ارجو ان يكون قد اعطاه الثالثة۔ راجع ابن ماجه ج ۱ ص ۱۰۲ والاتحافات السنية فى الاحاديث القدسية ص ۸ ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۵

ح۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصی رواہ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعًا فضل الصلاة فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائة الف صلاة وفی مسجدی الف صلاة وفی مسجد بیت المقدس خمسمائة صلاة اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعًا صلاة فی مسجدی ھذا بعشرة آلاف صلاة وصلاة فی المسجد الحرام بعشرة امثالھا مائة الف صلاة وصلاة الرجل فی بیت المقدس بالف صلاة۔ رواہ الطبرانی۔ وعن انس مرفوعًا صلاة الرجل فی بیتہ بصلاة وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائة صلاة وصلاة فی المسجد الاقصی ومسجد المدینة بخمسین الف صلاة وصلاة فی المسجد الحرام بمائة الف صلاة۔ اخرجہ ابن ماجة۔

ط۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۱ ص ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای؟ قال المسجد الاقصی قلت وکم بینھما؟ قال اربعون عامًا ثم الارض کلھا لک مسجد فحیثما ادرکتک الصلاة فصل۔ قال اللہ تعالی ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جوابِ اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدیدِ عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزرکشی وغیرہ۔

جوابِ دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جوابِ سوم، ابن ہشام متوفی ۲۲۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ

ی ۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علیؓ رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس ارفع الارضین کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ومعاذ بن جبلؓ ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلاً وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۱ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلاً قال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ

بغداد۔ شہر بغداد مرکزِ اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالدال بغداذ بالذال۔ بغدان بالنون۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بغ و داد سے۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل اوداد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ واصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنہایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہٖ فقال بغداد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصیّ بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تُجبیٰ الیھا خزائن الارض وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیتَ بغداد؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ اَعقل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا اَحسنَ دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بک فقال لی دعنی من ھذا مَن اَقام ببغداد علی السنّۃ والجماعۃ نُقِل من جنّۃ الی الجنّۃ وقیل من محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین اَتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختم فیھا القراٰن کل لیلۃ خمسۃ اٰلاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتداء خلیفہ منصور نے ۱۴۴ھ میں کی تھی۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ ونزلھا ۱۴۹ھ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجّم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ وکثرتِ عمارات وکثرتِ دولت وثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضہم قلتُ له وأُبشّرك یا امیرالمؤمنین انه لا یموت فیها احد من الخلفاء ابدًا فرأیته یبتسم۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زُریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ أبغی لبغدادٍ وساکنها — مِثلًا فقد اخترتُ شیئًا دونه الیاسُ
هیهات بغداد والدنیا باجمعها — عندی وسُکّانُ بغدادٍ هم الناسُ

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغداد ارضٌ لأهلِ المال طیّبةٌ — وللمفالیسِ دارُ الضنكِ والضیقِ
اصبحتُ فیها مضاعًا بین اظهرهم — کأنّنی مصحفٌ فی بیتِ زندیقِ

بدر۔ یسئلونك عن الشهر الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح باء وسکونِ دال کا اصلی معنی کمال وامتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًا لحمًا وسُمّی بدر القمر بدرًا لتمامه وعظمه۔ بدر مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرنی بعض سُکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل هو اسم رجل من بنی ضمرة سکن هذا الموضع فنسب الیه فقیل بدری ثم غلب اسمه علیه ای بغیر النسبة فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج ۳ ص ۳۴

اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن یخلد کی طرف۔ لانه کان احتفر هذه البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان وقیل بدر بئر حفرها رجل من غفار ثم من بنی النار اسمه بدر وروی یونس عن ابن ابی زکریا عن الشعبی قال بدر اسم رجل کانت له بدر کذا فی الروض الانف ج ۲ ص ۶۱

لفظ بدر پر الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصّل

فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۵ واما بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسما من مواسم العرب تجتمع لهم بها سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارۃ وللتنزہ فکانوا ینحرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتہی۔ راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص ۵۵

جنگ بدر رمضان شریف سنہ ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۳۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدانی وغیرہ انہ سمع من مشائخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرب ذلک۔

صحابہ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد و فرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارسا الا المقداد وغیرہ من کان لہ فرس قاتل راجلا۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوجِ مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنو کنانہ کا رئیس تھا۔ بنو کنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنو کنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کردیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنو کنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنو کنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لهم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللهم انهم حفاة فاحملهم وعراة فاکسهم وجیاع فاشبعهم وعالة فاغنهم من فضلك یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاء بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأتِ صحابہ اور قدرت باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقتِ جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استو یا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکنی من القود ای القصاص من نفسك فكشف رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بطنه وقال استقد ای خذ القود فاعتنق سواد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقبل بطنه فقال ما حملك على هذا يا سواد فقال يا رسول الله حضر ما ترى فاردت ان يكون آخر العهد بك ان يمس جلدي جلدك فدعا له رسول الله صلى الله عليه وسلم بخير۔ وسواد هذا جعله صلى الله عليه وسلم بعد فتح خيبر عاملاً على خيبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض الانصار وھو سواد بن عمرو مثل الذی وقع له مع سواد بن غزیۃ ففی ابی داؤد ان رجلاً من الانصار کان فیہ مزاح فبینما ھو یحدث القوم یُضحکھم اذ طعنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرتہ بعود کان فی یدہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اٰخر بعصا فقال اصبرنی یا رسول اللہ ای أقِدْنی ومَکِّنّی من نفسک لاقتص منک فقال اصبر ای اقتص قال ان علیک قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیصہ فاحتضنہ وجعل یقبّل کشحہ۔

ومن خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما التصق ببدنہ مسلم وتمسّہ النار کذا فی الخصائص الصغری وفیھا فی محل اٰخر ولا تأکل النار شیئًا مس جسدہ وکذلک الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع تھا پھر حارثۃ بن سراقہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے ۵۰۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انھم قاتلوا بل کانوا مدداً فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسار مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبۃ بن ربیعہ، شیبۃ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔

مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھ مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھ خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔
چھ مہاجرین یہ ہیں:۔

(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہوگئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفرا میں وفات پاگئے۔ (۲) مہجع مولی عمر بن الخطاب۔ وھو اوّل قتیل روی انہ اوّل مُن یدعی یوم القیامۃ من شہداء ھذہ الامّۃ۔ کذا فی السیرۃ النبویۃ لاحمد زینی ج ۱ ص۴۱۷۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انہ اول من یدعی من شہداء ھذہ الامّۃ وانّہ علیہ السلام قال یومئذٍ مھجع سیّد الشھداء ای من ھذہ الامۃ فلاینا فی ما جاء ان سیّد الشھداء یوم القیامۃ یحیی بن زکریا علیھما السلام وقائدھم الی الجنّۃ وذابح الموت یوم القیامۃ یُضجعہ ویذبحہ بشفرۃ فی یدہ والناس ینظرون الیہ لکن جاء سید الشھداء ھابیل الا ان تجعل الاوّلیّۃ اضافیّۃ فیراد اوّل ولاد اٰدم لصلبہ انتھی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشھداء حمزۃ رضی اللہ عنہ۔

(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذوالشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقہ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمہ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر ہیں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع
ایها المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع

جنگِ بدر میں فتحِ عظیم کے بعد یہودِ مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہو گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی بظاہر اسلام میں داخل ہو گیا۔ وقالت الیھود تیقنا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وآمن منہم جماعۃ۔

بدر سے آتے ہوئے مقام صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرما دیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیراً فھو لہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتحِ بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جا رہی تھیں۔ بوقت وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحہ بن عبیداللہ و سعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلہ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجهه رجع بزاقه الیه واحترق وجهه وصار اثر ذلك باقیاً فی وجهه الی موته وهو الذی وضع سلا الجزور علی ظهر النبی صلی الله علیه وسلم وهو ساجد وكان شدید السفه الفجور ویروی ان النبی علیه السلام قال له بمكة لا القاك خارج مكة الا علوت راسك بالسیف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رض ہیں وہو الصحیح اور عند البعض علی بن ابی طالب رض قاتل ہیں۔ قیل انه بعد قتله صلب علی شجرة۔ كذا فی سیرة احمد زینی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶

قال ابن حبیب المؤرخ فی كتابه المحبر ص ۴۷۵ قتل رسول الله صلی الله علیه وسلم عقبة بن ابی معیط بعرق الظبیة منصرفه من بدر فامر بصلبه فهو اول مصلوب فی الاسلام واسرت هذیل یوم الرجیع خبیب بن عدی الانصاری وابن الدثنة الانصاری رضی الله عنهما بعد ما اعطوهما امانا ووثقوا لهما الا یغدروا بهما فلما صارا فی ایدیهم غدروا بهما وباعوهما من قریش فصلبوهما بالتنعیم رحمهما الله ورضی عنهما۔

وفی انسان العیون ج ۲ ص ۱۸۷ قال ابن حبیب هو ای عقبة اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبیب بن عدی وقد یقال لا مخالفة لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمین وبالاول اول مصلوب من الكفار وذكر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد به فرعون موسی بن عمران علیه السلام لا فرعون ابراهیم علیه السلام وهو اول الفراعنة ولا فرعون یوسف علیه السلام وهو ثانی الفراعنة وفی قول ان فرعون یوسف هذا هو فرعون موسی علیه السلام بمعنی انه بقی الی زمن موسی علیه السلام اھ

روی الطبرانی وابن ابی مندة عن ابن عمر رضی الله عنهما قال بینما انا سائر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرة فی عنقه سلسلة فنادانی یا عبد الله اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعایة العرب وخرج رجل من تلك الحفرة فی یده سوط فنادانی یا عبد الله لا تسقه فانه كافر ثم ضربه بالسوط فعاد الی حفرته فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم مسرعا فاخبرته بذلك فقال لی قد رأیته قلت نعم قال ذاك عدو الله ابو جهل وذاك عذابه الی یوم القیامة۔

مقام بدر میں لوگ آج تک بعض پُراسرار طبل و نقارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانة النصر ببدر فهی تضرب الی یوم القیامة۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آیات بدر الباقیة

ماکنتُ اسمعه من غیر واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر یسمعون هیئة الطبل کهیئة طبل ملوك الوقت ویعتقدون ان ذلك لنصر اهل الایمان قال وربما انکرتُ ذلك وربما تأوّلته بان الموضع صلب فتستجیب فیه حوافر الدواب وکان یقال لی انه دهس (ای سهل برمل ولا تراب ولا طین) غیر صلب وغالب ما یسیر هناك الابل واخفافها لا تصوت فی الارض الصلبة فکیف بالرمال۔

قال ثم لما منّ الله علیّ بالوصول الی ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشی وبیدی عود طویل من شجر السعدان المسمی بام غیلان وقد نسیتُ ذلك الخبر الذی کنتُ اسمع فما راعنی وانا سائر فی الهاجرة الا واحدٌ من عبید الاعراب الجمالین یقول اتسمعون الطبل فاخذتنی لما سمعتُ کلامه قشعریرة بیّنة وتذکرتُ ماکنتُ اُخبرتُ به وکان فی الجوّ بعض ریح فسمعت صوت الطبل وانا دهِشٌ متحیّر مما اصابنی من الفرح او الهیبة او ما الله اعلم به فشککتُ وقلتُ لعلّ الریح سکنت فی هذا العود الذی فی یدی اوجدتْ مثل هذا الصوت وانا حریص علی طلب التحقیق لهذه الاٰیة العظیمة فالقیت العود من یدی وجلستُ علی الارض او ثبتُّ قائمًا او فعلتُ جمیع ذلك فسمعتُ صوتَ الطبل سماعًا محققا وصوتًا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحیة الیمین ونحن سائرون الی مکة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت یومی اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبِرتُ ان ذلك الصوت لا یسمعه جمیع الناس انتهی کلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخمیس ولما نزلتُ بدرًا سنة ستّ وثلاثین وتسعمائة وصلّیتُ الفجر یوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا یومًا ابتکرتُ نحو ذلك الصوت یجیئ من کثیب ضخم طویل مرتفع کالجبل شمالیّ بدر فطلعت اعلاهُ وتتابعَ الناس لسماعه وکانوا زهاء مائة من رجال ونساء فما سمعتُ شیئًا فنزلت اسفله فسمعتُ من سفح الکثیب صوتًا کهیئة الطبل الکبیر سماعًا محقّقا بلاشك مرارًا متعددةً وسمع الناس کلهم کما سمعتُ و کان الصوت یجیئ تارةً من تحتنا ثم ینقطع وتارةً من خلفنا ثم ینقطع وتارةً من قدّامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وکان الوقت صحوًا لا ریح فیه انتهی۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل علی الملکین ببابل۔ بابل بکسر با۔ بروزن فاعل ہے۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ وحلہ کے آس پاس تھا۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا۔ جس میں کوفہ بھی داخل ہے۔ عندالاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت وتانیث کی وجہ سے۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا۔ لہٰذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا۔ نوح علیہ السلام بمع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہوگئے۔ اس کے بعد مدت تک یہ دارالمملکت رہا۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کر کے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابوالمنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی واشتق اسمها من اسم المشتری لان بابل بلسانهم اسم للمشتری استتم بناؤها جمع الیها کل من قدر علیه من العلماء وبنیٰ لهم اثنی عشر قصرًا علیٰ عدد البروج وسمّاها بأسمائهم فلم تزل عامرةً حتی خرّبها الاسکندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتی افترقوا علیٰ اثنین وسبعین لسانا وانقطع الصوتُ وتبلبلتِ الالسُنُ فسُمّیت بابل۔ کذا فی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال یاقوت ذکر اهل التوراة انّ مقام ادم علیه السلام کان بها بابل فلما قُتِل قابیلُ هابیلَ مَقَتَ ادم قابیل فهرب قابیل باهله الی الجبال عن ارض بابل فسمیت بابل یعنی به الفرقة ثم بعد مدة حینما کثرت اولاد قابیل نزلت اولاد قابیل بمصر۔

فائدہ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اوّلین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرس اولی نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمروذ جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمروذ کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمروذ نے عراق میں متعدد نہریں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمروذ بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوك مع ذكر بعض الاحوال	مدة الملك
١	نمروذ الجابر المشهور۔	٦٠ سنة

٢	ثم	ملك بعده بولوس وكان متجبّراً وصاحب حروب۔	٧٠ سنة
٣	ثم	فيومنوس وكان باغيًا على الناس۔	١٠٠ ؍
٤	ثم	سوسوس۔	٩٠ ؍
٥	ثم	كورش۔	٥٠ ؍
٦	ثم	اذفر وقيل اسمه انمر۔	٢٠ ؍
٧	ثم	سملا وقيل اسمه شبرم۔	٤٠ ؍
٨	ثم	بوسميس وقيل فرسميس۔	٧٠ ؍
٩	ثم	انيوس۔	٣٠ ؍
١٠	ثم	افلاوس وقيل ابلاوس۔	١٥ ؍
١١	ثم	الحلوس۔	٤٠ ؍
١٢	ثم	اومرنوس وقيل اومونوس۔	٣٠ ؍
١٣	ثم	كلوس وقيل بعتكلوس۔	٣٠ ؍
١٤	ثم	سيبفروس وقيل سفروس۔	٤٠ ؍
١٥	ثم	مارنوس۔	٣٠ ؍
١٦	ثم	وسطاليم۔	٤٠ ؍
١٧	ثم	امنوطوس وقيل اميرطوس۔	٦٠ ؍
١٨	ثم	تباوليوس۔	٥٠ ؍
١٩	ثم	العلاس۔	٣٠ ؍
٢٠	ثم	اطيروس۔	٦٠ ؍
٢١	ثم	ساوساس۔	٢٠ ؍
٢٢	ثم	فاربنوس۔ ملك ٥٠ سنة وقيل ٤٥ سنة۔	٥٠ ؍
٢٣	ثم	سوسا ادربنوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب ارا ملك فارس۔	٤٠ ؍
٢٤	ثم	مسروس۔	٥٠ ؍
٢٥	ثم	طاطايوس۔	٣٠ ؍
٢٦	ثم	طاطاوس۔	٤٠ ؍
٢٧	ثم	افروس۔	٤٠ ؍

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
۲۸	ثم لاوسيس.	۵۰
۲۹	ثم افريقريس ملك ۳۰ سنة او ۵۰ او ۴۲ سنة.	۳۰
۳۰	ثم منطوروس.	۲۰
۳۱	ثم فولاتسما.	۶۰
۳۲	ثم هنقلس ملك ۳۵ سنة او ۵۰ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة.	۳۵
۳۳	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجد.	۳۰
۳۴	ثم مردوح.	۴۰
۳۵	ثم سنجاريب وهو الذى اتى بيت المقدس.	۳۰
۳۶	ثم نشوه منوشا وقيل اسمه سوسا.	۳۰
۳۷	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس وقاتل بنى اسرائيل.	۴۵
۳۸	ثم فرمودوج وقيل قرمودح.	۱
۳۹	ثم بنطسفر وقيل نيطعر.	۶۰
۴۰	ثم منسوس.	۸
۴۱	ثم مسوسا.	۱
۴۲	ثم داونوس.	۳۱
۴۳	ثم كسرجوس.	۲۰
۴۴	ثم مرطياسة ملك ۹ اشهر وقتل.	۹ من الاشهر
۴۵	ثم فنحست.	۴۱ سنة
۴۶	ثم احترست.	۳
۴۷	ثم شعرياس.	۱
۴۸	ثم داريوس.	۲۰
۴۹	ثم الطحست.	۲۹
۵۰	ثم دارا اليسع	۱۵

هذا ما رسمت اسماء هؤلاء الملوك فى كتب التواريخ وللمورخين فى هذا الباب اختلاف كثير قال المسعودى

قالوا وهم الذين شيّدوا البنيان ومدّنوا المدن وحفروا الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحديد والرصاص والنحاس وغير ذلك وطبعوا السيوف واتخذوا عدّة الحرب وغير ذلك من الحيل ونصبوا قوانين الحرب بالقلب والميمنة والميسرة والاجنحة وجعلوا ذلك مثالاً لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من الناس الى ان هؤلاء كانوا من النبط وغيرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی۔ سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخر الدین فی اول السرّ المکتوم قال قال ثابت ابن قرة ذکر بعض الحکماء کحلاً یقوّی البصر الی حیث یری مابعد عنہ کانہ بین یدیہ قال فعلہ بعض اهل بابل فحکی انہ رأی جمیع السیارة والثابتة فی مواضعها وکان ینفذ نور بصرہ فی الاجسام الکثیفة فکان یری ماوراءها فامتحنتہ انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتاً وکتبنا کتاباً فکان یقرأہ علینا ویعرفنا اوّل سطر من الکتاب وآخرہ کانہ معنا وکنّا نأخذ القرطاس نکتب بیننا وبینہ جدار وثیق فاخذ ہو قرطاساً ونسخ ماکنّا نکتبہ کانہ ینظر فیما نکتب وسأل قسطا عن اخ لہ ببعلبک فنظر ثم اخبر انہ علیل وانہ لہ مولود وطالعہ ثلاثة اجزاء من الثور ففحصنا عنہ فکان کما قال انتهی۔

بصرہ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ و بصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافتِ عمرؓ میں ہوئی۔ عتبة بن غزوان نے بحکمِ عمر رضی اللہ عنہ افواجِ اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمٰن بن ابی بکرة اول مولود ولد بالبصرة فنحر ابوہ جزوراً اشبع اهل البصرة وکان تمصیر البصرة فی سنة ۱۴ھ قبل الکوفة بستة اشهر وکان ابو بکرة اوّل من غرس النخل بالبصرة۔

بصرہ کے معنی لغوی ووجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قولِ اوّل۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرة فی کلام العرب الارض الغلیظة وقال قطرب هی الارض الغلیظة التی فیها حجارة تقلع وتقطع حوافر الدواب۔ تعمیرِ شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قولِ ثانی۔ قیل البصرة حجارة رخوة فیها بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابي البصرة حجارة صلابٌ وسُمّيت بصرة لغلظها وشدّتها کما تقول ثوب ذوبصر اذا کان شدیدًا جیدًا قال ورأیت فی تلك الحجارة فی اعلی المربد بیضًا صلابًا ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرة للنزول بها نظروا الیها من بعید وابصروا الحصی علیها فقالوا انّ ھذہ ارض بصرة یعنون حَصِبَة فسمیت بذلك ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرة الطین العلك ۔

قولِ سادس ۔ قیل ھی الارض الطیبة الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الھمدانی حکایة عن محمد بن شرحبیل بن حسنة انما سُمّیت البصرة لانّ فیھا حجارة سوداء صلبة ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزة بن الحسن الاصبھانی سمعت مُوبَذ بن اسوھشت یقول البصرة تعریب بَس راہ لانھا کانت ذات طرق کثیرة انشعبت منھا الی اماکن مختلفة ۔

بصرہ و کوفہ دین اسلام وعلم وجیوش اسلام و مجاہدین کے مرکز تھے لہٰذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ و بصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرة اَسرَعُ الارضِ خرابًا واَخبَثُھا ترابًا وابعدُھا من السماءِ واَسرَعُھا غرَقًا ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقًا ؟ ومُفیضُ مائِھا فی البحر ثم یخرج ذلك الی البحر الاعظم ثم اذا جاوزَ الابلة بعدة فراسخ یصبُّ فی دجلة سامرا ودجلة عبادان ولم یدخل لبصرة ماء قط فکیف تکون اسرع خرابًا ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اَغذیٰ منکم بریةً واکثر منکم بحریةً وابعد منکم قسریةً واکثر منکم ذریةً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناسِ لصغیرٍ واترکہ لکبیرٍ یتکلّف احدھم القول فی الدُّور والدین والعین وھو لم یحکم طلاق السنّة اھ راجع لحساب الدُّور مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ تا ۹۱ وجواب اھل الکوفة انّ ھذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ وصغیرٍ واذا بحثنا لصغیرٍ فبحثُنا لکبیر بطریق الاولی والتحقیق شعارُنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارُنا وابوحنیفة امامُنا وابن مسعود وعلیّ وغیرھما من آلاف الصحابة رضی اللہ عنھم قدوتُنا وفی سنّة رسول اللہ علیہ وسلم اُسوتُنا فنحن نفضّل الشیخَین ونُحِب الختنَین ونری المسح علی الخفّین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقھاء البصریین فقال کان للحسن اَزرق وقتادة اعمیٰ وابن ابی عروبة اعرج وھشام اعمیٰ وواصل احدب وعبد الوارث اَبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعور وسليمان اعمش ورشيد اعرج وابومعاوية اعمى ومسروق مفلوجا وشريح سناطا اى لالحية له - كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والحجاز لنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلتُ اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين -

وفيه فقال بعض البصريين يهجو اهل الكوفة ؎

اذا سقى الله قوما صوب غادية ... فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا

السارقون اذا ما جنّ ليلهم ... والدارسون اذا ما اصبحوا السورا

وارسل الريح تذرى فى وجوههم ... حتى اذا لم يروا عينا ولا اثرا

القى العداوة والبغضاء بينهم ... حتى يكون لمن عاداهم جورا

وقال اليعقوبى منتصرا لاهل الكوفة - اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف وعفاف وليس فى البلدان اشد عفافا منهم ولا اشد تجملا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد هم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دوّن الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يامرون كتّابهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اهـ كذا فى معدن الجواهر

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطنوج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة -

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء -

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدد المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حاجتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجمامها واستراحتها لا يقتلها غطسا ولا غرقا يجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيدها القمر فى امتلائه كما يزيدها فى نقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون -

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدُون ما لاهل البصرة وذلك ان لو التمست فی جمیع بیادرها وربطها المعوذة وغيرها على نخلها فی جمیع معاصر دبسها ان تصیب ذبابة واحدة لما وجدتها الّا فی الفرط ولوان معصرة دون الغيظ اوثمرة منبوذة دون المستاط لما استبقيتها من كثرة الذبان۔

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فی الخريف يجئ منها ما يسوّد جميع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد فی جميع الدهر غراب واحد ساقطًا الّا على نخلة مصرومة ولم يبق منها عذق واحد ومناقير الغربان معاول وتمر الاعذاق فی ذلك الوقت غير متماسكة فلو خلاها الله تعالى ولم يمسكها بلطفه لاكتفى كل عذق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان فی ذلك تنظر ان تصرم وبعد الصرم وقطع كل عذق ترى النخلة سوداء من كثرة الغربان۔ فسبحان من قدّر لهم ذلك واراهم هذه الاعجوبة۔ اھ بتصرف وحذف۔

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابو سبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری گورنر مقرر ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

قال المورخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۹ بعد ما ذكر ان الخليفة الهادی دعا ابن دأب فی وقت من الليل وجرى بينهما كلام طويل۔ قال ابن دأب ثم قال الهادی دع عنك ذكر المغرب واخباره وهلم بنا الى ذكر فضائل البصرة والكوفة وما زادت به كل واحدة منهما على الاخرى قال قلتُ ذكر عن عبد الملك بن عمير انه قال قدم علينا الاحنف بن قيس الكوفة مع مصعب بن الزبير فما رأيتُ شيخًا قبيحًا الّا ورأيت فی وجه الاحنف منه شبهًا كان صعل الرأس مائل الشدق ولكنه كان اذا تكلم جلّى عن نفسه فجعل يفاخرنا ذات يوم بالبصرة ونفاخره بالكوفة۔

فقلنا الكوفة اغذى وامرأ وافسح واطيب فقال له رجل والله ما اشبه الكوفة الّا بشابّة صبيحة الوجه كريمة الحسب ولا مال لها فاذا ذكرت ذكرت حاجتها فكفّ عنها طالبها وما اُشبّه البصرة الّا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذكرت ذكرت يسارها وذكرت عوارضها فكفّ عنها طالبها۔

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب واوسطها خشب واعلاها رطب نحن اكثر ساجًا وعاجًا وديباجًا ونحن اكثر قندًا ونقدًا والله ما اتى البصرة الّا طائعًا ولا اخرج منها الّا كارهًا فقام اليه شابٌّ فقال يا ابا بحر بم بلغت فی الناس ما بلغتَ فوالله ما انت باجملهم ولا باشرفهم قال يا ابن اخی بترکی ما لا يعنينی كما عناك من امری ما لا ينبغی ان يعنيك اھ۔

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آدابِ قضاء وسیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفہ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہوگئے۔

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند وصحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ مؤطائین اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ١٤٠ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ج ٢ ص ١٢٩ وعیون الاخبار ج ١ ص ٦٦ میں ہے قال ابن قتیبۃ بلغنی عن کثیر بن ہشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوطہ ج ٢ ص ٦٢٣ وکتاب الکامل للمبرد، ص ٩ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبدربہ متوفی ٣٢٨ھ نے عقد فرید ج ١ ص ٣٣ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دارقطنی متوفی ٣٨٥ھ نے سنن ج ٢ ص ٥١٢ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ٤٠٣ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ٢١٤ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ٤٥٠ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ١١٩ میں۔ بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے سنن بیہقی ج ١٠ ص ١١٩ میں اور ص ١٥٠ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ٤٨٣ھ نے مبسوط ج ١٦ ص ٦٠ و ٦٥ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ٥٨٧ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ٧ ص ٩ پر۔ ابن الجوزی متوفی ٥٩٧ھ نے تاریخ عمر ص ٩٥ پر۔ علامہ نویری متوفی ٧٣٢ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ٦ ص ٢٥٧ پر۔ ابن القیم متوفی ٧٥١ھ نے اعلام الموقعین ج ١ ص ١٧ پر ابن خلدون متوفی ٨٠٨ھ نے مقدمہ ج ١ ص ١٨٤ پر۔ قلقشندی متوفی ٨٢١ھ نے صبح اعشی ج ١٠ ص ١٩٣ پر علی متقی متوفی ٩٧٥ھ نے کنز العمال ج ٣ رقم حدیث ٢٦٣٢ میں۔ ابن فرحون متوفی ٧٩٩ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ ومناہج الاحکام ج ١ ص ٢١ پر رسالہ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیك. اما بعد فانّ القضاءَ فریضۃٌ محکمۃٌ وسنّۃٌ متّبعۃٌ فافہم اذا اُدلِی الیك فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ۔ آسِ بین الناس فی مجلسك ووجہك وعدلك حتی لا یطمع شریف فی حیفك ولا یخاف ضعیفٌ جورَك البیّنۃُ علی المدّعی والیمین علی من انکر۔ والصلح جائز بین المسلمین الّا صلحاً حرّم حلالاً او احلّ حراماً لا یمنعُك قضاءٌ قضیتہ بالامس راجعت فیہ الیوم نفسك وھُدِیتَ لرشدِك ان تُراجع للحق فان الحقّ قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثالَ والاشباہَ وقِس الامور عند ذلك ثم اعمد الی اَحبّہا الی اللہ تعالٰی واشبہہا بالحق فیما تری۔ اجعل للمدعی امداً ینتہی الیہ فان احضر بیّنۃً اَخذ بحقہ والّا وجّہت القضاءَ

علیه فانّ ذلك أجلی للعمی وابلغ فی العذر۔

المسلمون عدول بعضهم علی بعض الّا محدودٌ حدّاً او مجرّب علیه شهادة زور او ظنینٌ فی ولاءٍ او قرابةٍ۔ فانّ الله تولّی منکم السرائر ودرأ عنکم بالبیّنات۔ ثم ایاك والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یوجب الله بها الاجر ویحسن بها الذخر فانه من یخلص نیّته فیما بینه وبین الله ولو علی نفسه یکفّ الله ما بینه وبین الناس ومن یتزیّن للناس بما یعلم الله منه خلافه یشنه الله فما ظنّك بثواب غیر الله فی عاجل رزقه وخزائن رحمته والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک وشہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث الدّ کے اواخر میں بعلبک مذکور ہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت هو اسم مرکب من بعل اسم صنم وبكّ من بكّ عنقه ای دقّها فاما ان یکون نسب الصنم الی بك وهو اسم رجل او جعلوه یبك الاعناق هذا ان کان عربیًا والا فلا اشتقاق اھ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیّت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسة عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول هذا بعلُبكٍ ورایتُ بعلَبكٍ ومررت ببعلِبكٍ برفع اللام ونصبه وجرّه۔

قیل ان بعلبك کانت مهر بلقیس وبها قصر سلیمان علیه السلام وهو مبنی علی اساطین الرخام وبها قبر الیاس النبی علیه السلام وبقلعتها مقام ابراهیم الخلیل علیه السلام۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر لی۔

بحرِ روم۔ آیت ومالنا الّا نقاتل فی سبیل الله وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور ہے۔ بحر روم کو بحر شام ومصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذهب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد وممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صور۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم از کم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ وسبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریبًا

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانبِ اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحر روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحر روم میں ساحلِ شام و ساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحر روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ

اسی بحر روم و شام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوۂ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوۂ بحر شروع کرتے ہوئے بحر روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر و خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مؤرخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص۵ مما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فانہ قال کانت قبرس ۳۳ھ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابو ذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابو الدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنہم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ الاف دینار یؤدونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی ۲۸ھ قبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سبیناھم ای اسرنا رجال قبرس ونساءھم نظرتُ الی ابی الدرداء یبکی فقلتُ ما یُبکیک فی یوم اعزّ اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذلّ فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہ علی منکبی وقال ثکلتک امک یا جبیر ما اھون الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی امۃ ظاھرۃ قاھرۃ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تری فسلط اللہ علیھم السباء واذا سلط السباء علی قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اول من غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (راس وقت ۱۴۰۲ھ ہے) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسب خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال له عثمانؓ لا تنتخب الناس و خیرھم فمن اختار الغزو طائعًا فاحمله واعنه۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویۃ کتب الی عمرؓ کتابا فی غزو البحر یرغبه فیه و یقول یا امیر المؤمنین ان بالشام قریة یسمع اھلھا نباح کلاب الروم وصیاح دیوکھم وھم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمرؓ الی عمرو بن العاصؓ یستشیرہ ان صف لی البحر فکتب الیه عمرو یا امیر المؤمنین انی رأیت خلقًا عظیمًا یرکبه خلق صغیر لیس الا السماء والماء وانما ھم کدود علی عود ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأہ عمرؓ کتب الی معاویة لا والله لا احمل فیه مسلمًا ابدًا و کتب ایضًا الیه انا سمعنا ان بحر الشام یشرف علی اطول شئ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلة فی ان یفیض علی الارض فیغرقھا فکیف احمل الجنود فی ھذا الکافر المستصعب وتاللہ لمسلم احب الیّ مما حوت الروم فایاك ان تعرض لی وقد تقدمت الیك وقد علمت ما لقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر۔ تفسیر آیت تجری من تحتھا الانھٰر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الا مجازًا۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقات ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ۶۴۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئت جدیدہ اسی مقام و محل وقوع سے چاند جدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ۳۱۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدڑ مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارضِ بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت ۲۸۹۲۹۰۰ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ۲۸۰۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے اردگرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھے میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدۃ ص ۷۵ ومروج الذھب ج ۱ ص ۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۴۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجھات فقد صادفوا جھات منہ لم یسبر غورھا المسبار مطلقاً ویظن انھا تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسۃ عشر الف متر اھ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنوہاشم۔ تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنوہاشم ہے۔ بنوہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغت عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۳۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنوہاشم (۲) بنو اسد بن عبد العزی (۳) بنوعبد الدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنو تیم بن مرۃ (۶) بنو مخزوم (۷) بنو یقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبد المطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوکر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوے۔ وفات عبد مناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاج بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملک شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ھشم الشیٔ کسرہ وھشم الثرید لقومہ ای کسر الخبز وفتّہ وبلّہ بالمرق فجعلہ ثریداً۔

قیل سمّی بہ لانّہ اوّل من ھشم الثرید بعد جدّہ ابراھیمؑ فان ابراھیمؑ اول من ثرّد الثرید اطعمہ

المساكين وفيه ان اول من ثرّد واطعمه بمكة قصیّ جدّ هاشم قال فی کتاب الامتاع وقصیّ اول من ثرّد الثريد واطعمه بمكة وفيه ايضًا ان هاشما اول من اطعم الثريد بمكة وقيل ان اول من فعل ذلك عمرو ابن لحیّ وقد يقال لا منافاة فالاولية اضافية فاولية قصی لكونه من قريش واولية عمرو بن لحی لكونه من خزاعة واوّلية هاشم با عتبار شدة مجاعة حصلت لقريش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل و عبدشمس و مطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انھیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لكرمهم وفخرهم وسيادتهم على سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) میں۔ عبدشمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام بردمان میں قال بعضهم ولا يعرف بنواب تباينوا فی محال موتهم مثلهم كذا فی انسان العيون۔ ج ا ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجبرون (بالباء دون الياء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلوّ مرتبته۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنو عبد مناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق و یمن و شام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف و مفخم اور بڑے بلند مراتب و اعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصًا ہاشم بن عبد مناف کہ جن کی شرافت و عزت و سخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت و سخاوت و عزت و خوش اخلاقی بطور مدح و ضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وأطعم فی المحل عمرو العلا فللمسنتين به خصب عام

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عمرو العلاذو الندیٰ من لا يسابقه مرُّ السحاب ولا ريح تجاريه
جفانه کالجوابی للوفود اذا لبّوا بمكة ناداهم مناديه
او ان محلوا أخصبوا منها وقد مُلئت قوتا لحاضرهم منهم وباديه

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طلب السماحة والندی هلا مررت بآل عبد مناف
الرائشون وليس يوجد رائش والقائلون هلمّ للأضياف

حدیث مرفوع ہے السخیُّ قريب من الله وقريب من الجنّة وبعيد من الشيطان بعيد من النار

ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات و اخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت وعظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابو البطحاء وسیّد البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکّہ وتہامہ کا سردار وسیّد۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف ومکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت ورسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہ سیّد الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مورخین کا ہاشم کی شرافت وعلوِ مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح وتفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشًا واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضر وخیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ھاشم وخیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الا کنتُ فی خیرھما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قلّبتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اَجِد رجلًا افضل من محمد ولم اجد بیتًا افضل من بنی ھاشم واخرج البزار فی مسندہ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبیٰ عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیۃ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاھلیۃ فقالت صفیۃ منّا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا تنبت النخلۃ والشجرۃ فی الارض اللِّبّاء (اللباء حبٌّ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالًا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس مَن انا ؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام یُنزِلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلھم اصلًا وخیرھم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح وتصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب وازدیادِ ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل واخلاق کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضھم لم تزل مائدۃ ھاشم منصوبۃ لا ترفع فی السراء والضراء وقال ابن الصلاح روینا عن الامام سھل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلاء ای ھاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتھی۔ وفی انسان العیون کان ھاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن الخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر وخطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھلّ ھلال ذی الحجة قام صبیحته واسند ظھرہ الی الکعبة من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبته یا معشر قریش انکم سادة العرب واحسنھا وجوھا واعظمھا احلامًا و اوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالی اکرمکم اللہ بولایته وخصکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانه یأتیکم زُوّار اللہ یُعظّمون بیته فی اضیافه واحق من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفه وزوّارہ فانھم یأتون شُعثًا غبرًا من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیف وزُوّار بیته فورب ھذہ البنیة لو کان لی مال یحتمل ذلك لکفیتکموہ و وانا مخرج من طیب مالی وحلاله مالم یقطع فیه رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیه حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلك فعل وأسالکم بحرمة ھذا البیت ان لا یخرج رجل منکم من ماله لکرامة زوّار بیت اللہ وتقویتھم الا طیبًا لم یؤخذ ظلمًا ولم یقطع فیه رحم ولم یؤخذ غصبًا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوار بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوم اسی وجہ سے اہلِ مکہ پر خصوصًا مکارم اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہل مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارم اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہل جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مال حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور انعام و احسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالی لایلف قریش ایلافھم رحلة الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخه ج ۲ ص۱۸۰ ان ھاشما اول من سنّ الرحلتین لقریش رحلة الشتاء ورحلة الصیف اھ

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت و حفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بهم قریشا ونعش فقرائها والایلاف العهود هاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فكان متجر هاشم الى الشام فهلك بغزة وكان متجر عبد شمس الى الحبشة فمات بمكة وكان متجر المطلب الى اليمن فمات بموضع يقال له ردمان وكان متجر نوفل الى العراق فمات بموضع يقال له سلمان وكان كل من هؤلاء رئيس من يخرج معه ممن يتجر فى وجهه وكان اخذ لهم الايلاف من الملوك ومن اشراف القبائل فهؤلاء سادة قريش وناعشوهم۔

قال ابن جرير فى تاريخ الامم والملوك ج ۲ ص ۱۸۰ كان هاشم وعبد شمس وهو اكبر ولد عبد مناف والمطلب وكان اصغرهم امهم عاتكة بنت مرة ونوفل وامه واقدة بنى عبد مناف فسادوا بعد ابيهم جميعا وكان يقال لهم المجبرون فكانوا اول من اخذ لقريش العصم فانتشروا من الحرم. اخذ لهم هاشم حبلا من ملوك الشام والروم وغسان واخذ لهم عبد شمس حبلا من النجاشى الاكبر واخذ لهم نوفل حبلا من الاكاسرة فاختلفوا بذلك السبب الى ارض الحبشة والعراق وارض فارس واخذ لهم المطلب حبلا من ملوك حمير فاختلفوا بذلك السبب الى اليمن فجبر الله بهم قريشا فسموا المجبرين انتهى۔ وسموا المجيرين بالياء اذ كانوا يؤلفون للجوار يتبعون بعضهم بعضا يجيرون قريشا بميرهم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۳ و تاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹

عبد شمس حسب قول بعض مورخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس و هاشما توأمان وان احدهما ولد قبل صاحبه واصبع له ملتصقة بجبهة صاحبه فنحيت عنها فسال من ذلك دم فتطير من ذلك فقيل تكون بينهما دماء اھ وفى السيرة الحلبية ج ۱ ص ۴ وكانت رجل هاشم اى اصبعها ملصقة بجبهة عبد شمس ولم يمكن نزعها الا بسيلان دم فكانوا يقولون سيكون بينهما دم فكان بين ولديهما اى بين بنى العباس وبين بنى امية سنة ثلاث وثلاثين ومائة من الهجرة ووقعت العداوة

بین ھاشم وبین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انھیں افضلِ قریش سمجھتے تھے۔ تو ہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے، مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑ گیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کر کے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مالٍ فتکلف ان یصنع صنیع ھاشم فعجز عنہ فشمت بہ ناس من قریش فغضب ونال من ھاشم ودعاہ الی المنافرۃ فکرہ ھاشم ذلک لسنہ وقدرہ ولم تدعہ قریش واحفظوہ قال فانی انافرک علی خمسین ناقۃً سود الحدق تنحرھا ببطن مکۃ والجلاء عن مکۃ عشر سنین فرضی بذلک امیۃ وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی فنفر ھاشمًا علیہ فاخذ ھاشم الابل و اطعمھا من حضرہ وخرج امیۃ الی الشام فاقام بھا عشر سنین فکانت ھذہ اول عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ۔ اھ

وقال فی انسان العیون ان ھاشمًا لما ساد قومہ بعد ابیہ حسدہ امیۃ ابن اخیہ فتکلف ان یصنع کما یصنع ھاشم فعجز فعیرتہ قریش وقالوا لہ اتتشبہ بھاشم ثم دعا ھاشمًا للمنافرۃ فابی ھاشم ذلک لسنہ وعلو قدرہ فلم تدعہ قریش فنافرہ ھاشم بما ذکر وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی وکان بعسفان فخرج کل منھما فی نفر فنزلوا علی الکاھن فقال الکاھن قبل ان یخبروہ خبرھم۔ والقمر الباھر والکوکب الزاھر والغمام الماطر وما بالجو من طائر وما اھتدی بعلم مسافر من منجد وغائر لقد سبق ھاشمٌ امیۃ الی المفاخر فنصر ھاشم علی امیۃ ثم ذکر بقیۃ القصۃ۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و مکارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتی کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ماافترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالیٰ ادم الا کنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہرِ سیّدِ عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تخاصم و مسابقت مذکورۂ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و مکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن ھاشم وحرب بن امیۃ بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفر بینھما فجعلا بینھما نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرو

اَتُنافر رجلاً هو اطول منك قامۃً واعظم منك ھامۃً واوسم منك وسامۃً واقل منك لامۃً و اکثر منك ولداً واجزل منك صفداً و اطول منك مذوداً فنفرہ علیہ فقال حرب انّ من انتکاث الزمان أن جعلناك حکماً اھ

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزّہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبد شمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبد المطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابوطالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتب تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبد مناف بن قصی اور دادا قصیؔ بھی ان پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے متصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کرکے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیرانِ بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی واکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہلِ مکہ حجاج و زوّار بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرّۃ قال لقریش، یا معشر قریش انکم جیرانُ اللہ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضِیفانُ اللہ وزوّار بیتہ وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوا لھم طعاماً و شراباً ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذلك كل عام من اموالھم خرجاً تخرج قریش فی كل موسم من اموالھم فیدفعونہ الی قصیّ فیصنعہ طعاماً للحاج ایام الموسم بمکۃ ومنی فجری ذلك من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومہ وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومك ھذا وھو الطعام الذی یصنعہ السلطان بمکۃ ومنی للناس حتی ینقضی الحج انتہی۔

بنو سلمہ۔ آیت قد نری تقلّبَ وجھك فی السماء فلنولینك قبلۃً ترضٰھا فولّ وجھك شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنو سلمہ قبیلۂ خزرج کے اندر ایک قبیلہ و خاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبہ اُولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبہ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویلِ قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپؐ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رُخ تبدیل کر لیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیّۃ ج ۲ ص۱۲۸ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرًا امّ بشر بن البرّاء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعامًا وحانت صلاۃُ الظہر فصلّی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجد ھناک فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار اَن صلِّ الی الکعبۃ واستقبلِ المیزاب فاستدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل مَن مقدّم المسجد الی مؤخّرہ لانّ من استقبل الکعبۃ فی المدینۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلک وھم راکعون وکان ھذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ اوانّ ھذا العمل لم یکن علی التوالی انتھیٰ۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلک قبل قتال بدر بشہرین وفیہ فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدینۃ کانت بعیدۃ من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورۃ یٰس من جامعہ ج ۲ ص۱۶۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمۃ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا النقلۃ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الاٰیۃ انّا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ما قدّموا واٰثارھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اٰثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ثقیف - آیت واذا تولّیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث الآیۃ وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذّاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جدِ اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ اخبار کہتے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلاگیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کردی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کردیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات واموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بنا پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تاآنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلۂ نسب یہ ہے قسیّ بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قومِ ثمود میں سے تھا۔ حماد الراویۃ کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابو رغال فی سنۃٍ مجدبۃ بامرأۃ ترضع صبیًّا یتیمًا بلبن عنزٍ لھا فاَخذھا منھا فبقی الصبیُّ بلا مرضعۃ فمات فرماہ اللہ بقارعۃ فاَھلکہ فرجمتِ العربُ قبرہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹۔ بہرحال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزرگیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه　　كما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدۃ کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام وکان عشّارًا جائرًا فقبرہ بین مکّۃ و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی ھامش الصحاح ما صورتہ ابو رغال اسمہ زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیہ السلام بعثہ مصدقًا انہ اتی قومًا لیس لھم لبن اِلّا شاۃ واحدۃ ولھم صبیّ قد ماتت اُمّہ فھم یعاجونہ بلبن تلک الشاۃ یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرھا فقالوا دعْھا تحایی ھذا الصبیّ فابیٰ فیقال انہ نزلت بہ قارعۃٌ من السماء ویقال بل قتلہ ربُّ الشاۃ فلما فقدہ صالح علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناسَ فاُخبر بصنیعہ فلعنہ فقبرُہ بین مکۃ والطائف یرجمہ الناس۔ راجع تاج العروس ج ۷ ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابو رغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبرٍ فقال ھذا قبرُ ابی رغال وھو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بھذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منہ اَصابتہ النقمۃُ التی اصابت قومہ بھذا المکان فدُفِن فیہ الحدیث وبسطہ شراح المواھب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۱۴ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتلِ ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصدقًا فمرّ بہ ثقیف فقتلہ فقیل قسا علیہ فسُمّی قسیًّا اھ مغیرۃ بن شعبہؓ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہدِ جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کرلیں۔

حدیبیہ فان اُحصِرتم فما استیسر من الھدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول و فتحِ ثانی وکسرِ یاء ہے۔ اور یاء میں تخفیف وتشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من اثق بعلمہ عن الحدیبیّۃ فلم یختلفوا فی انھا بالتخفیف وقیل اھل العربیّۃ یخففون والمحدثون یشدّدون۔

وجوہِ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمّیت ببئرٍ ھنالک عند مسجد الشجرۃ التی بایع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم تحتھا۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرۃ حدباء کانت فی ذلک الموضع وفی الحدیث انھا بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حِل میں ہے وھو ابعد الحل من البیت وعند مالک رضی اللہ عنہ انھا جمیعھا من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکینِ مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح و اشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ و حرم میں امن سے حلق و تقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیہ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلۃ بن عبداللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء۔ وقولوا للناس حسناً کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خطہ و علاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حجز الرجلُ بعیرہ اذا شدّہ شداً یُقیّدہ بہ ویقال للحبل حجاز او سُمّی حجازاً لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ والحجاز جبلٌ ممتدّ حائلٌ بین الغورِ غورِ تہامۃَ ونجدٍ فکانّہ منع کل واحد منھما ان یختلط بالآخر فھو حاجز بینھما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سُمّی حجازاً لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطۂ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمرہ۔ دار اشجع۔ دارِ مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقہ حجاز کہلاتا ہے سمّی بذلك لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک و فلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقہ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمّیت تهامة لشدة حرّها ورکود ریحها وھو من التھم وھو شدة الحرّ ورکود الریح یقال تھِم الحرُّ اذا اشتدّ وقیل سمّی بذلك لتغیّر ھوائھا یقال تھم الدُّھنُ اذا تغیّر ریحه وقال الاصمعی التھمة الارضُ المتصوّبة الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکة والمدینة والیمامة ومخالیفھا ای قُراھا۔ کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص۲۴۳۔

الحَرَم وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حاء وراء ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرمِ مکہ و حرمِ مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حِرْمیّ بکسر حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ دوّم، حُرْمی بضم حاء وسکون راء علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمیّ بفتح حاء وراء موافق قیاس۔

حَرَم وحَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن وزمان۔ سُمّی الحرم حرامًا لانه حرام انتھاکُه وحرام صیدُه ورفثه۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات ومنارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات وحدود کو جانتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا قریشًا علی مشاعرکم فانکم علی اِرث من اِرث ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم محترم ومقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالی اولم یروا انا جعلنا حرمًا امنًا ویتخطف الناس من حولھم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۳ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کله یراد به مکة۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدودِ حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکر باسناده عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اول من نصَب اَنصابَ الحرمِ ابراھیم علیه السلام یُریه ذلك جبریل علیه السلام فلما کان یوم فتح مکة بعث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما رثّ منھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیه السلام فی الخطبة للغد من یوم الفتح ایھا الناس ان اللہ سبحانه قد حرّم مکة یوم خلق السموت والارضَ ویوم خلق الشمس والقمر ووضَعَ ھذین الجبلین

فهي حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم ومحترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اِس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاھد قال ان ھذا الحرم حرم ماحذاءہ من السموت السبع والارضین السبع وان ھذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماءٍ بیت وفی کل ارضٍ بیت۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اھلِ العلم یقول انہ لما خاف اٰدم علیہ السلام علی نفسہ من الشیطان فاستعاذ باللہ سبحانہ فارسل اللہ عزوجلّ ملائکۃً حفّوا بمکۃ من کل جانبٍ ووقفوا حوالیھا قال فحرّم اللہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیھم السلام وقفت۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرما دیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جاکر وہ حدود بتلا دیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہر حال حرم مکہ شریف انوارِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ۔ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عرباء کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابو تمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتّب ہے۔ حماسہ[1]۔ مراثی[2]۔ ادب[3]۔ نسیب[4]۔ ہجاء[5]۔ اضافات[6]۔ صفات[7]۔ سَیر[8]۔ مُلَح[9]۔ مذمۃ النساء[10]۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور ومعروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت وجنگ وجدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابو تمام کے بعد حماسہ علماء وائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری وحماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت وقبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الحبیب۔ قاموس المدارس۔
وفی مجلّۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمّنوھا کثیرًا من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالّۃ علی التحمّس والبسالۃ فی الحروب وکان اوّل من طرّق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشھیر بابی تمام الطائی وضع حماسۃ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شھرتہ حتی قیل ان ابا تمام فی اختیارہ الشعر اشعر منہ فی نظمہ انتہی۔

دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابوالوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابن سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابوالوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعۂ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر وشاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابوالعواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادباء وعلماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوانِ حماسہ کو مشرق ومغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شروح لکھیں۔

ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شرّاح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں
(۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سیداللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھے جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابوبکر محمد بن یحییٰ صولی متوفی ۴۷۶ھ (۵) شرح ابوالفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۳۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۷۱۷ھ (۹) شرح ابونصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۵۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابوزکریا یحییٰ بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر، متوسط، اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔

(۱۴) عنوان النفاسۃ فی شرح الحماسۃ لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیہ المالکی المتوفی ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب ھدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقۂ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء وائمۂ فنِ عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کر کے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہوگئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

فمنها[1] الحماسۃ لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی ۲۸۴ھ ومنها[2] الحماسۃ لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ رتبها علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنها[3] الحماسۃ لابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ وھی فی مجلدین صنفها بتونس فی شوال ۶۴۶ھ جمع فیها ما استحسنہ من اشعار العرب جاھلیها ومخضرمیها واسلامیها ومولدیها وغیر ذلک ومنها[4] الحماسۃ لابن الشجری النحوی المشهور اللغوی المتوفی ۵۴۲ھ وھو کتاب غریب مطبوع ونسخۃ منها موجودۃ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کندیاں مدیریۃ میانوالی طالعتها واستفدت منها ومنها[5] الحماسۃ لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۶۵۶ھ وحماسۃ تعرف بالحماسۃ البصریۃ ومنها[6] الحماسۃ العسکریۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۷ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ج ۱ ص ۶۹۲ عمود ۳ عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ ابی تمام۔ وذلک ما حدا بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا آثارہ ویجاوروہ فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج خلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّ منها بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدھر علی بعضها فاخذ تهاید الضیاع کحماسۃ الاعلم الشنتمری المتوفی فی اشبیلہ ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء وحماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی والحماسۃ العسکریۃ وقد نجا بعضها الآخر

معرعزۃ وجودھا فی خزائن الکتب کحماسۃ الخالدیّین ھما اخوان ابوعثمان سعیدؔ ابوبکر محمد ابناھاشم اللذان اشتھرا فی خدمۃ سیف الدولۃ الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع الھجری حماستھما مشھورۃ بالاشباہ والنظائر منھا نسخ فی المکتبۃ الخدیویۃ فی قائمتھا ج ۴ ص ۲۰۲ وکالحماسۃ البصریۃ فی ھذہ المکتبۃ ج ۴ ص ۲۲۹ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملک المغول ھولاکو سنۃ ۶۵۹ھ ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدۃ امیر حلب الملک الناصر صلاح الدین ابا المظفر یوسف وحماسۃ تضاھی حماسۃ ابی تمام وکحماسۃ ابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیاس مدینۃ الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی ۶۵۳ھ ۱۲۵۵ء ولم یبق من حماستہ سوی بعض الفصول فی احد مخطوطات خزانۃ غوطا من اعمال المانیا۔

نعم بقیت من تیار الزمان والحوادث حماسۃ ابی عبادۃ الولید بن عبید الشھیر بالبحتری فالبحتری لمّا رای ما نال صدیقہ و قرینہ ابوتمام من السمعۃ الطیبۃ بتالیف الحماسۃ فقصد مجاراتہ فوضع لوزیر الخلیفۃ المتوکل الفتح بن خاقان حماسۃ عارض فیھا حماسۃ ابی تمام وقد ذکر ابن خلکان حماسۃ البحتری فی تالیف ھذا الشاعر فی ترجمتہ وکاد یتلف ھذا التالیف فی جملۃ ما طمس من الآثار لولا ھمۃ احد المستشرقین الھولندیین ل قوتیر الذی عثر فی القرن السابع عشر علی نسخۃ منہ فی الاستانۃ فابتاعھا وارسلھا التوح فی خزانۃ دولتہ فی لندن ھذہ النسخۃ موجودۃ فی خزانۃ کتب لندن حُلّی وجھھا الاول بالذھب والنقوش ھی فی ۲۰۰ صفحۃ وفی کل صفحۃ ۱۵ سطرا۔ وقد امتازت حماسۃ البحتری بعدۃ امور منھا وفرۃ ابوابھا فان البحتری جعلھا ۱۷۴ بابا ضمّنھا معظم المعانی الادبیۃ التی دارت فی ألسنۃ شعراء العرب ومنھا ان عدد الشعراء الذین رویت اشعارھم فیھا یبلغ نحو الستمائۃ واکثرھم من شعراء الجاھلیۃ و المخضرمین ولم یذکر من شعراء العھد العباسی سوی نفر قلیلین مثل صالح بن عبد القدوس وکفی بذلک دلیلا علی سعۃ محفوظات البحتری للشعر القدیم ومنھا التحاشی لکل معنی بذیٔ تنبو عنہ الاسماع فلا تجد فیھا شیئا من المجون۔ طبعت حماسۃ البحتری فی ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقین المسیحیین فی بیروت۔

الخزرج۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابو ایوب انصاریؓ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیسؓ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلانؓ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلۂ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کرکے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلۂ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہور اسلام کے بعد بھی امورِ دین میں اور اسبابِ مقرّبہ الی اللہ ورسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امور ایمانیہ وتحصیل اسباب رضا اللہ ورضا رسولہ میں مسابقت قوتِ ایمان وکمالِ ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیان الاوس والخزرج فقال الاوس منا اربعۃٌ من اھتز لہ العرش سعد بن معاذ ومن عدلت شہادتہ شہادۃ رجلین خزیمۃ بن ابی ثابت ومن غسلتہ الملائکۃ حنظلۃ بن ابی عامر ومن حمتہ الدبر عاصم بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منا اربعۃٌ جمعوا القراٰن لم یجمعہ غیرھم کذا فی الاتقان ج ۱ ص۷۲ ثم ان حدیث جامعی القراٰن اخرجہ البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالت انس بن مالک رضی اللہ عنہ من جمع القراٰن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربعۃ کلھم من الانصار ابیّ بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید قلت من ابو زید قال احد عمومتی وروی ایضًا من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القراٰن غیر اربعۃٍ ابو الدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ ثم ان ابا زید ھذا اسمہ قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان ابا زید الذی جمع القراٰن اسمہ قیس بن السکن قال وکان رجلًا منا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقبًا ونحن ورثناہ قال ابن ابی داؤد مات قریبًا من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب علمہ ولم یؤخذ عنہ وکان عقبیًا بدریًا۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابو رافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ واغتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شر انگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلۂ طی کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجۂ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابو نائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جاکر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔

قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابو رافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابو رافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارضِ حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابو رافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصارِ خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص۷ باسنادہ عن عبداللہ بن کعب بن مالک قال کان مما صَنَعَ اللہ بہ لرسولہ اَنّ ھذین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصاوُلَ الفحلَین لا تصنع الاوسُ شیئاً فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناء الا قالت الخزرجُ واللہ لا یذھبون بھذہ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام فلا ینتھون حتی یُوقِعُوا مثلھا قال واذا فعلت الخزرج شیئاً قالت الاوس مثل ذلک فلما اصابت الاوسُ کعب بن الاشرف فی عداوتہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرجُ لا یذھبون بھا فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا من رجلٌ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداوۃ کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وھو بخیبر فاستأذنوا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ فاذن لھم۔

فخرج الیہ من الخزرج ثمانیۃُ نفرٍ عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبداللہ بن انیس وابوقتادۃ الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتلہ بطولھا وعن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیھودی وکان بارض الحجاز اھ

داوردان۔ بفتح واو وسکونِ را۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فھرب عامۃُ اھلھا فنزلوا ناحیۃً منھا فھلک بعض من اَقام فیھا وسلم الآخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین قال من بقی فیھا اصحابُنا الھاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وھم بضعۃٌ وثلاثون الفاً حتی نزلوا ذلک المکان وھو وادٍ افیح فناداھم ملکٌ من اسفل الوادی واٰخر من اعلاہ ان موتوا فماتوا فاحیاھم اللہ تعالی بحزقیل فی ثیابھم التی ماتوا فیھا وبُنی فی موضع حیاتھم دیر یُعرف بدیر ھزقل وانما ھو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت واذ نجیناکم من اٰل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیّ کی مثل عرب وعربیّ وزنج وزنجیّ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں

(۱) سُمُّوا بذلک لانّھم من وُلد رُوم بن سماحیق بن ھرینان بن علقان بن العیص بن اسحاق بن

ابراھیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رومیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل ھم بنو رومی بن بُزَنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحٰق کا بیٹا تھا۔ قالہ الجوھری وقیل تزوّج عیصو بن اسحاق بسمۃ بنت اسماعیل علیہ السلام وکان رجلاً اشقر فولدت لہ الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے راموا فعل ماضی بمعنی قصدوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سُمّیت الروم لانھم کانوا سبعۃ راموا فتح دمشق ففتحوھا وقتلوا اھلھا۔ وسُمّوا بنی الاصفر لِشُقرتھم لانّ الشُقرۃ اذا افرطت صارت صُفرۃً صافیۃً وقیل اِنّ عِیصو کان اصفر لمرضٍ کان ملازماً لہ۔

(۶) رُومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کو رومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم روماً لاضافتھم الی مدینۃ رومیۃ فسمّی من کان بھا رومیا۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام بسملہ کی شرح کی ابتداء میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَأَم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتشاءم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامۃ ہے سمیت بذلک لکثرۃ قُراھا وتدانی بعضھا من بعض فشبّھت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قوماً من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاءموا الیھا ای اخذوا ذات الشمال فسمّیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانّہ اوّلُ من نزلھا فجعلت السین شیناً۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریباً نواسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد متفرق ہوکر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر و تصرف کے بعد شامین شام ہوگیا۔ اس سے قبل اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانھا علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیمن سمیت بذلک لانھا علی یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ مرعش۔ بلقاء۔ دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ منبج۔ معرّہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جاء

فی الاثر۔ (۳) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انه قال قُسِم الخیر عشرة اعشار فجعل تسعة اعشار فی الشام وعشر فی سائر الارض وقُسِم الشر عشرة اعشار فجُعِل عُشر بالشام وتسعة اعشار فی سائر الارض۔

(۴) وعن النبی علیہ السلام الشام صفوة اللہ من بلادہ والیه یجتبی صفوته من عبادہ یا اھل الیمن علیکم بالشام فان صفوة اللہ من الارض الشام الا من ابیٰ فان اللہ تعالیٰ قد تکفل لی بالشام۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف وتفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشهر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُرحُرم ہے۔ اشہرحرم کا معنی ہے محترم ومعظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ و ذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ وجدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پاکر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف وکتاب اللہ وغیرہ شعائر اللہ کی حرمت و عظمت مسلّم وثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل وجدال کیا ہو۔

اشہرحرم کی حرمت وتعظیم اہلِ جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جُو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ وجدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی واجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیشِ نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک وافلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج وعمرہ ادا کرسکتے

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق بہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہرحرم کے چار ماہ کی شدید حرمت وعظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف و خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں یا بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہوسکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہرحرم کے امن واطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلیے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایتِ حرمت کا عقیدہ ملتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوصِ قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم۔ توبہ۔ وذلک ان تحریم القتال فی الاشھر الحرم کان حکماً معمولاً بہ من عھد ابراھیم واسمٰعیل وکان من حرمات اللہ ومما جعلہ مصلحۃً لاھل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس والشھر الحرام وذلک لما دعا ابراھیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کانوا بواد غیر ذی زرع ان یجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواماً لمصلحتھم ومعاشھم اھ۔ کذا قال العلامۃ السھیلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۱ ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۴۷۲۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الألوسی واختلف فی ترتیبھا فقیل اولھا المحرم وآخرھا ذو الحجۃ فھی من شھور عام وظاھر ما اخرج سعید بن منصور وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما یقتضیہ وقیل اولھا رجب فھی من عامین واستدل بما اخرجہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس ان الزمان قد استدار فھو الیوم کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً منھا اربعۃ حرم اولھن رجب مضر بین جمادی وشعبان وذو القعدۃ وذو الحجۃ والمحرم وقیل اولھا ذو القعدۃ وصحح النووی لتوالیھا واخرج الشیخان الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھراً منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اولاً تو یہ مُفوّض الی اللہ تعالیٰ ہے لہذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج وعمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطرافِ عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما کانت الاشہر المحرمة اربعة ثلاثة سرد و احد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرة فحرم قبل اشهر الحج شهرا وهو ذوالقعدة لانهم يقعدون فيه عن القتال وحرم شهر ذي الحجة لانهم يوقعون فيه الحج ويشتغلون فيه باداء المناسك وحرم بعده شهرا آخر وهو المحرم ليرجعوا فيه الى اقصى بلادهم آمنين وحرم رجب في وسط الحول لاجل زيارة البيت والاعتمار به لمن يقدم اليه من اقصى جزيرة العرب فيزوره ثم يعود الى وطنه فيه آمنا انتهى تفسير ابن كثير ج ۲ ص۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال فی المفصل ج ۸ ص۴۲۷ تعلیل اهل الاخبار لحرمة رجب لا يتناسب مع تعليلهم لحرمة الاشهر الثلاثة المحرمة اذ ذلك يستوجب اعطاء المعتمرين ايضا مدة مناسبة قبله وبعده للاعتمار فيه حتى يضمنوا ذهابهم الى مكة وعودتهم منها بامان فالسفر سفر واحد لا يتغير من حيث الطول او القصر في موسم الحج او في موسم العمرة اذ لا يعقل ابدا بلوغ مكة والعودة الى المواطن في العربية او الخليج او العراق والبلاد القاصية في خلال شهر واحد هذا حاصل كلامه۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کارفرما تھے مثل امور اقتصادیہ و منافع مادّیہ و اسواقِ عکاظ و ذوالمجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر و فضائل سے قبائلِ عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطرافِ عرب اور بلادِ بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب و یمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدتِ وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب و قرینِ عقل ہے۔

وفی السيرة الحلبية ج ۳ ص۱۵۶ جعل الله الاشهر الحرم اربعة ثلاثة سردا و واحد فردا وهو رجب اما الثلاثة فليأمن الحجاج فيها واردين لمكة وصادرين عنها شهرا قبل شهر الحج وشهرا آخر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم يرجع واما رجب فكان للعمار يأمنون فيه مقبلين ومدبرين راجعين نصف الشهر للاقبال ونصف الآخر للاياب لان العمرة لا تكون من اقاصي بلاد العرب كالحج واقصى

منازل بلاد المعتمرين خمسة عشر یومًا اہ وھذا مأخوذ من السھیلی فانہ قال فی الروض الانف ج ۲ ص۶ بعد ذکر العبارة المذکورة۔ اذ لاتکون العمرة من اقاصی بلاد العرب کما یکون للحج الاترى انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرةً فانما تکون مع الحج واقصی منازل المعتمرین بین مسیرة خمسة عشر یومًا فکانت الاقوات تأتیھم فی المواسم وفی سائر العام تنقطع عنھم ذوبان العرب وقطاع السبل فکان فی رجب امان للسالکین الیھا مصلحة لاھلھا ونظرًا من اللہ لھم دبرہ وابقاہ من ملة ابراھیم اہ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے ؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجیب ھو التعظیم۔ وانما نسب رجب الی مضر لان مضر وھی قبیلة کانوا اشد تعظیمًا لہ من غیرھم وکانھم اختصوا بہ قال العلماء وانما اضیف رجب الی ھذہ القبیلة لانھم کانوا یحافظون علی تحریمہ اشد من سائر العرب وذکروا انھم کانوا یرجبون فیہ فیقدمون الرجبیة وتعرف عندھم بالعتیرة وھی ذبیحة تنحر فی ھذا الشھر وکانوا یقولون ھذہ ایام ترجیب وتعتیر راجع عمدة القاری ج ۱۸ ص۴۲ تاج العروس ج ۱ ص۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص۴۲۳۔ روح المعانی ج ۱۰ ص۸۹ وص۹۰ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال اللہ تعالی یا ایھا الذین اٰمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام۔ قال الآلوسی واختلف فی المراد منہ فقیل رجب وقیل ذوالقعدة وروی ذلک عن عکرمة وقیل الاشھر الاربعة الحرم اہ روح المعانی ج ۶ ص۵۳ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص۳۶ وقال اللہ تعالی یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرین شھر رجب وان الآیة نزلت فی امر قتل ابن الحضرمی من قریش فی اٰخر یوم من جمادی الاٰخرة اوفی اول یوم من شھر رجب علی الشک۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافت رجب احتراز ہے رجب ربیعہ سے کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمت رجب کے قائل نہ تھے۔ واضیف رجب الی مضر لان ربیعة کانوا یحرمون رمضان ویسمونہ رجب ولھذا بیّن فی الحدیث بما بیّن اہ کذا فی الروح ج ۱۰ ص۹۰ اس جواب ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال فی المفصل ویذکر علماء الاخبار ان تاکید الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی رجب مضر الذی بین جمادی وشعبان فی خطبة حجة الوداع ھو ان ربیعة کانت تحرم فی رمضان وتسمیہ رجبًا فعرف من ثم برجب ربیعة فوصفہ بکونہ بین جمادی وشعبان تاکید علی انہ غیر رجب ربیعة المذکور الذی ھو بین شعبان وشوال وھو رمضان الیوم فرجب اذًا عند الجاھلیین رجبان رجب مضر ورجب ربیعة وبین الطائفتین اختلاف فی مسائل اخری کذلک اہ۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۲ ص۳۵۱ وقولہ علیہ السلام فی خطبة الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلک لان ربیعۃ کانت تحرم فی رمضان وتسمیہ رجبا من رجبت الرجل ورجبتہ اذا عظمتہ ورجبت النخلۃ اذا دعمتہا فبین علیہ السلام ان رجب مضر لا رجب ربیعۃ وانہ الذی بین جمادی وشعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج۳ ص۷۲، تفسیر الطبری ج۲ ص۸۸، تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمتِ قتال وجنگ کا حکم اولاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کو ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے۔ جیسا کہ سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوۂ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبداللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخر تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشہر الحرام نیز مال غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا والی ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا کما ہو مسطور فی الکتب۔ ابن جحش اور ان کے رفقاء بڑے مغموم ہوئے وسقط فی ایدیہم ای ندموا وظنوا ان قد ہلکوا وعنفہم اخوانہم من المسلمین قالت قریش قد سفک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحل الشہر الحرام وصارت قریش تعیر بذلک من بمکۃ من المسلمین یقولون لہم یا معشر الصباۃ قد استحللتم الشہر الحرام وقاتلتم فیہ۔ انسان العیون ج۳ ص۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحاب سریہ میں تقسیم فرما دیا۔ روح المعانی ج۲ ص۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریہ خوش ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ جنگ بدر سے واپسی پر سریۂ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اولاً تھا بعد اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخ حکم ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الاشہر الحرم تاقیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تاقیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال الآلوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم ہو ممکن وبہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما رواہ عنہ الضحاک۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقال ہذا شئ منسوخ ولا بأس بالقتال فی الشہر الحرام خالف عطاء فی ذلک فقد روی عنہ انہ سئل عن القتال فی الشہر الحرام فحلف باللہ تعالی ما یحل للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشہر الحرام الا ان یقاتلوا فیہ

جعل ذٰلك حکمًا مستمرًا الی یوم القیامۃ والامۃ الیوم علی خلافہ فی سائر الامصار اھ۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہرِ حرم کا خیال کبھی نہیں کیا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمتِ قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السہیلی فی الروض ج۲ ص۶۱ فی بیان تحریم القتال فی الاشہر الحرم وابقاہ اللہ تعالیٰ من ملۃ ابراہیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرمًا کذٰلک صدرًا من الاسلام ثم اباحتہ اٰیۃ السیف وبقیت حرمۃ الاشہر الحرام لم تنسخ قال اللہ تعالیٰ منہا اربعۃ حرم فلا تظلموا فیہن انفسکم۔ فتعظیم حرمتہا باق وان ابیح القتال وقد روی عن عطاء ان تحریم القتال فیہا حکم ثابت لم ینسخ اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصَّفا ۔ بفتح صاد مقصورًا۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابوقبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفواء کلہ العریض من الحجارۃ الملس الصفا والمروۃ ھما جبلان بین بطحاء مکۃ والمسجد اما الصفا فمکان مرتفع من جبل ابی قبیس بینہ وبین المسجد الحرام عرض الوادی الذی ھو طریق وسوق ومن وقف علی الصفا کان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بین الصفا والمروۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاود الزیح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریبًا ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بُت نصب تھے ایک کا نام اِساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بدفعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اِساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آیندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تا آنکہ عمرو بن لحیّ کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو اُن دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء واجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قُصیّ بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

وقال بعض اھل العلم انہ لم یفجر بہا فی البیت وانما قبّل نائلۃ فمسخہما اللہ تعالیٰ حجرین۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کر کے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصۂ اساف و نائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلۂ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحیؔ قبیلہ خزاعہ کا سردار و رئیس تھا اور اس عمرو بن لحیؔ نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وٰعدنا موسٰی اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طورًا باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراھیم علیھما السلام وکان یملکہ فنسب الیہ وقد ذکر العلماء ان الطور ھذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یحجہ السامرۃ من الیھود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یسمّی طورًا حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال لہ بلسان النبط طور فاذا کان علیہ نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سینا بھی کہتے ہیں۔ سینا میں فتح سین و کسر سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سینا ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوھری طور سیناء جبل بالشام وھو طور اضیف الی سیناء وھو شجر وکذلک طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اجود۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونک عن الشھر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وَجّ تھا سمیت بوَجّ بن عبد الحیّ من العمالیق وھو اخو اجأ الذی سمی بہ جبل طیءٍ وھو من الامم الخالیہ۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدف کا ایک شخص مسمی بہ دمّون بن عبد الملک اپنا ابن عم قتل کر کے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل أُحالِفکم لتزوّجونی وأُزوّجکم وأبنی لکم طوفاً علیکم مثل الحائط لا یصل الیکم أحدٌ من العرب قالوا فابن فبنیٰ بذلك المال طوفاً علیهم فسمّیت الطائف اھ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لأن ابراهیم علیه السلام لما أسکن ذریته مکة وسأل اللہ تعالی ان یرزق ولدہ واھلها من الثمرات أقرّ اللہ قطعةً من الارض أن تسیر بشجرها حتی تستقرّ بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم أقرّها اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافها بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوہ حُنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی ان یُسلموا وعلی أن لا یزنُوا ولا یربوا وکانوا اھل زناً وربا۔

الطاعون۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاحون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرۃ المعارف ج ۵ ص ۷۳۲ پر ہے الطاعون مرضٌ من أنواع الحمّی الخبیثةِ سریع العدوی وصف الممیّزله ظهورُ دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انه یتولّدُ من الجراثیم المضرّة المتسببّةِ من البقاع الحیوانیّة المتعفّنة ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمة ینتشر الطاعون بسرعةٍ بدخول جراثیمه الی الاجسام وتکاثُرها فیها۔ ومما یجب الانتباہ له إنّ الفیران بجولانها فی الاماکن القذرة تتلوّثُ به فیشتدّ فَتکُ الطاعونِ بها عند ظهورہ فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعونُ من الفیران الی الناس من وُلوغها فی مأکلهم اومشربهم فیجب اتقاؤھا لحمایة الموادّ الغذائیّة من عبث الفیران فیها۔ انتهی

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیةِ بدائه۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہوجاتی ہے اور اعضا میں رعشہ و دردسر شروع ہوجاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہوکر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہوجاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہوکر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہوجاتے ہیں پھر دماغ چکرانا، قے واسہال شروع ہوجاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہوجاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہوجاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑجاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مرجاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

ومما جرب فی علاج ھذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشارہ من اکل الزیت والادھان بہ اذ قد ثبت بالتجربۃ ان العمال الذین یشتغلون باخراج الزیت لایموت منھم احدٌ فی ھذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعۃ منہ تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطھرۃ فیھا واغلاء الماء قبل شربہ لقتل ما فیہ من الجراثیم ورش الحوائط بالجیر وتطھیر الشوارع۔ بہرحال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون و دجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنابریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ ومکۃ محفوفتان بالملائکۃ علی کل نقب منھا ملک لایدخلھا الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعًا علی أنقاب المدینۃ ملائکۃ لایدخلھا الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء ھذہ معجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وسلم لان الاطباء من اولھم الی اخرھم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریۃ من القریٰ وقد امتنع الطاعون من المدینۃ بدعائہ وخبرہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ المدۃ المتطاولۃ۔ کذا فی الخصائص الکبریٰ ج۱ ص۴۸۲

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا و منکرات کی کثرت و انتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب وخز شیاطین وجن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجہ والبیھقی عن ابن عمرؓ مرفوعًا لم تظھر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوا بھا الا فشا فیھم طاعونٌ وفی روایۃ الا ابتلاھم اللہ بالاوجاع التی لم تکن فی أسلافھم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما فشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخْزُ اَعدائکم من الجنّ وفی کلٍ شھادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخَزَہٗ وَخْزًا طَعَنَہٗ طعنۃً غیر نافذۃٍ بابرۃٍ اَو رُمحٍ او نحوِ ذٰلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امت محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکات و خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہٖ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ وفی حدیث اٰخر الشھداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطونُ الغریق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمع ای النفاس ومَن قُتل دون مالہ او دینہٖ او عرضہ او دمِہٖ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امت محمدیہ کے لیے رحمت اور حصولِ شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رضؓ قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم طعنًا وطاعونًا۔ اخرجہ ابو یعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شھادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیّکم قال ابو قلابۃ فعرفتُ الشھادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر ما دعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلّی اذ قال فی دعائہٖ فحُمّٰی اِذن وطاعونًا ثلاث مرات فلما اَصبح قال لہ انسانٌ مِن اٰھلِہٖ یا رسول اللہ قد سمعتُک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتہ قال نعم قال انی سألتُ ربی اَن لا یُھلِکَ اُمّتی بسَنۃٍ فاَعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلّط علیھم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتُہ ان لا یلبسھم شِیَعًا ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابٰی علیّ فقلتُ فحُمّٰی اِذن او طاعونًا ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعل فناء امتی قتلًا فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ۱ ص ۳۸۰

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھ بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک ؓ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یا عوف احفظ خِلالاً ستّاً بین یدی الساعۃ احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکّی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وباتھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اوّلاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اُعدُدْ ستّاً بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال و بقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۷۷۴ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم اَحال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبل ؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدُّمل اوالحزۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکّی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلاً یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غُدّۃِ الجمل یستشھد اللہ بانفسکم و ذراریکم ویزکّی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الجزۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قُطِعت طولاً والغدّۃ طاعون الابل یقال غَدّ البعیر غدًّا اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مرگیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشدّ من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتھی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کر دیتا ہے فسمّی بذلک لانہ جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیاخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر هذا هو المشهور الذی ذکرہ شیخنا الذہبی اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۸۷ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانۂ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　　سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی کانت الطواعین العظام المشهورة فی الاسلام خمسة طاعون شیرویہ فی المدائن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتیات ثم طاعون الاشراف انتهی۔ وذکر سیف بن عمر عن شیوخه قالوا لما کان طاعون عمواس وقع مرتین لم یر مثلهما وطال مکثه وذلک انه وقع بالشام فی المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد وفنی فیه خلق کثیر من الناس حتی طمع العدو وتخوفت قلوب المسلمین لذلک قال سیف واصاب اهل البصرة ایضاً تلک السنة طاعون فمات بشر کثیر وجم غفیر۔

وفی مرآة الزمان لما کان سنة ثمان عشرة اصاب جماعة من المسلمین بالشام الشراب فجلدهم ابو عبیدة بامر عمر وقال عمر عند ذلک لیحدثن فی هذا العام حادث فوقع الطاعون۔ قال هشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل هؤلاء الذین شربوا الخمر وممن مات فی طاعون عمواس من مشاهیر الصحابة ابو عبیدة بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبیل بن حسنة والفضل بن العباس وهو ابن عم رسول الله صلی الله علیه وسلم وابو مالک الاشعری ویزید بن ابی سفیان اخو معاویة والحارث بن هشام اخو ابی جهل وابو جندل الذی جاء یوم الحدیبیة یرسف فی قیوده وسهیل بن عمرو الذی قام بمکة یوم مات النبی صلی الله علیه وسلم فثبت الناس وهو والد ابی الجندل۔ رضی الله عنهم اجمعین۔ واخرج الحاکم عن عوف بن مالک انه قال فی طاعون

عمواس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعدد ستا بين يدى الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث يعنى موته عليه السلام وفتح بيت المقدس والطاعون قال وبقى ثلاث فقال معاذ ان لها امدا ثم وقع الطاعون بالكوفة سنة تسع واربعين فخرج المغيرة بن شعبة منها فارا فلما ارتفع الطاعون رجع اليها فاصابه الطاعون فمات فى سنة خمسين ذكره ابن كثير فى تاريخه ثم وقع فى سنة ثلاث وخمسين ومات فيها زياد ذكره فى مرآة الزمان.

وقال ابن كثير فى سنة ثلاث وخمسين فى رمضان توفى زياد بن ابى سفيان ويقال له زياد بن ابيه وزياد بن سمية وهى امه مطعونا وكان سبب ذلك انه كتب الى معاوية يقول له انى قد ضبطت لك العراق بشمالى ويمينى فارغة وهو يعرض له ان يستنيبه على بلاد الحجاز ايضا فلما بلغ اهل الحجاز جاؤا الى عبد الله بن عمر فشكوا اليه ذلك وخافوا ان يلى عليهم زياد فيعسفهم كما عسف اهل العراق فقام ابن عمر فاستقبل القبلة فدعا على زياد والناس يؤمنون فطعن زياد بالعراق فى يده فضاق ذرعا بذلك واستشار شريحا القاضى فى قطع يده فقال له شريح انى لا ارى لك ذلك فانه ان لم يكن فى الاجل فسحة لقيت الله اجزم قد قطعت يدك خوفا من لقائه وان كان لك اجل بقيت فى الناس اجذم فيعير ولدك بذلك فصرفه عن ذلك ويقال ان زيادا جعل يقول انام انا والطاعون فى فراش واحد واخرج ابن ابى الدنيا عن عبد الرحمن بن السائب الانصارى قال جمع زياد اهل الكوفة فملأ منهم المسجد والرحبة والقصر ليعرضهم على البراءة من على بن ابى طالب رض قال عبد الرحمن فانى لمع نفر من اصحابى من الانصار والناس فى امر عظيم فهومت تهويمة فرأيت شيئا اقبل طويل العنق مثل عنق البعير اهدب اهدل فقلت ما انت فقال انا النقاد ذو الرقبة بعثت الى صاحب هذا القصر فاستيقظت فزعا فقلت لاصحابى هل رأيتم ما رأيت قالوا لا فاخبرتهم وخرج علينا خارج من القصر فقال ان الامير يقول لكم انصرفوا عنى فانى عنكم مشغول واذا الطاعون قد اصابه.

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسمى بذلك لانه جرف الناس كما يجرف السيل الارض فيأخذ معظمها واختلف فى سنته فقيل وقع فى سنة اربع وستين وجزم به ابن الجوزى فى المنتظم وقيل كان فى شوال سنة تسع وستين قال ابن كثير وهذا هو المشهور الذى ذكره شيخنا الذهبى وغيره وقيل سنة سبعين وقيل سنة ست وسبعين وقيل سنة ثمانين قال ابن كثير حكاه ابن جرير عن الواقدى ومات فيه لانس بن مالك ثلاثة وثمانون ولدا ولابى بكرة اربعون ولدا. قال ابن كثير كان ثلاثة ايام مات فى اول يوم منه من اهل البصرة سبعون الفا وفى اليوم الثانى منه احد وسبعون الفا وفى اليوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفا واصبح الناس فى اليوم الرابع موتى الا القليل من احاد الناس حتى ذكر ان ام الامير بها ماتت فلم يجد من يحملها. وقال صاحب المرآة مات فيه اهل الشام الا اليسير.

وقال الحافظ ابو نعيم الاصفهاني حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثني معدي عن رجل يكنى ابا الفضل وكان قد ادرك زمن الطاعون قال كنا نطوف في القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقدر على الدفن فكنا ندخل الدار قد مات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارا ففتشناها فلم نجد فيها احدا حيا فسددناها فلما مضت الطواعين كنا نطوف فننزع تلك السد عن الابواب ففتحنا سدة الباب التي كنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام في وسط الدار طري دهين كانما اخذ ساعتئذ من حجر امه قال فنحن وقوف على الغلام نتعجب منه فدخلت كلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام يحبوا اليها حتى مص من لبنها قال معدي وانا رأيت ذلك الغلام في مسجد البصرة وقد قبض على لحيته وقال ابن ابي الدنيا في كتاب الاعتبار حدثني يحيى بن عبد الله الخثعمي عن محمد بن سلام الجمحي قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين ايام مصعب وكان يموت في اليوم سبعون الفا فبقيت جارية من بني عجل ومات اهلها جميعا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ايها الذئب المنادي بسحرة ۔۔۔ هلم أنبئك الذي قد بدا ليا

بدا لي اني قد يتمت وانني ۔۔۔ بقية قوم اورثوني المباكيا

ولا ضير اني سوف اتبع من مضى ۔۔۔ ويتبعني من بعد من كان تاليا

وقال ابن ابي الدنيا حدثني الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد البجلي حدثني محمد بن ابراهيم التيمي قال نزل بناحي من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقيت جويرية مريضة فلما افاقت جعلت تسأل العرب عن ابيها وامها واختها فيقال مات ماتت ماتت فرفعت يديها وقالت ؎

لولا الاسى ماعشت في الناس ساعة ۔۔۔ ولكن متى ناديت جاوبني مثلي

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون. ثم في سنة وفاة عبد العزيز بن مروان سنة خمس وثمانين وقيل سنة اثنين وقيل سنة اربع وقيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين ذكره ابن جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمى بذلك لكثرة من مات فيها من النساء الشواب والعذارى قال ابن ابي الدنيا في الاعتبار حدثني محمد بن علي بن عثام الكلابي قال سمعت حامد ابن عمر بن حفص الثكراوي قال حدثني ابو بحر الثكراوي عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات فنزلنا قريبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يمض الا ايام حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبورهم فيقول ؎

بنفسي فتية هلكوا جميعا ۔۔۔ برابية مجاورة سناما

اقول اذا ذكرتُ العهد منهم بنفسی تلك أصداء وهاما

فلم ار مثلهم هلكوا جميعا ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكي من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتى قيل فيه لا يكون الطاعون والحجاج فى بلد واحد سمى بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس۔

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولى العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابى الدنيا فى الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن الى كنانة قال اخبرنى يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكًا من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانتهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولى العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصف وصائف عليهم حلل خضر وحلى من الزمرد فوضعت الحملين بين يدى ايوب وهو قاعد على سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه فى داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابى الدنيا عن حاتم بن عطار قال حدثنى ابو البطال قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى صفراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار حمراء وما فيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار خضراء وما فيها كذلك فاذا انا بايوب على سرير ولحقنى من كان فى تلك الدار فانتهبوا ما معى من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم۔

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدى بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك فى خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه أن يتحفظ فى طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يثور ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحى عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم انى اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفى واخرج محمد بن خلف المعروف بوكيع فى كتاب الغرر من الاخبار عن ابى الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك فقضى حوائجى واتبعنى اياها۔

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام فى سنة سبعمائة ثم فى سنة خمس عشرة وكذا فى تاريخ ابن كثير فى المرأة وقع فى سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك فى واسط ذكره ابن كثير ايضًا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة فى رجب وشعبان ورمضان سنة احدى وثلاثين ومائة ثم خف فى شوال وبلغ فى كل يوم الف جنازة. قال ابن سعد توفى فيه

اسحق بن سويد العدوي وفرقد بن يعقوب السبجي وايوب السختياني قال ابن سعد اخبرنا علي بن عبدالله حدثنا سفيان قال سمعت داؤد بن ابي هند يقول اصابني الطاعون فاغمي علي فكأن اثنين اتياني فغمز احدهما عكوة لساني وغمز الآخر أخمص قدمي فقال اي شئ تجد قال تسبيحا وتكبيرا وشيئا من خطوة الى المسجد وشيئا من قرائة القرآن قال ولم اكن اخذت القرآن يومئذ قال فكنت اذهب في الحاجة فاقول لو ذكرت الله حتى اتي حاجتي قال فعوفيت فاقبلت على القرآن فتعلمته۔

هذا كله في الدولة الاموية بل نقل بعض المؤرخين ان الطواعين في زمن بني امية كانت لا تنقطع بالشام حتى كان خلفاء بني امية اذا جاء زمن الطاعون يخرجون الى الصحراء ومن ثم اتخذ هشام بن عبد الملك الرصافة منزلا ثم خف ذلك في الدولة العباسية فيقال ان بعض امرائهم خطب بالشام فقال احمد الله الذي رفع عنكم الطاعون منذ ولينا عليكم فقام بعض من له جراءة فقال الله اعدل من ان يجمعكم علينا والطاعون فقتله واخرج ذلك ابن عساكر في تاريخه وسمى الذي قام جمعونة الحارث واخرج ابن عساكر عن الاصمعي قال لقي المنصور اعرابيا بالشام فقال احمد الله يا اعرابي الذي رفع عنكم الطاعون بولايتنا اهل البيت قال ان الله لم يجمع علينا حشفا وسوء كيل ولايتكم والطاعون ثم كان في سنة اربع وثلاثين بالري ثم في سنة ست واربعين ببغداد ثم في سنة احدى وعشرين ومائتين بالبصرة قلت كذا ذكره الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبله۔

فكان بين هذين الطاعونين خمس سبعون سنة وفي هذه المدة كان مولد الامام الشافعي رضي الله عنه ووفاته فلم يقع في حياته طاعون بذلك يعرف ان قوله السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم يرد به الطاعون لان الوباء غير الطاعون ويحتمل ان اراد الطاعون والمراد الذي تصل صاحبه وقام احتاج الى علاجه فيدهن به كما يستعمل الناس الآن في علاجه الدهان بزبد اللبن البقري ودهن اللوز وظن طائفة من الناس ان مراد الامام ان الادهان بدهن البنفسج يمنع الطاعون من اصله وليس كما ظنوا والله اعلم ثم في سنة تسع واربعين ومائتين بالعراق ثم في سنة ثمان ومائتين باذربيجان وبرذعة فمات لمحمد بن ابي الساج ثمانون ولدا ذكره صاحب المرآة ثم في سنة تسع وتسعين ومائتين بارض فارس ثم في سنة احدى وثلث مائة ببغداد ثم في سنة اربع وعشرين ثلاثمائة باصبهان ثم في سنة اربعين ثلاثمائة بالعراق۔

وكثر فيه موت الفجأة حتى ان القاضي لبث ثيابه ليخرج الى الحكم فمات وهو يلبس احد خفيه قلت رأيت في كتاب نشوار المحاضرة للتنوخي ان موت الفجأة وقع للناس في كل حال منهم من مات وهو يصلي ومنهم من مات وهو يأكل ومنهم من مات وهو يمشي ومنهم من مات بالجامع ومنهم من مات في الحمام وفي جميع الاحوال الاحالة واحدة وهي الخطبة فلم ينقل قط ان خطيبا مات فجأة على منبر ثم وقع في سنة اربعمائة بالبصرة ثم وقع في سنة ثلاث وعشرين واربعمائة طاعون عظيم ببلاد الهند والعجم وبلاد الجبل وامتد الى بغداد وفني الناس ولم يشاهد

مثله ومات بالموصل فی هذه السنة اربعة آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنة خمس و عشرین واربعمائة ووصل الی البصرة وبغداد ثم فی سنة تسع وثلاثین واربعمائة بالموصل والجزیرة وبغداد بحیث صلی الجمعة بالبصرة اربعمائة نفس وکانوا اکثر من اربعمائة الف ثم وقع سنة ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنة تسع واربعین ثم وقع بمصر سنة خمس وخمسین واربعمائة ودام فیها عشرة اشهر۔

ثم بدمشق سنة تسع وستین وکان اهلها نحو خمسمائة الف فلم یبق منهم سوی ثلاثة آلاف خمسمائة ثم وقع فی سنة ثمان وسبعین واربعمائة بالعراق ثم فی سنة اثنتین وخمسین وخمسمائة بالحجاز والیمن ثم فی سنة خمس و سبعین وخمسمائة ببغداد ثم فی سنة تسع واربعین سبعمائة ولم یعهد نظیرہ فی الدنیا فانہ طبق الارض شرقاً وغرباً ودخل البلاد کلها حتی دخل مکة المشرفة ووقع فی الحیوانات ایضاً۔ هذا والله اعلم وعلمہ اتم۔

هذا آخر رسالة الطاعون فی الطاعون

والحمد لله رب العلمین

عدنان۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واَب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپؐ کے احوال میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کُل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہذا عرب دوقسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۷ قال بعضهم ولایخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لهم قیس وولد قحطان یقال لهم یمن اھ باتفاقِ اہلِ علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہلِ تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شالخ میں تفصیل گزرچکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لاخلاف ان عدنان من سلالة اسماعیل بن ابراهیم علیهما السلام واختلفوا فی عِدّة الآباء بینه وبین اسماعیل علی اقوال کثیرة فاکثر ما قیل اربعون ابا وهو الموجود عند اهل الکتاب اخذوه من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینهما ثلاثون قیل عشرون وقیل خمسة عشر وقیل عشرة وقیل تسعة وقیل ان اقلّ ما قیل فی ذلك اربعة لما روت ام سلمة رضی الله عنها مرفوعًا انتهی۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شالخ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آباء آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّنّا فی ترجمۃ شالخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آباء کے بارے میں ابو جعفر بن جریر طبری نے انس و ابوبکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسنادہ الی انس وابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من کندۃ یزعمون انہم منہ وانہ منہم فقال انما یقول ذلک العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلک و انا لن ننتفی من اٰبائنا نحن بنو النضر بن کنانۃ۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترقَ الناسُ فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرہا فاُخرِجتُ من بین ابویّ فلم یصبنی شیٔ من عہد الجاہلیۃ وخرجتُ من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتہیت الی ابی و امّی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص۲۵۵ وھذا حدیث غریب جدا من حدیث مالک تفرّد بہ القدامی وھو ضعیف ثم ذکر لہ شواہد من وجوہ اخر۔

قال ابو بکر بن سلیمان وکان اعلم قریش باشعارہم وانسابہم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اھ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا انہا قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرّصا۔ ارادت عائشۃ رضی اللہ عنہا المبالغۃ للتنفیر عن الخوض فی ذلک وعن عمرو بن العاص ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانۃ ثم قال فمن قال غیر ذلک ای مما زاد علی ذلک فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانۃ الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیہ الی عدنان الا ان یقال لا مخالفۃ لانہ یجوز ان یکون اللہ اوحی الیہ بالزیادۃ وعمرو بن العاص لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانۃ الی عدنان مع ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ الذی سمعہ غیرہ وفی الجامع الصغیر للسیوطی عن البیہقی انہ صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل لہ معدّ لانّہ کان صاحب حروب و غارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا رجع بالنصر والظفر۔ کذا ذکر الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء النبی علیہ السلام ان یحمل معد

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلك واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وایضافیہ وکان عدنان فی زمن عیسٰی علیہ السلام وقیل فی زمن موسٰی علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وھو اولیٰ ومما یضعّف القول الاوّل ما فی الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعین رجلاً وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتھبوہ فدعا علیھم موسٰی علیہ السلام فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیھم فان منھم النبی الامیّ البشیر النذیر الحدیث اذ یبعد بقاء معد الی زمن عیسٰی علیہ السلام و معلوم انہ لاخلاف فی ان عدنان من وُلد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

عرفات۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا از روئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ۔

لفظ عرفات منصرف ہے۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانَّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمینَ وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترك علی حالہ وکذلك القول فی اذرعات۔ فرار کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولّد ہے اصلی عربی نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفت ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول وخروج کے بعد آدم وحوّا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبھم فی ذلك الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول الیھا لان العِرف الصبر واقول اوسمی بذلك لما یحصل للناس فی ھذا الموقف من معرفۃ اللہ اومعرفۃ انفسھم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔

العمالقہ۔ آیت واذ نجینکم من اٰل فرعون وآیت ومالنا الّا نُقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہوچکے ہیں۔

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس و جرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابناء سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھا کر بنو سام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر۔ شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے ۲۲۳۰ قبل المیلاد حملہ کر کے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن اراشہ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارہؓ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصل فی التفاسیر۔ واسم فرعونِ ابراہیم علیہ السلام سنان بن الاشل و منہم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریّان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام و ھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریّان بن الولید یسمّیہ القبط نفراوش وان وزیرہ کان اطفیر و ھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص ۲۷

بہرحال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملك من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۷۵۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص ۵۲ و ص ۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیلِ عرم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس و خزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریبا ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضرموت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرۂ سینا کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کرکے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ ق تا ۱۷۰۳ ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعورا بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں ویسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعاء تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعورا سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت و کامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کردی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کردیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۳۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الى يوشع بن نون فكانت بينهما حروب الى ان قتله يوشع عليه السلام واحتوى على جميع ملكه والحق به غيره من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فى بنى اسرائيل بعد وفاة موسىٰ عليه السلام تسعا وعشرين سنة وكان بقرية من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنور بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأت له ذلك وعجز عنه فأشار على بعض ملوك العماليق ان يبرزوا الحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا فاتسرعوا اى بنو اسرائيل الى النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفا وقيل ان

یوشع علیہ السلام قُبِض وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ انتھی۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ ابن اسحق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔ سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوذ (۳) ارم (۴) اشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراۃ۔ پھر لاوذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحق ومن العمالقۃ امۃ جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرۃ الشام وفراعنۃ مصر کانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم یتکلمون بالعربیۃ وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیۃ۔ وفی لقطۃ العجلان ص ۳۰ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحق ان عبد بن ضخم و امیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہوچکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ وباقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانہ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہوچکے ہیں۔ العمالقۃ ھم اھل شمال الحجاز مما یلی جزیرۃ سیناء فتحوا مصر مدۃ الفراعنۃ واسسوا فیھا اسرۃ ملکیۃ اما دولۃ العمالقۃ فی مصر فتبتدی من سنۃ ۲۲۱۳۔ الی ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاؤھا من طریق برزخ السویس او البحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصۃ وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اول ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہ بنوہ الی سنۃ ۱۷۰۳ قبل المیلاد۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملک من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرۃ العرب قبائل وافخاذا وانشأوا دولا فی الیمن والحجاز وسائر جزیرۃ العرب۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۲۳۲ وایضا فیھا ص ۲۳۵۔ اقدم الامم التی غزت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقۃ فانہ بعد ان اخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرۃ سیناء نحو سنۃ ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔

قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہوگئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقۃ مجھول والغالب فی نظرنا انھم نحتوہ من اسم قبیلۃ عربیۃ کانت مواطنھا بجھات العقبۃ او شمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراۃ ویسمیھا البابلیون مالیق او مالوک۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم۔ ای الشعب او الامۃ فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوق" فقال العرب عمالیق او عمالقۃ۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة کبیرة من العرب القدماء۔ کذا فی کتاب العرب قبل الاسلام تالیف جرجی زیدان ج۱ ص۳۵
سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریباً ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دورِ حکومت کا نام حکومت دولت بابلیۂ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر ۲۴۶۰ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہ اس کا بیٹا سامولیلا بادشاہ ہوا۔ بعدہ زابوم بادشاہ ہوا بعدہ امیل سین بعدہ سینموبلیت بعدہ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء ۲۴۱۶ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدتِ حکومت		از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱	سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
سامولیلو	۱۵	〃	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵	〃	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸	〃	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰	〃	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵	〃	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵	〃	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵	〃	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵	〃	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوقا	۳۴	〃	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسو دیتانا	۳۱	〃	۲۱۱۳	۲۰۸۲
	کل ۳۳۴			

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا للہ انداداً کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلۂ غطفان کا بُت تھا ۔ بقول بعض عزّٰی کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُس رکھا تھا ۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزیٰ کا ۔ اس بیتِ عزی کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی ۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے ۔ عزّٰی تانیث اعز ہے مثل کبریٰ مؤنث اکبر ہے ۔ پس عزی بمعنی عزیزۃ ہے ۔

ابن حبیب مؤرخ محبّر ، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وکانت هذه الاصنام کلها فی بلاد العرب تعبد مع اللہ عزوجل ولا الٰہ الا ھو وکانت العزی شجرۃ بنخلہ عندها وثن تعبدها غطفان سدنتها من بنی صرمۃ بن مرۃ وکانت قریش تعظمها وکانت غنیّ وباهلۃ تعبدها معهم فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید فقطع الشجرۃ وهدم البیت وکسر الوثن اھ وکان بعث خالد ۸ھ کما فی المحبّر ص ۱۲۴ ۔

وکانت تلبیۃ من نسك للعزّی لبّیك اللهم لبیك لبیك وسعدیك ما احبّنا الیك ۔ کذا فی المحبّر ص ۳۱۱ ۔ وکانت العزی بوادٍ من نخلۃ الشامیۃ یقال له حُراض وذلك فوق ذاتِ عرقٍ الی البستان بتسعۃ امیالٍ فبنیٰ ظالم بن اسعد علیها بُسًّا ای بیتاً وکانوا یسمعون فیه الصوت وکانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یزورونها ویهدون لها ویتقربون عندها بالذبائح ۔ کذا فی معجم البلدان ج ۴ ص ۱۱۶ ۔

قریش نے عزیٰ کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا ۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے ۔ مذبح و منحر کا نام غبغب تھا ۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزی بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا ۔ قیل والذی اراہ انہ کان للعزی بیت ھو بُس فیه صنم العزّی وکان حوله حرم کحرم مکۃ بہ سمرۃ او ثلاث سمرات کان الناس یُقدّسونها ۔ کذا قال الدکتور جواد علی فی کتابه المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص ۲۲۵ ۔

قریش عزیٰ کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہوسکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار و قطار رو رہا تھا ۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزیٰ جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں ۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ما عبدت فی حیاتك لاجلك ولا تترك عبادتها بعدك لموتك فقال ابو احیحة الان علمت ان لی خلیفة اه

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال كانت العزی شیطانة تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلة فلما افتتح النبی علیه السلام مكة بعث خالد بن الولید فقال له ائت بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد الاولی فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئا ؟ قال لا قال فاعضد الثانیة فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیت شیئا ؟ قال لا قال فاعضد الثالثة فأتاها فاذا هو بخناسة نافشة شعرها واضعة یدیها علی عاتقها تصرف بانیابها وخلفها دبیة بن حرمی السلمی سادنها فقال خالد ؎

یا عز كفرانك لا سبحانك إنی رأیت الله قد اهانك

ثم ضربها ففلق رأسها فاذا هی حممة ثم عضد الشجر وقتل دبیة السادن - كذا فی المعجم -

---

تم الجزء الاول من اثمار التكمیل

ویلیه الجزء الثانی اوله - العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزء اول)

مضمون	صفحہ
ترجمۂ انس رضی اللہ عنہ	۲
موت کے وقت انس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کا ایک بال مبارک زبان کے نیچے رکھوایا۔	۲
ترجمہ ابن سیرین رحمہ اللہ	۴
تجارت میں آپ کے تقویٰ کا قصہ	۵
آسمان کی سُرخی کا سبب	۵
مقولۂ جالس الحسن او ابن سیرین کی شہرت کے دو لطیف اسباب کا ذکر۔	۶
ترجمۂ ابوالشعثاء تابعی رحمہ اللہ	۷
ترجمۂ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ	۷
امرؤ القیس کے خصم کے نام میں بیضاوی کی غلطی	۸
ترجمۂ امرؤ القیس شاعر صاحبِ قصیدہ سبع معلقات	۸
بقول اصمعی امرؤ القیس کے متعدد قصائد اُسکے اپنے نہیں ہیں	۹
مراقسہ پچیس ہیں	۹
ترجمۂ ابوجہل فرعون ھذہ الامۃ	۱۰
ترجمۂ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۰
تحقیق اوّلِ مُسلم	۱۲
ترجمۂ سعید بن جبیر تابعیؒ	۱۳
آپ کے مرغ کا عجیب قصہ	۱۳
آپ مغرب و عشاء کے مابین قرآن ختم کرتے تھے	۱۳
صبح کی سنت و فرض کے درمیان کلام کرنا ممنوع ہے	۱۴
صبر و شکر میں افضل کونسا ہے ؟	۱۴
ہابیل کے دبنے کا انجام خیر	۱۴
حجاج کی مجلس میں آپ کے قتل کا قصہ	۱۴

مضمون	صفحہ
ترجمۂ اُمیۃ بن ابی الصلت	۱۵
امیہ و ابوسفیان کا سفر شام اور نصاریٰ کا نبی آخر الزمان کے بارے میں اُمیہ کو مطلع کرنے کا عجیب قصہ	۱۵
امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں جانتا تھا	۱۷
ترجمۂ امام احمد رحمہ اللہ	۱۸
آپ کے تقویٰ کے قصّے	۱۹
آپ کے بارے میں رؤیائے صادقہ	۲۰
امام احمد کے جنازے میں یہود و مجوس کے اسلام لانے کا قصہ مصنف کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔	۲۱
بوقتِ نزع شیطان سے کلام کرنا	۲۲
ترجمۂ اخفش	۲۲
اخفش تین اشخاص ہیں	۲۲
کسائی و اخفش کے مابین گفتگو	۲۲
ترجمۂ ابن جنیؒ	۲۳
ترجمۂ ابن المبارک رحمہ اللہ	۲۴
آپ کے استقبال کا قصّہ	۲۵
ترجمۂ ابن ابی لیلی	۲۶
ترجمۂ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	۲۶
آپ کے تابعی ہونے کے ادلّہ	۲۷
آپ کا ثقہ ہونا او متبحر ہونا مسلّم ہے۔	۲۷
عہدِ قضا سے انکار پر آپ کی تعذیب کا قصّہ	۲۸
ختمِ قرآن کے بارے میں قصّے	۲۹
ان صحابہ کے نام جن سے ابوحنیفہؒ ملے ہیں	۲۹
احادیث میں آپ کے بارے میں پیشین گوئی کا بیان	۳۰

آپ کی وفات حالت سجدہ میں ہوئی	۳۱
آپ نے سو بار اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا	۳۱
خواب میں اللہ تعالیٰ نے وہ دعا بتلائی جو مغفرت کا ذریعہ ہے	۳۱
ترجمۂ قاری احمد بزّیؒ	۳۱
ترجمۂ امام ابو یوسف رحمہ اللہ	۳۲
ابتداء تعلیم کا قصہ باپ کا اسے مجلس ابو حنیفہ سے اٹھا کر لے جانا اور پھر ابو حنیفہ کا اسکی مالی مدد کرنا	۳۲
ہارون رشید کے دربار میں فالودے کا قصہ	۳۳
کیمیا کے بارے میں ابو یوسف کا قول	۳۴
آپ کے حلقۂ درس میں امام احمد شریک ہوتے تھے	۳۴
آپ کے حلقے میں چور لانے کا علمی قصہ	۳۴
حدیث الہدیّۃ مشترکۃ کا معنی	۳۴
ترجمۂ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ	۳۵
آپ نے اپنے پاس نبی علیہ السلام کی داڑھی مبارک کے چند بال بطور تبرک رکھے تھے۔	۳۶
ترجمۂ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۶
آپ کے حافظے کا عجیب قصہ	۳۷
بعض گمراہ لوگوں کا ابو ہریرہ پر اعتراضات اور ان کی تردید	۳۸
ترجمۂ اعشیٰ شاعر	۳۸
اسلام لانے کی غرض سے اعشیٰ کا سفر کرنا اور مشرکین کا مختلف حیلوں سے اسے روکنا	۳۸
ترجمۂ اضبط بن قریع شاعر جاہلی	۴۰
ترجمۂ اوس بن حجر شاعر جاہلی	۴۱
ترجمۂ امام اوزاعی رحمہ اللہ	۴۱
خواب میں امام اوزاعی کا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا اور کلام کرنا	۴۲
آپ کے زیادہ رونے کا قصۂ عجیب	۴۲
آپ سیاہ رنگ کا کپڑا نہیں پہنتے تھے	۴۳
حمام میں آپ کی موت کا عجیب قصہ	۴۳
ترجمۂ سعید بن المسیب رحمہ اللہ	۴۳
تعظیم حدیث کے بارے میں آپ کا قصہ	۴۴
مصحف و مسجد کی تصغیر سے آپ منع کرتے تھے	۴۴
مستجاب دعا کی حکایت	۴۴
ترجمۂ ابو لہب ہاشمی	۴۵
ترجمۂ ابو العالیہ رحمہ اللہ	۴۵
ابو العالیہ دو ہیں ثانی کا ترجمہ	۴۵
فرماتے ہیں، عالم اٹھارہ ہزار ہیں	۴۶
ترجمۂ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴۶
ترجمۂ اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ	۴۷
اُبیّ کے دائمی مریض ہونے کا قصۂ عجیب	۴۷
ترجمۂ عدی بن الرقاع شاعر	۴۸
ترجمۂ ابو علی فارسی نحوی رحمہ اللہ	۴۸
ابو علی کا شعر پر قادر نہ ہونے کا قصہ	۴۹
ترجمۂ ابو تمام شاعر	۵۰
تشبیہ بالادنیٰ کے بارے میں حکایت علمیہ	۵۰
ترجمۂ اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ	۵۱
اخنس کے سوال کے جواب میں ابو جہل کا اعتراف کہ محمد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔	۵۲
ترجمہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین	۵۲
عجیب ترکیب عبد اللہ بن ابی بن سلول	۵۲
ترجمۂ ابو الحسن اشعری امام المتکلمین	۵۳
ترجمۂ قاری ابو عمرو بن العلاء	۵۴
فرجۃ کے بارے میں آپ کے ادبی عشق کا قصہ	۵۵
حدیث فی الجنین غرّۃ عبد کا مطلب	۵۵
ابو عمرو کے دو راویوں کا ذکر	۵۶

ترجمۂ ابودؤاد شاعر	۵۶
ترجمۂ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۵۷
فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر اعتماد زیادہ کیا جاتا ہے۔	۵۸
ترجمۂ ابن عباس رضی اللہ عنہما	۵۸
آپ کے جنازے کے وقت سفید پرندے کا قصہ	۵۸
ترجمۂ ابن عمر رضی اللہ عنہما	۵۹
ترجمۂ ابوزید حنفی رحمہ اللہ	۵۹
ابوزید تین ہیں۔ تینوں کے ترجمے کا ذکر	۵۹
علم فقہ میں ابوحنیفہ کے تبحر کے مسلّم ہونے کا قصہ	۶۰
ابوزید صوفی کی شہادت کا قصۂ عجیب	۶۱
ترجمۂ آزر	۶۱
قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا	۶۲
ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام	۶۲
بیان اختلاف کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد تھا یا عم	۶۲
ذکر وجوہ خمسہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آزر عم ابراہیم علیہ السلام تھا	۶۲
جب آزر عم ہے تو قرآن میں اس پر اب کے اطلاق کی وجہ کیا ہے	۶۵
ترجمۂ بلال رضی اللہ عنہ	۶۵
بلالؓ کی اذیتوں کا اور صدیقؓ کا اسے خرید کر آزاد کرنے کا قصہ	۶۵
وہ لوگ جنہیں حضرت صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا	۶۶
ترجمۂ بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ	۶۷
ترجمۂ بخت نصر کافر و ظالم بادشاہ	۶۷
بخت نصر کے زمانے کا تعین	۶۸
بخت نصر کی شکل تبدیل ہونے کے بارے میں قصے	۶۸
ترجمۂ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ	۶۹
ترجمۂ ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ	۷۲
شہید ہونے کے بعد خواب میں ثابتؓ کی وصیت کا عجیب قصہ	۷۳
ترجمۂ ثعلب نحوی رحمہ اللہ	۷۳
عام گفتگو میں ثعلب غلطی کرتے تھے	۷۴
امام احمدؒ سے آپ کی ملاقات کا قصہ	۷۵
دوستوں میں بے تکلفی ہوتی ہے	۷۵
فقہاء و نحاۃ اہل کوفہ کی فضیلت	۷۵
ترجمۂ جریر شاعر اور اس کے متعلق قصے	۷۷
ترجمۂ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۷۹
ترجمۂ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ	۸۰
ترجمۂ جمیلہ بنت ابی رضی اللہ عنہا	۸۰
ترجمۂ جمل بنت یسار رضی اللہ عنہا	۸۱
ترجمۂ جعدی نابغہ شاعر رضی اللہ عنہ	۸۱
نابغہ کی طویل عمر اور نبی علیہ السلام کی اس کے لئے دعا	۸۱
ترجمۂ حسن بصری رحمہ اللہ اور آپ کا زہد و خوف آخرت	۸۲
آپ کے حزن اور تقویٰ کی نو علامات کا ذکر	۸۳
فقیہ کی تعریف حسن بصری کے نزدیک	۸۴
ترجمۂ حذیفہ رضی اللہ عنہ	۸۴
قلوب کی چار اقسام	۸۵
ترجمۂ حسّان الشاعر رضی اللہ عنہ	۸۶
یہ بات غلط ہے کہ حسانؓ بزدل تھے	۸۶
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۸۶
موت کے بعد حاتم کی سخاوت کا عجیب قصہ	۸۷
ترجمۂ حمزہ قاری رحمہ اللہ	۸۸
قراءت حمزہ کی سند	۸۸
امام ابوحنیفہؒ کا حمزہ کی صحت قراءت کا اعتراف	۸۹
قراءت حمزہ پر بعض علماء کی تنقید اور اس کا جواب	۹۰
ترجمۂ قاری حفص بن سلیمانؒ	۹۱

اس زمانہ میں سارے عالم میں قرأت عاصم بروایت حفص پڑھی جاتی ہے	۹۱
ترجمۂ حُطیئہ شاعر	۹۲
حُطیئہ کی ہجاء کے بارے میں عمرؓ کا فیصلہ	۹۳
ترجمۂ خلف بن ہشام قاریؒ	۹۴
خلف کی احتیاط فی الحدیث کا قصہ	۹۴
خلف راوی لقراءۃ حمزہ کے علاوہ مستقل قاری تھے	۹۶
ترجمۂ خلاد بن خالد راوی لحمزہؒ	۹۶
ترجمۂ خلیل بن احمد نحویؒ	۹۶
خلیل کی موت اور ان کے بیٹے کی جہالت کے دو قصے	۹۷
ترجمۂ دوری ابوعمر قاری راویؒ	۹۸
ابوعمر اصغر واکبر کی توضیح	۹۹
ترجمۂ رفاعہ رضی اللہ عنہ	۹۹
ترجمۂ رؤبہ شاعر	۱۰۰
مسمّی برؤبہ تین اشخاص ہیں	۱۰۰
ترجمۂ رَوحؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۰
ترجمۂ رُویسؒ قاری ثامن کے راوی	۱۰۱
ترجمۂ زہیر شاعر	۱۰۲
ترجمۂ زید بن عمرو بن نفیل مُوحّد جاہلیت	۱۰۲
زید کی پیشین گوئی نبی خاتم الانبیاءؐ کے بارے میں	۱۰۳
ترجمۂ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۰۴
ترجمۂ سیبویہ نحوی	۱۰۵
سیبویہ وکسائی کا مناظرہ	۱۰۵
ترجمۂ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰۷
سلمان فارسی کی شادی کا عجیب قصہ	۱۰۸
ابوالدرداء وسلمان کے سامنے ہانڈی کا تسبیح پڑھنا اور کرامت کا ظہور	۱۰۹
سلمانؓ کا بعد الموت فضل اعمال کے بارے میں اطلاع دینا	۱۰۹
ترجمۂ شماخ رضی اللہ عنہ	۱۰۹
ترجمۂ قاری شعبہ بن عیاش راوی امام عاصم	۱۱۰
شعبہ کا قرآن سے یہ استدلال کرنا کہ ابوبکرؓ خلیفۂ اوّل ہیں	۱۱۰
ترجمۂ امام شافعیؒ	۱۱۱
امام محمد حنفی سے امام شافعی نے بہت استفادہ کیا	۱۱۲
آپ کا قول من طلب علمًا فلیدقق کیلا یضیع دقیق العلم اور دیگر اقوال و مواعظ وغیرہ	۱۱۲
ترجمۂ شالخ جدّ سادس ابراہیم علیہ السلام	۱۱۴
فائدہ: ابراہیم علیہ السلام کے اجداد کا سلسلۂ نسب میں اختلاف اور ذکر قول حق	۱۱۴
عدنان تک سلسلۂ نسب	۱۱۴
عدنان سے اوپر سلسلہ معلوم نہیں ہے	۱۱۵
ترجمۂ صہیب رضی اللہ عنہ	۱۱۶
کیا صہیبؓ رومی تھے یا عربی	۱۱۶
صہیبؓ کا قصۂ ہجرت	۱۱۷
ترجمۂ قاری صالح بن زیاد سوسی	۱۱۸
ترجمۂ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا	۱۱۸
ترجمۂ ضحاک تابعی رحمہ اللہ	۱۱۹
جنگ میں طالوت کے رفقاء کی تعداد وہ تھی جو شرکاءِ بدر کی تعداد تھی	۱۲۰
طالوت نوع انسانی میں اول دبّاغ ہیں	۱۲۰
ترجمۂ طاووس تابعی رحمہ اللہ	۱۲۰
طاووس کے علمی وزاہدانہ قصے اور اقوال	۱۲۰
ترجمۂ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۱۲۲
ترجمۂ عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ	۱۲۳
ترجمۂ عائشہؓ زوجۃ النبی علیہ السلام	۱۲۳

ترجمۂ عباس رضی اللہ عنہ	۱۲۴
ترجمۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۱۲۵
آپ اغنیاء میں سے تھے	۱۲۶
ترجمۂ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمۂ علی رضی اللہ عنہ	۱۲۶
ترجمۂ عمر رضی اللہ عنہ	۱۲۷
سفرِ عمرہ پر جاتے وقت آپ سے نبی علیہ السلام نے دعا طلب فرمائی	۱۲۹
آپ کی شہادت کا قصہ	۱۲۹
لقب امیر المؤمنین کی اول تقرری پر بحث	۱۲۹
ترجمۂ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۳۰
ترجمۂ عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ	۱۳۰
عمرو کے بت کا قصہ	۱۳۱
ترجمۂ عمار رضی اللہ عنہ	۱۳۱
عمار کا حضرت علیؓ کا ساتھ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ علیؓ معاویہؓ کے مقابلہ میں حق پر تھے	۱۳۲
آپ کی شہادت سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض رفقاء کے پریشان ہونے اور سوال وجواب کا قصہ	۱۳۳
حدیث ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ کے مطلب پر بحث	۱۳۳
ترجمۂ علقمہ رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ و عامر کا تفاخر اور عرب کا ان کے مابین حکم بننے سے انکار کا قصہ	۱۳۴
ترجمۂ علقمہ تابعیؒ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۳۴
علقمہ کے علم و زہد کے بارے میں اقوال و قصے	۱۳۵
علقمہ کے حافظے کا ذکر	۱۳۵
ترجمۂ عثمان رضی اللہ عنہ	۱۳۶
ترجمۂ عبدان حضرمی	۱۳۷
ترجمۂ عناق	۱۳۷
ترجمۂ قاری عثمان ورش رحمہ اللہ	۱۳۷
ترجمۂ عکرمہ تابعی رحمہ اللہ	۱۳۸
ترجمۂ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ	۱۳۹
عطاء کے اقوال زرین	۱۳۹
ترجمہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ	۱۴۰
ترجمہ قاری امام عاصم رحمہ اللہ	۱۴۱
عاصم کے بارے میں محدثین کی رائے	۱۴۱
عاصم کے دو راوی ہیں	۱۴۲
عاصم کے دو شیوخ میں سے ابو عبدالرحمٰن سلمی کا ترجمہ	۱۴۲
شیخ دوم زرّ بن حبیش کا ترجمہ	۱۴۲
آپ کے علم قرأت کا منبع ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
فقہ حنفی کا منبع بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں	۱۴۳
ابن کثیر کی قرأت کا ماخذ	۱۴۴
ترجمۂ ابن عامر تابعی قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمۂ عیسیٰ قالون قاری رحمہ اللہ	۱۴۵
ترجمۂ ابن ذکوان قاری راوی رحمہ اللہ	۱۴۶
ترجمۂ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۱۴۶
ترجمۂ عمرو بن عبداللہ حضرمی	۱۴۷
اس سریہ کا بیان جسمیں عمرو قتل کیا گیا	۱۴۷
کیا اس کا قتل اشہر حرم میں واقع ہوا تھا؟	۱۴۷
عمرو کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا، حکیم و عتبہ کی جنگ بدر روکنے کی کوشش اور ابوجہل کی ضد	۱۴۸
تقسیم شقاوت وسعادت کا معاملہ	۱۴۹
عمرو کے بھائی علاء حضرمیؓ کی کرامات کے قصے	۱۴۹
دعاء یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم کی برکات کے قصے	۱۴۹

موسیٰ کاظم کی دعا کی برکت اور ہارون رشید کا قصہ	۱۵۰
بعض مجرب مقبول دعاؤں کا ذکر	۱۵۰
کسی حاکم کے پاس جانے کی دعا	۱۵۱
آیات شفا کے بارے میں نبی علیہ السلام کی خواب میں بشارت	۱۵۱
درد کی دعا	۱۵۱
قبولیت دعا کے مجرّب اشعار	۱۵۱
قاضی سبکیؒ کے حوالہ سے ایک قصیدہ کا ذکر جس کا پڑھنا دفع مشکلات وقضاء حاجات کے لئے مجرب ہے	۱۵۲
احوال فرعون	۱۵۵
ترجمۂ قنبل قاری راویؒ	۱۵۵
ترجمۂ قطرب نحوی	۱۵۶
ترجمۂ قتادہ تابعی رحمہ اللہ	۱۵۶
ترجمۂ کعب احبار تابعی رحمہ اللہ	۱۵۸
کعب کے اقوال ونصائح	۱۵۹
ترجمۂ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ	۱۵۹
ترجمۂ کسائی القاری المقری النحویؒ	۱۶۰
ہارون کی مجلس میں کسائی اور محمد حنفی کے مابین گفتگو	۱۶۱
ترجمۂ لیث بن خالد قاری راویؒ	۱۶۲
ترجمۂ مرثد رضی اللہ عنہ	۱۶۲
قصۂ مرثد وعناق فاحشہ بوقت حمل اسراء	۱۶۲
ترجمۂ امام محمد حنفی رحمہ اللہ	۱۶۳
امام محمد کا ہارون کے لئے کھڑے نہ ہونے کا قصہ	۱۶۳
امام شافعیؒ کی والدہ امام محمد کے عقد نکاح میں تھیں	۱۶۴
امام شافعی کا اعتراف کہ میں امام محمد کی کتابوں کی برکت سے اس مقام پر پہنچا	۱۶۴
امام محمد کی توثیق از طرف ائمہ دین	۱۶۴
ترجمۂ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ	۱۶۵
ترجمۂ معاذ رضی اللہ عنہ	۱۶۶
معاذؓ ان چار انصار میں سے ہیں، جنہوں نے نبی علیہ السلام کے عہد میں قرآن یاد کیا تھا	۱۶۶
طاعون میں سے حصہ ملنے کے لئے معاذ کی دعا	۱۶۶
ترجمۂ مجاہد تابعی رحمہ اللہ	۱۶۷
اللہ تعالیٰ کسی بندے کی نیکی سے اس کی اولاد و اولاد اولاد تک کو محفوظ رکھتے ہیں	۱۶۷
علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے	۱۶۸
قیامت کے دن تین قسم انسانوں یعنی غنی وفقیر وعبد کا قصہ	۱۶۸
ترجمۂ مبردؒ	۱۶۸
ترجمۂ امام مالک رحمہ اللہ	۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ابن کثیر کا رُویا صالحہ	۱۶۹
امام مالک کے بارے میں ایک حدیث میں پیشین گوئی	۱۷۰
امام مالک تین سال تک والدہ کے پیٹ میں رہے	۱۷۰
امام مالک کا کثرت سے لا ادری کہنا	۱۷۱
امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالک سے روایت کی ہے	۱۷۱
ترجمۂ مسطح رضی اللہ عنہ	۱۷۱
ترجمۂ مسروق تابعی رحمہ اللہ	۱۷۲
ترجمۂ زمخشری رحمہ اللہ	۱۷۴
ترجمۂ قاری نافع تابعی رحمہ اللہ	۱۷۷
نافع کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے کی وجہ	۱۷۷
ترجمۂ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	۱۷۸
وائل اور معاویہ کے واقعۂ سفر کا عجیب قصہ	۱۷۸
ترجمۂ ولید بن مغیرہ	۱۷۹
ولید مستہزئین اور زنادقہ میں سے تھا	۱۷۹

ترجمۂ ہشام قاری راوی ابن عامرؒ	۱۷۹	بیان جراد	۱۹۱
ہشام بغیر اُجرت تحدیث نہیں کرتے تھے	۱۸۰	بیان حمار	۱۹۲
ترجمۂ ابوخراش ھذلی تابعی رحمہ اللہ	۱۸۰	بعض محدثین کی غلطی کا عبرت انگیز قصہ	۱۹۲
ھذلی کے بیٹے کی رہائی کا عجیب قصہ	۱۸۰	گدھے کے مارنے کا عجیب قصہ	۱۹۲
ہذلی گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے	۱۸۱	گدھے کی سواری احادیث میں تواضع کی علامت قرار	
ہذلی کی مروّت اور مہمانوں کی بی مروّتی کا عجیب قصہ جو		دی گئی ہے اور آجکل کا گدھا سائیکل ہے	۱۹۳
اس کی موت کا سبب بنا	۱۸۱	بیانِ ثور	۱۹۳
ترجمۂ ہابیل رحمہ اللہ	۱۸۲	بیانِ حمامہ	۱۹۳
قتلِ ہابیل کی تفصیل	۱۸۲	کبوتر میں انسانی خصلتوں کا ذکر	۱۹۴
قتلِ ہابیل پر آدم علیہ السّلام کا مرثیہ	۱۸۲	حرمین کے کبوتروں کی نسل	۱۹۴
ترجمۂ یعقوب قاری ثامن رحمہ اللہ	۱۸۳	فخرالدین رازی کے پاس کبوتر کا باز کے خوف سے	
آپ کا خاندان علمی خاندان تھا	۱۸۳	بیٹھ جانا	۱۹۴
آپ کے جدِّ اول واضعین عربیت میں سے ہیں	۱۸۳	بیان دجاجہ	۱۹۴
عجیب اتفاق کہ آپ کی اور آپ کے والد وجدّ کی عمریں		بیان دیک	۱۹۵
۸۸ سال تھیں	۱۸۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب میں مرغ دیکھنا	۱۹۶
ترجمۂ یحییٰ ابن المبارک قاری راویؒ	۱۸۵	بیان ذباب	۱۹۶
یحییٰ اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے	۱۸۵	منصور خلیفہ اور مکھی کا قصہ	۱۹۶
یحییٰ و مامون کا قصہ	۱۸۵	بیان زنبور	۱۹۷
فصل دوم	۱۸۶	بیان سُمانیٰ	۱۹۷
حیوانات کے بیان میں	۱۸۶	بیان سمک	۱۹۸
بیان اسد	۱۸۶	عجیب مچھلی جس پر کلمہ توحید لکھا ہوا تھا	۱۹۸
کثرت اسماء کے بارے میں مصنف کی رائے	۱۸۷	بیان رُخال	۱۹۸
بیان ابل اور اس کے عجیب خصائص	۱۸۸	بیان شاۃ	۱۹۸
بیان ابن دایہ	۱۸۹	بکرے سے متعلق ابوحنیفہؒ کے تقویٰ کا قصہ	۱۹۸
بیان بعوضۃ	۱۸۹	ابوجعفر اور بکری کا عجیب قصہ	۱۹۹
قبر پر اشعار لکھنے کے بارے میں زمخشری کی وصیّت	۱۹۰	بیان طاووس	۱۹۹
بیان بقرہ	۱۹۰	بیان عنقاء	۱۹۹

حنظلہ علیہ السلام کی بد دعا سے عنقاء پرندہ دنیا سے ختم ہوا ١٩٩
نسناس کے بارے میں نفیس بیان ٢٠٠
حیوان ناطق تین قسم پر ہے ٢٠٠
بیان عجل ٢٠٣
اولادِ حیوانات کے اسماء میں ادبی فائدہ ٢٠٣
بیان عنکبوت ٢٠٣
گھر میں مکڑی کے جالوں کی کثرت سے افلاس پیدا ہوتا ہے ٢٠٣
عنکبوت کے احسانات ٢٠٣
بیان غراب ٢٠٤
کوے سے متعلق اشعار ٢٠٥
بیان فرس ٢٠٥
بیان فراشہ ٢٠٦
بیان قراد ٢٠٧
بیان قردہ ٢٠٧
کیا ممسوخ بندروں میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا؟ ٢٠٨
ڈارون کا نظریہ ارتقاء کہ انسان در اصل بندر کی اولاد میں سے ہے ٢٠٨
ڈارون کا نظریہ مردود ہے ٢٠٨
افادۂ علماء وطلبہ کی خاطر ڈارون کے نظریئے کی تفصیل ٢٠٨
بیان نملہ ٢١٨
نملہ سلیمان علیہ السلام کا قصہ ٢١٩
بیان ناقہ ٢١٩
بیان نسر ٢٢٠
سادات اشیاء سے متعلق حدیث ٢٢١
بیان نعامہ ٢٢١
گندم کے دانے پہلے موٹے ہوتے تھے۔ انسان کے گناہوں سے وہ چھوٹے ہو گئے ٢٢١
بیان ہرّہ ٢٢١
مستجابِ دعاء عائشہ رضی اللہ عنہا ٢٢٢
بیان ضبّ ٢٢٢
ضبّ کی دم کے عقدوں کی تعداد کے بارے میں اعرابی کا قصہ ٢٢٣
شہادت ضبّ کے معجزے کی حدیث ٢٢٣
بیان فصیل ٢٢٤
بیان حوت ٢٢٥
بیان حیّہ ٢٢٥
کیا سانپ بہرہ ہوتا ہے؟ ٢٢٥
ہر آفت سے حفاظت کی مجرب دعا ٢٢٥
فصل سوم ٢٢٦
بلاد و قبائل واقوام وغیرہ کے بیان میں ٢٢٦
بیان انصار رضی اللہ عنہم ٢٢٦
اسلام انصار کی تفصیل ٢٢٦
بیان قبیلۂ اوس ٢٢٨
سیل عرم کے خطرے کے بعد اوس وخزرج مدینہ میں آباد ہوئے ٢٢٨
بیان جبل اُحد ٢٢٩
کیا جبلِ اُحد میں ہارون علیہ السلام کی قبر موجود ہے؟ ٢٢٩
قریہ ایلہ کا بیان ٢٢٩
ایلہ میں یہود ممسوخ ہوئے تھے ٢٣٠
بیان بیت المقدس قبلۂ اولیٰ ٢٣١
فضائل بیت المقدس ٢٣١
بیت المقدس کی طرف اسراء میں بیانِ حکمت ٢٣٢

احادیث فضائل بیت المقدس	۲۳۴
بیت المقدس وکعبۃ اللہ کی تعمیر کے مابین از روئے حدیث ۴۰ سال کا فاصلہ تھا	۲۳۴
حدیث ہٰذا میں اشکال اور اس کے جوابات	۲۳۴
بیانِ بغداد اور اس کے فضائل	۲۳۵
بیانِ بدر اور وجہِ تسمیہ	۲۳۶
غزوۂ بدر میں صحابہؓ کی تعداد	۲۳۷
اس موقعہ پر عشقِ صحابہ وقدرت باری تعالیٰ کے ایمان افروز واقعات	۲۳۷
بدر میں اول شہید	۲۳۸
بدر میں شریک فرشتوں کی تعداد	۲۳۸
بدر میں ۱۴ شہداء کے نام	۲۳۸
بدر سے غیر حاضران چھ صحابہؓ کے نام جو حاضر شمار کئے گئے	۲۳۹
اوّل مصلوب کا ذکر	۲۴۰
مقامِ بدر میں آج تک پر اسرار طبل ونقارے کی آواز آنے کی تفصیل	۲۴۰
بیانِ بابل	۲۴۱
آدم علیہ السلام کا مسکن بابل تھا	۲۴۱
نمرود بابل کا پہلا حاکم تھا	۲۴۲
ملوک بابل کے اسماء و مدت حکومت کا تفصیلی اہم نقشہ	۲۴۲
اہلِ بابل کا سرمہ جس کے ذریعہ بعید ستاروں کو وہ دیکھ سکتے تھے	۲۴۵
بیانِ بصرہ	۲۴۵
بصرہ کی وجہ تسمیہ میں آٹھ اقوال ہیں	۲۴۵
اہلِ بصرہ وکوفہ میں مقابلۂ تفاخر اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے میں طرفین کے اقوالِ عجیبہ	۲۴۶
بقول جاحظ بصرہ کے تین عجوبے	۲۴۷
ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام عمر رضی اللہ عنہ کا اہم خط جس میں آدابِ قضا وسیاست عدل درج ہیں	۲۴۹
عمرؓ کے خط ہٰذا کے تاریخی مفصل حوالے	۲۴۹
بیانِ بعلبک	۲۵۰
بیانِ بحرِ روم	۲۵۰
اسی بحر کے ذریعہ صحابہؓ نے غزوہ بحر کی ابتدا کی تھی	۲۵۱
غزوہ بحر ہٰذا کی تفصیل	۲۵۱
بحورِ خمسہ اور اُن کی وسعت کا بیان	۲۵۲
سمندر میں سب سے گہری جگہ	۲۵۳
بنو ہاشم کا بیان	۲۵۳
ہاشم کی سخاوت اور مروّت کا بیان	۲۵۳
ہاشم اور اس کے تین بھائی سلاطین کے درباروں میں محترم تھے	۲۵۴
نبی علیہ السلام کی برکت سے ہاشم میں ظہور کمالات	۲۵۴
نبی علیہ السلام کے اجداد کے کمالات آپ کی نبوت کی تمہیدات ہیں	۲۵۵
ہاشم کی شرافت وعلومرتبہ پر اہلِ تاریخ کا اتفاق	
نبی علیہ السلام کی احادیث کے لئے تفسیر ہے	۲۵۵
حدیث فضل عائشہ کفضل الثرید کی عجیب شرح	۲۵۵
ہاشم کی تقریر سے لطیف آٹھ استنباطات	۲۵۶
چاروں بھائیوں کا سلاطین سے قریش کے لئے تجارتی سہولتیں حاصل کرنا	۲۵۷
عبدشمس وہاشم کے توأمین ہونے کا عجیب قصہ	۲۵۷
اُمیّہ کے حسد اور ہاشم سے مقابلے کا قصہ	۲۵۸
عبدالمطلب وحرب بن اُمیّہ کے مفاخرے کا قصہ	۲۵۸
ایامِ حج میں قصی کی سبق آموز تقریر	۲۵۹

احوال بنوسلمہ ٢٥٩
بیان قبیلہ ثقیف ٢٦٠
ابورغال کون تھا؟ ٢٦١
بیان حدیبیہ ٢٦٢
صلح حدیبیہ کا مختصر ذکر ٢٦٣
بیان حجاز اور وجہ تسمیہ و بیان حدود حجاز ٢٦٣
بیان حرم۔ حرم کی حدبندی ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے ٢٦٤
حرم کے محاذی آسمانوں کا حصہ بھی محرم ہے ٢٦٥
حدودِ حرم کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے ٢٦٥
بیان احوال دیوان حماسہ ٢٦٥
اس کی تالیف کا سبب ٢٦٦
حماسۂ ابوتمام کے علاوہ دیگر حماسوں کی تفصیل ٢٦٧
قبیلۂ خزرج کا بیان ٢٦٨
مدینہ میں اسلام خزرج ہی کے واسطے سے پہنچا ٢٦٨
اوس و خزرج میں اسلام کے بعد مسابقت کے چند احوال ایمانیہ ٢٦٩
قتل کعب کے بعد قتل ابورافع یہودی اسی مسابقت کا نتیجہ تھا ٢٦٩
بیان بلدۂ داوردان ٢٧٠
بیان قبیلہ روم ٢٧٠
بیان ملک شام اور ذکر وجوہ تسمیہ ٢٧١
بیان شہر حرام ٢٧٢
اشہر حرم کی تعظیم اہل جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت تھی ٢٧٢
حرمت اشہر حرم کی تاریخ ٢٧٣
اشہر حرم کی ترتیب میں اختلاف ہے ٢٧٣
اشہر حرم کے تین متوالی اور رجب کے منفصل ہونے کی حکمت پر لطیف بحث ٢٧٣
رجب مضر کی اضافت کی وجہ ٢٧٥
اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم اسلام میں منسوخ ہے یا نہیں ٢٧٦
بیان صفا۔ صفا و مروہ پر دو بُت اساف و نائلہ نصب تھے ٢٧٧
اساف و نائلہ کا قصۂ مسخ ٢٧٧
بیان جبلِ طور ٢٧٨
یہ پہاڑ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہوتا ٢٧٨
بیان بلدۂ طائف ٢٧٨
بیان طاعون ٢٧٩
تفصیل طاعون میں مؤلف کے رسالہ الطاعون کی تلخیص ٢٧٩
طاعون کی حقیقت و اسباب ٢٧٩
طاعون مدینہ و مکہ میں داخل نہیں ہو سکتا ٢٨٠
طاعون کے روحانی اسباب ٢٨٠
طاعون میں مرا ہوا شہید ہے ٢٨١
ذکر طاعون عمواس ٢٨٢
بڑے طواعین کے احوال تاریخیہ ٢٨٣
بیان عدنان جدّ عرب و جدّ حادی وعشرین لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم ٢٨٨
کل عرب یا عدنانی ہونگے یا قحطانی ٢٨٨
کیا نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب عدنان سے اوپر معلوم ہے؟ ٢٨٨
ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب ٢٨٩
معد بن عدنان بخت نصر کے معاصر تھے ٢٨٩
بخت نصر کے ظلم سے اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو کیسے بچایا؟ ٢٨٩

عدنان موسیٰ علیہ السّلام کے معاصر تھے	۲۹۰	تفصیل عرب بائدہ و باقیہ	۲۹۲
بیان عرفات اور وجوہ تسمیہ	۲۹۰	بلعم بن باعوراء قوم عمالقہ میں سے تھا	۲۹۲
بیان قوم عمالقہ	۲۹۰	قصّہ بلعم	۲۹۲
عمالقہ اولاد سام بن نوح ہیں	۲۹۱	عمالقہ کے بارے میں مزید تاریخی بحث	۲۹۳
عمالقہ عرب بائدہ ہیں اور اب		عمالقہ کی وجہ تسمیہ کی تحقیق	۲۹۳
موجود نہیں۔	۲۹۱	زمانۂ قدیم میں عراق پر عمالقہ کے حکمرانوں کے اسماء	
فراعنۂ مصر عمالقہ تھے	۲۹۱	و مدّت حکومت کا نقشہ	۲۹۴
فراعنہ ابراہیم و یوسف و موسیٰ علیہم السّلام کے اسماء	۲۹۱	بیان عزّیٰ	۲۹۵
مدینہ میں یہود کی پہلی آمد کا قصہ	۲۹۱	عزّیٰ بت کے تفصیلی احوال	۲۹۵

مقدمة شرح البيضاوي

المسمّاة

اثمار التكميل

لما في

انوار التنزيل

— الجزء الثاني —

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين
العلّامة الشيخ مولانا محمّد موسى الروحاني البازي
رحمه الله تعالى وطيّب آثاره

إدارة تصنيف وأدب

زهير

الجزء الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

العرب۔ یہ لفظ تفسیر ہذا میں متکرر الذکر ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل کتاب ہے موسوم بہ تجبیر الحسب بمعرفۃ اقسام العرب۔ اس کا محصل پیش خدمت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اصحاب تاریخ کہتے ہیں کہ کل عرب تین طبقات پر منقسم ہیں ہر عربی شخص ان تین طبقات میں سے کسی ایک میں ضرور داخل ہوگا۔ گویا کل عرب تین بڑے قبائل پر منقسم ہیں۔
طبقۂ اولیٰ کو عرب بائدہ کہتے ہیں۔ یہ قدیم تر طبقہ ہے جو ختم ہو چکا ہے۔ اس طبقہ کا ایک قبیلہ بھی اب روئے زمین پر موجود نہیں ہے
طبقۂ ثانیہ عرب عاربہ ہے۔ یہ قحطانیہ بھی کہلاتا ہے۔ ان کا سلسلہ نسب قحطان تک پہنچتا ہے قحطانیین کا اصل وطن و مسکن یمن ہے۔ اہل یمن و بادشاہان یمن سارے اولاد قحطان ہیں۔
طبقۂ ثالثہ عرب مستعربہ کے نام سے موسوم ہے۔ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب مستعربہ و عدنانیین کہتے ہیں۔ عرب مستعربہ سارے کے سارے اولاد عدنان ہیں اور عدنان کا سلسلہ نسب اسمٰعیلؑ تک جا پہنچتا ہے۔ عدنان ہمارے نبی علیہ السلام کا جد اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام قبائل قریش و قبائل حجاز عدنانی یعنی عرب مستعربہ ہیں۔
ہمارے نبی علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آج تک عرب کے صرف آخری دو طبقے موجود تھے یعنی عدنانیہ و قحطانیہ۔ لہٰذا آپ یوں بھی تقسیم کر سکتے ہیں کہ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ۔ بائدہ کی نسل ختم ہو چکی ہے اور اگر کہیں شاذ و نادر موجود ہو تو وہ عاربہ و مستعربہ میں داخل ہو گئی ہے۔ و باقیہ کی دو قسمیں ہیں قحطانیہ و عدنانیہ۔ پس موجودہ دور میں عرب یا قحطانی ہونگے یا عدنانی۔ ان دو قسموں سے کوئی عربی باہر نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہم نے قحطان و عدنان کا الگ الگ ترجمہ ذکر کیا ہے۔ فراجع ذلک ان شئت التفصیل۔
بیان عرب بائدہ۔ عرب بائدہ کے بعض قبائل کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ بائدہ کے قبائل یہ ہیں عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جاسم۔ عبیل۔ عبد بن ضخم۔ جرہم اولی۔ عمالقہ۔ و حضورا۔ راجع تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۰۳۔ قوم عاد و قوم ثمود کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ عرب بائدہ سام بن نوحؑ کی اولاد ہیں۔ سام کے کئی بیٹے تھے اول ارم بن سام بن نوحؑ دوم لاوذ بن سام بن نوحؑ سوم ارفخشذ (بالذال وقیل بالدال المهملة) ابن سام بن نوحؑ۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ فاما عاد فهو عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیه السلام وکانوا ینزلون

الاحقاف من الرمل فارسل اللہ الیھم ھودًا علیہ السلام واما ثمود فھو ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام وکانوا ینزلون الحجر فارسل اللہ الیھم اخاھم صالحاً علیہ السلام واما طسم وجدیس فھما ابنا لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ونزلوا الیمامۃ (لاوذ بالذال او الدال المھملۃ)۔

واما اخوھما عملیق فھو عملیق بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بعضھم بالحرم وبعضھم بالشام وجمع عملیق عمالقۃ فالعمالقۃ امم تفرقوا فی البلاد ومنھم فراعنۃ مصر والجبابرۃ ومنھم ملوک فارس و اھل خراسان۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۱۳۔ اس کتاب میں ایک اور جگہ پر عمالقہ کی کچھ تفصیل مذکور ہے فراجع ذلک۔

فرعونِ موسیٰ وفرعونِ ابراہیم وفرعونِ یوسف علیہم السلام عمالقہ میں سے تھے۔ یہ تین مشہور ہیں۔ ان تین کے بارے میں مؤرخ محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب المحبر۔ ص ۴۶۶ پر لکھتے ہیں الفراعنۃ وھم ثلاثۃ نفر اولھم سنان بن الاشل بن علوان بن العبید بن عریج بن عملیق بن یلمع بن عابر بن اسلیحا ابن لوذ بن سام بن نوح علیہ السلام ویکنی ابا العباس وھو فرعون ابراھیم علیہ الصلاۃ والسلام۔ والثانی الریّان بن الولید بن لیث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون یوسف علیہ السلام۔ والثالث الولید بن مصعب بن ابی اھون بن الھلواث بن فاران بن عمرو بن عملیق بن یلمع وھو فرعون موسیٰ علیہ السلام قال (لعلّہ قیل) کان فرعون یوسف جدّ فرعون موسیٰ علیھما السلام واسمہ برخون انتھی۔ معارف ومحبّر کی عبارتوں میں باعتبار اسماء وغیرہ کچھ اختلاف ہے۔ اسی طرح دیگر کتب تاریخ میں بھی ان اقوام قدیمہ کے نسب وبعض تفصیلات میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ قومیں زمانۂ انضباطِ تاریخ سے بہت پہلے گزری ہیں اس واسطے اہل تاریخ اس قسم اختلاف میں معذور رہیں۔

ملاحظہ ہوں تاریخ طبری، ج ۱ ص ۱۰۳ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۹۲۔ المعارف لابن قتیبۃ۔ ص ۱۳۔

واما امیم فھو امیم بن لاود بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام نزل بارض فارس فاجناسُ الفرس کلھم من ولد امیم ثم قال ابن قتیبۃ فی المعارف والانبیاء کلھم عجمیّھم وعربیّھم والعرب کلھا یمنیّھا ونزاریّھا من وُلدُ سام بن نوح علیہ السلام اھ۔ قال الامام الطبری فی تاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۰۲ عن وھب بن منبہؒ یقول انّ سام بن نوحؑ ابو العرب وفارس والروم وان حام بن نوحؑ ابو السودان وان یافث بن نوح علیہ السلام ابو الترک ویاجوج وماجوج۔

ثم قال الطبری فی احوال بنی جاسم وغیرھم وکان اھل البحرین واھل عمان منھم امۃ یسمّون جاسم وکانوا ساکنی المدینۃ منھم بنو ھف وسعد بن ھزان وبنو مطر وبنو الازرق وکان بنو امیم بن لاوذ بن سام بن نوحؑ اھل وبار بارض الرمل رمل عالج فاصابتھم من اللہ عزوجل نقمۃٌ من معصیۃ اصابوھا

فھلکوا وبقیت منھم بقیۃ وھم الذین یقال لھم النسناس (قلتُ وقد رقمنا بعض احوال النسناس فی بیان عنقاء مغرب من فصل الحیوان فی ھذا الکتاب فراجعہ) فکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم قوماً عرباً لسانھم الذی جبلوا علیہ لسان عربی وکانت فارس من اھل المشرق ببلاد فارس یتکلمون بھذا اللسان الفارسیّ اھ مافی تاریخ الطبری۔

وعن سمرۃ بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وُلِدَ نوحٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فسام ابو العرب وحام ابو الزنج ویافث ابو الروم۔ وعن سعید بن المسیّب یقول وُلد نوح علیہ السلام ثلاثۃٌ و وُلدُ کلِ واحدٍ ثلاثۃٌ سام وحام ویافث فولد سام العرب وفارس والروم وفی کل ھؤلاء خیرٌ وولد یافث التُّرکَ والصقالبۃ ویأجوج ومأجوج ولیس فی واحدٍ من ھؤلاء خیرٌ وولد حامٍ القبطُ والسودانُ والبربرُ۔

اثرِ سعید بن المسیّبؒ مذکورہ صدر مرفوع روایتِ سمرۃ بن جندبؓ کے خلاف ہے اور روایتِ مرفوعہ بہرحال اَولیٰ ہے غیر مرفوع روایت سے۔

سوال۔ یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے چنانچہ خود مجھ سے کئی طلبہ وعلماء نے سوال کیا کہ اہلِ پاکستان وہندستان نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ میں سے کس کی نسل سے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ پاکستان وہندستان اولادِ حام بن نوح علیہ السلام ہیں قال ابن اسحاق کما حکی عنہ الامام الطبری فی تاریخہ ج ۱ صـ۱۰۲ ومن وُلد حام بن نوح علیہ السلام النوبۃ والحبشۃ وفزّان والھند والسند واھل السواحل فی المشرق والمغرب۔

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا جدّ وہی ہے جو عرب کا ہے یعنی سام بن نوح۔ فذکر ابنُ جریر باسنادہٖ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اَوحی اللہ الیٰ موسی علیہ السلام انّک یا موسیٰ قومك واھل الجزیرۃ واھل العال من وُلدِ سام بن نوح۔ وقال ابن عباس والعرب والنبط والھند والسند من ولد سام بن نوح علیہ السلام انتھی ما ذکر ابن جریر فی تاریخ الامم والملوك ج ۱ صـ۱۰۵ اور ہند وسند میں بلاریب اہلِ پاکستان یعنی پنجاب وسرحد وبلوچستان داخل ہیں۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ ہند وسند اولادِ یافث بن نوح علیہ السلام ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حام کے تین بیٹے تھے قوط بن حام وکنعان بن حام وکُوش بن حام۔ اور حبشہ وہند وسند اولادِ کوش بن حام ہیں۔ ایک اور روایت ہے کہ ہند وسند اولادِ قوط بن حام ہیں۔ کذا فی تاریخ الطبری۔ قال القزوینی فی آثار البلاد صـ۹۴ قالوا السند والھند کانا اَخوَین من ولد توقیر بن یقطن بن حام بن نوح علیہ السلام انتھیٰ۔

یہ تین اقوال ہوئے۔ اول یہ کہ ہمارا جدّ حام ہے دوم یہ کہ سام ہے سوم یہ کہ یافث ہے۔ ہم پاک وہند کے

باشندوں کے لیے اولادِ یافث یا اولادِ حام ہونے کی بجائے اولادِ سام ہونا موجب فخر و مسرت ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ اس طرح ہم عرب کے قریب ہو کر ان کے ابناءِ عمّ ہو جائیں گے۔ اور عرب کی فضیلت مسلّم ہے۔ مرفوع احادیث میں ان کے فضائل مروی ہیں۔ لہٰذا ان کا قریب یا قریب تر ہونا باعثِ مسرت ہے۔

ثانیاً اس طرح ہم نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب تر ہو جاتے ہیں جو موجب فخر ہے آپؐ بھی سامی ہیں اور ہم بھی سامی۔

ثالثاً۔ سامی النسل ہونے میں ہم کل انبیاء اللہ و رسل اللہ صلوات اللہ و تسلیماتہ علیہم کے نسلاً قریب ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کل انبیاء علیہم السلام سامی النسل تھے کما قدّمنا آنفاً۔ اور یہ عظیم سعادت ہے۔ قال غیر ابن اسحاق من المؤرخین انّ نوحًا دعا لسام بان یکون الانبیاء والرسل من ولدہ ودعا لیافث بان یکون الملوک من ولدہ۔

رابعاً۔ سامی ہونے کے طفیل ہم خیر و برکات والی نسل و جماعت میں داخل ہوتے ہیں جیسا کہ سعید بن المسیّبؒ کی مذکورہ روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سام کی اولاد ہی خیر و برکت والی جماعت ہے بخلاف اولادِ یافث کہ عموماً شر والی جماعت ہے۔

خامساً۔ حامی النسل ہونے میں ہم حبش و سوڈان و بربر و قبط کے اخوان و ابناءِ عم ہوں گے اور یہ بات ہمارے لیے موجب برکت و باعثِ مسرت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان اقوام کو دنیا میں دیگر قومیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتیں۔ یافثیؔ النسل ہونا بھی ایسا ہی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حبش اولادِ یافث ہیں۔

سادساً۔ یافثی النسل ہونے میں ہم رومیوں کے ابناءِ عم اور بجائے عرب کے رومیوں سے قریب تر ہوں گے اور یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے۔ رومی ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی اسلام دشمنی میں آگے آگے ہیں۔

سابعاً۔ یافث ابوالترک ہے۔ تو یافثی ہونے میں ہم روس و تاتار و ترک و چین کے قریب ہوں گے کیونکہ عربی کی قدیم تاریخ میں لفظ ترک سے صرف موجودہ ترک مراد نہیں ہیں بلکہ لفظ ترک صقالبہ اہل روس و قوم تاتار و چین وغیرہ سب کو شامل ہے۔ کما صرّح بہ اصحاب التاریخ۔ ظالم و جابر چنگیز تاتاری ہی تھا۔ اور یہ قرب و رشتہ ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔

ثامناً۔ یافثی النسل ہونے کی صورت میں ہم بعض خاص خیر و برکات سے محروم ہوں گے اور بعض خاص قسم کے شر و فساد کی حامل نسل سے وابستہ ہوں گے۔ کیونکہ ابن المسیّب کی مذکورہ روایت سے اولادِ یافث کا

مسلوب الخیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ قرابت و تعلق ہمارے لیے روح فرسا ہے۔

تاسعًا۔ یافثی النسل ہونے کی حالت میں ہم نسلِ یاجوج و ماجوج سے وابستہ ہوں گے اور ان کے ابناء عم ہوں گے۔ کیونکہ یاجوج و ماجوج اولادِ یافث ہیں۔ اور یہ رشتہ ہم مسلمانوں کے لیے سوہان روح و قلب ہے۔

عاشرًا۔ حامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کی بد دعا کی زد میں آتے ہیں یا اس کی زد میں آنے کا خطرہ ہے اور یہ نہایت دکھ اور بڑی خطرناک بات ہے۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام اور اولادِ حام کو یہ بد دعا دی تھی کہ وہ اولادِ سام و یافث کے ماتحت یا غلام رہیں۔ اسی طرح اگر ہم سامی النسل ہوں تو نوح علیہ السلام کی نیک دعا کا مصداق بنتے ہیں اور یہ بات ایمان افزا و سعادتِ عظیم ہے۔

روی ضمرة بن ربیعة عن ابن عطاء عن ابیہ قال وُلدُ حامٍ کلھم اسودُ جعدُ الشعر و وُلدِ یافث کلٌ عظیمُ الوجہ صغیرُ العینین و وُلدُ سامٍ کلٌ حسن الوجہ حسن الشعر قال و دعا نوح علیہ السلام علی حام الا یعدُ وشعرُ ولدہ اذانھم وحیث مالقی ولدہ وُلدَ سامٍ استعبدوھم۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۱۔

اسی بد دعا کا اثر ہے کہ حام کی اولاد کے بعض قبائل کالے ہیں اور جو کالے رنگ والے نہیں ان میں اس بد دعا کا ظہور کسی اور صورت میں ہوگا۔ قال ابن اسحاق ویزعم اھل التوراة ان ذلک السواد فی اولادِ حام لم یکن الا عن دعوةٍ دعاھا نوحٌ علی ابنہ حام وذلک ان نوحًا علیہ السلام نام فانکشف عن عورتہ فراٰھا حام فلم یغطّھا وراٰھا سام ویافث فالقیا علیھا ثوبًا فواریا عورتہ فلما ھبّ من نومتہ علم ما صنع حامٌ وسام ویافث فقال ملعون کنعان بن حام یکونون عبیدًا لاخوتہ وقال یُبارک اللہ ربّی فی سام ویکون حامٌ عبدَ اخویہ ویقرض اللہ یافث ویحلّ فی مساکن سام ویکون حام عبدًا لھم انتھی ما ذکرہ ابن اسحاق تاریخ الامم ج ۱ ص۱۰۲۔ ومثل ذلک فی المعارف لابن قتیبة ص۱۲۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ ان السفینة لنوح علیہ السلام طافت ببیت المقدس اسبوعًا وطافت ببیت اللہ۔ وروی ان نوحًا علیہ السلام قال لاھل السفینة وھی تطوف بالبیت العتیق انکم فی حرم اللہ وحول بیتہ لا یمس احد امرأة وجعل بینھم وبین النساء حاجزا ویذکر ان ولدہ حامًا تعدی و وطئ زوجتہ فدعا علیہ بان یسوّد اللہ لون بنیہ فاجاب اللہ دعاءہ فی اولادہ فجاء ولدہ اسود وھو ابو السودان۔

حادی عشر۔ سامی النسل ہونے کی صورت میں ہم نوح علیہ السلام کی مذکورہ صدر دعا کے مصداق ہونگے اور قیامت تک اولادِ حام کے مقابلے میں بلند مناصب اور دیگر فوائد و ثمراتِ طیبات کے قابل و مستحق

بنتے ہیں۔ اور یہ وہ بے بہا سعادت ہے جو بزور بازو حاصل نہیں ہو سکتی۔

ثانی عشر۔ سامی النسل ہونے کی تقدیر پر ہم باعتبار اصل حرمی یعنی باشندگان حرم شریف ہوں گے اور حرم مکہ شریفہ ہی ہمارا وطن اصلی ہوگا اور ہم اجداد قدیمہ کے پیش نظر جیران بیت اللہ ہوں گے اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں میں سے سام اور اس کی اولاد نے مکہ مکرمہ کو اپنا مسکن و وطن اختیار کیا تھا۔ بعدہ مکہ مکرمہ سے نکل کر ادھر ادھر اطراف عالم میں منتشر ہوئے قال ابن جریر فی تاریخہ ج ۱ ص۱۳۰ فولد لسام عابر واشوذ وارفخشد ولاوذ وارم وکان مقامہ بمکۃ قال فمن ولد ارفخشد الانبیاء والرسل وخیار الناس والعرب کلھا والفراعنۃ بمصر اھ۔

بیان "عرب عاربہ"۔ عرب کا دوسرا طبقہ عرب متعربہ و قحطانیہ کہلاتا ہے۔ ان میں سے اکثر یمن کے باشندے تھے۔ یمن میں یعرب بن قحطان اور اس کی اولاد مدت مدید تک حکمران رہی۔ انہوں نے یمن کے سابق حکمران عرب بائدہ سے سخت لڑائیاں لڑ کر حکومت حاصل کی تھی۔ یمن کے بادشاہان تبابعہ (جمع تبع) قحطانی النسل تھے۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ و دیگر ارض حجاز پر بھی انھوں نے حکومت کی ہے۔ مؤرخین نے ان کی حکومت کے احوال بسط سے ذکر کیے ہیں لیکن ان کے اقوال میں بڑا اختلاف ہے۔

قحطان کا نام توراۃ سفر تکوین میں یقطان ہے۔ نسابین کا اس کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔ تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ قحطان مثل عدنان سامی النسل یعنی اولاد سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہے۔ فقیل ھو قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ (بالذال وروی بالدال المھملۃ ایضاً) بن سام بن نوح علیہ السلام یہ اکثر نسابین کی رائے ہے۔

ملاحظہ ہوں المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص۳۵۴ ومروج الذھب ج ۱ ص۲۷۶ وابن ہشام ج ۱ ص۷ ونہایۃ الارب ج ۲ ص۲۷۵ وتاریخ الامم والملوک ج ۱ ص۲۰۵ وتاریخ ابن خلدون ج ۱ ص۹ والاکلیل ج ۱ ص۵۰ وکتاب الاشتقاق ص۲۱۷ والاخبار الطوال ص۹ والتنبیہ ص۷۰۔

اور توراۃ میں قحطان کا نسب یوں ہے یقطان بن عابر بن شالح بن ارفکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام۔ کذا فی سفر التکوین۔ الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدھا۔ وقال ابن سعد فی طبقاتہ ج ۱، القسم الاول ص۱۸ وابن خلدون فی تاریخہ ج ۱ ص۹ ویقطن ھو قحطان بن عابر بن شالخ اھ۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک قحطان ہود نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں اور بقول بعض قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے۔ راجع ترجمۃ قحطان من ہذا الکتاب۔

بہر حال عرب باقیہ دو قسم پر ہیں۔ قحطانیہ[1] وعدنانیہ[2]۔ موجودہ زمانہ میں کوئی عربی شخص ان دو طبقوں سے خارج نہیں ہے۔ بس وہ یا عرب عاربہ یعنی قحطانی ہوگا یا عرب مستعربہ میں شمار ہوگا یعنی عرب عدنانی اسمٰعیلی ہوگا۔

عدنانی کو اسماعیلی بھی کہتے ہیں۔ عدنان کا سلسلۂ نسب اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک جا پہنچتا ہے۔
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اولادِ قحطان کی زبان عربی تھی اور اوّل اوّل عربی بولنے والے یعرب بن قحطان ہیں۔ قیل اوّل مَن تکلّم بالعربیۃ یعرُب بن قحطان وقحطان اوّل مَن قیل لہ اَنعِم صَباحًا ومن قیل لہ أبیتَ اللعنَ۔ راجع السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ ومروج الذہب للمسعودی ج ۱ ص ۲۷۷
بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ قحطانیہ اصل عرب ہیں اور عربی زبان میں بھی وہ اصل ہیں۔ اور عدنانیہ طبقہ تابع ہے قحطانیہ کا۔ اور قحطانیوں سے انھوں نے عربی زبان سیکھی تھی۔ اسی وجہ سے انھیں مستعربہ کہتے ہیں ای التابعۃ للعرب۔ اور قحطانیوں کو عرب عاربہ کہتے ہیں یعنی اصل العرب فی العربیۃ۔
لیکن یہ قول تحقیق کے خلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ عربی زبان کے اوّل متکلم اسماعیل علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام ووحی اسماعیل علیہ السلام کو یہ زبان سکھادی تھی۔ یاد رکھیں نسبِ عربیت یعنی عربی قومیت اور چیز ہے اور زبانِ عربی اور چیز ہے یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ عرب بائدہ ومستعربہ اگرچہ قومیت کے لحاظ سے عرب ہیں یعنی سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ عرب بائدہ کی زبان ہرگز عربی نہ تھی۔ اسی طرح عرب عاربہ کی زبان بھی عربی نہ تھی۔ علی التسلیم ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ یعرب اور اس کی اولاد کی زبان کے بعض کلمات ولہجات کچھ کچھ عربی زبان سے مشابہ ہوں لیکن موجودہ قرآنی فصیح عربی سے وہ ناآشنا تھے۔ محققین نے اس بات کی تصریح کی ہے۔
اس بات کی تائید ان کتباتِ تجربہ سے ہوتی ہے جو ماہرینِ آثار قدیمہ ومستشرقین کو تبابعۂ یمن و بادشاہانِ حمیر کے محلات وملوکِ سبائیین کے قلعوں سے زمانۂ حال میں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کتبات کی لغت ہرگز لغتِ عربیہ قرآنیہ کے موافق نہیں ہے۔ والتفصیل فی کتابی المستقل فی بیان اللغۃ العربیۃ واوّل متکلم بھا ان شئتَ التحقیق فراجعھا۔
بیانِ "عرب مستعربہ" عرب کا یہ طبقہ اسماعیلیہ وعدنانیہ کہلاتا ہے۔ اولادِ عدنان وقبائلِ اولادِ عدنان عرب مستعربہ ہیں۔ ان کا اصل وطن مکہ۔ مدینہ۔ طائف۔ جدہ۔ خیبر وغیرہ سرزمینِ حجاز ہے۔ قریش عدنانی ہیں ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔ عدنان کا شجرۂ نسب اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔
عدنان کا مشہور بیٹا معدّ بن عدنان ہے۔ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ عدنان و معدّ بن عدنان مشہور ظالم بادشاہ بُخت نصر کے معاصر ہیں۔ جب عرب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی میں حد سے آگے نکلے اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر بخت نصر بادشاہِ بابل وعراق کو مسلط کر دیا۔ بنی اسرائیل اور بیت المقدس کو تباہ کرنے کے بعد بخت نصر اپنی افواج کو لے کر عرب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے مقابلے میں عدنان فوج لے کر آیا۔ عدنان کو شکست ہوئی۔ بخت نصر

ہزار ہا عرب مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے واپس بابل لوٹا۔ یہ جنگ مقام ذات عرق میں ہوئی۔ عدنان صحیح وسالم بچ گیا۔ بخت نصر کی واپسی کے بعد عدنان مرگیا۔

اس جنگ وتباہی سے قبل اللہ تعالیٰ نے معد بن عدنان کو بعض انبیاء کے ساتھ ملک شام پہنچا کر محفوظ رکھا۔ کیونکہ معد بن عدنان کی نسل سے اللہ تعالیٰ کو نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۲۹۲ میں ابن جریر لکھتے ہیں وانّ اللہ تعالیٰ اَوحیٰ الی اَرمیا وبرخیا اَنّ اللہ قد اَنذَر قومکما فلم یَنتَہوا فعادوا بعدَ الملکِ عَبیدًا وبعد نَعیم العیش عالۃً یسأَلون الناسَ وقد تَقدَّمتُ الی اہل عربۃ بمثل ذلک فاَبَوا اِلّا لَجاجۃً وقد سَلَّطتُ بخت نصر علیہم لانتَقم منہم فعلیکما بمعدِّ بن عدنان الذی مِن وُلدِہ محمدٌ صلی اللہ علیہ وسلم الذی اُخرِجہ فی اٰخرِ الزمان اَختِم بہ النبوّۃ واَرفَع بہ من الضِعۃ فخَرَجا تُطوٰی لہما الارضُ حتی سَبَقا بخت نصر فلَقِیا عدنانَ قد تلقاہما فطویاہ الی معدٍّ ولمعدّ یومئذ اثنتا عشرۃ سنۃً فحَمَلہ برخیا علی البراق وردف خلفہ فانتَہَیا الی حران من ساعتہما وطُوِیتْ لاَرمیا الارضُ فاَصبح بحران فالتقیٰ عدنانُ وبخت نصر بذات عرق فہزم بخت نصر عدنانَ۔ اھ

تو عدنان معاصر بخت نصر ہے اور بخت نصر بن نابوبولصر بادشاہِ بابل کی وفات ۵۵۱ھ قبل میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں ہوئی۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ۲ ص ۵۱۔ یہ محققین وزمانۂ حال کے مستشرقین کی رائے ہے اور بعض مؤرخین کے نزدیک بخت نصر عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر بلکہ ان سے کچھ مؤخر ہے۔

عُکاظ۔ آیت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم کی شرح میں مذکور ہے۔ موضوع ہذا میں میری ایک مستقل تصنیف ہے مسمی بہ غایۃ الطلب فی اَسواق العرب اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مقام عکاظ میں ایک بڑا بازار اور میلہ لگتا تھا۔ اسے عرب سوق عکاظ کہتے تھے۔ جزیرۂ عرب میں اسی طرح کئی بازار لگتے تھے جن میں مختلف قبائل تجارت اور دیگر کئی مقاصد کے لیے شرکت کرتے تھے۔ یہ بازار عربوں کی تجارت اور شان وشوکت کے مظہر ہوتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا سوق عکاظ تھا۔ یہ درحقیقت ایک بڑا میلہ ہوتا تھا جس میں قبائل مختلف اغراض کے لیے کثرت سے شرکت کرتے تھے بعض کا مقصد تجارت ہوتا اور شعراء اپنے اشعار کی تشہیر کرانے کی غرض سے آتے تھے۔

عکاظ میں جلسے منعقد ہوتے تھے جن میں ہر قبیلہ والے اپنے شعراء پیش کرتے تھے۔ شعراء اپنے اشعار میں اپنی بڑائی اور اپنے آباء وقبیلہ کے مناقب ومفاخر بیان کرتے تھے۔ پھر ان اشعار پر تنقید یا تحسین وداد کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ کسی قبیلہ کے مفاخر وخوبیوں کے اظہار کے لیے شعر سب سے مؤثر اور عظیم ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اس واسطے ہر قبیلہ اپنے شاعر کی بادشاہ کی طرح تعظیم کرتا تھا۔ شاعر بے تاج بادشاہ ہوتا تھا۔

سبع معلقات مشہور قصائد اسی بازارِ عکاظ میں عظیم فصاحت وسلاست وبلاغت کی وجہ سے بازار کے خاص حصے میں لٹکائے گئے تھے۔ بازار عکاظ والوں کا انتخاب آج بھی مسلّم ہے اور آج تک یہ سبع قصائد

ابلغ و افصح و احسن شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح خطباء و فصحاء عرب اپنے خطبوں میں اپنے قبائل کی تعریف کرتے ہوئے اپنی فصاحت و بلاغت پر اتراتے تھے۔ چنانچہ ان جلسوں میں خطیبوں کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ تاہم نثر کے مقابلے میں نظم کا چرچا زیادہ تھا۔ سوقِ عکاظ خصوصًا اور دیگر بازار عمومًا لغتِ عربیہ کی فصاحت و بلاغت کی تہذیب و تنقیح و عظمت کا منبع تھے۔

دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص ۵۳۵ میں ہے عکاظ نخل بقرب الطائف فکانت قبائل العرب تقصدھا لانھا فی طریقھا الی الحج فیجتمعون منہ فی مکان یقال لہ الابتداء فتعمر اسواقھم بالناس فینتھز الشعراء ھذہ الفرصۃ فیعرضون ماقالوہ من نُخَبِ قصائدھم علی نَقَدۃِ القریض ھناک ویکون لذلک احتفالٌ حافل یشھدہ الجماھیر فتشیع قصائدھم شیوعًا تامًّا ویترنّم بھا الرکبان فی کل صقع وفی ذلک غایۃ مایتمنّاہ شاعر لشعرہ۔

ولقد کان لھذہ السوق العظیمۃ وغیرھا من اسواق العرب تأثیر کبیر فی تھذیب اللغۃ العربیۃ فان کل شاعر و خطیب کان یفضی باحسن مافتح اللہ بہ علیہ من المعانی العالیۃ فی العبارات الجزلۃ المنخلۃ فیتلقفھا السامعون ویدخلونھا الی کلامھم ویلفظون ماسواھا من وحشی الکلمات ومتنافر التراکیب و فی ذلک من اثر التھذیب اللغوی مالا یستھان بہ وکانت قریش لقربھا من تلک السوق (سوق عکاظ) اسبق القبائل لالتقاط کل معنی حسن ولفظ جزل وعبارۃ شاردۃ فنسب الیھا التھذیب الاخیر للغۃ واستأھلت الشرف العظیم بنزول القرآن الکریم بلغتھا واعتبرت لھجتھا اخلص لھجات العرب من التعقید والتنافر اھ

وقال فی المفصّل ج ۷ ص۳۷۷ واشھر الاسواق واعرفھا سوق عکاظ وھی سوقُ تجارۃٍ وسیاسۃٍ وادبٍ فیھا کان یخطب کل خطیب مصقع وفیھا علّقت القصائد السبع الشھیرۃ افتخارًا بفصاحتھا علی کل من یحضر الموسم من شعراء القبائل علی مایذکرہ بعض اھل الاخبار وفیہ ص۳۸۱ ویظھر من الروایات ان حظّ المفاخرۃ والمباھاۃ والتمدّح والذمّ لم یکن باقلّ من حظ البیع والشراء فی سوق عکاظ فقد کان الشعراء یعرضون اجود واحدث ماعندھم من شعر علی الحاضرین وکان کثیر من الحاضرین انمایفدون الیھا للوقوف علی احدث مایقال من صنوف الشعر وھو صنف رائج اکثر من رواج النثر بالطبع لمافیہ من ایقاع وموسیقی ووزن وسھولۃ فی الحفظ واثر فی النفس لذلک کان للشاعر فی ھذہ السوق مکانۃ تزید کثیرًا علی مکانۃ التاجر فیھا لما لشعرہ من اثر فی الحیاۃ العامۃ لمجتمع ذلک الیوم۔

ویقال ان الشاعر الشھیر النابغۃ الذبیانی کان یحضر سوق عکاظ فتضرب لہ قبۃ من ادم یجلس تحتھا فیفد الیہ الشعراء من یرید ان یفتخر بشعرہ علی غیرہ لینشد امامہ شعرہ فیحکم علی شعرہ برأیہ لما الرأیہ من

اثر فی الناس وکان الشاعران الاعشی وحسان بن ثابت ممن احتکما الیہ وکذلک الشاعرۃ الخنساء اھ۔

راجع الاغانی ج ۹ ص۱۵۶ وشعراء النصرانیۃ ج ۵ ص۶۴۰ وتاج العروس ج ۵ ص۲۵۴ واللسان ج ۹ ص۴۴۷ و البلدان ج ۶ ص۲۰۳ وابن خلدون ص۶۴۲

بازار عکاظ کے محل وقوع و زمانۂ انعقاد میں متعدد اقوال ہیں۔ مؤرخ ابن حبیب محبّر میں لکھتے ہیں کہ عکاظ عرفات کے قریب ہے۔ قال وعکاظ باعلی نجد قریبًا من عرفات اھ محبّر ص۲۶۷ بعض مؤرخین کی رائے میں عکاظ ایک نخلستان (نخل) کا نام ہے۔ جو طائف سے ایک رات اور مکہ مکرمہ سے تین رات کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی مقام پر یہ میلہ لگتا تھا۔

کتاب مفصّل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۸ میں ہے وذکر ان عکاظ نخل فی وادبینہ وبین الطائف لیلۃ وبینہ وبین مکۃ ثلاث لیال وبہ کانت تقام سوق العرب وقیل عکاظ ماء ما بین نخلۃ والطائف الی بلد یقال لہ الفتق کانت موسمًا من مواسم الجاھلیۃ تقوم ھلال ذی القعدۃ وتستمرّ عشرین یومًا وکانت تجتمع فیہ قبائل العرب فیتعاکظون ای یتفاخرون ویتناشدون ما احدثوا من الاشعار یقیمون علی ذلک شھرًا یتبایعون ثم یتفرقون فلما جاء الاسلام ھدم ذلک انتھی۔ راجع تاج العروس ج ۵ ص۲۵۴ وفی المفصل وانّ للباحثین فی موضع سوق عکاظ اٰراء متباینۃ فیہ ولا زالت ھذہ الاٰراء متباینۃ حتی الیوم اھ۔

راجع لسان العرب ج ۷ ص۴۴۷۔ البکری ج ۴ ص۹۶۱ القاموس ج ۲ ص۳۹۶ تاج العروس ج ۵ ص۲۵۵ مراصد الاطلاع ج ۲ ص۹۵۳ شرح دیوان الحماسۃ ج ۳ ص۱۵۱۳ اخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص۱۲۳ قال فی اخبار مکۃ وعکاظ وراء قرن المنازل بمرحلۃ علی طریق صنعاء فی عمل الطائف علی برید منھا وھی سوق لقیس بن عیلان وثقیف وارضھا لنصر اھ

سوق عکاظ کا انعقاد ہر سال ۱۵ ذوقعدہ سے آخر ذوقعدہ تک ہوتا تھا۔ محبر۔ ص ۲۶۷ میں ہے کہ سوقِ رابیہ وسوق عکاظ دونوں ایک ہی دن یعنی نصف ذی قعدہ سے شروع ہوتے تھے۔ رابیہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ایک مقام کا نام ہے۔ رابیہ تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ قال فی المحبر وکانتا ای سوق عکاظ ورابیہ تقومان فی یوم واحد للنصف من ذی القعدۃ الی اٰخر الشھر وکانت عکاظ من اعظم اسواق العرب وکانت قریش تنزلھا وھوازن وطوائف من افناء العرب اھ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ سوق عکاظ یکم ذی قعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۱ فاذا کان الحج فی الشھر الذی یسمّونہ ذا الحجۃ خرج الناس الی مواسمھم فیصبحون بعکاظ یوم ھلال ذی القعدۃ فیقیمون بہ عشرین لیلۃ تقوم فیھا اسواقھم بعکاظ والناس علی مداعیھم ورایاتھم منحازین فی المنازل تضبط کل قبیلۃ اشرافھا وقادتھا فاذا مضت العشرون انصرفوا الی مجنّۃ

فاقاموا بہا عشراً اسواقہم قائمۃ فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ انصرفوا الی ذی المجاز فاقاموا بہا ثمان لیال اسواقھم قائمۃ ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ فیتروّون ذلک الیوم من الماء لانہ لا ماء بعرفۃ ولا بالمزدلفۃ یومئذٍ وکان یوم الترویۃ اٰخر اسواقہم انتھی۔

تفصیل کے لیے دیکھیے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۵۳۔ قاموس ج ۲ ص ۳۹۶۔ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰۔ البلدان ج ۳ ص ۷۰۴۔ الازمنۃ والامکنۃ ج ۲ ص ۱۶۵۔ الیعقوبی ج ۱ ص ۲۳۶۔ المفصّل ج ۷ ص ۳۷۸۔

بعض علماء کے نزدیک یہ بازار شوال میں لگتا تھا محققین کی رائے میں یہ قول خطا ہے۔ بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۷۰ پر ہے وکانت تقوم ھذہ السوق فی قول اوّل ذی القعدۃ الی عشرین منہ ثم یتوجّھون الی مکۃ فیقفون بعرفات ویقضون مناسک الحج ثم یرجعون الی اوطانہم وفی قول اٰخرانہم کانوا یقیمون بہ جمیع شوال الی غیر ذلک من الاقوال المختلفۃ ولعل ذلک لاختلاف العادۃ فی السنین او لاختلاف القبائل فی الاقامۃ فی ھذا الموسم والذی علیہ صاحب قبائل العرب انہم کانوا یقیمون فی ھذہ السوق من نصف ذی القعدۃ الی اٰخرہ انتھی۔

وفی المفصّل وغیرہ وھم یخطّئون رأی مَن یذھب الی انّ انعقاد السوق کان فی شہر شوّال وحجتہم ان انعقاد السوق کان فی الشہر الحرام لیراعی الناس حرمۃ تلک الایام فلا یعتدون علی من یقصد السوق وشہر شوال لا یدخل فی جملۃ اشہر الحرم ویستدلّون بدلیل اٰخر ھو تقاتل بعض العرب فی ایام عکاظ فانہم اطلقوا علی تلک الحروب والایام ایام الفجار وھی اربعۃ ایام یوم شمطہ ویوم العبلاء ویوم الحریرۃ ویوم شرب وھذہ الاسماء اسماء اماکن فی عکاظ وما کان العرب لیطلقوا علی تلک الایام ایام الفجار لو لم تکن قد وقعت ھذہ الایام والحروب فی شہر الحرام انتھی بتصرف۔

ملاحظہ ہوں الاغانی ج ۹ ص ۱۷۶، ج ۱۰ ص ۹۔ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۷۷۔ الکامل لابن الاثیر ج ۱ ص ۳۵۸۔ المفصل ج ۷ ص ۳۷۸۔

عرب کے عام بازاروں میں بازار کے نگراں اور متولّی تاجروں سے باقاعدہ ٹیکس اور کسٹم وصول کرتے تھے۔ جسے عربی میں عشور کہتے ہیں۔ اسی طرح بازاروں تک پہنچنے اور واپسی کے لیے خفارہ کی ضرورت ہوتی تھی خفارہ کے معنی ہیں حفاظت کی ذمہ داری۔ راستے میں متعدد قبائل شرکا کی حفاظت اور بخیریت پہنچنے کی ذمہ داری لیتے تھے۔ تاکہ چوروں اور ڈاکوؤں سے وہ شرکا محفوظ رہیں۔ اس کے برخلاف سوق عکاظ میں نہ عشور تھے اور نہ خفارہ کی ضرورت۔ یہ محفوظ مقام تھا اور اشہر حرم کی وجہ سے کسی کا خطرہ نہیں تھا۔ عکاظ میں ہر قسم کی تجارت ہوتی تھی۔ یعنی چمڑے، غلہ، کپڑوں، جانوروں اور غلاموں، باندیوں وغیرہ مختلف اشیا کی خرید و فروخت ہوتی تھی

چمڑے کی تجارت اس میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ زید بن حارثہؓ کو اسی سوق عکاظ میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خریدا گیا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زیدؓ نبی علیہ السلام کو ہبۃً دے دیا۔ قال ابن قتیبۃ فی المعارف ص۶۳ ثم ان خدیجۃ ملکت زید بن حارثۃ اشتراہ لھا حکیم بن حزام بسوق عکاظ باربعمائۃ درھم فسألھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تھب لہ زیدًا وذلک بعد أن تزوّجھا فوھبتہ لہ فاعتقہ وزوّجہ أمّ ایمن فولدت لہ أسامۃ بن زیدؓ اھ۔ اخبار مکہ ج ۱ ص ۱۲۵ پر ازرقی لکھتے ہیں۔ و کانوا یرون ان افجر الفجور العمرۃ فی اشھر الحج تقول قریش وغیرھا من العرب لا تحضروا سوق عکاظ ومجنۃ وذی المجاز الا محرمین بالحج وکانوا یعظمون ان یأتوا شیئًا من المحارم او یعدو بعضھم علی بعض فی الاشھر الحرم وفی الحرم۔
عکاظ کے اس بازار اور میلے کے انعقاد و اجراء کی ابتداء واقعہ فیل کے پندرہ سال بعد ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ قال فی المفصل ولو اخذنا بھذہ الروایۃ نکون قد جعلنا مبدأ ھذا السوق ۵۸۵ء او ۵۸۶ء للمیلاد تقریبًا ای ان تاریخ عکاظ لم یکن بعید عھدٍ عن الاسلام فھو قبلہ بنحو ربع قرن وقد أقیمت وعمر الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنذاک ۱۵ سنۃً ویذھب الناس بعد سوق عکاظ الی سوق اخریٰ ھی سوق مجنّۃ فیقیمون بھا عشرۃ ایام فاذا رأوا ھلال ذی الحجۃ فی نھایۃ ھذہ الایام العشرۃ قصدوا سوق ذی المجاز وھی سوق جاھلیۃ فیقیمون فیھا ثمانیۃ ایام یبیعون و یشترون ثم یخرجون یوم الترویۃ من ذی المجاز الی عرفۃ اھ۔
بعض محققین کی رائے میں سوق عکاظ کی ابتداء ۵۴۰ء میں ہوئی اور ظہور اسلام کے بعد ۱۲۹ھ تک ہر سال باقاعدہ اس کا انعقاد ہوتا رہا۔ ۱۲۹ھ میں خوارج کے خوف سے یا ان کے حملے اور لوٹنے کے بعد یہ ختم ہوا اور پھر کبھی اس کا اجراء نہ ہو سکا۔ دائرۃ المعارف میں ہے عُکاظ اشھر اسواق العرب فی الجاھلیّۃ واعظمھا اتّخذت سوقًا بعد عام الفیل بخمس عشرۃ سنۃ ای سنۃ ۵۴۰ء للمیلاد ثم بقیت فی الاسلام الی ان نھبھا الخوارج الحروریّۃ حین خرجوا بمکۃ مع المختار بن عوف سنۃ ۱۲۹ للھجرۃ اھ۔
علامہ ازرقی لکھتے ہیں قال الکلبی وکانت ھذہ الاسواق بعکاظ ومجنۃ وذی المجاز قائمۃ فی الاسلام حتی کان حدیثًا من الدھر فاما عکاظ فانما ترکت عام خرجت الحروریۃ بمکۃ مع ابی حمزۃ المختار بن عوف الازدی الاباضی فی ۱۲۹ھ خاف الناس ان ینھبوا وخافوا الفتنۃ فترکت حتی الاٰن ثم ترکت مجنّۃ وذو المجاز بعد ذلک واستغنوا بالاسواق بمکۃ وبمنیٰ وبعرفۃ اھ راجع تاج العروس ج ۵ ص۲۵۴
وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال کانت عکاظ ومجنّۃ وذو المجاز اسواقًا فی الجاھلیّۃ فلما کان

الاسلام تاثموا من التجارۃ فیہا فانزل اللہ لیس علیکم جناح فی مواسم الحج قرأ ابن عباس کذا۔ کذا فی ارشاد الساری ج ۴ ص ۳۷۔ وفی تفسیر الطبری قال ابن عباس کان ذو المجاز وعکاظ متجر الناس فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام ترکوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج۔ طبری ج ۲ ص ۱۶۴

سوق عکاظ کے انعقاد میں اگرچہ قریش کا بہت زیادہ دخل تھا۔ لیکن اس بازار و میلہ کے اصل سرپرست ونگرانِ اعلیٰ بنو تمیم تھے۔ اس میلہ میں جھگڑوں اور خصومات کے فیصلے بنو تمیم کا رئیس اعلیٰ کرتا تھا۔ اسی طرح تجارت کی بعض اشیاء کے نرخ میں جب نزاع پیدا ہوتا تو بنی تمیم کا رئیس ہی نرخ طے کرتا تھا۔ بنو تمیم کے رئیس کی یہ عدالت بڑی محترم و بارعب ہوتی تھی اور سب شرکاء عکاظ اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔

قال فی صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ والمفصل ج ۷ ص ۳۸۳ کانت فی ھذہ الاسواق مجتمعات تعقد فیہا العقود والمعاھدات والاتفاقات القبلیۃ والعائلیۃ ومواضع یعلن فیہا عن التبنی وعن الخلع ای خلع الافراد لجرائم یرتکبونہا ویجب ان لا ننظر الی ھذہ الاسواق نظرتنا الی السوق بالمعنی المفھوم من ھذہ اللفظۃ فی الوقت الحاضر فقد کانت اسواق الجاھلیۃ اوسع مجالاً من ذلک بکثیر کانت مجامع لاھل اللسان من شعراء ومن خطباء من مرموقین معروفین ومن مغمورین طلاب شہرۃ وھی ساحات محاکم یجلس فیہا المتخاصمون للاستماع الی قرار حاکم مہاب محترم وقد کانت الحکومۃ فی ھذہ السوق الی بنی تمیم وکان آخر من حکم منہم بہا الاقرع بن حابس التمیمی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ انتہی بتصرف۔

سوق عکاظ میں وعظ و تبلیغ و اصلاح معاشرہ وغیرہ مقاصد کے لیے بڑے بڑے معزز و بزرگ بھی تشریف لے جاتے تھے۔ مشہور مؤحد و واعظِ جاہلی قس بن ساعدہ بھی اسی بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور وعظ کی مجلس منعقد کراتے ہوئے لوگوں کو توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی سوق عکاظ و مجنہ و ذو المجاز وغیرہ مواسم میں دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ وقیل انہ علیہ السلام مکث سبع سنین یتبع الناس فی مواسمہم فی سوق عکاظ وکان فیمن دعاھم وکلمہم ودعاھم الی الاسلام بنو عامر بن صعصعۃ۔ البکری ج ۵ ص ۲۵۹ والبدایۃ لابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱

قس بن ساعدہ بازار میں وعظ کرتے ہوئے اور نبی آخر الزمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے اور عن قریب وہ ظاہر ہوں گے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں بازار عکاظ میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تاہم ظہور اسلام سے قبل ہی قس وفات پاگئے۔

قالوا قس بن ساعدۃ اول من قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر واول من تألہ من العرب ای ترک عبادۃ الاوثان واول من قال اما بعد واول من کتب من فلان الی فلان و

اوّل من اتکأ علی عصا اوقوس اوسیف عند الخطبة۔ روی ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال ان قس بن ساعدۃ کان یخطب قومہ بسوق عکاظ فقال سیأتیکم حق من ھذا الوجہ واشار بیدہ الی نحو مکۃ قالوا لہ و ماھذا الحق ؟ قال رجل ابلج احور من ولد لؤی بن غالب یدعوکم الی کلمۃ الاخلاص وعیشٍ ونعیمٍ لاینفد ان فاذا دعاکم فاجیبوہ ولو علمتُ أن أعیش الی مبعثہ لکنتُ اوّل من یسعی الیہ۔ قد رویت ھذہ القصۃ من طرق متعددۃ قال الحافظ ابن کثیر ھذہ الطرق کلھا علی ضعفھا کالمتعاضدۃ علی اثبات اصل القصۃ وقال ابن حجر طرق ھذا الحدیث کلھا ضعیفۃ۔

وعن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال قدم وفد عبد القیس علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال ایکم یعرف القسّ بن ساعدۃ الایادی قالوا کلّنا یارسول اللّٰہ نعرفہ قال فما فعل قالوا ھلک قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما انساہ بعکاظ علی جمل احمر وھو یقول ایھا الناس اجمعوا واسمعوا وعوا من عاشَ ماتَ ومن مات فات وکل ماھو اٰتٍ اٰت انّ فی السماء لخبرًا وانّ فی الارض لعبرًا مھادٌ موضوعٌ وسقفٌ مرفوعٌ ونجوم تمور وبحار لاتغور اقسم قسّ قسمًا حاتمًا لان کان فی الامر رضا لیکونن سخطًا ان للّٰہ دینًا ھو احبُّ الیہ من دینکم۔ الذی انتم علیہ مالی اری الناس یذھبون ولایرجعون أرضوا بالمقام فقاموا أم تُرکوا ھنالک فناموا ثم قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایکم یَروِی شعرہ فانشدوہ علیہ الصلاۃ والسلام

فی الذاھبِینَ الاوّلــــینَ من القرُون لنابصائرُ
لمّارأیتُ موارِدًا للموت لیس لھا مصادِر
ورأیتُ قومی نحوھــا تَسعی الاصاغِر والاکابِر
لایرجِع المــاضی إلیّ ولا من الباقین غابِر
أیقنتُ انّی لامحا لۃ حیث صار القوم صائرٌ

راجع لتفصیل ترجمۃ قس رسالتی النجم السعد فی مباحث امابعد وانسان العیون ج ۱ ص ۱۹۶ والبدایۃ لابن کثیر۔ روی بعض الناس ان القسّ کان من اسباط العرب ای من ولدھم شیخًا عمّر سبعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ ادرک من الحواریین سمعان ھذا واللّٰہ اعلم۔

اسی سوق عکاظ کے سفر کے دوران جنّات نے نبی علیہ السلام کا قرآن سنا تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے۔ وفی الصحیحین عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما قال ما قرأ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الجنّ ولارآھم انطلق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی طائفۃ من اصحابہ عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین وخبر السماء فرجعتِ الشیاطین الی قومھم فقالوا مالکم ؟ قالوا حیل بیننا وبین خبر السماء وأُرسلت علینا الشھب فقالوا ماذاک الامن شئ حدث فاضربوا مشارق الارض ومغاربھا

فالتقی الذین اخذ وانحو تہامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وھم بنخلۃ عامدین الی سوق عکاظ وھو صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ صلاۃ الفجر فلما سمعوا القرآن انصتوا لہ وقالوا ھذا الذی حال بیننا وبین خبر السماء ورجعوا الی قومہم فقالوا انا سمعنا قرآناً عجباً یھدی الی الرشد۔ الآیتین۔

وھذا الذی ذکرہ ابن عباس رض اول ما کان من امر الجن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یکن النبی علیہ السلام راھم اذ ذاک انما اوحی الیہ بما کان منھم۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال فی قولہ تعالی و اذ صرفنا الیک نفراً الآیۃ قال کانوا سبعۃ من جن نصیبین فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلاً الی قومہم فعلم ان ابن عباس لم ینف کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم الا حیث استمعوا فی صلاۃ الفجر ولم یرد نفی الکلام بعد ذلک وقولہ فجعلھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلاً الی قومہم دل علی انہ کلمہم بعد ذلک ولھذا قالوا یا قومنا اجیبوا داعی اللہ فدل علی انھم اجتمعوا بہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل عودھم الی قومھم۔

واخرج البیھقی باسنادہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال ھبطوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقرأ القرآن ببطن نخلۃ فلما سمعوا قالوا انصتوا قالوا صہ وکانوا تسعۃ احدھم زوبعۃ فانزل اللہ و اذ صرفنا الیک نفراً من الجن الی قولہ مبین وفی الصحیحین من حدیث ابن مسعود انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنتہ بھم شجرۃ۔

فائدہ۔ ارضِ عرب میں سوق عکاظ کے علاوہ کئی بازار لگا کرتے تھے۔ سوق عکاظ ومجنۃ وذوالمجاز کے علاوہ اکثر بازاروں کا نگران وسرپرست قبیلہ تاجروں سے ٹیکس (عشور) کسٹم وصول کرتا تھا۔ ہر بازار کا ضامن وذمہ دار ایک خاص قبیلہ ہوتا تھا جس کی کوشش سے وہ بازار کامیاب رہتا تھا۔ وہ ضامن قبیلہ ہی شرکاء بازار اور ان کے مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا تھا کیونکہ بازار کے اندر چوروں اور ڈاکوؤں کا خطرہ رہتا تھا۔ اس ضامن قبیلہ کے رئیس کے کارندے بازار کے اندر اور ارد گرد حفاظت پر مامور ہوتے تھے تاہم بازار تک دور دراز علاقوں پر سے گزرنے کے لیے خفارہ کے بغیر پہنچنا مشکل تھا۔ اس واسطے راستہ میں واقع قبائل کی حفاظت ومدد سے یہ کام آسان ہو سکتا تھا۔

یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب کے مشہور بازار دس ہیں۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳۹ ان اسواق العرب کانت عشرۃ اسواق یجتمعون بہا فی تجاراتھم ویجتمع فیہا سائر الناس ویأمنون علی دمائہم واموالہم اھ۔ وفی المفصل ج ۷ ص ۳۶۹ وتقع ھذہ الاسواق فی مواضع مختلفۃ متناثرۃ من جزیرۃ العرب فھی اذن اسواق عربیۃ وھناک اسواق اخری قصدھا العرب للاتجار فی مواسم وفی اوقات مختلفۃ کانت خارج جزیرۃ العرب فی العراق او فی بلاد الشام او فی الحبشۃ اھ۔

ان اسواق کے احوال کے لیے دیکھیے بلوغ الارب ج ۱ ص ۲۶۴۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۱۔ المفضلیات ص ۲۰۸۔ معجم البکری ج ۳ ص ۹۵۹۔ النقائض ج ۱ ص ۱۳۹۔ العقد الفرید ج ۱۲ ص ۱۶۱ و ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ الاغانی ج ۱۴ ص ۱۴۵۔ المحبّر ص ۲۶۳۔ البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰ الاغانی ج ۱۴ ص ۲۳۔ ج ۱۱ ص ۸۲،۶ ج ۱۲ ص ۱۶۱ ج ۱۵ ص ۲۴۰۔ اُسد الغابۃ ج ۲ ص ۲۲۴۔

ان بازاروں کی حفاظت کرنے والے محرمون اور ان میں فساد کرنے والے اور ظلم و لوٹ مار کرنے والے محلّون کہلاتے تھے۔ قال الیعقوبی فی کتابہ ج ۱ ص ۲۳۰ وکان فی العرب قوم یستحلّون المظالم اذا حضروا هذه الاسواق فسمّوا المحلّون وکان فیهم من ینکر ذلك وینصب نفسه لنصرة المظلوم والمنع من سفك الدماء فیسمّون الذادة المحرمون واما المحلون فکانوا قبائل من اسد وطیء وبنی بکر وقوم من بنی عامر بن صعصعة واما الذادة المحرمون فکانوا من بنی عمرو بن تمیم وبنی حنظلة بن زید مناة وقوم من هذیل وقوم من بنی شیبان وقوم من بنی کلب بن وبرة فکانوا هؤلاء یلبسون السلاح لدفعهم عن الناس. انتهی - وراجع عقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۶ والبیان والتبیین ج ۳ ص ۱۰۰

عرب کے مشہور بازاروں کے نام یہ ہیں ۱۔ سوق دومۃ الجندل۔ ۲۔ سوق ہجر ۳ سوق عمان۔ ۴ سوق المشقر۔ ۵۔ سوق عدن ابین۔ ۶۔ سوق صنعاء۔ ۷ سوق حضرموت۔ ۸ سوق ذی المجاز۔ ۹ سوق مجنّۃ۔ ۱۰ سوق عکاظ۔ ۱۱ سوق جباشۃ۔ ۱۲ سوق صحار۔ ۱۳ سوق بدر۔ ۱۴ سوق بنی قینقاع۔ ۱۵ سوق الشحر۔ ۱۶ سوق عنز۔ یہ تو عام بازار تھے۔ ان کے علاوہ بعض چھوٹے بازار بھی تھے جو کسی خاص قبیلے سے متعلق ہوتے تھے۔

وقد ذکر بعض اهل الاخبار ان اسواق العرب الکبیرة کانت فی الجاهلیة ثلاث عشرة سوقًا واولها قیامًا دومة الجندل قاله المرزوقی فی الازمنة والامکنة ج ۲ ص ۱۶۱ - راجع لبیانها الطبری ج ۲ ص ۲۷۶ صبح الاعشی ج ۱ ص ۴۱۰ کتاب الصفة ص ۱۷۹ -

تکمیل افادہ کی غرض سے ہم یہاں پر مذکورہ بالا بازاروں میں سے چند مشہور بازاروں کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:-

(الف) سوق دومۃ الجندل۔ یہ شام و حجاز کے مابین ایک مقام ہے۔ ہر سال یکم ربیع الاوّل کو اس کا انعقاد ہوتا تھا اور ۱۵ دن تک زور شور کے ساتھ جاری رہتا۔ ویسے تھوڑا بہت ربیع الاول کے آخر تک جاری رہتا تھا۔ بنو کلب و جدیلۃ طیٔ اس سوق کے جیران تھے۔ اس سوق کی تولیت و حکومت دو رئیسوں یعنی اُکیدر عبادی ثم سکونی اور قُنافۃ الکلبی میں بدلتی رہتی تھی۔

قال فی المحبّر ص ۲۶۳ فکان العبادیون اذا غلبوا ولیها اُکیدر واذا غلب الغسّانیون ولّوها قُنافة وکانت غلبتهما ان الملکین کانا یتحاجیان فایما ملِكٌ غلب صاحبه باخراج ما یُلقی علیه ترکه والسوق فصنع فیها

ماشاء ولم یبیع فیہا احد شیئا الا باذنہ حتی یبیع الملك کلما اراد بیعہ مع ما یصل الیہ من عشورھا وکان لکلب فیہا قنٍ کثیر فی بیوت الشعر فکانوا یکرھون فتیاتہم علی البغاء وکانوا اکثر العرب وکانت مبایعۃ العرب فیہا القاء الحجارۃ وذلك انہ کان ربما اجتمع علی السلعۃ نفر یساومون بہا صاحبہا فایہم رضی القی حجرۃ فربما تفق فی السلعۃ رھط فلا یجدون بدًا من ان یشترکوا وھم کارھون وربما اتفقوا فالقوا الحجارۃ جمیعا اذا کانوا عدداً علی امر بینہم فوکسوا صاحب السلعۃ اذا طابقوا علیہ اھ۔

عبارتِ مجبر سے معلوم ہوا کہ سوق دومۃ جندل میں بیع القاء الحصاۃ والحجر رائج تھی۔ یہ وہ بیع ہے کہ جس سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور اسے ختم کر دیا۔ فروی مسلم عن ابی ھریرۃ ؓ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الحصاۃ وعن بیع الغرر۔ قال النووی فی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص۲ واما بیع الحصاۃ ففیہ ثلاث تأویلات احدھا ان یقول بعتك من ھذہ الاثواب ماوقعت علیہ الحصاۃ التی ارمیہا اوبعتك من ھذہ الارض من ھنا الی ما انتہت الیہ ھذہ الحصاۃ۔ والثانی ان یقول بعتك علی انك بالخیار الی ان ارمی بہذہ الحصاۃ والثالث ان یجعلا نفس الرمی بالحصاۃ بیعا فیقول اذا رمیت ھذا الثوب بالحصاۃ فہو مبیع منك ھکذا اھ۔

قال فی المفصل ج ۷ ص۳۷۷ وکان اکیدر صاحب دومۃ الجندل یرعی الناس ویقوم بامرھم اول یوم وتدوم سوقہم الی نصف الشہر وکان اکیدر یعشر الناس (تعشیر کا معنی ہے ٹیکس لینا یا مال پر کسٹم وصول کرنا۔ بہرحال وہ شرکا سوق سے کچھ مال وصول کرتا تھا) وربما یتولاھا بنو کلب الذین یأتونہا متأخرین فیتولونہا وتدوم عند قدوم بنی کلب الی آخر الشہر ویتولون ھم حینئذٍ تعشیر الناس اھ۔

راجع البلدان ج ۴ ص۱۰۶، ج ۲ ص۶۲۸ والیعقوبی ج ۱ ص۲۲۶ وابن خلدون ج ص۲۷۳

ویعرف البیع فیہا ببیع الحصاۃ وھو نوع من انواع المقامرۃ ابطلہ الاسلام وکان مکس ھذہ السوق لمن یتولی الاشراف علیہا ودومۃ الجندل فی غائط من الارض خمسۃ فراسخ ومن مغربہ عین تثج فتسقی ما بہ من النخل والزرع ودومۃ ضاحیۃ بین غائطہا واسم حصنہا مارد۔ کما فی تاج العروس ج ص۲۹۷ ج ۲ ص۵۰۰ وھو حصن قدیم ورد ذکرہ فی الشعر الجاھلی وقد اکتسب شہرۃ کبیرۃ بین الجاھلیین حتی ضربوا بہ وبالابلق حصن السموأل المثل فی العزّ والمنعۃ فقالوا "تمرّد مارد وعزّ الابلق" قالوا قصدتہما الزباء فعجزت عن قتالہما فقالت تمرّد مارد وعزّ الابلق وذھب مثلاً لکل عزیز ممتنع۔ ودومۃ الجندل مفرق من مفارق الطرق مہمّ یقصدہ اصحاب القوافل الذاھبون الی العراق والی الشام وبالعکس لوجود العذب بہا وھی الیوم یسمی الجوف فی المملکۃ السعودیۃ۔

راجع المفصل ج ۷ ص۳۷۷ والازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص۱۶۱ ومراصد الاطلاع ج ۲ ص۵۳۲ و

التاریخ الکبیر ج ا ص ۹۵۔ والمسالک والممالک ص ۱۱۵ والکامل ج ۲ ص ۱۹۲
بعض بعید قبائل سوق دومۃ الجندل تک راستے میں واقع قبائل کی مدد و تعاون ہی سے جسے خفارہ کہتے ہیں پہنچ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر تاجر و شرکاء سوق چوروں اور ڈاکوؤں کے خطرے کے پیش نظر شریک سوق نہیں ہو سکتے تھے۔ محبّر میں ہے وکان کل تاجر یخرج من الیمن والحجاز یتخفر بقریش ما داموا فی بلاد مضر لان مضر لم تکن تعرض لتجار مضر ولا یہیجہم حلیف لمضریّ کان ذلک بینہم فکانت کلب لا یہیجہم لحلفہم بنی تمیم وطئ لا تھیجہم لحلفہم بنی اسد وکانت مضر تقول قضت عنا قریش مذ قۃ ما اورثنا اسمٰعیل علیہ السلام من الدین اھ

(ب) سوق المشقّر۔ یہ سوق مقام ہجر میں تھا۔ سوق دومۃ الجندل کے بعد لوگ اس بازار میں چلے جاتے تھے۔ سوقِ مُشقّر یکم جمادی الآخرہ سے آخر ماہ تک پورے ایک مہینے جاری رہتا تھا۔ اس بازار میں اہل فارس بھی سمندر پار کر کے شریک ہوتے تھے۔ بنو عبد القیس و تمیم اس بازار کے جیران تھے۔ اس بازار کے بادشاہ ونگران بنو تمیم میں سے ہوتے تھے۔ ملوکِ فارس ہی نے یہاں پر مختلف قبائل کے اپنی طرف سے بادشاہ ورؤسار مقرر کیے تھے۔ بازار مشقّر کا انتظام بھی دومۃ الجندل کی طرح تھا یہاں کا رئیس تجار سے عشور وصول کرتا تھا۔ وکان من یؤمّھا من التجار یتخفرون بقریش لا نھا لا تؤتی فی بلاد مضر وکان بیعہم فیھا الملامسۃ والھمھمۃ اما الملامسۃ فھی الایماء یؤمئ بعضہم الی بعض فیتبایعون ولا یتکلمون حتی یتراضوا ایماءً واما الھمھمۃ فکیلا یحلف احدھم علی کذب ان زعم المشتری انہ قد بدا لہ۔ کذا فی المحبر۔
وفی المفصّل ویحمی المشقر حصن قدیم قویم یقال ورثہ امرؤ القیس وقد اشیر الیہ فی الشعر۔
یہ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں بادشاہِ فارس کی کچھ فوج رہتی تھی۔ اور غلّہ جمع کرنے کے گودام تھے جو بوقت ضرورت عرب میں وہ تقسیم کرتے تھے اور اسی قلعہ کے ذریعہ وہ اعراب کی شرارتوں سے مملکت فارس کی سرحدات کی حفاظت کرتے تھے۔
دیکھیے کتاب الیعقوبی ج ۱ ص ۲۲۶۔ معجم البکری ج ۴ ص ۱۱۹۳۔ الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ۲ ص ۱۶۲۔ آثار البلاد واخبار العباد ص ۷۳۔ مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۷۵۔

فائدہ۔ بیع ملامسہ کو نبی علیہ السلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ ففی صحیح مسلم روی ابو ہریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الملامسۃ والمنابذۃ قال النووی فی شرحہ ج ۲ ص ۲ ولاصحابنا ثلاثۃ اوجہ فی تأویل الملامسۃ احدھا تاویل الشافعی وھو ان یأتی بثوب مطویّ او فی ظلمۃ فیلمسہ المستام فیقول صاحبہ بعتکہ بکذا بشرط ان یقوم لمسک مقام نظرک ولا خیار لک اذا رأیتہ والثانی ان یجعلا نفس اللمس بیعا فیقول اذا لمستہ فھو مبیع لک والثالث ان یبیعہ شیئا علی انہ متی لمسہ انقطع

خیار المجلس وغیرہ وهذا البیع باطل علی التاویلات کلها اھ۔

(ج) سوق صُحار۔ یہ سوق عمان میں یکم رجب سے صرف پانچ دن تک قائم رہتا تھا۔ جلندی بن مستکبر اس کا متولی و حاکم تھا اور وہی اس بازار کے عشور وصول کرتا تھا۔ یہ سوقِ صُحار سوقِ مشقر کے فوراً بعد منعقد ہوتا تھا۔ کذا فی محبر۔ ص ۲۶۵۔ ویذکر بعض اهل الاخبار ان البیع فی سوق صحار هو بالقاء الحجارۃ۔ راجع الیعقوبی ج۱ ص۲۳۶ الازمنة والامکنة ج۲ ص۱۶۳ المفصل ج۷ ص۳۷۶

(د) سوق دَبا۔ یہ عرب کا خاص سوق تھا۔ کیونکہ اس میں عرب کے علاوہ خارج عرب یعنی سندھ و ہند و چین و اہل مشرق و مغرب کے تاجر بھی شرکت کرتے تھے۔ سوقِ دَبا سوق صحار کے بعد منعقد ہوتا تھا۔ یہ بازار ماہِ رجب کے آخری دن شروع ہوتا تھا قال فی المحبر وکان بیعهم فیها المساومة وکان الجلندی بن المستکبر یعشرهم فیها وفی سوق صحار ویفعل فی ذلک فعل الملوک بغیرها اھ۔ ودبا احدی فرضتی العرب۔

(ھ) سوق الشحر شحر مهرۃ۔ سوق دبا کے بعد سوق شحر اس پہاڑ کے دامن میں منعقد ہوتا تھا جس میں بقولِ بعض اہل تاریخ ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ولم تکن بها عشور لانها لیست بارض مملکة وکانت التجار تخفر فیها بنی محارب بن حرب من مهرۃ وکان قیامها للنصف من شعبان وکان بیعهم بها القاء الحجارۃ۔ کذا فی المحبر ص۲۶۶ وکان غالب مایعرض فیها الادم والبز وسائر المرافق ویشترون بها الکندر والصبر ویقصد هاتجار من البر والبحر۔

راجع الازمنة والامکنة ج۲ ص۱۶۳ والیعقوبی ج۱ ص۲۲۶ وتاج العروس ج۶ ص۲۹۳ والمفصل ج۷ ص۳۷۷

(و) سوق عدن۔ سوق شحر کے بعد سوق عدن یکم رمضان سے دس دن تک منعقد کیا جاتا تھا وکانوا لا یتخفرون هنا باحد لانها ارض مملکة وامرها محکم وکانت الابناء تعشرهم بها ولا تشترون فی اسواقهم ولا تبیع والابناء ابناء الفرس الذین فتحوا الیمن مع وهرز وقتلوا الحبشة۔ کذا فی المحبر۔ واما ما قبل حکم الابناء فقد کان یعشر هذہ السوق ملوک حمیر ثم من ملک الیمن من بعدهم واشهر ما یباع فیها الطیب ولم یکن احد یحسن صنع الطیب من غیر العرب حتی ان تجار العرب ترجع بالطیب المعمول تفخر به فی السند الهند ویرحل به کذلک تجار البر الی فارس والروم۔

راجع الیعقوبی ج۱ ص۲۳۶ والازمنة والامکنة ج۲ ص۱۶۵ والمفصل ج۷ ص۳۷۵

(ز) سوق صنعاء۔ سوق عدن کے بعد سوق صنعاء ۱۵ رمضان کو شروع ہوتا اور آخر رمضان تک جاری رہتا تھا۔ وکان بیعهم بها الجس جس الایدی انتهی ما فی المحبر۔ وقد اشتهرت هذہ السوق ببیع الخرز والادم والبرود وکانت تجلب الیها معافر والقطن والکتان والزعفران والاصباغ ویشترون بها من البر والحدید و حاصلات الیمن۔

راجع صبح الاعشی ج ۱ ص۴۱۱ والازمنۃ والامکنۃ ج ۵ ص۱۶۵ الیعقوبی ج ۱ ص۲۳۶

بیع حسّ ایدی کو بیع الملامسہ کہتے ہیں۔ بیع الملامسہ سے نبی علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔

(ح) سوق الرابیہ۔ سوق رابیہ وعکاظ ایک ہی دن یعنی ۱۵ ذوالقعدہ کو شروع ہوتے تھے۔ سوق عکاظ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ رابیہ حضر موت یعنی یمن میں ایک مقام کا نام ہے۔ قال فی المحبر فاما الرابیۃ فلم یکن یصل الیھا احد الا بخفارۃ لانھا لم تکن ارض مملکۃ وکان من عزّ فیھا بزّ صاحبہ فکانت قریش تتخفّر فیھا ببنی آکل المرار وسائر الناس یتخفّرون بآل مسروق بن وائل من کندۃ اھ

(ط) سوق مجنّۃ۔ سوق عکاظ بقول بعض یکم ذوقعدہ سے ۲۰ ذوقعدہ تک جاری رہتا تھا۔ پھر ۲۱ ذوقعدہ سے لوگ سوق مجنۃ میں چلے جاتے تھے۔ سوق مجنۃ دس دن تک قائم رہتا تھا۔ قال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ ومجنۃ سوق باسفل مکۃ علی برید منھا وھی سوق لکنانۃ وارضھا من ارض کنانۃ وھی التی یقول فیھا بلال رضی اللہ عنہ بعد الھجرۃ ؎

الا لیت شعری ھل ابیتنّ لیلۃً ۔۔۔ بفخٍّ وحولی اذخرٌ وجلیلُ
وھل اردنْ یوماً میاہ مجنّۃٍ ۔۔۔ وھل یبدُوَنْ لی شامۃٌ وطفیلُ

وشامۃ وطفیل جبلان مشرفان علی مجنۃ انتھی۔

(ی) سوق ذوالمجاز۔ سوق مجنۃ کے بعد یکم ذوالحجہ سے آٹھ دن تک جاری رہتا تھا۔ ذوالمجاز ایک مقام کا نام ہے جو عرفات سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ذوالمجاز سے ۸ ذوالحجہ کو لوگ تجارت بند کر کے حج کے لیے عرفات ومنیٰ کی طرف چلے جاتے تھے۔

(یا) سوق حُباشۃ۔ یہ عرب کے مشہور وقدیم اسواق میں سے ہے۔ وھی سوق بتھامۃ یُتاجِر فیھا اھل الحجاز واھل الیمن وکان فی جملۃ من حضرھا وتاجر فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تقام فی شھر رجب وحباشۃ سوق اُخریٰ کانت لبنی قینقاع۔ کذا فی المفصل۔

وقال الازرقی فی اخبار مکۃ ج ۱ ص۱۲۳ وحباشۃ سوق الازد وھی فی دیار الاوصام من بارق من صدقنونا وحلی من ناحیۃ الیمن وھی من مکۃ علی ست لیال وھی آخر سوق خربت من اسواق الجاھلیۃ وکان والی مکۃ یستعمل علیھا رجلاً یخرج معہ بجند فیقیمون بھا ثلاثۃ ایام من اول رجب متوالیۃ حتی قتلت الازد والیاً کان علیھا من غنی بعثہ داؤد بن عیسی بن موسی فی سنۃ ۱۹۷ھ فاشار فقھاء مکۃ علی داؤد بن عیسی بتخریبھا فخربھا وترکت الی الیوم وانما ترک ذکر حباشۃ مع ھذہ الاسواق لانھا لم تکن فی مواسم الحج ولا فی اشھرہ وانما کانت فی رجب انتھی۔

حباشہ بضم حا مہملہ ہے۔ یہ حباشہ ہی بڑا باعث تھا تصنیف یاقوت لکتاب معجم البلدان کا۔ کما صرح

به فی خطبته ومقدمۃ کتابہ ۔ اسی لفظ حباشہ پر یاقوت بن عبداللہ حموی اور ایک محدث کے مابین مرو شاہجہان شہر میں ایک مجلس علمی میں گفتگو ہوئی۔ یاقوت کہتا تھا کہ یہ بضم حاء ہے اور وہ محدث کہتے تھے کہ حاء مفتوح ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص۲۱۰۔

فارس۔ آیت وقلنا یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

فارس ایک وسیع مملکت کا نام تھا قدیم زمانہ میں جو موجودہ مملکت ایران سے کہیں زیادہ وسیع تھی۔ ایک طرف اس کی حدود مکران سے متصل تھیں دوسری طرف کرمان سے نیز عراق کا اکثر بلکہ تقریباً سارا حصہ ارض فارس میں داخل تھا۔ اور تقریباً سارا افغانستان بھی فارس کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ لفظِ فارس عربی میں غیر منصرف ہے تانیث وعلمیت کی وجہ سے۔ یہ ایک شہر کا نام بھی تھا۔ فارس لفظ عربی ہے لیکن یہ دراصل فارسی لفظ ہے معرب پارس ہے تعریب کے بعد یہ فارس ہوا۔

ملک فارس کا اکثر حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح ہوا۔ اس کی فتح کی ابتداء مشہور صاحب کرامات صحابی علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے کی تھی جو اولاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بحرین پر عامل تھے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے بھی عامل رہے اسی پر۔ علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے فارس کے ایک جزیرے کو فارس کے قریب فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ ان کی اجازت کے بغیر یہ اقدام کیا تھا۔ وقال عمر غررت المسلمین وامرہ ان یلحق بسعد بن ابی وقاص بالکوفۃ فسار نحوہ فلما بلغ ذا قارمات العلاء الحضرمی رضی اللہ عنہ۔

فائدہ۔ ارض فارس پر زمانہ قدیم سے کئی خاندان حکمران رہے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت فارس پر ساسانیوں کی حکومت تھی۔ دولت بنی ساسان کا ہر بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ ساسانی دولت وحکومت سے قبل فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ نہیں کہا جاتا تھا۔ حکومت ساسانی کا پہلا بادشاہ ازدشیر ہے اور یہ اردشیر بابکان کے نام سے مشہور ہے۔ یہی شخص دولتِ ساسانیہ کا مؤسس اول ہے۔ اردشیر بابکان نے سنہ ۲۳۰ قبل میلاد المسیح علیہ السلام میں بڑی جنگ کے بعد حکومت حاصل کی اور اس طرح اکاسرہ کی حکومت قائم ہوئی اور پھر سیکڑوں برس اردشیر کے خاندان میں ہی حکومت چلتی رہی۔ تاآنکہ کسریٰ انوشیروان سنہ ۵۸۰ء میں حاکم ہوا۔ مشہور حکیم بزرجمہر اس کا وزیر تھا۔ نوشیروان کا عدل مشہور ہے۔ انوشیروان سنہ ۶۲۰ء میں فوت ہوا اور اسی کے زمانہ حکومت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ اکاسرہ کا آخری بادشاہ یزدجرد سنہ ۳۱ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۵ ص۱۷۔

ملک فارس کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کہتے ہیں کہ فارس بن علم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ موسوم ہوا ہے۔ وقال ابن الکلبی سمیت بفارس بن ماسور بن سام بن نوح۔ وقال ابوبکر احمد

الحلوانی سمیت بفارس بن مدین بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ وقیل سمیت بفارس بن طہمورث والیہ ینسب الفرس لانہم من ولدہ وکان ملکاً عادلاً قریب العہد من طوفان نوح علیہ السلام۔

فائدہ ۔ شاہانِ ملکِ فارس کے احوال میں اس فقیر روحانی بازی کا ایک مختصر مگر جامع ومفید تاریخی رسالہ ہے جس کا نام ہے عبرۃ السائس باحوال ملوك فارس ۔ عام فائدہ کی خاطر قدرے تصرف کے بعد اسے کتاب ہذا کا جزء بنانا اور یہاں پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ رسالہ یہ ہے :۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ملوک وشاہانِ فارس کے دو طبقے ہیں۔ اوّل قدماء جنھیں کینیۃ کہا جاتا ہے۔ ان کا آخری بادشاہ دارا تھا، جس کو سکندر نے قتل کرایا۔ عند البعض کینیہ سے پہلے ملوک فارس کا ایک طبقہ اور بھی تھا۔ سکندر نے حکومتِ کینیہ ختم کر دی۔ دوّم متاخرین جو حکومت ساسانیہ وکسرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حکومت، حکومتِ کینیہ کی طرح مدت طویل تک قائم رہی پھر مسلمانوں نے اسے ختم کر دیا۔ حکومت ساسانیہ کا بانی اور اوّل حاکم اردشیر ابن بابک شاہ تھا۔

اہل فارس قدیم تر قوم ہے۔ ان کے قدماء کی تاریخ مختلف فیہ ومجہول ہے۔ علماء واصحاب تاریخ نے ان کے احوال اور ان کے حکمرانوں کے اسماء وکوائف ذکر کیے ہیں لیکن وہ احوال یقینی نہیں۔ اسی وجہ سے خود اصحاب تاریخ کے اقوال ان کے بارے میں باہم متضاد ہیں۔

قتلِ دارا کے بعد فارسی لوگ یونانیوں کے ماتحت ہوگئے۔ سکندر کی موت کے بعد مدت تک طوائف الملوکی رہی۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں اور صوبوں کے گورنر مستقل بادشاہت کے مدعی بن گئے۔ یہ طوائف الملوکی سکندر کی موت کے بعد حسب قول نصاریٰ واہل کتاب ۵۲۳ سال تک اور بقول مجوس ۲۶۶ سال تک جاری رہی۔ پھر اردشیر بن بابک شاہ نے بزور بازو طوائف الملوکی ختم کی اور متحدہ فارس کا حاکم وبادشاہ بن گیا اور شاہنشاہ سے موسوم ہوا۔ اس طرح ساسانی حکومت قائم ہوئی تاآنکہ اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ ساسانی دور کا آخری بادشاہ یزدجرد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قتل کیا گیا۔

اہل فارس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث سے یزدجرد تک کی مدت میں مؤرخین کا بڑا اختلاف ہے۔ ابن سعید کتاب تاریخ الامم لعلی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کرتے ہیں کہ کیومرث سے یزدجرد (یزدگرد) تک کا زمانہ ۴۲۸۱ سال پر مشتمل ہے۔ ہر ساسانی بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا ہے۔ اس سے متقدم شاہانِ فارس کسریٰ سے ملقب نہیں ہوتے تھے۔ فارسیوں کا دعویٰ ہے کہ ہماری بادشاہی کا سلسلہ دنیا میں قدیم تر ہے۔ مؤرخینِ فارس کے دعوے کے مطابق ان کا اول بلکہ کل اولادِ آدم میں اوّل بادشاہ کیومرث (بالثاء والتاء کلاہما قیل) ہے۔

قال فی لغطة العجلان ص۲۹ امة الفرس من اقدم امم العالم واشدهم قوة وآثارًا فی الارض و کانت لہم فی العالم دولتان عظیمتان طویلتان ۔ الاولی منہما الکینیة وھی التی غلب علیہا الاسکندر والثانیة الساسانیة الکسرویة وھی التی غلب علیہا المسلمون واما قبل ھاتین الدولتین فبعید اخبارہ متعارضة ولا خلاف بین المحققین انہم من ولد سام بن نوح علیہ السلام وارض ایران ھی بلاد الفرس ولما عربت قیل لہا اعراق وقیل انہم من ولد ایران بن افریدون وھم ینسبون الفرس الی کیومرث و معناہ ابن الطین کانت ملوک الفرس من اعظم ملوک الارض فی قدیم الزمان ۔

وھم اربع طبقات ۔ الاولی یقال لہم الفیشداذیة ومعناھا اول سیرة العدل وعدتھا تسعة وھم اوشہنج وطہمورث وجمشید وبیوراسپ وھو الضحاک وافریدون بن اثفیان ومنوچھر وفراسیاب وزو وکرشاسف وھذہ الطبقة قدیمة وقد نقل فی مدة ملکھم وحروبھم امور یأباھا العقل و یمجہا السمع ۔

والثانیة یقال لہم الکیانیة وھم الذین فی اول اسمائہم کی وھی لفظة التنویة قیل معناھا الروحانی وقیل الجبار وعدة الکیانیة تسعة ایضًا وھم کی کاؤس وکیخسرو وکیلھراسف، کی بشتاسف و کی ازدشیر وبھمن وخمانی بنت ازدشیر ودارا الاول ودارا الثانی وھو الذی قتلہ الاسکندر واستولی علی ملکہ ۔

والثالثة ۔ ھم بعض ملوک الطوائف ویقال لہذہ الطبقة الاشغانیة وعدتہم احد عشر ۔

الرابعة ھم الاکاسرة لان کل واحد منہم یقال لہ کسری ویقال لہم ایضًا الساسانیة نسبتہ الی جدھم ساسان وملک منہم عدة من النساء واولہم ازدشیر بن بابک وآخرھم یزدجرد الذی قتل فی ایام عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ انتہی بحذف ۔

علامہ محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ اپنی کتاب محبر، ص ۳۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جیومرث (کیومرث) جنسِ جن کا فرد تھا نہ کہ جنسِ انس کا، اور جیومرث یعنی کیومرث جنات کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جنوں کا بادشاہ طہمورث بن کیومرث بنا۔ اس کے بعد اوشینک (اوسہنج) بادشاہ ہوا۔ اوشینک یعنی اوسہنج کے زمانے میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے ۔ فبعض المجوس یقول ان آدم ابن شینک ولیس کلھم یقول ذلک ۔ اور نوعِ انس میں پہلا بادشاہ جم شاذ بن یونجہان من ولد قابیل تھا ۔ وکان جمشاذ یقطع الدنیا کل یوم کما تقطعھا الشمس یضحی بالمشرق ویمسی بالمغرب ملکھا والناس مائة نفس فیما بین نوح وآدم علیہما السلام والثانی بعدہ نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام ملکھا والناس عشرة آلاف نفس والثالث ھو الضحاک بن قیس ذو الحیتین صدیق ابلیس ثم سلیمان بن داؤد علیہما السلام ثم ذو القرنین ھو ھرمس بن میطون بن

سرومی بن لنطی بن کسلوحین بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام انتہی

قال العبد الضعیف الروحانی انا لا اری صحۃ ما قال ابن حبیب من وجوہ۔ منھا[1] عدم ثبوت ما ادعی بدلیل شاف اذ من اخبرہ من ملوک الجن ولم یثبت ذلک بنص۔ ومنھا[2] المشھور ان جیومرث واوسھنج من الانس لا من الجن ومنھا[3] ان قبل خلق آدم کانت الارض خالیۃ عن ملک الجن والملائکۃ اخلت عامۃ الارض عنھم وترکوھم فی الجبال والجزائر کما ثبت فی الآثار الصحیحۃ ولم یترک لھم احدا یراس ویملک فکیف یصح قول ابن حبیب ان جیومرث واوشینک یعنی اوسھنج وطھموث ملکوا الارض کلھا۔ و منھا[4] ان اکثر المؤرخین صرحوا بخلاف وقالوا ان اول ملک من البشر فی الارض غیر جم شاذ۔ ومنھا[5] ان کون الناس الی نوح علیہ السلام مائۃ نفس بعید عقلا کیف وعمر آدم علیہ السلام الف سنۃ وکان نوح علیہ السلام طویل العمر وھذہ المدۃ الطویلۃ توجب لعدد الکثیر من الانفس۔ ومنھا[6] ان قصر اولاد آدم الی زمن نوح علیہ السلام فی مائۃ نفس خطأ نقلا وخلاف ما صرح بہ الثقات من اھل التاریخ وقد اخرج الطبری فی تاریخہ باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لم یمت آدم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفا بوخ۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۹۴۔

مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۰ پر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فارسیوں کے دعوے کے مطابق ان کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ کیومرث ایک مجہول شخص ہے۔ اس کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ (۱) یہ اصلِ نوعِ انسانی ہے یعنی کیومرث آدم علیہ السلام کا نام ہے۔ (۲) وہ ابنِ آدم یعنی ہابیل وقابیل کا بھائی ہے۔ (۳) کیومرث کا نام اُمیم ہے۔ وھو امیم بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ امیم سب سے پہلے ارضِ فارس میں آباد ہوا تھا۔ (ایک چوتھا قول بھی ہے کہ وہ نوعِ جن میں سے تھا۔ کما قدمنا من ابن حبیب النسابۃ)۔

آدم علیہ السلام سے تا کیومرث کوئی بادشاہ نہ تھا۔ کیومرث بنی آدم میں پہلا بادشاہ ہے۔ یہ اپنے زمانے میں بڑا محترم ومکرم شمار ہوتا تھا۔ اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ انسانوں میں بغض وعناد۔ جھگڑوں۔ شرارتوں اور جنگ وجدال کا معاملہ حد سے بڑھ گیا۔ طاقت ور کمزور کو ذلیل کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہوگیا کہ صرف رعب وخوف کے ذریعہ سے ہی شریر کو شرارت سے روکا جاسکتا ہے۔ یہ تو عالمِ کبیر یعنی نوعِ انسانی کا حال تھا۔

پھر انہوں نے عالمِ کبیر کو عالمِ اصغر یعنی جسمِ انسانی پر قیاس کرکے بادشاہ کے وجود کو جو مرکزِ طاقت اور مرکزِ تدبیر ہو ضروری سمجھا۔ تفصیلِ مقام یہ ہے کہ انہوں نے صورت وجسمِ انسان حساس ودراک پر غور کیا تو انھوں نے دیکھا کہ انسان کے مختلف افعال وگوناگون تصرفات وخواصِ ظاہریہ وباطنیہ کا ایک مرکز ہے۔ جو

ان سب امور کا منبع ہے۔ اسی طرح انسان کے جملہ اعضاء آنکھ۔ کان۔ ناک۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ ظاہری و باطنی محسوس وغیر محسوس ارکانِ بدن جسم کے اندر ایک مرکزی قوت سے مربوط ہیں۔ اس مرکزِ قوت و منبع تدبیر و انتظام کا نام دل ہے۔ دل تمام بدن اور جملہ اعضاء و اجزاء بدن کا بادشاہ و حاکمِ اعلیٰ و مدبّر ہے۔ وہ مرکزِ قوت ہے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق ارکانِ بدن کو چلاتا اور روکتا ہے۔ باقی سب اعضاء دل کے تابع اور بمنزلہ رعایا و خدّام ہیں۔ دل کے طفیل جسمِ انسانی کے یہ اعضاء باہم مربوط ہیں۔ اچھے اور برے راستے پر ڈالنے والا یہی دل ہے۔ بہرحال قلب بدن کا امیر و حاکم ہے۔ عالمِ اصغر کے حسین و قوی نظم و ضبط سے دانشورانِ اہلِ فارس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عالمِ کبیر و نوعِ انسانی کے انتظام و اصلاح کے لیے ایک مختار صاحبِ قوت حاکمِ اعلیٰ اور بادشاہ کی تقرری ناگزیر ہے۔

چنانچہ انہوں نے کیومرث سے قوم کا امیر و حاکم بننے کی درخواست کرتے ہوئے اپنی وفاداری و فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ کیومرث نے امارت و بادشاہت قبول کرتے ہوئے مجلسِ قوم میں جو خطبہ دیا اس کے چند قیمتی جملے یہ ہیں إنّ النِعم لا تدوم الّا بالشکر و إنّا نحمد الله علی آیادیه و نشکره علی نِعَمه و نرغب الیه فی مزیدها و نسأله المعونۃ علی ما دُفِعنا الیه و حسنَ الهدایۃِ الی العدل الذی به یجتمع الشملُ و یصفوا العیشُ فثِقُوا بالعدل مِنّا و أنصِفُونا من أنفسکم نُورِدُکم الی افضل ما فی هممکم والسلام۔

پھر کیومرث کے سر پر تاج رکھا گیا۔ وہ پہلا انسان ہے کہ جس کی تاج پوشی ہوئی۔ کیومرث نے آخر دم تک عدل و انصاف سے حکومت کی اور لوگ اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔

کیومرث پہلا شخص ہے جس نے کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کی تلقین کی وقال لتاخذ الطبیعۃ بقسطها فیصلح البدن بما یرد الیه من الغذاء وتسکن النفس عند ذلك فتدبّر کل عضو من الاعضاء تدبیرًا یؤدّی الی ما فیه صلاحه من اخذ صفو الطعام فیکون الذی یرد الی الکبد وغیره من الاعضاء القابلۃ للغذاء ما یناسبها و ما فیه صلاحها فان الانسان متی شغل عن طعامه بضربٍ من الضروب انصرف قسطٌ من التدبیر وجزءٌ من التغذی الی حیث انصباب الهمۃ و وقوع الاشتراك فاضرّ ذلك بالانفس الحیوانیۃ والقوی الانسانیۃ واذا کان ذلك ادی الی مفارقۃ النفس الناطقۃ لهذا الجسد المرئیّ وفی ذلك ترك للحکمۃ وخروج عن الصواب۔ کذا فی المروج۔ ج ۱ ص ۲۲۱

بعض نسّابین کہتے ہیں کہ بنی آدم کا پہلا حاکم و بادشاہ اوشہنج (اوشهنق) تھا۔ اوشہنج بطنِ حواء سے آدم علیہما السلام کا بیٹا ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ قال الطبری فی تاریخه ج ۱ ص ۱۶۷ وکان بعضهم یزعم ان اوشهنج هذا هو ابن آدم علیه السلام لصلبه من حواء واما هشام الکلبی فانه فیما حُدِّثتُ عنه قال بلغنا والله اعلم انّ اوّل مَلِكٍ مَلَكَ الارض اوشهنق بن

عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال والفرس تدّعیہ وتزعم انہ کان بعد وفاۃ ادم بمائتی سنۃ قال وانما کان ھذا الملک فیما بلغنا بعد نوح بمائتی سنۃ فصیّرہ اھل فارس بعد ادم بمائتی سنۃ ولم یعرفوا ما کان قبل نوح ثم رد الطبری قول الکلبی و رجّح القول الاول۔ وقال ان مُلک اوشھنج ھذا کان اربعین سنۃ۔ مسعودی نے اوشہنج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ کیومرث کی اولاد یعنی نسل میں سے ہے اور کیومرث کے بعد بادشاہ بنا۔

سلسلۂ شاہانِ فُرس میں پانچواں بادشاہ ضحّاک کے نام سے مشہور ہے۔ بقول مسعودی اس کا اصل نام بیوراسب بن ارواد سب بن رسنوران بن نیاداس بن طلح بن فروال بن ساہر فرس بن کیومرث ہے۔ یہ عجوبۂ زمانہ شخص تھا۔ بعض کے نزدیک فرس میں سے تھا اور بعض کے نزدیک عرب میں سے تھا۔ یہ بڑا ساحر تھا۔ اقالیم سبعہ کا حکمراں تھا۔ بڑا جابر و سرکش و ظالم تھا۔ ابونواس وغیرہ کی رائے میں وہ عرب یمن کا ایک فرد ہے۔ قالوا ھو الضحّاک بن علوان بن عبید بن عویج من الیمن۔ ضحاک نے اپنے بھائی سنان بن علوان کو حاکم مصر مقرر کیا تھا۔ سنان بن علوان فراعنۂ مصر میں سے پہلا فرعون ہے۔ مصر میں ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری کے وقت یہی فرعونِ مصر تھا اور اسی کے ساتھ حضرت سارہ زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ پیش آیا تھا۔ پھر اس نے ہاجرہ امّ اسماعیل علیہ السلام سارہ کو دی۔ یہ اہل یمن کا بیان ہے۔ مگر فُرس اس بیان کے منکر ہیں۔ کما فی تاریخ الطبری ج ۱ ص ۹۸

فُرس کہتے ہیں الضحّاک ھو الازدھاق وھو بیوراسب بن ارونداسب وقیل فی اسم ابیہ ارواد سب وقیل انہ ماسب۔

قدیم اسماء کے تلفظ میں عمومًا ایسا اختلاف نظر آتا ہے۔ علماء تاریخ بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری اس کتاب میں اسماء قدیمہ کا اس قسم کا اختلاف موجود ہے۔ مصنف اس میں معذور ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضحاک کا نام قرشت تھا۔ یہ جابر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے مسخ کرکے اژدہا بنا دیا جس کے سات سر تھے کہتے ہیں کہ اب بھی اس کی صورت و مورتی شہر دباوند میں موجود ہے۔ اقالیم سبعہ کا مالک تھا۔ روی الطبری عن الامام الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت کانوا ملوکًا جبابرۃ فتفکر قرشت یومًا فقال تبارک اللہ احسن الخالقین (ای جعل نفسہ احسن الخالقین فمسخہ اللہ فجعلہ اجدھاق (وھو معرب اژدہا۔ سانپ) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدنباوند و۔ جمیع اھل الاخبار من العرب والعجم تزعم انہ ملک الاقالیم کلھا وانہ کان ساحرًا فاجرًا، اھ۔ ثم قال ملک الضحاک بعد جم فیما یزعمون الف سنۃ وسار بالجور وبسط یدہ فی القتل وکان اوّل من سنّ الصلب والقطع واوّل من وضع العشور (ای الخراج) وضرب الدراھم واوّل من تغنّی و

وغُنیٓ له اھ۔

وفی المروج ج۱ ص۲۲۴ انه کان ساحرًا وملك الاقالیم السبعة وکان ملکه الف سنة وبغی فی الارض وتمرّد وانه مقید فی جبل دباوند بین الری وطبرستان اھ قیّدہ افریدون وفی تاریخ الطبری ج۱ ص۱۰۱ کان عمرہ الف سنة ومُلکُه منها کان ستمائة سنة وقیل کان عمرہ ۱۱۰۰ سنة الی ان خرج علیه افریدون فقتله وزعم بعضهم ان نوحًا علیه السلام کان فی زمانه وانه ارسل الیه والی من فی مملکته۔

وقال الطبری ایضًا قبیل هذا ان الضحاك کان عاصیًا وانه غصب الارض واهلها بسحرہ و خبثه وهوّل علیهم بالحیّتین اللتین کانتا علی منکبیه فلقی الناس منه کل جهد وذبح الصبیانُ یقول البعض الذی کان علی منکبیه کان لحمتین طویلتین ناتئتین علی منکبیه کل واحد منهما کرأس الثعبان و انه کان بخبثه ومکرہ یسترهما بالثیاب ویقول للتهویل وترهیب الناس انهما حیّتان تقتضیانه الطعام وکانتا تتحرّکان تحت ثوبه اذا جاع کما یتحرّك العضو من الانسان عند التهابه بالجوع والغضب وکان الناس منه فی جهد شدید ویقال انه خرج فی منکبیه سلعتان فکانتا تضربان علیه فیشتد علیه الوجع حتی یطلیهما بدماغ انسان فکان یقتل لذلك فی کل یوم رجلین ویطلی سلعتیه بدماغیهما فاذا فعل ذلك سکن مایجد۔

قال هشام بن محمد بلغنا ان افریدُن وکان مولدہ بدنباوند خرج حتی ورد منزل الضحّاك وهو عنه غائب بالهند فحوی علی منزله ومافیه فاقبل الضحّاك وقد سلبه الله قوّته فاوثقه افریدون و صیّرہ بجبال دنباوند فالعجم تزعم انه الی الیوم موثق فی الحدید یعذّب هناك وبعض المجوس تزعم انه جعله اسیرًا فی تلك الجبال موکلًا به قومٌ من الجنّ ومنهم من یقول انه قتله هذا ما فی تاریخ الطبری وفی کتاب اللقطة ص۴۰ وغیرہ من الکتب ماحاصله ان اول من خرج علی الضحّاك رجل باصبهان اسمه کابی وکان حدّادًا فدعا الناس الی مجاهدة الضحّاك فی ۳۹۳ سنه من هبوط آدم علیه السلام وکان معه عصا فعلق باطرافها جرابًا کان عندہ ثم نصب ذلك العلم فاسرع الناس الی اجابته لما کانوا فی فنون الجوٗ فلما غلب کابی علی الضحّاك تفاءل الناس بذلك العلم فعظموا امرہ وزادوا فیه حتی کان جمیع ملوك الفرس علمهم الاکبر الذی یتبرّکون به وسمّوہ درفش کابیان۔ فکانوا یظهرونه فی الامور العظام وقال هشام بعد ذکر قصة اخری لرفع العلم بلغنا ان هذا العلم کان جلد اسدٍ انه لم یزل محفوظًا عند ملوك فارس فی خزائنهم فالبسه ملوك فارس الذهب والدیباج تیمّنًا به طبری ج۱ ص۹۹ ثم بعد الفتح ملّکوا علیهم افریدُن۔

فائدہ۔ اتخذت الفرس بامر افریدون یوم قتل افریدون الضحّاك اوحبسه فی جبل دباوند عیدًا ویوم نجاة من الآفات وسمّوا هذا العید عید المهرجان وکان ذلك فی شهر مهرماہ مهروز ذکرہ الطبری

فی التاریخ ج ۱ ص۹۹ وللفرس عیدان مشهوران وبقیا حتی فی الاسلام عند بعض ملوك العراق وایران کانوا یظهرون فیهما المسرات وهما مهرجان ونیروز (نوروز) اما المهرجان فقد مرّ وجهُ تقریرہ۔

ومهر فی الفارسیۃ اسم الشمس قال القزوینی وذکروا ان فی هذا الیوم یوم مهرجان دحا اللّٰه الارض وجعل الاجساد قرار الارواح اه ویوم مهرجان دائماً هو یوم ۲۲ سبتمبر اذ فی هذا الیوم تکون الشمس فی الاعتدال الخریفی ویعتدل اللیل والنهار فی جمیع العالم اذ مدار الشمس یسامت فیه خط الاستواء وبعد هذا الیوم تصیر الشمس الی البروج الجنوبیۃ وتکون فیها الی ستۃ اشهر ثم بعد ستۃ اشهر تصل الشمس الی الاعتدال الربیعی فی ۲۱ من شهر مارس (مارچ) ویعتدل اللیل والنهار فی العالم لکون الشمس مسامتۃ لخط الاستواء ثم بعد ۲۱ مارس تدخل الشمس فی البروج الشمالیۃ وتکون فیها الی نحو ستۃ اشهر ویوم ۲۱ مارس هو یوم عید النیروز عند الفرس۔ نوروز معناہ فی الفارسیۃ الیوم الجدید وهو اول یوم من السنۃ الفارسیۃ والفرس زعموا ان اللّٰه فی هذا الیوم ادار الافلاك وسیّر الشمس والقمر والکواکب۔

وقد ذکرنا فی ترجمۃ جمشید بالدال المعجمۃ والمهملۃ وجہ بدء النیروز وذکرنا هنالك انهم کانوا یتزینون ویظهرون انواع الفرح فی النیروز الی ستۃ ایام فکان عیدهم الی ستۃ ایام۔ وکذلك مهرجانهم الی عدۃ ایام بل قال البعض انهم کانوا یجعلون جمیع الشهر عیداً باظهار انواع الزینۃ والفرح۔

قال فی المروج ج ۲ ص۱۹۷ ان شهر تشرین الاول ۳۱ یومًا وفیہ المهرجان وبین النیروز والمهرجان ۱۶۹ یومًا وعند الفرس فی معنی المهرجان انہ کان لهم ملك فی قدیم الزمان من ملوك الفرس قد عمّ ظلمہ خواصّ الناس وعوامّهم وکان یسمّی مهر وکانت الشهور تسمّی باسماء الملوك فقیل مهرماہ ومعنی ماہ هو الشهر وان ذلك الملك طال عمرہ واشتدّت وطأتہ فمات فی النصف من هذا الشهر وهو مهرماہ فسمّی ذلك الیوم الذی مات فیہ مهرجان وتفسیرہ نفس مهر ذهبت وبعض اهل العراق وغیرهم من العجم یجعلون هذا الیوم اول یوم من الشتاء اہ بتصرف۔

وفی بعض کتب التاریخ ان زرادشت الذی تزعم الفرس انہ نبیهم وجاء بکتاب ادّعاہ وحیًا من اللّٰه تعالی هو الذی رتّب لهم عیدین النیروز فی الاعتدال الربیعی والمهرجان فی الاعتدال الخریفی وکان زرادشت کما قیل فی ایام بشتاسف۔

مزید تفصیل مندرجہ ذیل نقشہ وجدول سے معلوم کی جا سکتی ہے:۔

هذا جدول ملوک فارس من بدء نوع الانسان الی ظهور الاسلام

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدة الملک بالسنین
١	کیومرث۔ هو اوّل من ملک الارض وتُوّج بتاج قیل هو اٰدم وقیل ابن اٰدم وقیل من نسل نوح علیہ السلام وقال ابن حبیب المؤرخ کان من الجنّ قبل اٰدم علیہ السلام۔	٤٠
٢	ثم اوشهنج[ل] بن فروال بن سیامک بن یرنیق بن کیومرث وقیل هو اخو الکیومرث بن اٰدم کان ینزل الهند۔	٤٠
٣	ثم طهمورث بن نوبجهان بن ارفخشد بن اوشهنج کان ینزل سابور وظهر فی عهده بوداسف الذی احدث مذاهب الصابئة والفرس تزعم ان الله اعطی طهمورث لطاعته قوة وقال الکلبی اعطی من القوة ما خضع له ابلیس وشیاطینه وقیل انه ابتنی مدینة سابور ونزلها وانه وثب علی ابلیس فرکبه فطاف علیه فی جمیع الارض وانه اول من امر باتخاذ الکلاب لحفظ المواشی۔	٣٠
٤	ثم جمشید[٢] اخو طهمورث قیل کان فی زمنه الطوفان وقیل کان قبل الطوفان۔ وهو اوّل من امر بغزل الابریسم والقطن	٩٠٠

[ل] قال ابن حبیب کان من الجنّ ملک الارض کلها وحکی الطبری فی تاریخہ ج ١ ص ٤٤ انه اول من قطع الشجر وبنی البناء واول من استخرج المعادن والحدید وانه بنی مدینة الری وانه قهر ابلیس وجنوده ومنعهم من الاختلاط بالناس وقتل مردتهم وملک الاقالیم کلها ١٢ [٢]ه وشید معناه عندهم الشعاع لقبوا به فقالوا جمشید لجماله واسمه الاصلی جم ملک ٦٠٠ سنة وقیل ٩٠٠ سنة وستة اشهر کما فی المروج ج ١ ص ٢٢٣ وانه سخر الشیاطین علی ما زعمت الفرس وذلّلهم وامرهم بعمل الرخام والجص وصنعة النورة وامر بعجلة من زجاج فصعد فیها الشیاطین ورکبها واقبل علیها بمساعدة الشیاطین فی الهواء من بلده من دنباوند الی بابل فی یوم واحد وذلک فی یوم النیروز فاتخذ الناس للاعجوبة التی راوه عید نوروز وامرهم باتخاذ ذلک الیوم وخمسة ایام بعده عیدًا وهو عید الفرس المسمی بالنیروز (نوروز) ودفع الله عنه وعنهم الحرّ والبرد والاسقام والهرم والحسد الی مدة طویلة ثم ان جمشید بطر وتکبر بعد ما کان مطیعًا لله خاضعًا له وجحد احسان الله واخبرهم

عدد	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٥	ثم بيوراسب[٣] بن اروندسب وهو الضحاك وهو الذي قتل جمشيد .	١٠٠٠
٦	ثم افريدون[٤] بن اثقابان بن جمشيد ملك الاقاليم السبعة وكانت دار مملكته بابل وهو اشهر ملوك الفرس .	٥٠٠

جمشيد انه وليهم وربهم والدافع عنهم بقوته الاسقام والهرم وغير ذلك فجاء النقص والهوان في ملكه بعد ما ادعى الربوبية و وثب عليه بيوراسب فغلبه على ملكه وقتله . كذا ذكر الطبري ج ١ ص٨٨ .

ف٣ وكان الضحاك ساحرا ملك الاقاليم السبعة وفي اللقطة ص٤٢ انه يقال له الدهاك ومعناه عشر آفات فلما عرب قيل الضحاك وكان ابراهيم عليه السلام في اواخر ايام الضحاك واول ملك افريدون والفرس يجعلون الضحاك قبل الطوفان لانهم يعترفون بالطوفان وفي الطبري ج ١ ص٩٩ قال بعض العلماء ان الضحاك هو نمرود وهو الذي اراد احراق ابراهيم عليه السلام ١٢ .

ف٤ وفي زمنه وزمن بيوراسب كان ابراهيم الخضر عليهما السلام كما في الطبري ج١ ص١٩٢ ويقال كان افريدون قبل ابراهيم الخليل عليه السلام بكثير ويقال ان افريدون هو نوح النبي عليه السلام والصحيح انه من ولد جمشيد بينهما تسعة آباء وانه الذي محا آثار ثمود وقيل هو ذو القرنين المذكور في القرآن ويدل كلام الطبري في تاريخه ج ١ ص١٩٢ ان ابراهيم وموسى والخضر عليهم السلام وفرعون مصر كلهم كانوا في زمن بيوراسب و افريدون وللمؤرخين في ذلك اختلاف كثير وافريدون هو الذي قتل الضحاك الذي كان اظلم الناس دجالا ساحرا وقيل حبسه وجعلوا يوم قتل الضحاك عيدا اسموه المهرجان وقد تقدم بيانه وبيان النيروز .

وافريدون اول من تسمى بكي ومعناه التنزيه اي مخلص متصل بالروحانيات وقيل معناه البهاء لانه كان يغشاه نور من يوم قتل الضحاك وقيل معناه مدرك الثار وفي تاريخ الطبري ج ١ ص١٠٥ قيل ان افريدون اول من سمي بالكيية فقيل له كي افريدون وتفسير الكيية التنزيه كما يقال روحاني يعنون به ان امره مخلص منزه يتصل بالروحانية وقيل ان معنى كي طالب الدخل وقيل معناه البهاء وان البهاء غشي افريدون حين قتل الضحاك .

وكان افريدون رجلا جسيما بهيا مجربا عادلا في ملكه وكان طوله تسعة ارماح كل رمح ثلاثة ابواع وعرض حجزته ثلاثة ارماح وعرض صدره اربعة ارماح .

وكان له ثلاثة ابناء اسم الاكبر سرم والثاني طوج والثالث ايرج وهو اصغرهم وقسم الارض بينهم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة ملكهم بالسنين
٧	ثم منوشهر[٥] (منوچهر) بن ایران بن افریدون وکان ینزل بابل دار مملکته قیل کان فی زمنه موسی وهارون ویوشع علیهم السلام .	١٤٨
٨	ثم سهم بن ابان بن اثقبان بن یود بن منوجهر کانت دار مملکته بابل قاله المسعودی	٦٠

اثلاثا وجعل ایرج ملك العراق والهند والحجاز وجعله صاحب التاج والسریر وفوّض الیه الولایة علی اخویه قیل وبه سمیت مملکة بابل وارضها وما حولها ایران فایرا زمصحف لفظة ایرج وقیل سمیت ارض بابل لهذا السبب ایران شهر قیل ان افریدون اوّل من نظر فی الطب والنجوم واول من ذلّل الفیلة وامتطاها ونتج البغال واول من اتخذ الاوّز والحمام ویقال ان الترك من اولاد افریدون فان الترك الذی تنسب الیه الاتراك کان ابن ارشسب بن طوج بن افریدون ویقال فی اشسب شهراسب .

٥ هو اوّل من خندق الخنادق وزعم البعض ان منوشهر هذا ابن منشخورنر بن افریقیس بن اسحاق بن ابراهیم علیهما السلام انتقل الیه الملك بعد ان مضی ١٩٢٢ سنة من عهد جیومرث ذکره الطبری والفرس ینکر هذا النسب ولا تعرف لها ملکا الّا فی اولاد افریدون تملّك منوجهر (منوشهر) ١٢٠ سنة ثم وثب علیه ابن لابن طوج الترکی فنفاه عن العراق ١٢ سنة ثم غلب علیه منوشهر وتملّك بعد ذلك ٢٨ سنة فمدة جمیع ملکه ١٤٨ سنة وکان ملك الیمن فی عهده الرائش بن قیس بن صیفیّ بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان ویقال انّ موسی علیه السلام ظهر فی سنة ٦٠ من ملك منوشهر

قال الطبری وقد یزعم بعض المجوس ان افریدون وطیٔ ابنة لابنه ایرج یقال لها کوشك فولدت لافریدون جاریة اسمها فرکوشك ثم وطیٔ افریدون فرکوشك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها زوشك ثم وطیٔ افریدون زوشك فولدت لافریدون جاریة اسمها فرزوشك ثم وطیٔ افریدون فرزوشك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها بیتك ثم وطیٔ افریدون بیتك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطیٔ افریدون ایرك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ایرك ثم وطیٔ افریدون ایرك هذه فولدت لافریدون جاریة اسمها ویرك ثم وطیٔ افریدون ویرك هذه فولدت لافریدون ابنا اسمه منشجزفاغ وبنتا اسمها منشجزك ثم ان منشجزفاغ وطیٔ اخته منشجزك فولدت له ابنا اسمه منشخورنر وبنتا اسمها منشرارك ثم ان منشخورنر وطیٔ اخته منشرارك هذه فولدت له منوشهر ای منوجهر وکان مولده بدنباوند وقیل بالرّیّ .

ثم ان منوشهر لما کبر صار الی جدّه افریدون فتوسم فیه افریدون الخیر وتوجه بتاجه ١٢

	اسماء الملوک وبعض احوالهم	مدۃ الملک بالسنین
۹	ثم فراسیاب بن اطوج بن یاسر بن رامی بن ارس بن بوک بن ساساسب بن زسست بن نوح بن دومر بن سرور بن اطوج بن افریدون وکان عمرہ اربعمائۃ سنۃ۔	۱۲
۱۰	ثم زوّ بن طہماسب وقیل فی اسمہ زاب وقیل زاغ وکان محمود السیرۃ محسنًا فی رعیتہ وھوالذی طرد فراسیات بن فشنج بن رستم بن ترک وترک ھذا جدّ سائر الترک الموجودین الیوم۔	۳
۱۱	ثم کیقباذ بن زاغ بن نوجیاہ بن میسو بن نوذر بن منوشہر قیل ان الملوک الکیبیّۃ واولادھم من نسلہ۔	۱۰۰
۱۲	ثم کیقاوس بن کیبیّۃ بن کیقباذ الملک قیل ان الشیاطین کانت مسخرۃ لہ عن امر سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔	۱۵۰

۵۶ قیل بعد موت منوشہر (منوجہر) غلب علی مملکۃ فارس فراسیات (فراسیاب) بن فشنج بن رستم بن ترک فھو من الترک لا من الفرس وقیل ان فراسیات من نسل افریدون فھو من الفرس وقیل ان الترک کلھم من اولاد افریدون وکان فراسیات جائرًا جبارًا اعظم جورہ وخرب ماکان عامرًا من بلاد فارس ودفن الانہار والقنی ولم یزل الناس منہ فی اعظم البلایا والفتن الی ان ظھر علیہ زوّ بن طہماسب من نسل منوجہر فطردہ زوٌ الی ترکستان فعمر زوٌ ماخرب وافسد ویوم طرد زوّ فراسیات اتخذہ الفرس عیدًا ویوم سرور لما رفع اللہ عنہم شرّ فراسیات وجعلوہ الثالث من اعیادھم النوروز والمھرجان ۱۲

۵۷ کان کیقاوس فی زمن سلیمان علیہ السلام قیل بنی کیقاوس بلدۃ کبیرۃ بمساعدۃ الشیاطین لھا سور من صفر وسور من شبہ وسور من نحاس وسور من فخار وسور من فضّۃ وسور من ذھب وکانت الشیاطین بنوا ھذہ البلدۃ مابین السماء والارض مع مافیھا من الحیوانات والناس وکان کیقاوس لا یحدث ای لا یبول ولا یتغوّط وھو یاکل ویشرب وکان منصورًا مظفرًا فی کل امر فلدار ای عزّہ تجبّر فغزا بلاد الیمن وعلی الیمن یومئذٍ ذو الاذعار بن ابرھۃ ذی المنار بن الرائش فظفر بکیقاوس وحبسہ فی بئر ثم جاء رستم واطلق کیقاوس۔ یقال لکیقاوس قابوس ایضًا ۱۲

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۶۰	ثم کیخسرو بن سیاوخش بن کیقاوس قیل انه زهد بعد مدّة فی الملك وتنسّك فغاب للعبادة فلا یدری این مات قیل ان سیاوخش والد کیخسرو بنی فی حیاة ابیه مدینة القندهار من ارض افغانستان وکیقاوس بنی مدینة کشمیر فی ارض الهند ولم یکن لکیخسرو عقب ۔	۱۳
۱۲۰	ثم لهراسف بن قنوج بن کیمس بن کیناسس بن کیناسة بن کیقباذ الملك و قد احسن وعدل فی الرعیّة وبنی بلدة بلخ ۔	۱۴
۱۵۰	ثم بشتاسب[۵۹] بن لهراسب وهو الذی اطلق سبایا بنی اسرائیل واسارهم واذن لهم بالذهاب الی ارضهم بلاد الشام و فلسطین وعمارة بیت المقدس بعد ما خرّبها بخت نصر فعمروها ۔	۱۵
	ثم بهمن بن اسفندیار بن بشتاسب کان دار مملکته بلخ ویقال له اردشیر بهمن بن اسفندیار وکان متواضعًا مرضیًّا یکتب فی کتبه من اردشیر عبد الله وخادم الله	۱۶

۵۸ وهو الذی غضب علی بنی اسرائیل واهلکهم وشتّت شملهم حیث عیّن بخت نصر مرزبان بابل والعراق ومعنی مرزبان النائب والحاکم علی حصّة من الملك (ای گورنر) وکان اسمه بالفارسیّة بختنرشه وهذا هو الاصحّ وقیل کان بخت نصر ملکًا مستقلًّا قال الطبری فی تاریخه ج ۱ ص ۵۸۱ کان بختنصر فی زمان لهراسب وکان بختنصر اصبهبذ (گورنر) ما بین الاهواز الی ارض الروم من غربی دجلة اه بحاصله وبختنصر هو الذی سبی بنی اسرائیل وقتلهم وخرّب بلادهم وکان ینزل بابل وکان فی زمانه ارمیا النبی علیه السلام الذی مکث فی نومه ۷۰ سنة او مکث ۱۰۰ سنة کما فی القرآن المجید قاله الطبری وقیل کان ذلك عزیر النبی علیه السلام وکان بختنصر بعد داؤد وقبل عیسٰی علیهما السلام ویؤرّخ کثیر من القدماء کبطلیموس صاحب المجسطی تاریخ الامم من عهد بختنصر وکانت نیابة بختنصر ۴۰ سنة وقیل عاش اکثر من ۳۰۰ سنة وکان فی خدمة لهراسب ثم فی خدمة بشتاسب بن لهراسب ثم فی خدمة بهمن ۱۲

۵۹ وفی زمنه انتبه ارمیاء او عزیر علیهما السلام من النوم بعد ۷۰ سنة او ۱۰۰ سنة فنظر الی بیت المقدس کیف تعمر ویُبنیٰ مسجدها وقال اعلم ان الله علی کل شئ قدیر وفی عهد بشتاسب وقیل اسمه بستاسف ظهر زرادشت الذی تزعم المجوس انه نبیّهم وکان زرادشت عند البعض من العلماء خادمًا لبعض تلامذة ارمیاء النبی علیه السلام

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
	السائس لامركم وهو ابو دارا الاكبر و ابو ساسان ابي الملوك الساسانية من الفرس المتأخرة على ماسيأتي توفي بهمن وله ابنان دارا الاكبر وساسان وبنت اسمها خماني وقيل حماية۔	١١٢
١٧	ثم حماية بنت بهمن بن اسفنديار كانت حسنة السياسة قاله المسعودي وقال الطبري اسمها خماني وتلقبت بشهرازاد وانما ملكت خماني بعد ابيها لانها حملت من ابيها فسألته ان يعقد التاج له في بطنها ففعل ذلك بهمن فلما رأى ساسان ذلك وكان كبيرا احينئذ لحق باصطخر فتزهد ولحق بالجبال يرعى الغنم ولذا قيل له الراعي۔	٣٠
١٨	ثم اخوها وابنها اي دارا بن بهمن وكانت دار مملكته بابل وهو دارا الاكبر اخو ساسان ابي الملوك الساسانية وبعد ما كبر دارا حوّلت اختها وامّها خماني التاج عن راسها اليه وبنى هو مدينة بفارس سماها دارابجرد وكانت دار مملكته بابل كان ضابطا لملكه قاهرا لمن حوله من الملوك وكان معجبا بابنه دارا الاصغر ومن حبّ اياه سمّاه باسم نفسه وصيّر له الملك من بعده ۔	١٢
١٩	ثم دارا الاصغر[ثله] ابن دارا الاكبر ابن بهمن اساء السيرة في رعيته وقتل رؤساءهم وكان غرًّا جبّارًا حقودًا۔	١٤

اثيرا عنده فكذب عليه فدعا عليه الله فبرص فلحق ببلاد اذربيجان فاظهر بها دين المجوسية ثم توجه الى بشتاسب وهو ببلخ فاعجب ودخل بشتاسب في المجوسية وقسر الناس على الدخول فيه وقتل في ذلك رعيته مقتلة عظيمة وكان قبل هذا على دين الصابئين ١٢

ثله وهو آخر سلسلة ملوك الفرس القدماء وقد ملّه اهل فارس واحبّوا الراحة منه غزا الاسكندر الرومي فلحق كثير من اعلامهم بالاسكندر فالتقيا ببلاد الجزيرة وقيل بناحية خراسان مما يلي الخزر فاقتتلا سنة قتالا شديدا ثم ان دارا قتله اصحابه وتقربوا بذلك الى الاسكندر فقتل الاسكندر قاتليه وقال هذا جزاء من اجترأ على ملكه وكان الاسكندر امر باسر دارا وعدم قتله فلما اخبر بذلك ذهب اليه فوجده يجود بنفسه فوضع رأسه في حجره وبكى عليه وقال سلني حوائجك فسأله دارا ان يتزوج ابنته روشنك ويقتل قاتليه فوفى له الاسكندر وتزوج بروشنك وبعد قتل دارا سهل لاسكندر التسلط على جميع ملوك الدنيا وملك فارس والروم و الشام ومصر وهدم كثيرا من المدن والحصون وبيوت النيران في فارس واحرق كتبهم ودواوين دارا

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٢٠	ثم الاسكندر[1] بن فیلفوس المقدونی الیونانی الرومی کان نیلفوس ابوه ملکا علی الیونانیین وکان من بلدة مقدونیة۔	١۴
	ثم بعد موت الاسکندر ملك کل قطر وناحیة امراء الاسکندر وکان ابنه صغیرا وذکر الطبری ان اسم ابنه الاسکندروس وانه ابی واختار النسك والعبادة فملك الیونانیة علیهم بطلیموس ابن لوغوس وکان علی مصر والشام ونواحی المغرب ملکه وکل من ملك هذه البلاد یسمی بطلیموس وکان ملکه ٣٨ سنة۔	٣٨
	ثم ابنه اورغاطس	٢٩
	ثم بطلیموس ساطر	١٧
	ثم بطلیموس الاحسندر	١١
	ثم بطلیموس الذی اختفی عن ملکه	٨
	ثم بطلیموس دوسیوس	١٦
	ثم بطلیموس قالوبطری۔ وکل هؤلاء من الیونانیین۔	١٧
	ثم ملك الشام فیما ذکره الروم المصاص فکان اول من ملك منهم جایوس یولیوس۔	۵
	ثم ملك الشام اغوسطوس ولما مضی من ملکه ۴٢ سنة ولد عیسی علیه السلام وبین مولده وقیام الاسکندر ٣٠٣ سنة۔	۵٦

ود فاتر علومهم وکان یعبد الاصنام ومعلمه ومشیره ارسطو الفیلسوف ١٢

[1] وکان ابوه یحمل الخراج الی ملك الفرس فلما ملك الاسکندر انکر عن اداء ذلك فوقعت الحرب بینه وبین دارا و کان ما کان قیل کان یونانیا وقیل رومیا والطبری حکی کل ذلك وغزا الهند ووصل الی فنجاب اقلیم باکستان ثم رجع فمات بناحیة السواد فحمل الی الاسکندریة فی تابوت من ذهب وکان ملکه ١۴ سنة وقتل دارا کان فی اول السنة الثالثة من ملکه وبنی اثنتی عشرة مدینة وسماها کلها اسکندریة منها الاسکندریة بمصر ومنها مدینة اصبهان ومدینة هراة ومدینة مرو ومدینة سمرقند وقرر فی کل ناحیة من فارس وغیرها نوابا له وخاطب کل واحد بالملك ونحو ذلك من الالقاب وکان مراد الاسکندر تشتیت کلمتهم وغلبة کل رئیس منهم علی ناحیته فینعدم نظام الملك والانقیاد الی ملك واحد علی الاسکندر لیرجع الامر الیه وکان ذلك باشارة ارسطو معلمه ١٢

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۲۱	ثم نرجع الى ملوك الفرس فنقول لم يجتمع ملك فارس لاحد بعد الاسكندر وكان الزمان زمان ملوك الطوائف الى مدة ۵۲۳ سنة او اقل لا يخضعون[12] لاحد.	۵۲۳
۲۲	ثم ملك[13] الفرس كلها اردشير بن بابك بن ساسان قيل كان من الفرس من نسل بهمن ابن اسفنديار اى من نسل افريدون وكان من ملوك الطوائف.	۱۵ تقريباً
۲۳	ثم كسرى سابور بن اردشير كتب اليه ملك الروم بلغني حسن سياستك لرعيتك وسلامة مملكتك واني احببت ان اسلك طريقتك فكتب اليه سابور نلت ذلك بثمان خصال لم اهزل في امر ولا نهي ولم اخلف وعداً ولا وعيداً قط وحاربت للغنى لا للهوى واجتلبت قلوب الناس ثقة بلا كره وخوفاً بلا مقت وعاقبت للذنب لا للغضب وعممت بالقوت وحسمت الفضول	۳۱
۲۴	ثم هرمز بن سابور كان حسن السيرة في رعيته	۱
۲۵	ثم بهرام[14] بن هرمز وكان حليماً فاستبشر الناس بولايته وفي عهده كان ماني بن يزيد الزنديق داعي المذهب الثنوي.	۳

[12] غير ان من كان يملك بلاد الجبل يعدّونه اكبرهم وهم الملوك الاشغانون الذين يدعون ملوك الطوائف وكان هذا الافتراق قائماً الى ملك اردشير بابكان وفي هذا الزمان كان رفع عيسى وقتل الانبياء منهم يحيى وزكريا عليهم الف الف صلاة وسلام قال الطبري وكان ملك الاسكندر وملك سائر ملوك الطوائف في النواحي ۵۲۳ سنة اه وقيل ۲۶۶ سنة وقال المسعودي ۵۱۷ سنة وذلك من ملك الاسكندر الى ان ظهر اردشير بن بابك بن ساسان الذي هو جد الملوك الساسانية ۱۲۔

[13] قالوا ان اردشير غلب على جميع الملوك واسرهم وقتل البعض وخضع له البعض واجتمع به الفرس كلهم وكان ملك الفرس في اسرته الى ان ظهر الاسلام وهم الملوك الساسانية وكل ملك ساساني كان يلقب بكسرى وآخر من ملك منهم يزدجرد قتل في عهد عثمان رضي الله عنه وكانت مدة ملكه اربع عشرة وعشرة اشهر ۱۲

[14] قال الطبري دعاه ماني الزنديق الى دينه فوجده داعية الشيطان فامر بقتله وسلخ جلده وحشوه تبناً وتعليقه على باب من ابواب مدينة جندي سابور وقتل اصحابه اه وفي المروج ج ۱ ص ۲۵ ان ماني بن يزيد عرض على بهرام مذاهب الثنوية فاجابه احتيالاً منه عليه الى ان احضر دعاته المتفرقين في البلاد فقتلهم

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالهم	
۱۷	ثم بهرام بن بهرام بن هرمز ملک ۱۸ اسنة او ۱۷ اسنة وکان فی اول ملکه مشغولاً فی اللذات واللهو والصید والنزهة فخربت البلاد وهلک الضعیف واقطع الضیاع لخواصه فخلت من عمارها وقل مال الخزانة ۔	۲۶
۴	ثم بهرام بن بهرام بن بهرام ملک ۴ سنین او تسعاً ۔	۲۷
۹	ثم نرسی بن بهرام وهو اخو بهرام المذکور من قبل ای اخو بهرام الثالث	۲۸
۷	ثم هرمز بن نرسی ۔ ثم هلک ولا ولد له فشق ذلک علی الناس وکانت بعض نسائه حبلی فملکوا حبلها فولدت تلک المرأة سابور ذا الاکتاف ۔	۲۹

قتل الرؤساء من اصحابه وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة وذلک ان الفرس اتاهم زرادشت بکتاب اسمه البستاه ثم فسره وسماه الزند ثم فسر الزند وسماه البازند وکان الزند بیاناً لتأویل المتقدم المنزل فمن عدل منهم من البستاه الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی ای منحرف عن ظواهر المنزل الی تأویل هو بخلاف المنزل فعربته العرب وقالوا زندیق والثنویة هم الزنادقة ۱۲

۵ھ قیل انه سار لیلة مع الموبذان (قاضی القضاة) فی متنزهاته وصیده نحو المدائن فتوسطوا خربات لا انیس بها الا البوم واذا بوم یصیح واٰخر یجاوبه فقال بهرام للموبذان هل احد اُعطی فهم منطق الطیر فقال الموبذان انا افهمه فقال مایقول هذان الطائران قال الموبذان هذا بوم ذکر یخاطب بومة ویقول لها امتعینی من نفسک حتی یخرج منا اولاد یسبحون الله ویبقی لنا عقب یکثرون ذکرنا فاجابته البومة نعم هذا هو الحظ الاوفر لکن بشرط خصال اولها ان تعطینی من خربات امهات الضیاع عشرین قریة مما قد خرب فی ایام هذا الملک فقال البوم ان دامت هذا الملک اعطیتک مما یخرب من الضیاع الف قریة فما تصنعین بها؟ قالت فی اجتماعنا ظهور النسل وکثرة الولد فنقطع کل واحد من اولاد نا قریةً من هذه الخربات فقال لها الذکر هذا اسهل امر سألتیه وانا ملیٌ بذلک فهاتی مابعد ذلک ۔ فلما سمع بهرام هذا الکلام من الموبذان استیقظ من نومه قال ما الغرض الذی له قصدت بضربک المثل علی لسان الطائر قال الموبذان ایها الملک ان الملک لایتم عزه الا بالشریعة والقیام لله تعالی بطاعته والتصرف تحت امره ونهیه ولا قوام للشریعة الا بالملک ولا عز للملک الا بالرجال ولا قوام للرجال الا بالمال ولا سبیل الی المال الا بالعمارة ولا سبیل الی العمارة الا بالعدل والعدل المیزان المنصوب بین الخلیقة نصبه الرب وجعل له قیما وهو الملک وانت انتزعت الضیاع من عمارها وهم ارباب

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۰	ثم سابور ذو الاكتاف وخلفه والده حملًا وتقلد الوزراء والكُتّاب اعمال المملكة۔	۷۲
۳۱	ثم اردشير بن هرمز بن نرسی فخُلِع بعد اربع سنین وکان جائرًا مفسدًا قتل العظماء۔	۴
۳۲	ثم سابور بن سابور ذی الاکتاف مات تحت فسطاط کان ضرب علیه بعد ما قطع اطنابها وکان عادلًا۔	۵
۳۳	ثم اخوه بهرام بن سابور ذی الاکتاف کان حسن السیاسة فرماه بعض الفتاك برمیة نشابة وقتله کان لقبه کرمان شاه۔	۱۱
۳۴	ثم یزدجرد بن بهرام کرمان شاه وقیل هو اخو کرمان شاه۔	۲۲

الخراج واقطعتها الحاشیة واهل البطالة فقلت العمارة والاموال فانتزع الملك الضیاع وردها الی اربابها وتوجه الی امور الملك فحسنت ایامه حتی کانت تدعی ایامه اعیادًا ۱۲

لـ۱۶ وضعف امر الفرس فطمعت فیها الترك والروم والعرب وغلبوا علی کثیر من النواحی والاقالیم فغلبت العرب علی سواد العراق وملکهم الحارث بن الاغر الایادی فلما بلغ عمر سابور ۱۶ سنة فتح جمیع النواحی واکثر من القتل والسبی والتخریب وقتل العرب وغزا الروم وبنی فی هذه الغزوات مدینة بارض السواد وهی الانبار وبارض الاهواز مدینة السوس وبارض خراسان مدینة نیسابور وکل ملوك الفرس الثانیة من نسل اردشیر بن بابك بل اکثر الفرس الاولی قبل اردشیر کانوا من المجوس یعبدون النار وکانت لهم بیوت النار فی شتی المواضع وکانت دار مملکة بعض الفرس الثانیة من نسل اردشیر مدینة سابور وتسمی ایضًا جندیسابور من بلاد خوزستان و فی المروج ج ۱ ص ۲۵۹ ان ملوك الساسانیة یسکنون بطیسون بغربی المدائن فسکن سابور بالجانب الشرقی من المدائن وبنی هناك الایوان المعروف بایوان کسری وکان فی زمنه ملك الروم قسطنطین الذی بنی مدینة قسطنطینیة وکان اول من تنصر من ملوك الروم ثم انما سمی سابور بذی الاکتاب لانه قتل العرب وخلع اکتافهم ظلمًا۔ فلما هلك سابور اوصی بالملك لاخیه اردشیر بن هرمز ۱۲

لـ۱۷ وکان یلقب بالاثیم وکان جبارًا جائرًا شیطانًا مریدًا یقتل او یعاقب بادنی زلة سیئ الخلق متهما للناس لا یأتمن احدًا علی شئ وکان الناس من العظماء وغیره منه فی بلاء عظیم فتضرعوا الی الله بتعجیل انقاذهم منه فاتفق ان رمحه فرس علی فؤاده رمحة هلك منها مکانه وغاب ذلك الفرس فی مکانه فکانوا یقولون لم نر هذا الفرس من قبل وان الله ارسل هذا الفرس من الغیب لاهلاکه ۱۲

فی تاریخ الملک بالسنین	اسماء الملوک و بعض احوالهم	
۲۳	ثم بهرام جور بن یزدجرد الاثیم نشأ فی العرب فی الخورنق عند النعمان ملک وهو ابن عشرین سنۃ وکان ذا قوۃ وبطش شدید وجرأۃ کبیرۃ فغرق مع فرسہ فی جب الوحل ولم یجدوا جثتہ ۔	۳۵

فائدہ ملک فارس کی ارضِ عرب سے متصل سرحدات پر بادشاہِ فارس کی طرف سے بعض نائبین مقرر تھے یہ نائبین بظاہر خود مختار بادشاہ تھے لیکن درحقیقت وہ کسریٰ کے تابع تھے۔ ان نائبین میں سے ایک مشہور بادشاہ تھا نعمان بن امرئ القیس البدء بن عمرو ملک الحیرۃ وھو صاحب الخورنق والخورنق قصر لہ اشھر من قفا نبک یضرب المثل ببانیہ سنمار وکان النعمان المذکور فی زمان یزدجرد الاثیم ھذا۔

وکان سبب بناء الخورنق فیما ذکرہ الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۲۷ ان یزدجرد الاثیم کان لا یبقی لہ ولد فسأل عن منزل بری مرئ صحیح من الادواء والاسقام فدل علی ظھر الحیرۃ فدفع ابنہ بھرام جور الی النعمان ھذا وامرہ ببناء الخورنق مسکنا لہ وانزلہ ایاہ وامرہ باخراجہ الی البادیۃ من بوادی العرب وکان الذی بنی الخورنق رجلا یقال لہ سِنِمّار فلما فرغ من بنائہ تعجبوا من حسنہ واتقان عملہ فقال لو علمتُ انکم توفوننی اَجرِی وتصنعون بی ما انا اھلہ بنیتہ بناءً یدور مع الشمس حیث دارت فقال وانک لتقدر علی ان تبنی ما ھو افضل منہ ثم لم تبنہ فامر بہ فطرح من رأس الخورنق فمات سنمار اھ۔ فضربوا بہ المثل لمن ظلم محسنہ ولمن کان مکفرًا قال ابو الطمحان القینی ؎

جَزاءَ سنمارٍ جزاھا وربِّھا وباللاتِ والعزّی جزاءَ المکفِّر

وقال سلیط بن سعد ؎

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبرٍ وحُسنِ فعلٍ کما یُجزٰی سنمّارُ

وقیل ؎

جزانی جزاہ اللہ شرَّ جزائہٖ جزاءَ سنمارٍ وما کان ذا ذنب

وقیل ان الذی امر ببناء الخورنق ھو المنذر بن النعمان وھو الذی استحضنہ یزدجرد ابنہ وکان اسم ھذا الابن بھرام جور بن یزدجرد الملک ۱۲

ف حکی من قوتہ انہ رکب یومًا قبل ان یتملک الی الصید فاذا ھو باسد قد شدّ علی عیر فتناول الاسد ظھر العیر بفیہ لیفترسہ فرماہ بھرام رمیۃ فی ظھرہ فنفذت النشابۃ من بطنہ ثم من ظھر العیر الی سرتہ حتی

۳۶	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۶	ثم يزدجرد[۱۹] بن بهرام جور سار فيهم باحسن سيرة وكان له ابنان احدهما فيروز والآخر هرمز۔	۱۹

افضت الى الارض فساخت فيها الى قريب من ثلثها فتحركت طويلاً فامر بهرام فصوّر ماكان منه فى امر الاسد العير فى بعض مجالسه۔ ومما حكى من شدة بأسه وشجاعته انه اخذ الراية والتاج بين اسدين ضاريين و قتلهما من غير سيف وذلك انه لما مات ابوه يزدجرد الاثيم وكان ظالماً نعاقد العظماء ان لا يملكوا احداً من ذرية يزدجرد لسوء سيرته فملكوا رجلاً من عترة اردشير بن بابك يسمى كسرى فطلب بهرام جور ان يكون ملكاً فى مقام ابيه واجتمع بالوزراء والكبار القصة طويلة وصالحوا على ان يلقى التاج والراية بين اسدين ضاريين مشبلين فمن تناولهما من بين الاسدين فهو الملك وبهرام جور هو الذى اشار بهذا الطريق من الصلح فجعلوا التاج والراية بين اسدين مجوعين وارخى وثاقهما وكان هذا بمحضر جمع عظيم ثم قال بهرام لكسرى دونك التاج والزينة فقال كسرى انت اولى بالبدء فلم يكره بهرام قوله ثقة ببطشه وحماسته وحمل جرزاً ومشى الى الاسدين فبدر اليه اسد فلما دنا من بهرام وثب وثبة فعلا بهرام ظهر الاسد وعصر جنبى الاسد بفخذيه عصراً اثخنه وجعل يضرب على رأسه بالجرز ثم شدّ الاسد الآخر عليه فقبض على اذنيه وعركهما بكلتا يديه فلم يزل يضرب رأسه برأس الاسد الآخر الذى كان راكبه حتى دمغهما ثم قتلهما بالجرز فتناول التاج والزينة وصار ملك الفرس كلها وكتب على خاتمه بالافعال تعظم الاخبار۔ ولم يزل ملكا على الفرس فركب يوماً للصيد فشد على عير (الحمار الوحشى) فغاص هو وفرسه فى حومة حماة فغرق فسارت الدته الى ذلك الجب والحومة وامرت بنقل الطين فنقلوا طيناً كثيراً حتى جمعوا من ذلك آكاماً عظاماً ولم يقدروا على جثة بهرام كذا فى كتب التاريخ ۱۲

[۱۹] احضر يزدجرد هذا رجلاً من الحكماء لاقتباس الرأى منه بسوس به رعيته فقال له يزدجرد ايها الحكيم الفاضل ما صلاح الملك؟ فقال الرفق بالرعية واخذ الحق منهم من غير مشقة والتودد اليهم بالعدل وامن السبل وانصاف المظلوم من الظالم قال فما صلاح امر الملك؟ فقال وزراؤه واعوانه فانهم ان صلحوا صلح وان فسدوا فسد ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۳۷	ثم هرمز بن يزدجرد بن بهرام جور فنازعه اخوه فيروز فقتله فيروز وولي الملك	
۳۸	ثم فيروز[۲۰] بن يزدجرد تملّك بعد ما قتل اخاه هرمز وثلاثة نفر من اهل بيته فاظهر العدل وحسن السيرة ـ	۲۷
۳۹	ثم بلاس (بلاش) بن فيروز نازعه في الملك اخوه قباذ ففرّ قباذ الى خاقان ملك الترك يسأله المعونة وكان بلاس حسن السيرة وبنى بالسواد اى بقرب المدائن مدينة ساباط فمات بعد اربع سنين من ملكه ـ	۴
۴۰	ثم قباذ[۲۱] بن فيروز وقيل في اسمه قباد بالمهملة. وفي زمنه ظهر مزدك الزنديق واليه تنسب المزدكية ودخل قباذ في المزدكية فقتل ابنه انوشروان هذا الزنديق ـ	۴۳

۲۰ قحط الناس في زمنه سبع سنين فاحسن التدبير وقسم الخزائن وكف عن الجباية واخذ الجزية وامر ان يكون حال الغني والفقير والشريف والوضيع في التأسي واحدًا واخبرهم انه ان بلغه ان انسيًّا مات جوعًا عاقب اهل المدينة او اهل القرية فلم يمت احد منهم جوعًا الا رجلا واحدًا ثم ابتهل الى ربّه فانزل الغيث هلك فيروز في الحرب على يدى ملك الهياطلة المسمى اخشنوار في بلاد خراسان ۱۲

۲۱ كان قباذ عند النزاع مع اخيه بلاش ذهب الى خاقان مستنصرًا به على اخيه بلاش فمرّ بحدود نيسابور ومعه جماعة متنكرين فنزلوا عند رجل من الاساورة فتاق قباذ الى الجماع وامر ان تلتمس له امرأة ذات حسب فصار رفيق له الى امرأة صاحب المنزل وكان رجلا من الاساورة وكانت له ابنة بكر فائقة في الجمال فتكلم معها ان تبعث بابنتها الى قباذ فاعلمت زوجها ولم يزل ذلك الرفيق واسمه زرمهر يرغب المرأة وزوجها حتى فعلا وصارت الابنة الى قباذ واسمها نيوندخت فغشيها قباذ فحملت انوشروان وهو الملك المشهور بالعدل فامر لها بجائزة حسنة وحباها حباء جزيلا وما كانت تعلم ان قباذ من ابناء الملوك ـ

وقيل ان امّ تلك الجارية سألتها عن هيئة قباذ فقالت انها لا تعرف غير انها رأت سراويله منسوجًا بالذهب فعلمت امها انه من ابناء الملوك وسرّها ذلك ومضى قباذ الى خاقان فوجّه مع قباذ جيشا فلما انصرف قباذ بذلك الجيش وصار في ناحية نيسابور استخبر من ام الجارية حالها فاخبرته انها ولدت غلامًا فاتته ومعها انوشروان وقد شابهه في جماله وصورته وفي هذا الموضع ورد الخبر بموت بلاش فامر بحمله و حمل امّه على مراكب نساء الملوك ودخل المدائن ملكًا بغير حرب لموت بلاش ـ

مدة الملك بالسنين	اسماء الملوك وبعض احوالهم	
۴۸	ثم كسرى أنوشروان[۲۲] بن قباذ بن فيروز بن يزدجرد بن بهرام جور وهو الملك المعروف بالعدل اشهر ملوك الفرس الثانية الملوك الساسانية حارب ملوكاً۔	۴۱

وعمّر قباذ فی عهده مدناً منها مدينة الرجّان (ارجان) ومدينة حلوان وظهر فی عهده مزدک رئيس المزدكيّة الزنادقة وتابعه قباذ فبعد مضی عشر سنين من ملکه اجتمع العظماء فعزلوا قباذ وحبسوه لمتابعة مزدک والمزدكية شيوعية العهد القديم كانت المزدكية تقول الناس شركاء سواء فی كل شئ من الاراضی والدور والمال والارزاق حتی النساء فدخل السفلة فی هذا الدين وتابعوا مزدک فوقع الناس منهم فی بلاء عظيم وقوی امر المزدكية حتی كانوا يدخلون علی الرجل فی داره فيغلبونه علی منزله ونسائه وامواله لا يستطيع الامتناع منهم حتی كانت الفتنة عمياء وفتنة دهياء وصار لا يعرف الرجل منهم ولده ولا المولود اباه ولا يملك الرجل شيئاً مما يتسع به۔

وكان مزدک ينهی الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما رای ان اكثر ذلک انما يقع بسبب النساء والاموال احلّ النساء واباح الاموال وجعل الناس شركاء فيهما كاشتراكهم فی الماء والنار والكلاء ومذهب مزدک مثل مذهب المانوية فی القول بالاصلين النور والظلمة وكان يقول ان النور يفعل بالاختيار والظلمة تفعل علی الخبط والاتفاق والنور عالم حسّاس والظلام جاهل اعمی ويقول ان الاركان ثلاثة الماء والارض والنار ولما اختلطت هذه الثلاثة حدث عنها مدبّر الخير ومدبّر الشر فما كان صفوها فهو مدبّر الخير وما كان من كدرها فهو مدبر الشر وروی عنه ان معبوده قاعد علی كرسيّه فی العالم الاعلی هيئة قعود الملک فی العالم الاسفل وبعد عزلهم قباذ ملکوا اخاه جاماسب وكان ملک جاماسب ست سنين ثم فرّ قباذ من الحبس بحيلة وغلب علی اخيه فی الملک فتملّک مرة ثانية وكان زمن ملکه مع سنی ملک اخيه ثلاثا واربعين سنة وبغير سنی ملک اخيه سبعاً وثلاثين سنةً ۱۲

[۲۲] فتح بلاداً كثيرة من مُلک فارس التی قبض عليها بعض الملوک فی زمن من قبله وبلاداً من الترک والروم وكان منصوراً مظفراً قتل مزدک بن بامداد واصحابه وثبّت المجوسيّة مذهب اجداده وردّ الاموال التی اخذتها اصحاب مزدک الی اهلها۔

كان انوشروان ذا رأفة برعيته شديداً علی اعدائه فتح انطاكية وكثيراً من بلاد الروم ومملكته تهابه جميع الامم وكان مكرّماً للعلماء وزوّجه خاقان ملک الترک ابنته وهادنه ملوک السند والهند وغيرهما وكثر جنده وحملت اليه الهدايا من سائر الملوک۔

وفی زمانه کان مولد النبی علیه السلام ومولد ابیه عبد الله بن عبد المطلب وفی زمانه کان مُلك الحبشة علی الیمن وقوع واقعة اصحاب الفیل الذین جاؤا لهدم بیت الله وکان مولد النبی علیه السلام لمضی ۴۲ سنة من ملك انوشروان قاله الطبری ولما کانت لیلة ولد فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم ارتجس ایوان کسری وسقطت منه اربع عشرة شرفة وخمدت نار فارس التی کانت الفرس تعبدها ولم تخمد قبل ذلك بالف عام وغاضت بحیرة ساوة ورأی الموبذان ابلاً صعاباً تقود خیلاً عراباً قد قطعت دجلة وانتشرت فی بلادها فافزع کسری مارأی وجمع العظماء ثم ورد علیه کتاب بخمود النار وقص علیه الموبذان مارأی فازداد غمًّا فقال حادث یکون من عند العرب۔

فکتب کسری الی النعمان ملك الحیرة ان یوجه الیه عالماً بما ارید ان اسأله عنه فوجه الیه عبد المسیح بن عمرو بن حیّان الغسّانی فاخبره بما رأی فقال عبد المسیح لا علم لی بذلك وعلم ذلك عند خالی فی مشارف الشام یقال له سطیح قال فأته وأتنی بجوابه فرکب عبد المسیح حتی قدم علی سطیح وقد اشفی علی الموت فحیّاه۔

فقال سطیح له عبد المسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد اوفی علی الضریح بعثك ملك بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان یا عبد المسیح اذا کثرت التلاوة وبعث صاحب الهراوة وفاض وادی السماوة وغاضت بحیرة ساوه وخمدت نار فارس فلیست الشام لسطیح شاماً یملك منهم (ای من الساسانیة) ملوك وملکات علی عدد الشرفات وکل ما هو آت آت ثم مات سطیح مکانه ثم قام عبد المسیح وقدم علی کسری واخبره بقول سطیح فقال کسری الی ان یملك منا اربعة عشر ملکاً قد کانت امور فملك منهم عشرة فی اربع سنین وملك الباقون الی خلافة عثمان رضی الله عنه وآخرهم یزدجرد قتل فی خلافة عثمان رضی الله عنه۔

کان وزیر انوشروان رجلاً حکیماً اسمه بزرجمهر ولهذا الحکیم اقوال فی الادب والحکمة مشهورة و انوشروان کسری هو الذی ورد علیه ابن ذی یزن من الیمن یستنصره علی الحبشة الذین تملکوا علی الیمن فبعث معه جیشاً علیه قائد له اسمه وهرز فافتتحوا الیمن ونفوا السودان وکان ملك انوشروان کما قال ابن قتیبة فی المعارف ص۲۹۲ سبعا واربعین سنة وسبعة اشهر اھ۔ وکان لانوشروان مائدة من الذهب عظیمة علیها انواع من الجواهر مکتوب علیها ما اکلته وانت تشتهیه فقد اکلته وما اکلته وانت لا تشتهیه فقد اکلك کان انوشروان یدعی کسری الخیر۔

وجلس یومًا للحکماء لیأخذ من آدابهم فقال لهم دلونی علی حکمة فیها منفعة لخاصة نفسی وعامة رعیتی فتکلم کل واحد منهم ثم قال بزرجمهر بن البختکان ایها الملك انا جامع لك ذلك فی اثنتی عشرة کلمة

فقال هات فقال ۱ اولهن تقوی الله فی الشهوة والرغبة والرهبة والغضب والهوی فاجعل من ذلک کله لله لا للناس والثانیة ۲ الصدق فی القول والعمل والوفاء بالعدات والشروط والعهود والمواثیق والثالثة ۳ مشورة العلماء فیما یحدث من الامور والرابعة ۴ اکرام العلماء والاشراف واهل الثغور والقواد والکتاب والخول بقدر منازلهم والخامسة ۵ التعهد للقضاء والفحص عن العمال محاسبة عادلة ومجازاة المحسن منهم باحسانه والمسیئ علی اساءته والسادسة ۶ تعهد اهل السجون بالعرض لهم فی الایام لتستوثق من المسیئ وتطلق البرئ والسابعة ۷ تعهد سبیل الناس واسواقهم واسعارهم وتجاراتهم والثامنة ۸ حسن تادیب الرعیة علی الجرائم واقامة الحدود والتاسعة ۹ اعداد السلاح وجمیع آلات الحرب والعاشرة ۱۰ اکرام الولد والاهل والاقارب وتفقد ما یصلحهم والحادیة عشرة ۱۱ اذکاء العیون فی الثغور لیعلم ما یتخوف فیؤخذ له اهبته قبل هجومه والثانیة عشرة ۱۲ تفقد الوزراء والخول والاستبدال بذی الغش والعجز عنهم۔

فامر انوشروان ان یکتب هذا الکلام بالذهب وهذا مشتمل علی سیاسة المملکة وسئل انوشروان ما اعظم الکنوز وانفعها عند الاحتیاج فقال معروف اودعته الاحرار وعلم تورثه الاعقاب و قیل له من اطول الناس عمرا فقال من کثر علمه فتأدب به من بعده او معروفه فیشرف به عقبه انوشروان قال یوما للبزرجمهر من یصلح من ولدی للملک فقال لا اعرف ولدک ولکنی اصف لک من یصلح لذلک۔ اسماهم للمعالی واطلبهم للادب واجزعهم من العامة وارأفهم بالرعیة واوصلهم للرحم وابعدهم من الظلم۔

کان ملک الیمن فی ایام قباذ وانوشروان تبع واسمه تبان اسعد ابوکرب وتبع هذا فتح بلادا کثیرة من المشرق وسار فی اطراف الاراضی فمر فی مسیره علی المدینة المنورة فلم یهج اهلها وخلف بین اظهرهم ابناله فقتل غیلة فحارب الانصار وعلیهم عمرو بن مبذول فکانوا یحاربونه بالنهار ویقرونه باللیل فیعجبه ذلک منهم ویقول والله ان قومنا هؤلاء لکرام فجاء حبران من الیهود حین سمعا ان تبع یرید اخراب المدینة الشریفة فقالا له ایها الملک لا تفعل والا لم نأمن علیک عاجل العقوبة لان هذه البلدة مهاجر نبی یخرج من قریش فی آخر الزمان فتناهی عما اراد وانصرف الی الیمن معه الحبران المذکوران ولما وصل الی مکة وکانت مکة فی طریق الیمن فاخبره نفر من الهذلیین ان فی الکعبة ملاء اثرا من اللؤلؤ والزبرجد والیاقوت والذهب والفضة واراد الهذلیون هلاک تبع بطریق الحیلة اذ قد عرفوا من هلاک من اراد الکعبة وبغی علیها فاجمع ثم نهاه الحبران وقالا له انهم ارادوا هلاکک وامراه بتعظیم بیت الله والطواف والخضوع عنده ففعل۔

وأری فی المنام ان یکسوه فکساه فهو اول من کسا البیت کذا فی تاریخ الطبری وکان تبع ممن یعبد الاوثان

مدۃ الملک بالسنین	اسماء الملوک وبعض احوالہم	
۱۲	ثم هرمز[۲۳] بن انوشروان و امہ فاقم بنت خاقان ملک الترک کان عادلاً کثیر الادب والاحسان الی المساکین والضعفاء وکثیر الحمل علی العظماء والاشراف لاستطالتہم علی المساکین والوضعاء کما ھو عادۃ العظماء فی التکبر والظلم علی الضعفاء ۔	۴۲

فتہود باشارۃ ھذین الحبرین وحمل اھل الیمن علی اختیار الیہودیۃ ولبعض المؤرخین کلام فی زمن تبع ھذا وحکی انہ اخبرہ بعض الکہنۃ بظہور نبی من قریش وانہ یملک ارض الیمن فقدم علیہ مرۃ شافع بن کلیب الصدفی الکاھن فقال لہ تبع مابقی من علمک فہل تجد لقوم ملکاً یوازی ملکی قال لا الا الملک غسان نجل قال فہل تجد ملکا یزید علیہ ۔

قال نعم قال ولمن ؟ قال اجدہ لبار مبرور اید بالقہور ووصف فی الزبور وفضلت امتہ فی السفور یفرج الظلم بالنور احمد النبی طوبی لامتہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

۲۳ قیل ان هرمز هذا کان عادلاً ای بار ردیٔ النیۃ وانہ کان مانعاً للاشراف من التجبر علی الضعفاء مُقصِیاً لہم وانہ لاجل ذلک قتل من العلماء واھل البیوتات والشرف ۱۳۶۰۰ رجلاً ولم یکن لہ رأی الا فی تألف المساکین والسفلۃ واستصلاحہم ففسد علیہ کثیر من الاشراف فخلع عن الملک وسمل المخالفون عینیہ وصار الملک الی ابنہ کسریٰ ابرویز بعد حوادث وحروب کثیرۃ جرت ثم قتل بعض الناس هرمز حینما کان ابرویز غائباً ۔

ثم لما ملک ابرویز بعد ابیہ وبعد مضی مدۃ من ملکہ وقعت بینہ وبین قیصر ملک الروم حرب طالت الی عدۃ سنین وغلبت جیوش فارس علی اکثر بلاد الروم واحتوت علی مصر واسکندریۃ وبیت المقدس وفلسطین وحاصرت القسطنطینیۃ دار مملکۃ الروم ثم ان هرقل بکی الی اللہ ودعا اللہ ان ینقذہ ورعیتہ من جنود فارس ثم استعد لقتال جنود فارس وھزمہم ھرقل وخلص منہم جمیع بلادہ وغلب علی بلاد فارس حتی المدائن دار مملکۃ فارس وتحصن کسریٰ ابرویز فی المدائن خوفاً من جنود قیصر ملک الروم وکانت ھذہ الحرب بعد مضی اربع عشرۃ سنۃ من ملک کسریٰ ابرویز الی سنۃ ۲۸ من ملکہ کما یعلم من کلام الطبری ج ۲ ص ۱۳۰ وقیل اقل من ذلک وغیر من ذلک من اقوال متعددۃ ۔

وفی ھذہ الحرب نزل قول اللہ تعالی الم غُلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٣	ثم كسرى[٢٣] ابرويز بن هرمز بن انوشروان كان اشدّ ملوكهم بطشًا وابعدهم غورًا وبلغ من جمع البأس والنجدة والنصر والظفر وجمع الاموال ومساعدة القدر مبلغًا كبيرًا ولذلك سمى ابرويز ومعناه بالعربية المظفّر وفى زمنه بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو صاحب الحرب مع قيصر التى نزلت فيها الم غُلبت الروم الخ ثم قتله ابنه شيرويه بن ابرويز۔	٣٨

وَعْدَ اللهِ لا يخلف الله وعدهٗ ولكن اكثر الناس لا يعلمون ۔ الروم۔ رُوِى انّ ادنى الارض يوم اذرعات بها التقوا فهزمت فارسُ الرومَ فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه وهم بمكّة فشقّ ذلك عليهم وكان النبى صلى الله عليه وسلم يكره ان يظهر الامّيون المشركون من المجوس على اهل الكتب من الروم وفرح الكفار من اهل مكة وشمتوا فقالوا للمسلمين انكم اهل كتاب مثل النصارى ونحن امّيون مثل المجوس وقد غلب اخواننا على اخوانكم وانكم ان قاتلتمونا لنظهرن عليكم فانزل الله الم غلبت الروم الخ ففرح المسلمون بهذه الآية ۔

فلقى ابوبكر الصديق رضى الله عنه ابى بن خلف الجمحى فقال والله ليغلبن الروم على فارس اخبرنا بذلك نبيّنا فقال ابى بن خلف كذبت فقال ابوبكر انت اكذب وخاطره عشر قلائص الى ثلاث سنين فان غلبت الروم على فارس غرمت وان غلبت فارس على الروم غرمت انا فاخبر ابوبكر النبى عليه السلام فقال ما هكذا ذكرتُ لك انما البضع ما بين الثلاث الى التسع فزايده فى القلائص ومادّه فى الاجل فلقى ابوبكر اُبيًا فجعلاها مائة قلوص اى ناقة الى تسع سنين فغلبت الروم على فارس قبل تمام المدة فاخذ ابوبكر القلائص من ورثة ابىّ بن خلف ۔

[٢٤] قال هشام بن محمد فى سنة عشرين من ملك ابرويز بعث الله محمدًا صلى الله عليه وسلم وهاجر فى سنة ٣٣ من ملكه الى المدينة وقال الطبرى ولمضى ٣٢ سنة وخمسة اشهر وخمسة عشر يومًا من ملكه هاجر النبى صلى الله عليه وسلم اهلكه ابنه شيرويه واسم شيرويه قُباذ وجاء خبر قتله الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية ففرح ۔

ثم ان ابرويز قد بنى على دجلة طاق مجلسه ولم ير له مثل وكان يعلق تاجه فيجلس فيه ثم اصبح ذات غداة وقد انقصمت طاق مجلسه من وسطها من غير ثقل وانخرقت عليه دجلة فاحزنه فسأل الكهنة والمنجّمين فاخبروه ان هذا الامر حدث من السماء وانه قد بعث نبىٌّ او هو مبعوث فلذلك حيل بيننا وبين علمنا ۔

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٤٤	ثم شيرويه[٢٥] بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان وكان اسم شيرويه قباذ ملك بعد قتل ابيه والفرس تسميه المشئوم وفي ايامه كان الطاعون بالعراق واقاليم فارس كان ملكه سنة وستة اشهر قاله المسعودي وقال الطبري كان ملكه ثمانية اشهر۔	٨-اشهر

وعن الحسن البصريؒ ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا يارسول الله ما حجة الله على كسرٰی فيك قال بعث الله اليه ملكاً فاخرج يده من سور جدار بيته الذي هو فيه تلألأ نوراً فلما راها فزع فقال لم ترع ياكسرٰی ان الله بعث رسولاً وانزل عليه كتاباً فاتبعه تسلم دنياك واٰخرتك قال سانظر قال المسعودی في المروج ج ۱ ص۲۵۔ ان ابرويز هو الذي قتل الوزير الحكيم المشهور بزرجمهر بن البختكان حيث اتهمه بالميل الى الزنادقة من الثنوية ومال بعد ذلك ابرويز الى الظلم وتجبر والناس منه في بلاء عظيم وكانت عنده اثنتا عشرة الف امرأة وجارية ونحو الف فيل فملكوا شيرويه وحبسوا ابرويز ثم امر بقتل ابرويز۔ ثم ابرويز هذا هو الذي ارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب يدعوه الى الاسلام بيد شجاع بن وهب وفي رواية بيد عبد الله بن حذافة فمزقه فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يمزقوا كل ممزق وفي كتب الحديث ان ارسال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتب الى الملوك كان بعد الحديبية ونظراً الى هذا الاصح ان قتل شيرويه لابرويز كان بعد الحديبية وما ذكر الطبري ان خبر قتله وصل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الحديبية كما قدمنا فمشكل الا ان يقال ان المراد من يوم الحديبية في كلام الطبري زمن قضاء عمرة الحديبية بعد عام صلح الحديبية۔

٢٥ كانت الفرس تسميه المشئوم لسوء سيرته وقبح افعاله وكان في زمانه الطاعون في فارس فهلك فيه مائتا الف من الناس فالمكثر يقول هلك نصف الناس والمقل يقول الثلث وبعد قتل الوالد ابرويز خرق جيبه وبكى بكاءً كثيراً ثم قتل اخوته وهم سبعة عشر اخاً له وذلك بمشورة وزيره فيروز فابتلي بالاسقام ولم يلتذ بشئ من لذات الدنيا وجزع لقتل اخوته جزعاً شديداً وفي اليوم الثاني من قتل اخوته دخلت عليه اختاه بوران وآزرميدخت فاغلظتا له وقالتا حملك الحرص على ملك لايتم على قتل ابيك و جميع اخوتك فبكى بكاءً شديداً ورمى بالتاج عن رأسه ولم يزل ايامه كلها مغموماً مدنفاً ويقال انه اهلك من قدر عليه من اهل بيته قاله الطبري وقال ابن قتيبة في كتاب المعارف ص٢٩٣ ان شيرويه امر بابيه فسملت عيناه وقتل من اخوته ثمانية عشر رجلاً وخفف المؤنة على الناس ورفع الخراج وظهر الطاعون

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
۴۵	ثم اردشیر بن شیرویه بن ابرویز بن هرمز بن انوشروان وکان اردشیر صغیرًا ابن سبع سنین فقتله شهریار و سماه الطبری شهربراز وسماه ابن قتیبة خرهان وکان ملك اردشیر سنة وستة اشهر قاله الطبری وقال المسعودی وابن قتیبة کان ملکه خمسة اشهر۔	۱½ سنة
۴۶	ثم شهربراز (شهریار)[۲۶] وهو فرخان ماه اسفندار القاتل لاردشیر ولم یکن من بیت المملکة۔	۴۰ یومًا
۴۷	ثم بوران بنت ابرویز بن هرمز بن انوشروان فقالت یوم ملکت البر انوی بالعدل امر واحسنت السیرة فی الرعیة ووضعت بقایا الخراج عن الناس وامرتهم بالطاعة والمناصحة۔	۱½ سنة
۴۸	ثم جشنشده وقال المسعودی اسمه فیروز خشنشده من بنی عم ابرویز وکان ملکه اقل من شهر وقال المسعودی کان ملکه شهرین۔	شهران
۴۹	ثم ابنة[۲۷] لکسری ابرویز یقال لها آرزمی دخت۔	۶ اشهر

فهلك فیمن هلك فیه وکان ملکه خمس سنین واشهر مضت من مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة وکان ملکه سبعة اشهر ۱۲

۲۶ ولما جلس علی سریر الملك ضرب بطنه علیه وبلغ من شدة ذلك علیه انه لم یقدر علی اتیان الخلاء فدعا بطست فوضع امام السریر فتبرز فیه فقتل بعد اربعین یومًا من ملکه وقیل بعد ۲۲ یومًا منه قیل احتالت له امرأة من اهل بیت الملك یقال لها بوران فقتلته وقیل اسمها آرزمیدخت فملکوا علیهم بوران بنت کسری ابرویز ۱۲

۲۷ وقال الطبری اسمها آزرمیدخت یقال ارسل الیها عظیم فارس فرخ هرمز یسألها ان تزوجه نفسها فارسلت الیه ان التزویج للملکة غیر جائز وقالت انك ترید قضاء الشهوة منی فصر الی لیلة کذا وکذا فرکب الیها فی تلك اللیلة وامرت آزرمیدخت الی صاحب حرسها ان یقتله لیلة التواعد فقتله فبلغ الخبر رستم بن فرخهرمز خلیفة ابیه بخراسان فاقبل فی جند عظیم الی المدائن دار المملکة وسمل عینی آزرمیدخت وقتلها وقیل بل سممت وکان ملکها ستة اشهر وقیل اربعة اشهر وقال المسعودی سنة واربعة اشهر وقیل غیر ذلك ۱۲

	اسماء الملوك وبعض احوالهم	مدة الملك بالسنين
٥٠	ثم كسرى بن مهر جشنش وكان من عقب اردشير بن بابك وقتل بعد ان ملك بايام -	عدة ايام
٥١	ثم قيل ان الذى ملك بعد آزرميدخت اسمه خرزادخسرو وقال المسعودى اسمه فرخان خسرو بن كسرى ابرويز وهو طفل فكانت مدة ملكه شهرًا وقيل عدة اشهر ثم خالفوه - [٢٨]	عدة اشهر
٥٢	ثم فيروز بن مهرانجشنس وكان من نسل بعض بنات انوشروان جاؤا به فملكوه كرهًا وكان رجلًا ضخم الرأس فلما توج قال ما اضيق هذا التاج فتطير العظماء من افتتاح كلامه بالضيق وقتلوه ساعة تكلم بما تكلم به وقيل قتلوه بعد ايام -	عدة ايام
٥٣	ثم فرخ زادخسرو ابن كسرى ابرويز - [٢٩]	٦ شهور
٥٤	ثم يزدجرد [٣٠] بن شهريار بن ابرويز بن هرمز بن انوشروان	٢٠ سنة

٢٨ وقال الذين قالوا ملك بعد آزرميدخت كسرى بن مهرجشنش لما قتل كسرى هذا طلب عظماء فارس من له عنصر من اهل ذلك البيت ولو من قبل النساء فاتوا برجل يقال له فيروز بن مهرانجشنس ويسمى ايضًا جشنسده ١٢

٢٩ وكان قد فر الى حصن الحجارة قريب من نصيبين فذهب اليه بعض العظماء فجاؤا به اذ لم يجدوا احدًا من ابناء الملوك فملكوه ثم قتلوه بعد ستة اشهر - وقيل ملك بعد فرخادخسرو رجل اسمه يزدجرد بن شهريار بن ابرويز وهو آخر الملوك ١٢

٣٠ ظفر به اهل اصطخر وقد هرب اليها كما ذكر الطبرى حين قتل شيرويه اخوته فملكوه وكان حدثا واقبلوا به الى المدائن وقتلوا فرخزادخسرو وكان ملكه فى مقابلة ملك آبائه كالخيال والحلم وكانت الوزراء يدبرون امر المملكة لحداثة سنه وضعف امر المملكة الفارسية واجترأ على فارس اعداؤهم من كل وجه وغزت العرب المسلمون بلاده بعد ان مضت سنتان من ملكه وقيل اربع سنين وهو آخر ملوك الساسانية قتل فى خلافة عثمان رضى الله عنه بمرو من خراسان وكان عمره كله الى ان قتل ٢٨ سنة قال المسعودى وذلك لسبع سنين ونصف خلت من خلافة عثمان رضى الله عنه وهى ٣١ھ وقيل غير ذلك وكان ملكه عشرين سنة وقيل غير ذلك اه ويزدجرد هو الذى قاتل المسلمون افواجه فى خلافة عمر رضى الله عنه وبعده -

فائدۃ قد آن لنا ان نذکرھنا تفصیل ماکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری عظیم فارس وغیرہ من الملوک فنقول وباللہ التوفیق ان الذی کتب الیہ النبی علیہ السلام من ملوک فارس اسمہ ابرویز ابن ھرمز بن انوشیروان وابرویز ھذا ھو جدّ یزدجرد۔ واختلفوا فی زمن کتب النبی علیہ السلام الی الملوک فذکرالواقدی انّ ذلک کان فی آخر سنۃ ستّ فی ذی الحجۃ بعد الحدیبیۃ وذکرالبیھقی ھذہ الکتب بعد غزوۃ مؤتۃ التی کانت فی جمادی الاولی سنہ ۸ ولاخلاف بینھم ان بدءھذہ الکتب کان قبل فتح مکۃ و بعد الحدیبیۃ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۲۔

قال الواقدی وفی سنۃ ستّ من الھجرۃ فی ذی الحجۃ منھا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ نفر مصطحبین حاطب بن ابی بلتعۃؓ الی المقوقس صاحب الاسکندریۃ وشجاع بن وھبؓ الی الحارث ابن ابی شمر الغسانی یعنی ملک العرب النصاری ودحیۃ بن خلیفۃ الکلبیؓ الی قیصر وعبداللہ بن حذافۃ السھمیؓ الی کسری وسلیط بن عمروؓ الی ھوذۃ بن علی الحنفی وعمرو بن امیۃؓ الی النجاشی اھ۔ وقد روی مسلم فی صحیحہ عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب قبل موتہ الی کسری وقیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی اللہ عزوجل ولیس بالنجاشی الذی صلّی علیہ۔

امّاکتابہ الی ھرقل فکتب فیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی امّابعد فاسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان ابیت فان اثم الاکاریین علیک۔ وفی روایۃ امابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فانما علیک اثم الاریسیّین ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولانشرک بہ شیئا ولایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون قولہ بدعایۃ الاسلام ای بالکلمۃ الداعیۃ للاسلام وھی کلمۃ التوحید والاریسیون والاکارون ھم الفلاحون فی القری۔

وامّاکتابہ الی النجاشی ففیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملک الحبشۃ سلم انت (ای انت سالم لان السلم یأتی بمعنی السلامۃ) فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول (ای المنقطعۃ عن الرجال اوعن الدنیا والعفیفۃ) وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لاشریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وانی ادعوک وجنودک الی اللہ وقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الھدی۔

وامّاکتابہ للمقوقس ملک القبط وھم اھل مصر والاسکندریۃ ففیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد بن عبد الله ورسوله الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الهدیٰ امّابعد فانی ادعوك بدعایة الاسلام اَسلم تسلم یؤتك الله اَجرك مرتین فان تولیت فانما علیك اثم القبط ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

واماکتابہ الی المنذر بن ساوی التمیمی وکان بالبحرین ففیہ بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی المنذر بن ساویٰ نفیہ سلام علیك فانی احمد الیك الله الذی لا الٰه الا ھو واشھد ان لا الٰه الا الله وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ امابعد فانی اذکرك الله عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح لنفسه وانه من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لھم فقد نصح لی وان رسلی قد اثنوا علیك خیرًا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیہ (ای من مال وزوجات) وعفوت من اھل الذنوب فاقبل منھم وانك مھما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقام علی یھودیته او مجوسیّته فعلیه الجزیة ۔

قال اھل التاریخ کتاب رسول الله صلی الله علیہ وسلم ھذا فی جواب کتاب ارسله المنذر جوابًا لکتاب اٰخر ارسله له صلی الله علیہ وسلم قبل ذلك یدعوہ الی الاسلام فاسلم المنذر وحسن اسلامہٗ ۔ وامّا الکتاب الاوّل لرسول الله صلی الله علیہ وسلم للمنذر ففی شرح المواھب قال ولم نر احدًا ذکر لفظ ذلك الکتاب ۔

واماکتابہ صلی الله علیہ وسلم الی الحرث بن ابی شمر الغسانی وکان بدمشق نائبًا من قیصر ففیہ بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی الحرث بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن وصدّق فانی ادعوك الی اَنْ تؤمن بالله وحدہٗ لاشریك له یبقی لك ملکك ۔

واماکتابہ الی کسریٰ ملك فارس وھو ابرویز بن ھرمز بن انوشروان ففیہ بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ واٰمن بالله ورسوله وشھد ان لا الٰه الا الله وحدہٗ لاشریك له وان محمدًا عبدہٗ ورسوله ادعوك بدعایة الله فانی انا رسول الله الی الناس کافةً لِاُنذِرَ من کان حیًا ویحق القول علی الکافرین اَسلِم تَسلِم فان ابیت فعلیك اِثم المجوس ۔

ارسل رسول الله صلی الله علیہ وسلم کتاب کسریٰ علی ید عبد الله بن حذافة لانّہ کان یتردّد علیه کثیرًا وقیل بید اخیه خنیس وقیل اخیه خارجة وقیل شجاع بن وھب وقیل عمر بن الخطاب رضی الله عنھم ۔ وفی انسان العیون للحلبی ج ۳ ص۲۴۷ ۔ قال عبد الله بن حذافة رضی الله عنه فاتیت الی بابه

وطلبت الاذن علیہ حتی وصلت الیہ فدفعت الیہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرئ علیہ فأخذہ ومزقہ ای وفی روایۃ ان کسری لما اُعلم بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأذن بحامل الکتاب ان یدخل علیہ فلما وصل امر کسری ان یقبض منہ الکتاب فقال لاحتی ادفعہ الیک کما امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کسری ادنہ فدنا فناولہ الکتاب ۔

فدعا من یقرؤہ فقرأہ فاذا فیہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری عظیم فارس فاغضبہ حین بدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسہ وصاح ومزق الکتاب قبل ان یعلم ما فیہ وامر باخراج حامل ذلک الکتاب فأخرج فلما رأی ذلک قعد علی راحلتہ وسار فلما ذھب عن کسری سورۃ غضبہ بعث فطلب حامل الکتاب فلم یجدہ فلما وصل الیہ صلی اللہ علیہ وسلم واخبرہ الخبر قال صلی اللہ علیہ وسلم مزق کسری ملکہ ۔

وکتب کسری الی بعض امرائہ بالیمن یقال لہ باذان انہ بلغنی ان رجلا من قریش خرج بمکۃ یزعم انہ نبی فسر الیہ فاستتبہ فان تاب والا فابعث الیّ برأسہ یکتب الیّ ھذا الکتاب ای الذی بدأ فیہ بنفسہ وھو عبدی ای وفی روایۃ أن تکفینی رجلا خرج بارضک یدعونی الی دینہ والا فعلت فیک کذا یتوعدہ فابعث الیہ رجلین جلدین فیأتیانی بہ فبعث باذان بکتاب کسری الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع قہرمانہ وبعث معہ رجلا اخر من الفرس وبعث معھما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرہ ان ینصرف معھما الی کسری فخرجا وقدما الطائف فوجدا رجلا من قریش فی ارض الطائف فسألاہ عنہ فقال ھو بالمدینۃ فلما قدما علیہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قالا لہ شاھنشاہ ملک الملوک کسری بعث الی الملک باذان یأمرہ ان یبعث الیک من یأتی بک وقد بعثنا الیک فان ابیت ھلکت واھلکت قومک وخربت بلادک ۔

وکانا علی زی الفرس من حلق لحاھم واعفاء شوارب ھم فکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم النظر الیھما ثم قال لھما ویلکما من امرکما بھذا قالا امرنا ربنا یعنیان کسری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن امرنی ربی باعفاء لحیتی وقص شاربی ثم قال لھما ارجعا حتی تأتیانی غدا واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخبر من السماء بان اللہ قد سلط علی کسری ابنہ یقتلہ فی شھر کذا فی لیلۃ کذا فلما کان الغد دعاھما واخبرھما الخبر وکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی باذان ان اللہ قد وعدنی ان یقتل کسری یوم کذا من شھر کذا فلما اتی الکتاب باذان توقف وقال ان کان نبیا فسیکون ما قال فقتل اللہ کسری فی الیوم الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ید ولدہ شیرویہ قیل قتلہ لیلا بعد ما مضی من اللیل سبع ساعات فیکون المراد بالیوم فی تلک الروایۃ مجرد الوقت ای وفی روایۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم لرسول باذان اذھب الی صاحبک وقل لہ ان ربی قد قتل ربک

اللیلة ثم جاء الخبر بان کسری قتل تلک اللیلة فکان کما اخبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

فلما جاءہ صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک کسری قال لعن اللہ کسری اول الناس ھلاکا فارس ثم العرب وعن جابر بن سمرة رضی اللہ عنھما انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لتفتحن عصابة من المسلمین او رھط من امتی کنوز کسری التی فی القصر الابیض فکنت انا وابی فیھم واصبنا من ذلک الف درھم وقدم علی باذان کتاب ولد کسری شیرویہ فیہ اما بعد فقد قتلت کسری ولم اقتلہ الا غضبا لفارس فانہ قتل اشرافھم نتفرق الناس فاذا جاءک کتابی ھذا فخذ لی الطاعة ممن قبلک وانظر الرجل الذی کان کسری یکتب الیک فیہ فلا تزعجہ حتی یاتیک امری فیہ فبعث باذان باسلامہ واسلام من معہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وفی تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۷ لما اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کسری مزق کتابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزق اللہ ملکہ وفیہ ان باذان بعث قھرمانہ بانویہ مع خرخرة من الفرس قال لقھرمانہ اختبر الرجل وعرفنی بامرہ وفیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لھما ان اللہ سلط علی کسری ابنہ شیرویہ لیلة کذا من شھر کذا وذلک لعشر مضین من جمادی الاولی سنة سبع وقال اذھبا واخبراہ بذلک عنی وقولا لہ ان دینی وسلطانی یبلغ ما بلغ ملک کسری وان اسلمت اعطیتک ما تحت یدک وملکتک علی قومک۔

واعطی خرخرة منطقة فیھا ذھب وفضة وکان بعض الملوک اھداھا لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدما علی باذان واخبراہ فقال ما ھذا کلام ملک ما اری الرجل الا نبیا کما یقول ونحن ننتظر مقالتہ وکانت حمیر تسمی خرخرة ذا المفخرة للمنطقة التی اعطاہ ایاھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنطقة بلسانھم المفخرة وقد کان بانویہ قال لباذان ما کلمت رجلا قط اھیب عندی منہ فقال ھل معہ شرط قال لا انتھی وکذا فی البدایة ج ۴ ص ۲۷

وفی الحدیث مرفوعا عن ابی ھریرة اذا ھلک کسری فلا کسری بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ فوالذی نفسی بیدہ لتنفقن کنوزھما فی سبیل اللہ اخرجہ مسلم۔ وقال الشافعی لما اتی کسری بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزقہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمزق ملکہ وحفظنا ان قیصر اکرم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووضعہ فی المسک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثبت ملکہ فباد ملک الاکاسرة بالکلیة وزال ملک قیصر عن الشام بالکلیة وان ثبت لھم ملک فی الجملة ببرکة دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھم حین عظموا کتابہ۔ قال ابن کثیر وفی ھذا بشارة عظیمة بان ملک الروم لا یعود ابدا الی ارض الشام وکانت العرب تسمی قیصر لمن ملک الشام مع الجزیرة من الروم اھ۔

فائدہ۔ قال المسعودی فی المروج ج ۱ ص ۲۸۱ ذھب الاکثر من الناس ان جمیع من ملک من آل ساسان

من اردشیر بن بابك الی یزدجرد بن شهریار من الرجال والنساء ثلاثون ملکاً امرأتان وثمانیة وعشرون رجلاً وقیل اثنان وثلاثون ملکاً وعدد الملوك الاول وهم الفرس الاول من کیومرث الی دارا بن دارا تسعة عشر ملکاً منهم امرأة وهی حمایة بنت بهمن وفراسیاب الترکی وسبعة عشر رجلاً وعدد ملوك الطوائف احد عشر ملکاً فجمیع الملوك من کیومرث الی یزدجرد ستون ملکاً منهم ثلاث نسوة ومدة ماملکوا اربعة آلاف سنة واربعمائة وخمسون وقیل ان عدة الملوك من کیومرث الی یزدجرد ثمانون ملکاً۔

وذهب بعض اهل السیر الی ان سنی الفرس الی الهجرة ۴۰۹۶ سنة منها من کیومرث الی منوشهر ۱۹۲۲ سنة ومن منوشهر الی زرادشت ۵۸۳ سنة ومن زرادشت الی الاسکندر ۲۵۸ سنة وملك الاسکندر خمس سنین ومن الاسکندر الی اردشیر ۵۱۷ سنة ومن اردشیر الی الهجرة ۴۰۴ سنة انتهی باختصار ولاصحاب التاریخ فی ذلك اختلاف کثیر۔

قال الطبری فی تاریخه ج ۲ ص ۱۶۹ فجمیع ما مضی من السنین من هبوط آدم علیه السلام الی وقت الهجرة علی زعم الیهود ۴۶۴۲ سنة واشهر وعلی زعم النصاری ۵۹۹۲ سنة واشهر وعلی قول المجوس من الفرس ۴۱۸۲ سنة وعشرة اشهر وتسعة عشر یوماً علی انه داخل فی ذلك مدة ما بین وقت الهجرة ومقتل یزدجرد وذلك ثلاثون سنة وشهران وخمسة عشر یوماً۔

واما علماء الاسلام فقال بعضهم کان بین آدم ونوح علیهما السلام عشرة قرون والقرن مائة سنة وبین نوح وابراهیم علیهما السلام عشرة قرون وبین ابراهیم وموسی علیهما السلام عشرة قرون وبین موسی وسلیمان علیهما السلام ۶۳۶ سنة وقیل غیر ذلك ومن بناء سلیمان لبیت المقدس الی الاسکندر ۷۱۷ سنة ومن الاسکندر الی مولد عیسی علیه السلام ۳۶۹ سنة ومن مولد عیسی السلام الی مبعث محمد صلی الله علیه وسلم ۵۵۱ سنة وقیل من عیسیٰ الی محمد علیهما السلام ۶۰۰ سنة۔

وعن بعض اهل الکتاب قال من آدم الی الطوفان ۲۲۵۶ سنة ومن الطوفان الی وفاة ابراهیم علیه السلام ۱۰۲۰ سنة ومن وفاة ابراهیم علیه السلام الی دخول بنی اسرائیل مصر ۷۵ سنة ومن دخول یعقوب علیه السلام مصر الی خروج موسیٰ علیه السلام منها ۴۳۰ سنة ومن خروج موسی من مصر الی بناء سلیمان علیهما السلام لبیت المقدس ۵۵۰ سنة ومن بناء بیت المقدس الی ملك بخت نصر وخراب بیت المقدس ۴۴۶ سنة ومن ملك بخت نصر الی ملك الاسکندر ۴۳۶ سنة ومن ملك الاسکندر الی سنة ست ومائتین من الهجرة ۱۲۴۵ سنة هذا خلاصة ما ذکره الطبری۔ هذا آخر رسالتنا التاریخیة المسماة بعبرة السائس باحوال ملوك فارس۔

ولله الحمد والمنة ؛

الفترۃ - آیت کان الناس امۃ واحدۃ اور آیت فلولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ کی شرح میں مذکور ہے۔ احوال زمانۂ فترت میں میرا مختصر مستقل رسالہ ہے مسمیٰ بہ **النظرۃ الی الفترۃ** یہاں پر اس کا اندراج (معمولی تصرف کے بعد) بہت مفید ہوگا ان شاء اللہ۔ وہ رسالہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم زمانۂ فترت کے مصداق تین ہیں یعنی اس کی تین قسمیں ہیں۔ قرینہ کے ذریعہ ان تین میں سے ایک قسم کی تعیین کی جاتی ہے۔ کتابوں میں تینوں اقسام مستعمل ہیں۔

قسم اول فترۃ وحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ غار حراء میں ہمارے نبی علیہ السلام کو نبوت مل جانے اور اقرأ باسم ربک الآیۃ نازل ہوجانے کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا تسلسل جاری نہ رہا۔ یہ زمانۂ انقطاع زمانۂ فترۃ الوحی کہلاتا ہے۔ فترتِ وحی کی مدت بقول ابن اسحاق وغیرہ تین سال تھی اور بقول سہیلیؒ ڈھائی سال اور بقول حافظ سیوطیؒ دو سال تھی۔ فترت کے بعد پہلی وحی یہ نازل ہوئی یا ایھا المدثر قم فانذر الآیات۔

کتب حدیث وتاریخ میں درج ہے انہ علیہ السلام حزن لفترۃ الوحی بعد نزول اقرأ باسم ربک حزناً شدیداً ومکث مدۃ لایری جبریل حتی غدا مراراً کی یتردی من رؤوس شواھق الجبال فکلما وافی بذروۃ جبل کی یلقی نفسہ منھا تبدّی لہ جبریل علیہ السلام فقال یا محمد انک رسول اللہ حقا فیسکن لذلک جأشہ ای قلبہ وتقرّ نفسہ ویرجع فاذا طالت علیہ فترۃ الوحی غدا لمثل ذلک فاذا وافی ذروۃ جبل تبدّی لہ مثل ذلک وفی روایۃ انہ لما فتر الوحی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم حزن حزناً شدیداً حتی کان یغدو الی ثبیر مرۃ والی حراء مرۃ اخری یرید ان یلقی نفسہ منھا فکلما وافی ذروۃ جبل منھما کی یلقی نفسہ تبدّی لہ جبریل فقال یا محمد انت رسول اللہ حقاً فیسکن لذلک جأشہ وکانت تلک المدۃ اربعین یوماً وقیل خمسۃ عشر وقیل اثنی عشر یوماً وقیل ثلاثۃ ایام کذا ذکر بعض المفسرین واھل التاریخ وفی فتح الباری وغیرہ من شروح الحدیث انھا ثلاث سنین کذا فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۱۔

ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں لیس المراد بفترۃ الوحی المقدرۃ بثلاث سنین عدم مجیٔ جبریل الیہ بل تأخر نزول القرآن علیہ فقط انتھی۔

سوال فترت الوحی کی مدت میں اختلاف ہے کما علم من العبارات السابقۃ چنانچہ بعض تین سال بعض ڈھائی سال بعض دو سال اور بعض چالیس دن اور بعض پندرہ دن اور بعض بارہ دن اور بعض تین دن ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف کی توجیہ کیا ہوگی؟

جواب صحیح روایات کے پیش نظر فترتِ وحی کی کل مدت تین سال تھی نہ ڈھائی سال اور نہ دو سال۔ باقی زمانۂ فترت کے اندر جبریل علیہ السلام سے ملاقات کا وقفہ کبھی چالیس دن ہوتا تھا اور کبھی پندرہ دن،

اور کبھی بارہ دن اور کبھی تین دن ہوتا تھا۔ امام سہیلی رحمہ اللہ روض الانف ج ا ص۱۶۱ پر لکھتے ہیں وقد جاء فی بعض الاحادیث المسندۃ انھا کانت سنتین و نصف سنۃ فمن ھنا یتفق ما قالہ انس رضی اللہ عنہ ان مکثہ بمکۃ کان عشر سنین وقول ابن عباس ثلاث عشرۃ سنۃ وکان قد ابتدئ بالرؤیا الصادقۃ ستۃ اشھر فمن عدّ مدۃ الفترۃ واضاف الیھا الاشھر الستۃ کانت کما قال ابن عباس ؓ ومن عدّھا من حین حمی الوحی وتتابع کما فی حدیث جابر کانت عشر سنین ووجہ اُخری فی الجمع بین القولین ایضًا وھو ان الشعبیؒ قال وُکّل اسرافیل بنبوۃ محمد ثلاث سنین ثم جاءہ بالقرآن جبریل واذا صح فھو ایضًا وجہ من الجمع بین الحدیثین انتھی۔

بیان سابق سے معلوم ہوا کہ فترتِ وحی کے زمانے میں بھی وقتاً فوقتاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جبریل علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لاتے تھے اور آپؐ کے ساتھ تسلّی آمیز کلام فرماتے تھے بایں الفاظ انت رسول اللہ حقًا۔ البتہ صرف نزولِ قرآن تین سال تک موخر رہا۔

قسم دوم۔ عہد قدیم میں دو پیغمبروں کے مابین زمانۂ جاہلیت پر فترت کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثل فترۃ ادریس علیہ السلام ای الزمان الذی ھو بعد رفعہ الی السماء الی ان بُعث نوح علیہ السلام ومثل فترۃ نوح علیہ السلام ای بعد موتہ الی ان بُعث ھود علیہ السلام ومثل الفترۃ بین اٰدم وادریس علیھما الصلاۃ والسلام۔

قسم سوم۔ عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین طویل زمانۂ جاہلیت زمانۂ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانۂ فترت کی مقدار میں اختلاف ہے قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص۲۲۔ والفترۃ التی کانت بینھما اربعمائۃ سنۃ وقیل ستمائۃ سنۃ وقیل بزیادۃ عشرین سنۃ اھ۔

فائدہ زمانۂ فترت کے بعض اہم واقعات وامور کا ہم یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ان امور کا ذکر ان شاء اللہ فوائد سے خالی نہ ہوگا اور بہت سے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

امرِ اوّل۔ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے فعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اولاد علات لیس بینی وبینہ نبیّ اخرجہ البخاری۔ وعن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی علیہ السلام والانبیاء اخوۃ اولاد علات ولیس بینی وبین عیسی علیہ السلام نبیّ اخرجہ احمد فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ واخرج احمد ایضًا عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبیاء اخوۃ لعلات ودینھم واحدٌ امھاتھم شتی وانا اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ نازل الحدیث۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زمانۂ فترت میں چند انبیاء مبعوث ہوئے تھے البتہ وہ صرف نبی تھے رسول اور صاحبِ کتابِ مستقل نہ تھے بلکہ عیسی علیہ السلام کی شریعت کے مبلّغ و مقرّر تھے۔
چنانچہ ان میں سے ایک خالد بن سنان عبسی ہیں۔ یہ زمانۂ فترت میں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ نبی تھے۔ بعض احادیثِ ضعیفہ میں ان کی نبوت کی تصریح ہے۔ روی الطبرانی باسناده عن ابن عباسؓ قال جاءت بنت خالد بن سنان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبسط لها ثوبه وقال بنت نبیّ ضیّعه قومه وروی الحافظ ابوبکر البزار باسناده عن سعید عن ابن عباس قال ذکر خالد بن سنان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذالك نبیّ ضَیَّعه قومُه ثم قال ولا نعرفه مرفوعًا الا من هذا الوجه وکان قیس بن الربیع الراوی للحدیث ثقة فی نفسه الا انه کان ردی الحفظ وکان له ابنٌ یدخل فی احادیثه ما لیس منها۔ خالد بن سنان عربی تھے اور بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی عرب مستعربہ میں سے تھے۔ قبیلۂ بنو عبس میں سے تھے۔ اور احادیث و آثارِ قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی صاحبِ شریعت نہیں آئے۔
بعض علماء تاریخ و تفسیر کے نزدیک حنظلہ بن صفوان علیہ السلام بھی زمانۂ فترت کے نبی ہیں۔ حنظلہ علیہ السلام اصحاب الرس کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ رسّ کا معنی ہے کنواں۔ حضرت حنظلہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایک بڑے پرندے کی آفت و تباہی سے نجات دی تھی۔ وہ پرندہ عنقاء مغرب تھا جو ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو کھا جاتا تھا۔ عنقاء کا بیان اس کتاب کی فصل حیوانات میں ملاحظہ کیا جائے۔ علامہ بیضاویؒ نے تبعًا لصاحب الکشاف فترت میں چار انبیاء کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یعنی خالد بن سنان عربی تھے اور بقیہ تین بنی اسرائیل میں سے تھے۔
اخرج ابو یعلی الموصلی باسناده ان رجلًا من عبس یقال له خالد بن سنان قال لقومه انی اُطفئ عنکم نار الحرّتین فقال له رجل من قومه (هو عمارة بن زیاد کما صُرّح به فی المستدرك) واللہ یا خالد ما قلت لنا قط الا حقًّا فما شانك وشأن نار الحرّتین تزعم انك تطفئها فخرج خالد ومعه اناس من قومه فیهم عمارة بن زیاد فاتوها فاذا هی تخرج من شقّ جبل فخط لهم خالد خطّةً فاجلسهم فیها فقال ان ابطأتُ علیکم فلا تدعونی باسمی فخرجت کأنها خیل شقر یتبع بعضها بعضًا فاستقبلها خالد فجعل یضربها بعصاه وهو یقول بدا بدا بدا کل هدی زعم ابن راعیة المعزی انی لا اخرج منها وثیابی بیدی حتی دخل (خالد) معها (ای مع النار) الشقّ فابطأ علیهم فقال لهم عمارة بن زیاد واللہ ان صاحبکم لو کان حیًّا لقد خرج الیکم بعد قالوا فادعوه باسمه قال فقالوا انه نهانا ان ندعوه باسمه فدعوه باسمه۔
فخرج وهو آخذ برأسه فقال الم انهکم ان تدعونی باسمی؟ فقد واللہ قتلتمونی فادفنونی فاذا مرّت

بکم الحمر فیها حمار ابتر فانبشونی فانکم تجدونی حیًّا فدفنوہ فمرّت بہم الحمر فیہا حمار ابتر فقلنا انبشوہ فانہ امرنا ان ننبشہ فقال لہم عمارۃ لا تنبشوہ لا واللہ لا تحدّث مضرانا ننبش موتانا وقد کان قال لہم خالد انّ فی عکن امرأتہ لوحین فان اشکل علیکم امر فانظروا فیہا فانکم ستجدون ما تسألون عنہ قال ولا یمسّہا حائض فلما رجعوا الی امرأتہ سألوھا عنہما فاخرجتہما الیہم وھی حائض فذھب ما کان فیہما من علم۔

علّامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۱ پر لکھتے ہیں لم یبعث بشریعۃ مستقلّۃ من العرب بعد اسمٰعیل الّا محمد صلی اللہ علیہ وسلم واما خالد بن سنان وان کان من ولد اسماعیل علی ما قیل فقال بعضہم لم یکن فی بنی اسمٰعیل نبی غیرہ قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم الا انہ لم یبعث بشریعۃ مستقلّۃ بل بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام　　　　اَی وکان بینہ وبین عیسی ثلثمائۃ سنۃ وخالد ھذا ھو الذی اطفأ النار التی خرجت بالبادیۃ بین مکۃ والمدینۃ کادت العرب ان تعبدھا کالمجوس کان یری ضوؤھا من مسافۃ ثمان لیال وربما کان یخرج منہا العنق فیذھب فی الارض فلا یجد شیئاً الا اکلہ فامر اللہ تعالی خالد بن سنان باطفائہا وکانت تخرج من بئر ثم تنتشر فلما خرجت وانتشرت اخذ خالد بن سنان یضربہا ویقول بدا بدا بدا کل ھدی وھی تتأخر حتی نزلت الی البئر فنزل الی البئر خلفہا فوجد کلاباً تحتہا فضربہا وضرب النار حتی اطفأھا وبذکر انہ کان ھو السبب فی خروجہا فانہ لما دعا قومہ کذبوہ وقالوا لہ انما تخوّفنا بالنار فان تسل علینا ھذہ الحرۃ نارا ابتعناک فتوضأ ثم قال اللھم ان قومی کذبونی ولم یؤمنوا بی الا ان تسیل علیہم ھذہ الحرۃ نارا فارسلہا علیہم نارا فخرجت فقالوا یا خالد اردھا فانا مؤمنون بک فردّھا۔

قیل وکان خالد بن سنان اذا استسقی یدخل رأسہ فی جیبہ فیجئ المطر ولا یقلع الا ان یرفع رأسہ قیل وقدمت ابنتہ وھی عجوز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتلقاھا بخیر واکرمہا وبسط لہا رداءہ وقال لہا مرحبًا یا بنۃ اخی مرحبًا بابنۃ نبی ضیّعہ قومہ فأسلمت وھذا الحدیث مرسل رجالہ ثقات وفی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والأخرۃ ولیس بینی وبینہ نبیّ قال بعضہم وبہ یردّ علی من قال کان بینہما خالد بن سنان وقد یقال مرادہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنبیّ الرسول الذی یأتی بشریعۃ مستقلّۃ۔

وحینئذ لا یشکل ھذا لما علمت انہ لم یأت بشریعۃ مستقلّۃ ولا ما جاء فی روایۃ اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول ولا ما فی کلام البیضاوی تبعا للکشاف من ان بین عیسی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعۃ انبیاء ثلاثۃ من بنی اسرائیل وواحد من العرب وھو خالد بن سنان وبعدہ حنظلۃ بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالی لاصحاب الرأس بعد خالد بمائۃ سنۃ لانہ یجوز

ان یکون کل من ھؤلاء الثلاثۃ لم یبعث بشریعۃ مستقلۃ بل کان مقرراً لشریعۃ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ایضاً کخالد بن سنان۔

والرس البئر الغیر المطویۃ ای الغیر المبنیۃ کذا فی الکشاف والذی فی القاموس کالصحاح المطویۃ باسقاط غیر فانھم قتلوا حنظلۃ ودسّوہ فیھا ای وحین دسوہ فیھا غار ماؤھا وعطشوا بعد ریھم ویبست اشجارھم وانقطعت ثمارھم بعد ان کان ماؤھا یروھم ویکفی ارضھم جمیعاً وتبدلوا بعد الانس الوحشۃ وبعد الاجتماع الفرقۃ لانھم کانوا ممن یعبد الاصنام ای وکان ابتلاھم اللہ تعالی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانھم یخطفھم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احداً منھم اغرب بہ ای ذھب بہ الی جھۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جھۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللہ تعالی علیھا صاعقۃ فاھلکتھا ولم تعقب وکان جزاؤہ منھم ان قتلوہ وفعلوا بہ ما تقدم۔

وذکر بعضھم ان حنظلۃ ھذا کان من العرب من ولد اسمٰعیل علیہ السلام ایضاً علیہ الصلوٰۃ السلام ثم رأیت ابن کثیر ذکر ان حنظلۃ ھذا کان قبل موسی علیہ السلام وانہ ذکر ان فی زمن عمر بن الخطاب فتحت تستر المدینۃ المعروفۃ وجدوا تابوتاً وفی لفظ سریراً علیہ انیال علیہ السلام ووجدوا طول انفہ شبراً وقیل ذراعاً ووجدوا عند راسہ مصحفاً فیہ ما یحدث الی یوم القیامۃ وان من وفاتہ الی ذلک الیوم ثلثمائۃ سنۃ ثم قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۴۰ لکن ان کان تاریخ وفاتہ محفوظاً من ثلثمائۃ سنۃ فدانیال لیس بنبیّ بل ھو رجل صالح لان عیسی علیہ السلام لیس بینہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیّ بنص الحدیث الذی فی البخاری۔ قال الحلبی اقول وقد علمت الجواب عن ذلک بان المراد بالنبیّ الرسول وفیہ ان ھذا یبعدہ عطف الرسول علی النبیّ المتقدم فی بعض الروایات الا ان یجعل من عطف التفسیر انتھی۔

مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۶۷ پر خالد بن سنان کی نبوت کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

وممن کان فی الفترۃ خالد بن سنان العبسی وھو خالد بن سنان بن غیث بن عبس وقد ذکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذلک نبیّ اضاعہ قومہ ثم ذکر قصۃ النار وانہ اطفاھا ثم قال فلما حضرت خالد بن سنان الوفاۃ قال لاخوتہ اذا انا دفنت فانہ ستجئ عانۃ من حمیر یقدمھا عیر ابتر فیضرب قبری بحافرہ فاذا رأیتم ذلک فانبشوا عنی فانی ساخرج الیکم فاخبرکم بجمیع ما ھو کائن فلما مات ودفنوہ رأوا ما قال فارادوا ان یخرجوہ فکرہ ذلک بعضھم وقالوا نخاف ان تنسبنا العرب الی نبشنا عن میتٍ لنا واتت ابنتہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقرأ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد فقالت کان ابی یقول ھذا

قول صحیح یہ ہے کہ خالد بن سنان صالح و موحد و صاحب کرامات اولیاء اللہ میں سے تھے وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ عیسیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہما وسلم کے مابین زمانے میں کوئی نبی نہیں آئے۔ صحیح حدیث بخاری میں اس کی تصریح گزر چکی ہے۔ ثانیاً قرآن شریف کی اس آیت لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر من قبلك سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۲ قال ابو یونس قال سماك بن حرب سئل النبی علیہ السلام عن خالد بن سنان فقال ذاك نبی اضاعہ قومہ قال ابو یونس قال سماك بن حرب ان ابن خالد بن سنان اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبا بابن اخی فهذا السیاق موقوف علی ابن عباس ولیس فیہ انہ کان نبیا والمرسلات التی فیها انہ نبی لا یحتج بها ھنا والاشبہ انہ کان رجلا صالحا لہ احوال وکرامات فانہ ان کان فی زمن الفترۃ فقد ثبت فی صحیح البخاری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان اولی الناس بعیسی بن مریم انا لانہ لیس بینی وبینہ نبی۔ وان کان خالد قبل الفترۃ فلا یمکن ان یکون نبیا لان اللہ تعالیٰ قال لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلك۔

وقد قال غیر واحد من العلماء ان اللہ تعالی لم یبعث بعد اسماعیل علیہ السلام نبیا فی العرب الا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء الذی دعا بہ ابراھیم الخلیل وبشرت بہ الانبیاء لقومهم حتی کان اٰخر من بشر بہ عیسی بن مریم علیہ السلام وبهذا المسلك بعینہ یرد ما ذکرہ السهیلی وغیرہ من ارسال نبی من العرب یقال لہ شعیب بن ذی مهذم بن شعیب بن صفوان صاحب مدین وبعث الی العرب حنظلۃ بن صفوان فکذبوھما فسلط اللہ علی العرب بخت نصر فنال منهم من القتل والسبی نحو ما نال من بنی اسرائیل وذلك فی زمن معد بن عدنان والظاھر ان ھؤلاء کانوا قوما صالحین یدعون الی الخیر انتهی۔

امر ۲ ثانی۔ مشہورِ زمانہ سخی حاتم طائی زمانۂ فترت میں تھے۔ یہ قبیلۂ طی سے تھے۔ طی عرب میں مشہور اور بہت بڑا قبیلہ ہے۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حاتم طائی کفر پر مرا ہے کما یعلم من کتب التاریخ۔ اس کے مکارمِ اخلاق و مناقب و مفاخر و احوال جود و سخا کے کتابوں میں عجیب و حیرت انگیز قصے منقول ہیں۔ تاہم وہ نیک کام اور سخاوت و شہرت اور دنیا میں نیک نامی کی نیت سے کرتا تھا۔ رضاء اللہ و ثواب آخرت کے ارادے سے وہ یہ کام نہیں کرتا تھا۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ وکانت لحاتم مآثر وامور عجیبۃ واخبار مستغربۃ فی کرمہ یطول ذکرھا ولکن لم یکن یقصد بها وجہ اللہ والدار الاخرۃ وانما کان قصدہ السمعۃ والذکر وعن ابن عمر قال ذکر حاتم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ذاك اراد امرا فادرکہ واخرج احمد فی مسندہ قال قلت لرسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی کان یصل الرحم ویفعل ویفعل فھل لہ فی ذلک یعنی من اجر قال انّ اباک طلب شیئًا فاصابہ۔ واخرج البیہقی باسنادہ عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال یا سبحان اللہ ما ازھد کثیرًا من الناس فی خیر عجبًا لرجل یجیئہ اخوہ المسلم فی حاجۃ فلا یری نفسہ للخیر اھلًا فلو کان لا یرجو ثوابا ولا یخشی عقابًا لکان ینبغی لہ ان یسارع فی مکارم الاخلاق فانھا تدل علی سبیل النجاح فقام الیہ رجل فقال فداک ابی وامّی یا امیر المؤمنین اسمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم وما ھو خیر منہ (ای سمعتُ عنہ علیہ السلام ما ھو خیر من ھذا)

لما اُتِیَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبایا طیٔ وقفت جاریۃ حمراء لعساء زلفاء عیطاء شمّاء الانف معتدل القامۃ والھامۃ درماء الکعبین خدلّجۃ الساقین لفاء الفخذین خمیصۃ الخصرین ضامرۃ الکشحین مصقولۃ المتنین قال فلما رأیتُھا اعجبتُ بھا وقلتُ لأطلبن الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیجعلھا فی فیئ فلما تکلمت اُنسیتُ جمالھا لما رأیت من فصاحتھا فقالت یا محمد اِن رأیت اَن تخلی عنّی ولا تشمت بی أحیاء العرب فانی ابنۃ سیّد قومی وان ابی کان یحمی الذمار ویفکّ العانی ویشبع الجائع ویکسو العاری ویقری الضیف ویطعم الطعام ویفشی السلام ولم یردّ طالب حاجۃ قط وانا ابنۃ حاتم طیٔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًّا لو کان ابوک مؤمنًا لترحّمنا علیہ خلّوا عنھا فان اباھا کان یُحبّ مکارم الاخلاق واللہ تعالیٰ یحبّ مکارم الاخلاق فقام ابو بردۃ رضی اللہ عنہ فقال یا رسول اللہ واللہ یحبّ مکارم الاخلاق ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لا یدخل الجنۃ احد الا بحسن الخلق۔

مبرد نحوی ابو عبیدہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حاتم طائی نے شاعر متلمس کے وہ اشعار سنے جن میں مال محفوظ رکھنے کی ترغیب ہے. وہ اشعار یہ ہیں ؎

قلیلُ المالِ تُصلِحہ فیبقیٰ	ولا یبقی الکثیر علی الفساد
وحفظُ المال خیرٌ من فناہ	وعسفٍ فی البلاد بغیر زاد

تو حاتم نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا مالہ قطع اللہ لسانہ حمل الناس علی البخل فھلّا قال ؎

فلا الجود یُفنِی المال قبل فنائہ	ولا البخل فی مال الشحیح یزید
فلا تلتمس مالًا بعیش مقتّرٍ	لکلّ غدٍ رزق یعود جدید
الم ترانّ المالَ غادٍ ورائحٌ	وانّ الذی یُعطیک غیرُ بعید

قال القاضی الفرج ولقد احسن فی قولہ وان الذی یعطیک غیر بعید ولو کان مسلمًا لرُجی لہ الخیر فی معادہٖ

وقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ واسألوا اللہ من فضلہ ۔ وقال تعالیٰ واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔ انتہی ۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حاتم کا یہ قول الم تر ان المال الخ بھی بہت خوب ہے ۔ اسی وجہ سے ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفارت بالمال معتبر نہیں ہے فان المال غاد ورائح کما فی کتب الفقہ بلکہ تینوں اشعار کا مضمون اسلامی اور حق ہے ۔ ممکن ہے کہ اس کا یہ قول وان الذی یعطیك غیر بعید حاتم کے ایمان باللہ اور موحّد ہونے کی دلیل ہو جائے کیونکہ زمانۂ فترت میں صرف توحید نجات آخرت کے لیے کافی ہے کما صرح بہ العلماء ۔ بہرحال حاتم کا یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید کا معترف تھا ۔ نیز اس بات پر کہ معطی یعنی سب کچھ دینے والے اور تمام امور میں متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں ۔ نیز اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ قریب و غیر بعید ہیں نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور فترت میں ایمان کے لیے اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے ۔ یہ دلیل اول کا بیان تھا ۔

دلیل دوم ۔ حاتم کا ایک اور شعر ہے جس میں وہ اپنی مملوکہ باندی کو اپنی سخاوت کے بارے میں کہتا ہے نعمان بادشاہ سے ملاقات کرنے اور اس کے تحائف وصول کرنے کے بعد ؎

اِن یَفْنَ ماعندنا فاللہ یرزقنا ۔۔۔ مِمّن سوانا ولسنا نحن نرتزق

یہ قول فاللہ یرزقنا بظاہر حصر پر دال ہے یعنی صرف اللہ ہی رازق ہیں معلوم ہوا کہ حاتم موحّد تھا اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے علاوہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو رزّاق اور متصرف فی الامور سمجھتا تھا ۔

دلیل سوم ۔ حاتم خصال حمیدہ و مکارم اخلاق ، پاک دامنی و عفت سے موصوف تھا ۔ لوگوں کی خیرخواہی ہمسایوں کی عزت کا خیال رکھنا ، مہمانوں کا اکرام و اطعام و سخاوت وغیرہ یہ وہ افعال صالحہ ہیں جن کا منبع ایمان باللہ و خوفِ خداہی ہو سکتا ہے ۔ ذکر الدارقطنی الحافظ المحدث باسنادہ قال قالت امرأۃ حاتم لحاتم یا ابا سفانۃ اشتہی ان اکل انا وانت طعامًا وحدنا لیس علیہ احدٌ فامرها فحولت خیمتها من الجماعۃ علی فرسخ وامر بالطعام فهیّئ وهی مرخاۃ ستورها علیه وعلیها فلما قارب نضج الطعام کشف عن رأسه ثم قال ؎

فلا تطبخی قِدری وسترُكِ دونَها ۔۔۔ علیّ اِذن ما تطبخین حرامُ

ولکن بهذاك الیفاع فاوقدی ۔۔۔ بجزل اذا اوقدت لا بضرام

قال ثم کشف الستور وقدم الطعام ودعی الناس فاکل واکلوا فقالت ما اتممت لی ما قلت فاجابها فانی لا تطاوعنی نفسی ونفسی اکرم علیّ من ان یثنی علی هذا وقد سبق لی السخاء ثم انشأ یقول ؎

أُمارِس نفسی البخل حتی أعزّها — واترکُ نفسَ الجودِ ما استثیرها

ولا تشتکینی جارتی غیر انها — اذا غاب عنها بعلها لا ازورها

سیبلغها خیری ویرجع بعلها — الیها ولم تقصر علیها ستورها

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکارم اخلاق اس کی فطرت بن گئے تھے اور وہ بڑا پاکدامن تھا۔ ہمسایہ عورتوں کو کبھی بُری نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا اہل جاہلیت کی آوارگی کے برخلاف وہ زنا اور بیحیائی سے مکمل اجتناب کرتا تھا۔ حاتم کا قول "نفسی اکرم علیّ من ان یثنی علیّ" ھذا قابل غور و فکر ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ دکھاوا، ریا اور صرف حُسنِ ثنا اور دنیاوی شہرت و نیک نامی حاصل کرنے کے لیے یہ نیک اعمال نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اعمال صالحہ کرتا تھا۔ حاتم کے کچھ مزید اشعار سنیے جن میں وہ اپنی عفت اور اجنبی عورتوں کو بُری نگاہ سے نہ دیکھنے پر خوشی و فخر کرتا ہے۔ حاتم کہتا ہے ؎

اذا ما بِتُّ أشرب فوق ریّ — لسُکرٍ فی الشراب فلا رویتُ

اذا ما بتُّ اَختِلُ عِرسَ جارِی — لِیُخفِیَنِی الظلامُ فلا خفیتُ

أأفضح جارتی و أخُونُ جارِی — فلا واللہ أفعل ما حَیِیتُ

اس قطعہ میں مکارم اخلاق کے بیان کے علاوہ اس کا قول فلا واللہ ہمارے دعوے کا گواہ ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے نام کی قسم کھائی۔ معلوم ہوا کہ وہ موحد تھا ورنہ یہاں پر بُت کی قسم کھا کر واللّات بھی کہہ سکتا تھا۔ اس سلسلے کے چند اور اشعار حاتم کے سنیے۔ کہتا ہے ؎

ما ضرّ جارًا لی أُجاوِرُہ — أن لا یکونَ لِبابہ سِترٌ

أُغضِی اذا ما جارتی بَرَزتْ — حتی یُواری جارتی الخِدرُ

مندرجہ ذیل اشعار میں حاتم اپنے مکارم اخلاق کی مزید وضاحت کرتا ہے ؎

وما من شیمتی شَتم ابنِ عَمّی — وما انا مُخلِفٌ مَن یرتجینی

وکلمۃ حاسدٍ من غیر جرمٍ — سمعتُ وقلتُ مُرّی فانفذینی

وعابوھا علیّ فلم تَعِبنی — ولم یعرق لھا یوماً جَبینی

وذی وَجھَین یلقانی طلیقا — ولیس اذا تغیّبَ یأتسینی

ظفرتُ بعیبہ فکففتُ عنہ — محافظۃً علی حَسَبی ودینی

ان پانچ ابیات پر غور کرنے سے چند اہم باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) شعر اول کے پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کی مخالفت کے باوجود کسی کو بُرا نہیں کہنا اور سبّ و شتم سے اجتناب کرنا مومنوں کی خصلت ہے۔ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔ (۲) دوسرے مصرعہ میں بتاتا ہے کہ وہ وعدہ خلافی سے بچتا ہے اور کسی سائل اور طامع مال و امیدوار نفع کو نا امید نہیں کرتا۔ یہ کتنی اچھی خصلت ہے

(۳) دوسرے بیت میں وہ بتاتا ہے کہ وہ حاسدین کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔ (۴) تیسرے شعر میں بتاتا ہے کہ حاسدین کو سزا نہ دینے اور ان کی سنی ان سنی کر دینے کے بارے میں وہ لوگوں کی ملامت کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ (۵) آخری دو شعروں میں یہ ذکر ہے کہ ذو وجہین و منافقین جو پس پشت اس کی غیبت و بدخواہی میں کسر نہیں چھوڑتے کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود حاتم ان کی عیب جوئی سے احتراز کرتا ہے۔

(۶) آخری مصرعہ میں ہے کہ وہ یہ تمام افعالِ حسنہ و خصالِ طیبہ اپنی شرافت، عزت اور دین کو بچانے کے پیشِ نظر اختیار کرتے ہیں نہ کہ ریا و دنیاوی شہرت کے حاصل کرنے کے لیے۔ (۷) لفظ "دینی" دلالت کرتا ہے کہ حاتم اپنی جاہل و کافر قوم کے برخلاف ایک دین و شریعت کا معتقد تھا اور وہ دین توحید ہی ہو سکتا ہے۔ لفظ "دینی" خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ ایک اور شعر میں تو حاتم نے کمال کر دیا۔ کہتا ہے ؎

وانك إن أعطيتَ بطنكَ سُؤلَه وفرجك نالا منتهى الذمِّ أجمعا

اس شعر میں اپنی عفت و حلال خوری اور حرام مال کھانے سے اجتناب کے بیان کے ساتھ ساتھ اوروں کے لیے بڑی نصیحت بیان کر دی ہے۔ عدیؓ بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شهدتُ حاتماً يكيد بنفسه فقال لی ای بُنیّ انی أعهد من نفسی ثلاثَ خصالٍ واللہ ما خاتلت جارة لريبة قط ولا ادتمنت على امانة الا اديتها ولا اوتی احدٌ من قبلی بسوء۔

دلیل چہارم۔ محدث ابن کثیر رحمہ اللہ نے بدایہ ج ۲ ص ۲۱۶ پر باسناد وہ حاتم کی ایک حکایت ذکر کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاتم متواضع و منکسر المزاج ہونے کے علاوہ اسخی الناس یعنی سب سے زیادہ سخی ہونے کا مدعی ہونا تو کجا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا اور کہتا تھا کہ سارے عربی لوگ مجھ سے زیادہ سخی ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کے دعوے سے سخاوت کا اجر و ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ صرف اور محض دنیاوی نام و شہرت کا طالب تو ہر مجمع میں اسخی الناس ہونے کا دعویٰ و اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے سب سے بڑا سخی سمجھیں اور ہر مقام پر اس کی مدح سرائی ہوتی رہے اپنی سخاوت کی نفی تو دور کی بات ہے۔ طالبِ نام و شہرت اپنی مدح و نام کے ساتھ کسی اور شخص کا نام اپنی ہتک و بے عزتی سمجھتا ہے۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابوبکر بن عیّاش قیل لحاتم هل فی العرب اجود منك فقال كل العرب اجود منّی ثم انشأ يحدّث حاتم قال نزلت على غلام من العرب يتيم ذات ليلة وكانت له مائة من الغنم فذبح لی شاة منها واتانی بها فلما قرّب الیّ دماغها قلت ما اطيب هذا الدماغ قال فذهب فلم يزل يأتينی منه حتی قلت قد اكتفيت فلما اصبحتُ اذا هو قد ذهب المائة شاة وبقی لا شئ له

فقیل فما صنعت بہ فقال ومتی ابلغ شکرہ ولو صنعت بہ کل شئ قال علی کل حال فقد اعطینہ مائۃ ناقۃ من خیار ابلی اھ۔

دلیل پنجم۔ حاتم طائی اپنے کلام میں کثرت سے قسم ذکر کرتے ہیں لیکن ہر مقام پر وہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھاتے ہیں بتوں کے نام کی قسم نہیں کھاتے مثل قولہ فلا واللہ انعل ما حییت فی الشعر الملن کو یمن قبلہ۔ نیز اللہ تعالیٰ ہی کو رزاق ومعطی اور قریب سمجھنے کے علاوہ کثرت سے ان شاء اللہ کا استعمال اپنے کلام میں کرتے تھے۔ مثل قولہ لزوجتہ نوار فی زمن القحط۔ اسکتی فواللہ لاشبعنک ان شاء اللہ

حاتم کی بیوی نوار یہ حکایت بیان کرتی ہے کہ قحط سالی میں ایک رات ہمارے تینوں بچے عبد اللہ و سفانہ اور عدیؓ بھوک سے رو رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ تینوں بچوں کو ہم نے بہانے سے سُلا دیا ہم میاں بیوی بھی بھوکے تھے کہ آدھی رات کو ایک ہمسائی عورت نے آکر کہا کہ میرے بچے بھوکے ہیں اور بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں۔ اس عورت نے کھانے کے لیے کچھ مانگا۔ حاتم نے کہا اپنے بچوں کو جلدی سے میرے پاس لے آ۔ قالت النوار فقلت لہ ماذا صنعت اضطجع واللہ لقد تضاغی اصبیتک فما وجدت ما تعللھم فکیف بھذہ وبولدھا فقال حاتم اسکتی فواللہ لاشبعنک ان شاء اللہ فقام الی فرسہ فوجأ بحربتہ فی لبتہ ثم قدح زندہ واوری نارہ ثم جاء بمدیۃ فکشط عن جلدہ ثم دفع المدیۃ الی تلک المرأۃ ثم قال لی دونک ثم قال لی یا نوار ابعثی صبیانک فبعثتہم ثم قال سوءۃ اتأکلون شیئاً دون اھل الصرم فجعل یطوف فیھم حتی ھبوا واقبلوا علیہ والتفع فی ثوبہ ثم اضطجع ناحیۃ ینظر الینا واللہ ما ذاق مزعۃ وانہ لاحوجھم الیہ فاصبحنا وما علی الارض الا عظم وحافر کذا فی البدایۃ۔

یہ تمام باتیں حاتم کے موحد ومؤمن باللہ وبصفات اللہ کی دلیل ہیں۔ کافر ومشرک واللہ کی بجائے واللات والعزیٰ اور ان شاء اللہ کی بجائے ان شاء اللات والعزیٰ یا اسی قسم کے کسی اور بت کا نام ذکر کرتا ہے۔

دلیل ششم۔ تراجم اعیان کی فصل میں ترجمہ حاتم طائی میں ہم نے ایک وفد کی حکایت ذکر کی ہے جو حاتم کی قبر کے پاس ایک رات ٹھیرا تھا، ان میں سے ایک شخص نے حاتم کی قبر پر آکر اس سے کھانا مانگا۔

وہ حکایت یہ ہے قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص ۲۱۲ ذکر الخرائطی فی کتاب مکارم الاخلاق باسنادہ عن المحرر مولی ابی ھریرۃ قال مر نفر من عبد القیس بقبر حاتم طئ فنزلوا قریباً منہ فقام الیہ بعضھم یقال لہ ابو الخیبری فجعل یرکض قبرہ برجلہ ویقول یا ابا جعد اقرنا فقال لہ بعض اصحابہ ما تخاطب من رمۃ وقد بلیت واجنھم اللیل فناموا فقام صاحب القول فزعا یقول یا قوم علیکم بمطیکم فان

حاتماً اتانی فی النوم وانشد نی شعراً وقد حفظتہ یقول ؎

ابا الخیبری وانت امرؤ ظلوم العشیرۃ شتّامُها

اتیت بصحبك تبغی القری لدی حُفرۃٍ قد صدت ھامُھا

اتبغی لی الذنب عند المبیت وحولك طیّئُ وانعامُھا

وانا لنُشبعُ اَضیافنا وتأتی المطیّ فنعتامُھا

قال واذا ناقتہ صاحب القول تکوس عقیراً فنحروھا وقاموا یشتوون ویأکلون وقالوا واللہ لقد اضافنا حاتم حیّاً ومیتاً قال واصبح القوم واردفوا صاحبھم وساروا فاذا رجل ینوّہ بھم راکباً جملاً ویقود اٰخر فقال ایکم ابوالخیبری قال انا قال ان حاتماً اتانی فی النوم فاخبرنی انہ قری اصحابك ناقتك وامرنی اَن اَحملك وھذا بعیرٌ فخذہ ودفعہ الیہ اھ۔

یہ قصہ صاحب احوال وکرامات بزرگوں کے قصوں سے مشابہ ہے۔ مؤحدین ومؤمنین کے ہاں ایسے کرشموں کا دیکھنا ممکن ہے اور کفار کی قبروں پر ایسے کرشموں کا دیکھنا ناممکن ہے کافر قبر میں مبتلائے عذاب ہوتا ہے وہ کسی شخص کی نصرت واعانت نہیں کرسکتا۔

دلیل ہفتم۔ کتب تاریخ میں حاتم کے مفصل احوال اور قصے درج ہیں مگر کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حاتم بُت پرست تھا یا کسی وقت بت کے پاس جاکر اس نے بت سے امداد مانگی بلکہ اس کے برخلاف یہ درج ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کو رازق ومتصرف اور سب کچھ دینے والا سمجھتا تھا۔ کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حاتم نے بت کی تعظیم کی یا اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نے جانوروں کی قربانی پیش کی۔ حالانکہ کفارِ عرب کا ہر شخص حسبِ استطاعت بتوں کو خوش کرنے کے لیے نذر ونیاز پیش کرنا اور ان کے نام پر جانور ذبح کرنا فخر وسعادت اور نیک نامی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ اگر حاتم کافر ومشرک ہوتا اور ثواب آخرت کی بجائے صرف اور محض دنیا کی نیک نامی وشہرت کا طالب ہوتا تو وہ عرب کے اس مروّجہ اور ان کے زعم کے پیش نظر معزز وقابل ستائش سلسلے میں سب سے آگے ہوتا اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تاکہ اسے اپنے مقصود یعنی حصولِ شہرت ونیک نامی میں کامیابی حاصل ہوجاتی۔ طلب شہرت کی خاطر اس قسم کے مقابلوں کے بہت سے قصے کتبِ تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس سلسلے کے شرکاء کے ناموں میں کہیں بھی حاتم کا نام نظر نہیں آتا جب کہ اس کا نام سرفہرست ہونا چاہیے تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حاتم بت پرست ومشرک نہیں تھا بلکہ وہ موحّد تھا۔

دلیل ہشتم۔ حاتم زمانۂ فترت میں تھا اور اشاعرہ ومحدثین ومفسرین کے بے شمار ائمہ عظام وعلماء کرام نے اہلِ فترت کے ناجی اور جنتی ہونے کی تصریح کی ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین واجداد کے آخرت میں

ناجی ہونے کے لیے حافظ سیوطیؒ وغیرہ علماء نے متعدد ادلہ کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ اہل فترت میں سے ہیں اور اہل فترت ناجی ہیں۔

قال السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی رسالتہ التعظیم والمنۃ ص۳۱ عند بیان مذہب اھل السنۃ فیمن ھو قبل الدعوۃ۔ قال اھل الاصول قاطبۃ شکر المنعم لیس بواجب عقلاً خلافاً للمعتزلۃ قال الکیا الھراسی وغیرہ المراد بشکر المنعم امتثال الاوامر واجتناب النواھی من الکفر وغیرہ اہ وقد رد ابن السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب قول العلماء الذین ھم من اھل السنۃ وقالوا بوجوب شکر المنعم عقلاً تبعاً للمعتزلۃ ثم قال ابن السبکی وعلی مسألۃ شکر المنعم تتخرج مسألۃ من لم تبلغہ الدعوۃ فعندنا یموت ناجیاً ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وھو مضمون بالکفارۃ والدیۃ ولا یجب القصاص علی قاتلہ علی الصحیح اذ ھو لیس بمسلم انتھی بحاصلہ قال السیوطی وھو صریح فی نجاتہ وانہ لا یدخل النار انہ یدخل الجنۃ مع کونہ لا یسمی مسلماً اہ

ثم قال السیوطی فی ذکر عذر من کفر من اھل الفترۃ وکونھم ناجین۔ ولم یکن کفر العرب انکاراً للصانع ولا لألوھیتہ ولا ادعوا فی الاصنام انھا تخلق وتدبر کما ادعی نمرود وقومہ بل کانوا یقرون للہ بالالھیۃ وانہ الخالق المدبر کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سألتھم من خلقھم لیقولن اللہ وکانوا یزعمون فی الاصنام انھا تشفع لھم عند اللہ کما قال تعالیٰ حکایۃ عنھم ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی

دلیل نہم۔ مسند احمد کی مذکورہ صدر حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے سوال پر نبی علیہ السلام کا قول ان اباك طلب شیئاً فاصابہ حاتم کے موحد ہونے پر محمول ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ قول اس کے کافر ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ یہ مجمل ومبہم یا ذومعنیین قول ہے۔ اس قول کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ تیرا باپ حاتم اپنے مقصد ومطلوب میں کامیاب ہوا۔ یہ ہے حدیث ہذا کا مفہوم۔ پس اس کا یہ مطلب متعین کرنا کہ حاتم کافر ہے اور وہ صرف دنیاوی نیک نامی کی خاطر مکارم اخلاق پر عمل کرتا تھا ہرگز درست نہیں۔

بلکہ یہ قول اوّلاً تو مبہم و ذومعنیین ہے۔ جس طرح یہ حاتم کے کفر پر محمول ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے موحد و جنتی ہونے پر بھی محمول ہو سکتا ہے یعنی اس (حاتم) نے اجر و ثواب آخرت کو چاہا سو وہ اس نے پا لیا۔

ثانیاً۔ اس حدیث میں ظاہری طور پر کامیابی کی خوش خبری سنائی گئی اور فرمایا کہ حاتم کے اعمال صالحہ رائگاں نہیں گئے۔ باقی باطن ونیتِ قلب کہ یہ تعیین ونشان دہی کہ وہ اچھی تھی یا بری، ثوابِ آخرت کی تھی یا صرف دنیا کی نیک نامی کی تھی نہیں فرمائی بلکہ اس سے سکوت فرمایا اور مبہم چھوڑ دیا۔ چنانچہ نیت قلب اچھی تھی یا بری اس کا علم تو حاتم کو ہے یا عدی بن حاتم کو صاحب الدار ادری بما فیہا۔ اس کی نظیر حدیث

المرء مع من احبّ ہے۔ حدیثِ ہذا میں جنت یا دوزخ میں معیت کی تخصیص و تعیین سے قطع نظر صرف معیت و رفاقتِ اخروی کی اطلاع دی گئی ہے۔ باقی جنتی یا دوزخی رفاقت کی تعیین و انتخاب محبّ کے سپرد ہے۔ اگر وہ محبِّ صالحین ہو تو جنت میں ان کا رفیق ہوگا اور اگر محبِّ شیاطین و مفسدین ہو تو دوزخ میں ان کا مصاحب ہوگا۔

دلیل دہم۔ اگر حاتم کافر وغیر موحد یا غیر ناجی ہوتا تو نبی علیہ السلام حدیثِ مذکور میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر المرء مع من احبّ جیسے مبہم و ذو معنیین جواب نہ دیتے۔ کیونکہ اسی قسم کے کئی سوالات کے جواب میں نبی علیہ السلام نے واضح طور پر مسئول عنہ کے کفر کا ذکر فرمایا۔ مثلاً ایک بار ایک صحابی نے اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا فی النار۔ اخرج مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار۔ اسی طرح عبداللہ بن جدعان جو حاتم طائی کی طرح سخی و اجوادِ عرب میں سے تھا، کے بارے میں سوال کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح جواب دیا۔

فقد ثبت فی صحیح مسلم ان عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت یا رسول اللہ ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فھل ینفعہ ذلک یوم القیامۃ فقال لا۔ انہ لم یقل یوماً رب اغفر لی خطیئتی یوم الدین۔

ابن جدعان اگرچہ بڑا سخی تھا اور سخاوت میں مشہور تھا لیکن اس میں اور حاتم میں بڑا فرق ہے وہ یہ کہ ابن جدعان سخاوت و اطعام الطعام کے سوا دیگر مکارمِ اخلاق و خصالِ مؤمنین سے موصوف نہ تھا بلکہ سرے سے شریف الطبع و سلیم الفطرۃ بھی نہ تھا وہ اوّلاً انتہائی ذلیل و بدکردار اور غنڈہ قسم کا انسان تھا۔ شرارتوں و بدکرداری کی وجہ سے اپنے قبیلہ اور خاندان میں مبغوض تھا، سب اس سے نالاں تھے یہاں تک کہ اپنے والدین کا بھی نافرمان تھا اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا تھا۔ اس کی سخاوت کا قصہ بھی عارضی ہے وہ فطرۃً و طبعاً سخی نہ تھا اس لیے اس نے صرف اپنی نیک نامی و دنیاوی مدح و ثنا حاصل کرنے کے لیے مال مل جانے کے بعد سخاوت شروع کی تھی۔ ہم آگے بتائیں گے کہ ابن جدعان کو اچانک ایک بڑا خزانہ مل گیا تھا اس میں سے وہ خرچ کرتا تھا۔ مفت راچہ باید، مفت آمد مفت رفتہ کی بات تھی۔

اس کے برخلاف حاتم طائی کا حال ایسا نہ تھا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ خزانہ نہ تھا۔ وہ سخاوت کے علاوہ اسلام کے بلند و پاکیزہ جملہ خصالِ طیبہ مثل پاک دامنی، عفت، حرام سے اجتناب، بری نگاہ سے بچنا، کسی انسان کو تکلیف اور دکھ نہ پہنچانا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، خود بھوکا رہنا اور دوسروں کو کھلانا وغیرہ اخلاق شریفہ سے موصوف تھا۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آج تک حاتم طائی کی سخاوت و شرافت کے ڈنکے چار دانگِ عالم میں بج رہے ہیں اور ابن جدعان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ حاتم آج تک

اگرچہ صرف سخاوت کی وجہ سے مشہور ہے لیکن ابتداء میں اس کی مقبولیت وشہرت میں سخاوت کے علاوہ دیگر اخلاقِ حسنہ کا بھی دخل تھا۔

بہرحال ظاہری قرائن کے پیش نظر حاتم ناجی وموحد معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا معاملۂ توحید مستور وپوشیدہ تھا اور اس کا حکم بتلانا زیادہ اہم بھی نہ تھا جتنا ورقہ بن نوفل وقس بن ساعدہ وزید بن عمرو بن نفیل کا معاملۂ توحید واضح اور اہم تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی اسلامی باتیں خود نبی علیہ السلام سُن چکے تھے یہ تینوں اشخاص شرک سے بیزاری اور ایمان باللہ واعتقاد توحید کا ہر مجلس میں اعلان کرتے ہوئے دیگر لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کا معاملہ بالکل واضح تھا۔ دربارِ نبوت میں وہ واضح بشارت کے مستحق تھے اس واسطے نبی علیہ السلام نے تینوں کے جنتی ہونے کی طرف واضح اور غیر مبہم اشارہ فرمایا۔

اخرج ابن عساکر باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی حق زید بن عمرو بن نفیل یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ وفی روایۃ یحشر ذالک امۃ وحدہ بینی وبین عیسی بن مریم۔ وقال علیہ السلام فی حق قس بن ساعدۃ رحم اللہ قسًا اما انہ سیبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ وروی البیھقی باسنادہ عن ابن عباس فذکر حدیثا فیہ طول الی قولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی بعثنی بالحق لقد امن قس بالبعث۔

حاتم جیسے مستور الحال موحدین وناجین لوگوں کے بارے میں آپ مبہم جواب پر اکتفاء فرماتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حاتم کے مؤمن وموت علی التوحید سے متعلق نبی علیہ السلام کے پاس خصوصی وحی نہ آئی ہو اس لیے ایک جامع وذو معنیین جملہ پر اکتفاء کرتے ہوئے فرمایا ان اباک طلب شیئًا فاصابہ۔

سوال مذکورہ صدر روایت علی رضی اللہ عنہ میں حاتم کے مؤمن ہونے کی تصریح ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حاتم کی صاحبزادی سے فرمایا یا جاریۃ ھذہ صفۃ المؤمنین حقًّا لو کان ابوکِ مؤمنًا لترحمنا علیہ۔

جواب اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند ضعیف ہے۔

ثانیاً یہ ہے کہ مستور الحال موحدین زمانہ فترت پر عام مسلمانوں کی طرح مؤمن ومسلم کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور نہ ان پر بوقت ذکر اسم ترحم کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کسی حدیث میں عبد المطلب وغیرہ اجدادِ نبی علیہ السلام پر ترحم منقول نہیں ہے۔ اسی طرح علماء وائمہ کے نزدیک ان کے لیے رحمہ اللہ کا استعمال رائج نہیں حالانکہ وہ موحد تھے کما صرح بہ السیوطی وغیرہ من العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس واقعہ کے وقت تک حاتم کے موحد ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی علیہ السلام کو مطلع نہ فرمایا ہو۔ ابن سبکی نے شرح مختصر الاصول میں اور سیوطی نے رسالہ التعظیم والمنۃ صفحہ ۳۲ میں تصریح کی ہے کہ اہلِ فترت پر

مسلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

تنبیہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حاتم کے ناجی ہونے کے بارے میں یہ بحث صرف ظنی ہے۔ ہم اس کے ناجی ہونے کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے مدعی نہیں ہیں کیونکہ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حاتم ناجی ہے اللہ تعالیٰ ہی عالم الامور والغیوب ہیں اللہ تعالیٰ عز وجل ہی جانتے ہیں کہ حاتم ناجی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اس کے ایمان یا ناجی ہونے کا فتویٰ دینا بھی مقصود نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اوّلاً تو اہل فترت کے ناجی ہونے کے (بشرطیکہ صحیح نصوص کسی کے کفر پر موجود نہ ہوں) متعدد محدثین وائمہ دین قائل ہیں۔ ثانیاً بزرگوں کے اس قول کی تائید میں اس عاجز کے ذہن میں چند دلیلیں آئیں جو سپرد قلم کر دیں۔ فان کان ما ذکرنا حقًا فمن اللہ وتوفیقہ وان کان خطأ فاستغفر اللہ عز وجل۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

امر ثالث۔ عبداللہ بن جدعان بن عمرو اہل فترت میں سے ہے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد کا ابن عم ہے۔ ابن جدعان کی سخاوت بھی عرب میں مشہور ہے۔ وہ عرب کے چند مشہور اجواد میں سے ہے۔ ابن کثیر بدایہ ج ۲ ص ۲۱۷ پر لکھتے ہیں کان من الکرماء الاجواد فی الجاھلیۃ المطعمین للمسنتین وکان فی بدء امرہ فقیرا مملقا وکان شریرا یکثر من الجنایات حتی ابغضہ قومہ وعشیرتہ واھلہ وقبیلتہ وابغضوہ حتی ابوہ فخرج ذات یوم فی شعاب مکۃ حائرا بائرا فرأی شقا فی جبل فظن ان یکون بہ شیئا یؤذی فقصدہ لعلہ یموت فیستریح مما ھو فیہ فلما اقترب منہ اذا ثعبان یخرج الیہ ویثب علیہ فجعل یحید عنہ ویثب فلا یغنی شیئا فلما دنا منہ اذا ھو من ذھب ولہ عینان ھما یاقوتتان فکسرہ و اخذہ ودخل الغار فاذا فیہ قبور لرجال من ملوک جرھم ومنھم الحارث بن مضاض الذی طالت غیبتہ فلا یدری این ذھب ووجد عند رؤسھم لوحا من ذھب فیہ تاریخ وفاتھم ومدۃ ولایتھم۔ واذا عندھم من الجواھر واللآلی والذھب والفضۃ شیٔ کثیر فاخذ منہ حاجتہ ثم خرج وعلم باب الغار ثم انصرف الی قومہ فاعطاھم حتی احبوہ وسادھم وجعل یطعم الناس وکلما قل ما فی یدہ ذلک الی ذلک الغار فاخذ حاجتہ ثم رجع وکانت لہ جفنۃ یاکل منہ الراکب علی بعیرہ ووقع فیھا صغیر فغرق۔

وذکر ابن قتیبۃ وغیرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد کنت استظل بظل جفنۃ عبد اللہ بن جدعان وفی حدیث مقتل ابی جھل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ تطلبوہ بین القتلی وتعرفوہ بشجۃ فی رکبتہ فانی تزاحمت انا وھو علی مأدبۃ لابن جدعان فدفعتہ فسقط علی رکبتہ فانھشمت فاثرھا باق فی رکبتہ فوجدوہ کذلک وجعل ابن جدعان منادیا ینادی کل لیلۃ علی ظھر الکعبۃ ان ھلموا الی جفنۃ ابن جدعان وفی صحیح مسلم ان عائشۃ رض قالت یا رسول اللہ

ان ابن جدعان کان یطعم الطعام ویقری الضیف فهل ذلك یوم القیامۃ فقال لا انہ لم یقل یوماً ربّ اغفرلی خطیئتی یوم الدین ۔

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابہ المحبر ص۱۳۷ لما اسنّ ابن جدعان بن عمرو حجر علیہ رهطہ فکان اذا اعطی احداً شیئاً رجعوا علی المعطی فاخذوہ منہ فکان اذا سأل سائل قال کن منی قریباً اذا جلست فانی سالطمك فلا ترض الا بان تلطمنی بلطمتك او تفتدی لطمتك بفداء رغیب ترضاہ ولہ یقول ابن قیس الرقیات ؎

والذی ان اشار نحوك لطما تبع اللطم نائل وعطاء

وذکروا ان امیۃ بن ابی الصلت دخل علی عبد اللہ بن جدعان وعندہ قینتان لہ فلما راٰھما قال انعم صباحاً ابا زهیر ثم انشأ یقول ؎

أاذکر حاجتی ام قد کفانی حیاؤك ان شیمتك الحیاء

فقال لہ خذ بید ایهما شئت فاخذ احداهما ثم خرج علی مجالس قریش فقالوا لہ یا امیۃ اتیت شیخنا وسیّدنا وعندہ جاریتان لہ تلهیانہ فسلبتہ احداهما فندم امیۃ من ذلك فرجع فلما راٰہ عبد اللہ قال لہ اکفف حتی اخبرك ما الذی ردّك جزت علی قریش فقالوا لك کذا وکذا انا اعاهد اللہ لتأخذنّ الاخری فان احداهما لا تصلح الا بالاخری فاخذهما وخرج وهو یقول ؎

عطاؤك زین لامرئ ان حبوتہ بفضل وما کلّ العطاء یزین

امرِ رابع ۔ اہل جاہلیّت و فترت کے ناجی وغیر ناجی ہونے پر علماء نے بحث کی ہے ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی داعی یعنی پیغمبر نہیں آیا تھا لہٰذا وہ معذور ہیں اور بروزِ قیامت نجات پائیں گے فاخرج ابن جریر وابن ابی حاتم فی تفسیرهما عن قتادۃ فی قولہ تعالی وما کنا معذّبین حتی نبعث رسولا ۔ قال ان اللہ لیس بمعذّب احداً حتی یسبق الیہ من اللہ خبراً او یأتیہ من اللہ بیّنۃ ۔ علماء کے اس گروہ کے نزدیک اہل فترت اگرچہ ناجی ہیں لیکن ان پر مسلم کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔ ایک اور گروہ علماء ۔ امام غزالی وغیرہ کی رائے ہیں اہل فترت فی حکم المسلم وفی معنی المسلم ہیں ۔ یہ تینوں گروہ عام اشاعرہ و شوافع کے ہیں ان کے نزدیک اہل فترت ناجی ہیں ۔

قال الحافظ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ مسالك الحنفاء ص۲ قد اطبقت ائمتنا الاشاعرۃ من اهل الکلام والاصول والشافعیۃ من الفقهاء علی انّ من مات ولم تبلغہ الدعوۃ یموت ناجیاً وانہ لا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وانہ اذا قُتِل یضمن بالدیۃ والکفارۃ نصّ علیہ الامام الشافعیؒ رضی اللہ عنہ وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال انہ یجب فی قتلہ القصاص ولکن الصحیح خلافہ

لانہ لیس بمسلم وشرط القصاص المکافاۃ۔

وقد علّل بعض الفقہاء کونہ اذا مات لا یُعذّب بانہ علی اصل الفطرۃ ولم یقع منہ عناد ولا جاءہ رسول فکذب بہ وسُئل الشیخ شیخ الاسلام شرف الدین المناوی الشافعی المتوفی ۸۷۱ھ عن والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل ھو فی النار فزجر السائل زجرۃ شدیدۃ فقال لہ السائل ھل ثبت اسلامہ فقال انہ مات فی الفترۃ ولا تعذیب قبل البعثۃ ونقل سبط ابن الجوزی فی مرأۃ الزمان ذلک عن بعض العلماء حیث قال وقال قوم قد قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ و الدعوۃ لم تبلغ اباہ ولا امہ فما ذنبھما ؟

ان قلت ھل فی القرآن اشارۃ الی ذلک۔

قلت نعم۔ عدۃ آیات من القرآن تشیر الی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ۔

الاولی قولہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ وھذہ الآیۃ ھی التی اطبقت ائمۃ السنۃ علی الاستدلال بھا فی انہ لا تعذیب قبل البعثۃ وردوا بھا علی المعتزلۃ ومن وافقھم فی تحکیم العقل۔

الثانیۃ قولہ تعالی ذلک ان لم یکن ربک مھلک القری بظلم واھلھا غافلون۔ اورد ھذہ الآیۃ زرکشی فی شرح جمع الجوامع استدلالا علی قاعدۃ ان شکر المنعم لیس بواجب عقلا بل بالسمع۔

الثالثۃ قولہ تعالی وما کان ربک مُھلک القری حتی یبعث فی امّھا رسولا یتلوا علیھم آیٰتنا اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادۃ فی الآیۃ ای لم یھلک اللہ تعالی اھل مکۃ حتی یبعث الیھم محمدًا فلما کذبوا وظلموا فبذلک ھلکوا۔

الرابعۃ قولہ تعالی وما اھلکنا من قریۃ الّا لھا مُنذرون ذکری وما کنا ظٰلمین۔ اخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی الآیۃ قال ما اھلک اللہ من قریۃ الا بعد الحجۃ والبیّنۃ والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الکتب تذکرۃ لھم وموعظۃً وحجّۃ للہ ذکری وما کنا ظالمین۔ یقول ما کنا لنعذّبھم الا من بعد البیّنۃ والحجۃ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اہل فترت کا قیامت کے دن امتحان لیا جائے گا۔ پھر اس امتحان کے نتیجہ میں وہ دوزخ میں جائیں گے یا جنت میں فاخرج احمد فی مسندہ والبیہقی فی کتاب الاعتقاد وصحّحہ عن الاسود ابن سریع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعۃ یحتجّون یوم القیامۃ رجلٌ أصمّ لا یسمع شیئًا ورجلٌ احمق ورجلٌ ھرمٌ ورجل مات فی فترۃ۔ اما الاصمّ فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئًا و امّا الاحمق فیقول ربّ لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر واما الھرم فیقول ربّ لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئًا واما الذی مات فی الفترۃ فیقول ربّ ما اتانی لک رسول فیاخذ مواثیقھم

لَیطیعُنّه فیرسل الیهم اَن ادخُلوا النار فمن دخلها کانت علیه بردًا وسلامًا ومن لم یدخلها یستجرّ الیها۔
واخرج البزّار فی مسندہ عن انس مرفوعًا یؤتیٰ باربعة یوم القیامة بالمولود والمعتوہ ومن مات فی الفترة وبالشیخ الفانی کلّهم یتکلّم بحجّته فیقول الله تبارک وتعالیٰ لعنق من جهنم ابرز ویقول لهم انی کنتُ اَبعث الی عبادی رُسلاً من انفسهم وانی رسول نفسی الیکم ادخلوا هذہ فیقول مَن کتب علیه الشقاء یا ربّ اَنَدخُلها ومنها کنا نفرّ؟ ومن کتب له السعادة یمضی فیقتحم فیها مسرعا فیقول الله قد عصیتمونی فانتم لرسلی اَشدّ تکذیبًا ومعصیةً فیدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار۔
وقال تاج الدین السبکی فی شرح مختصر ابن الحاجب علی مسألة شکر المنعم فیخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا یموت ناجیًا ولا یقاتل حتی یدعی الی الاسلام وهو مضمونٌ بالکفارة والدیة ولا یجب القصاص علی قتله علی الصحیح وقال البغوی اَمّا من لم تبلغه الدعوة فلا یجوز قتله قبل اَن یُدعی الی الاسلام فان قتل قبل ان یدعی الی الاسلام وجب فی قتله الدیة والکفارة وعند ابی حنیفة لا یجب الضمان بقتله واصله انه عندهم محجوج علیه بعقله وعندنا هو غیر محجوج علیه قبل بلوغ الدعوة الیه لقوله تعالیٰ وماکنّا معذّبین حتّی نبعث رسولاً۔ فثبت انه لا حجة علیه قبل مجئ الرسول انتهی۔
وقال الغزالی المتوفی ۵۰۵ھ فی البسیط من لم تبلغه الدعوة یضمن بالدیة والکفارة لا بالقصاص علی الصحیح لانه لیس مسلمًا علی التحقیق وانما هو فی معنی المسلم اھ۔ هذا الحکم الذی قرّرناہ من کون اهل الجاهلیة قالوا انه لیس بعام بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبی اصلا امّا من بلغته منهم دعوة احد من الانبیاء السابقین ثم اصرّ علی کفرہ فهو فی النار قطعًا وهذا لا نزاع فیه۔
ان قلت صحّت احادیث بتعذیب اهل الفترة کصاحب المحجن وغیرہ۔
قلنا اجاب عن ذلک عقیل بن ابی طالب بثلاثة اجوبة۔ الاوّل۔ انها اخبار آحاد فلا تعارض القاطع۔ الثانی قصر التعذیب علی هؤلاء والله اعلم بالسبب۔ والثالث قصر التعذیب فی هذہ الاحادیث علی من بدّل وغیّر الشرائع وشرع من الضلال ما لا یُعذر به فان اهل الفترة ثلاثة اقسام۔
القسم الاوّل من ادرک التوحید ببصیرته ثم من هؤلاء من لم یدخل فی شریعة کقسّ بن ساعدة وزید بن عمرو بن نفیل ومنهم من دخل فی شریعة قائمة حقّة کتبّع ونحوہ۔
القسم الثانی من بدّل وغیّر واشرک ولم یُوحّد وشرع لنفسه فحلّل وحرّم وهم الاکثر کعمرو بن لُحَی اوّل من سَنّ للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحکام فبحر البحیرة وسیّب السائبة وزادت طائفة من العرب علی ما شرعه ان عبدوا الجنّ والملائکة وخرقوا له البنین والبنات۔
والقسم الثالث۔ من لم یشرک ولم یُوحّد ولا دخل فی شریعة نبی ولا ابتکر لنفسه شریعة ولا اخترع

دیناً بل بقی عمرہ علی حین غفلۃ عن ھذا کلہ وفی الجاھلیۃ من کان کذلک۔ فیحمل من صح تعذیبہ علی اھل القسم الثانی لکفرھم بما لا یعذرون بہ واما القسم الاول فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل من قس وزید انہ یبعث امۃ وحدہ واما تبع ونحوہ فحکمھم حکم اھل الدین الذی دخلوا فیہ ما لم یلحق احد منھم الاسلام الناسخ لکل دین واما القسم الثالث فھم الفترۃ حقیقۃ وھم غیر معذبین للقطع کما تقدم انتھی بتصرف۔

امر خامس اصحاب کہف کا واقعہ زمانۂ فترت میں واقع ہوا تھا یعنی میں طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ قرآن شریف میں اصحاب کہف ورقیم کا قصہ مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیٰتنا عجباً۔

رقیم سے مراد وہ لوح وتختی ہے جس پر ان لوگوں نے اصحاب کہف کے نام واحوال وتاریخ وغیرہ کچھ تفصیل لکھی تھی پھر وہ تختی کہف (غار) کے دروازے پر لٹکا دی تھی۔ یا ان لوگوں نے اس تختی کو صندوق میں بند کر کے سرکاری خزانے میں محفوظ کر دیا تھا۔ اصحاب کہف اہل روم میں سے تھے۔ قوم روم بُت پرست تھی۔ ان کا بادشاہ بڑا ظالم تھا اور بت پرستی پر لوگوں کو مجبور کرتا تھا۔ ملک روم کے کسی پہاڑ میں یہ کہف یعنی غار واقع ہے جس میں اصحاب کہف داخل ہوئے تھے۔ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت ایمان باللہ وبعیسیٰ رسول اللہ وروح اللہ سے نوازا تھا۔

قال الطبری وکانوا من قوم یعبدون الاوثان من الروم فھداھم اللہ للاسلام وکانت شریعتھم شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فی قول جماعۃ من سلف علمائنا وکان ملکھم کافراً۔ بعض اہل تاریخ کی رائے میں ان کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام پر مقدم ہے۔ البتہ خواب سے ان کا بیدار ہونا اور لوگوں کو ان کا اور ان کے کہف کا علم عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا تھا۔

قال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص ۲ وکان بعضھم یزعم ان امرھم ومصیرھم الی الکھف کان قبل المسیح وان المسیح اخبر قومہ خبرھم فان اللہ عزوجل ابتعثھم من رقدتھم بعد ما رفع المسیح علیہ السلام فی الفترۃ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیھما وسلم فاما الذی علیہ علماء الاسلام فعلی ان امرھم کان بعد المسیح فاما انہ کان فی ایام ملوک الطوائف فان ذلک مما لا یدفعہ دافع من اھل العلم بالاخبار القدیمۃ اھ۔

اصحاب کہف کے زمانہ کے بت پرست ظالم بادشاہ کا نام دقینوس تھا۔ کما قال الطبری۔ یا اس کا نام دقیوس تھا۔ کما ذکر المسعودی فی المروج۔ ج ا ص ۱۳۱۸ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام دقیانوس تھا۔

قال بعض المؤرخین المعروف ان الملک الذی ھرب منہ اصحاب الکھف اسمہ دقیانوس اھ

وفی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۴ انہ اسمہ دقیانوس۔ مسعودی ملوکِ روم کے احوال میں لکھتے ہیں ثم ملك دقیوس یعبد الاوثان ستین سنۃً وامعن فی قتل النصرانیۃ وطلبھم ومن ھذا الملك ھرب اصحاب الکھف و قد اختلف الناس فمنھم من رأی ان اصحاب الکھف ھم اصحاب الرقیم وزعموا ان الرقیم ھو ما رقم من اسماء اھل الکھف فی لوح من حجر علی باب تلك المغارۃ ومنھم من رأی ان اصحاب الرقیم غیر اصحاب الکھف وموضع اصحاب الکھف ھو الموضع المعروف من بلاد الروم بحارمی کذا فی المروج ج ۱ ص۳۱۴۔

ثم قال وفی ایام ملك الروم المسمی بأوالس وکان علی دین النصرانیۃ استیقظ اصحاب الکھف من رقدتھم فبعثوا کما فی القرآن المجید احدھم بورقھم الی المدینۃ وکانوا من اھل المدینۃ افسیس من ارض الروم اھ وفی البدایۃ ویقال اسم القریۃ دفسوس۔

کہف والے پہاڑ کا نام طبری نے نیجلوس لکھا ہے اور جس زمانے میں وہ نیند سے بیدار ہوئے اس زمانے کا بادشاہ صالح و مسلمان تھا۔ اور کہف کے پاس بادشاہ نے کنیسہ یعنی عبادت گاہ بنائی جس میں لوگ نماز پڑھنے اور عبادت کرتے تھے۔ اصحاب کہف بعد میں وفات پاگئے اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ قال قتادۃ وغزا ابن عباس رضی اللہ عنھما مع حبیب بن مسلمۃ فمروا بالکھف فاذا فیہ عظام فقال رجل ھذہ عظام اصحاب الکھف فقال ابن عباس لقد ذھبت عظامھم منذ اکثر من ثلثمائۃ سنۃ اھ وقال اللہ تعالی ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین و ازدادوا تسعًا قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ وفی البدایۃ یقال انھم استمروا راقدین ویقال بل ماتوا بعد ذلك اھ

اصحاب کہف کی صحیح تعداد نصوص قطعیہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ سات تھے اور آٹھواں کلب (کتا) تھا۔ ابن اسحاق کی رائے میں وہ آٹھ تھے۔ کتا نواں ہے اور بعض کے نزدیک وہ نو تھے۔ ان کے نام طبری نے یہ لکھے ہیں مکسلمینا ۱ محسلمینا ۲ یملیخا ۳۔ مرطوس ۴۔ کسوطونس ۵۔ بیرونس ۶۔ رسمونس ۷۔ بطونس ۸۔ قالوس ۹۔ کتے کا نام بعض علماء نے قطمیر لکھا ہے۔

قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۲ ص۱۱۴ ان اصحاب الکھف کما قیل من ابناء الملوك اوقیل من ابناء الاکابر واتفق اجتماعھم فی یوم عید لقومھم ثم قال واما اختلاف العلماء فی محلۃ ھذا الکھف فقال کثیر ھو بارض ایلۃ وقیل بارض نینوی وقیل بالبلقاء وقیل ببلاد الروم وھو اشبہ وقال شعیب الجبائی اسم کلبھم حمران واسم کھفھم حیزم واما الرقیم فعن ابن عباسؓ انہ قال لا ادری ما المراد منہ وقیل ھو الکتاب المرقوم فیہ اسماؤھم وما جری لھم من بعدھم وقیل ھو اسم الجبل الذی فیہ کھفھم وقال ابن عباس واسمہ بناجلوس وقیل ھو اسم واد عند کھفھم وقیل اسم قریۃ ھنالك ھذا حاصل ما فی البدایۃ۔

علامہ چلپی رحمہ اللہ شرح بیضاوی میں لکھتے ہیں قال النیشاپوری عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان اسماء اصحاب الکھف تصلح للطلب والھرب واطفاء الحریق تکتب فی خرقۃ ویرمی بھا فی وسط النار وبکاء الطفل یوضع

تحت رأسه فی المهد وللحرث یکتب علی القرطاس ویرفع علی خشب منصوب فی وسط الزرع والمضرسان وللحمی المثلثة والصداع والغنی والجاہ والدخول علی السلاطین یشد علی الفخذ الیمنی ولعسر الولادۃ تشد علی فخذھا الیسری ولحفظ المال والرکوب فی البحر والنجاۃ من القتل واللہ اعلم انتہی۔

وفی قطب الارشاد ص۲۶۳ ولدفع الفارۃ من الزرع یکتب اسماء اصحاب الکہف فی اربع قطعات قرطاس ثم توضع فی اربع جرات صغیرۃ من الخذف ثم تدفن تلک الجرات فی اربع ارکان الزرع تفر منہ الفارۃ باذن اللہ تعالیٰ اھ۔ ویکتبھا بعض العلماء للحجبۃ ولدفع عقم المرأۃ ولدفع العین وعن بعض السلف ان کتب اسماء اصحاب الکہف علی ناحیۃ السفینۃ امان من الغرق ثم ذکر اسماء اصحاب الکہف وھی یملیخا۔ مکسلمینا۔ مرنوش۔ برنوش۔ شاذنوش۔ کشیفطیونس۔ تبیونس۔ قطمیر وھو اسم کلبھم۔ وفی اسمائھم اختلاف کثیر۔

اصحاب کہف کے احوال کے لیے ملاحظہ فرمائیں تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ تفسیر النیسابوری ج ۱۵ ص ۱۱۶۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۳ ص ۷۲ قطب الارشاد ص ۴۶۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۰ تفسیر القرطبی ج ۱۰ ص ۳۵۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۷۳۔

بعض کتب میں ہے کہ رقیم فلسطین کے اور ایلہ کے قریب ایک وادی ہے۔ وقال البعض الرقیم الذی فیہ الکہف علی فرسخ من عمان اوقریۃ صغیرۃ بالقرب من البحر المیت او انھا البتراء اھ بتراء ایک جگہ کا نام ہے۔ مقام بتراء کے قریب ایک شق (پہاڑی غار) میں بعض کتبات وخطوط کی دریافت سے پتہ چلتا ہے کہ اس غار میں زمانہ قدیم میں کچھ لوگ مرگئے تھے۔ بعض کا خیال تھا کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ لیکن جب ان خطوط وکتبات کو ماہرین آثار قدیمہ نے پڑھا تو ان سے معلوم ہوا کہ ایک یونانی جماعت اصحاب کہف سے قبل مقام جرش سے آرہی تھی اور شق بتراء میں مرگئی۔ ان کتبات کو ماہر مکتوبات قدیمہ ستار کی نامی شخص نے پڑھا۔

دائرۂ آثار مملکۃ اردنیہ میں اصحاب کہف کے احوال کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ یہ کہف ایک چھوٹے سے شہر رجیب نامی کے پاس ہے۔ قدیمی نام رقیم تھا۔ رقیم میں تصرف کر کے رجیب مستعمل ہوا۔ اس غار میں مدفون قبروں کے الواح کی تاریخ ۴۰۸ء ۴۵۰ء ہے۔ یہ قیصر تھیودوسیوس ثانی کی حکومت کا زمانہ تھا جب اصحاب کہف خواب سے بیدار ہوئے۔

قال فی المفصل ج ۳ ص۲۳۷ وذھب من رأی ان کہف الرجیب ھو کہف اصحاب الکہف الی ان دخول الفتیۃ الکہف کان فی ایام الطاغیۃ تراجان سنہ ۹۱ء سنہ ۱۱۷ء المشھور فاتح الکورۃ العربیۃ ومؤسسھا والآمر بانشاء الممر الحربی المعروف باسم طریق تراجان وبانی مدینۃ ایلۃ الرومانیۃ وصاحب

الملعب الرومانی والآثار العدیدۃ للمبانی التی اقامہا بعمّان وبمدن اخری من الاردن وقد کان شدیدًا عاتیًا قاسیًا علی النصاری عدّہم خونۃ مرقۃ خارجون علی الدولۃ والقانون لذلک اصدرہ ۱۱۲ئہ بقتل کل نصرانی لا یخلص للقیصر والدولۃ فتکتّم منہ النصاری ومن جملۃ من تکتّم وانزوی اصحاب الکھف اھ

امر سادس عمرو بن لحی بھی اسی زمانۂ فترت میں تھا۔ یہ بیت اللہ شریف کا متولّی اور عرب جاہلیت کا بادشاہ تھا۔ قبیلۂ خُزاعہ میں سے تھا۔ بیت اللہ شریف کا متولّی اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام تھا۔ نابت کی وفات کے بعد تولیتِ بیت اللہ شریف کئی سو سال تک بنو جُرہم کے پاس رہی۔ پھر بنو جرہم سے بڑی جنگ کے بعد قبیلہ خزاعہ نے یہ تولیت چھین لی۔ خزاعہ قبائلِ یمن میں سے ایک قبیلہ تھا خزاعہ میں سے پہلا شخص جو بیت اللہ کا متولّی ہوا وہ ربیعۃ بن حارث بن عمرو بن عامر تھا۔ اسی ربیعہ کو لُحیّ کہا جاتا تھا۔ کما فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۶۰۔ ربیعہ یعنی لحی کے بعد عمرو بن لُحی سربراہ و متولّی بنا۔ عمرو بن لحی نے بڑی ترقی کی اور اس علاقہ کا خودمختار بادشاہ بن گیا۔

یہ ظہورِ اسلام سے پانچ چھے سو سال قبل کا قصہ ہے۔ قبیلہ خزاعہ تقریبًا پانچ سو سال تک بیت اللہ شریف کا متولی رہا۔ کمافی تاریخ مکہ۔ ج ۱ ص ۵۵۔ بعض نے تین سو سال لکھا ہے۔ عمرو بن لحی جاہلیت میں بڑا معزز و محترم و مطاع تھا۔ وہ جو حکم اور جو بدعت جاری کرنا چاہتا لوگ اُسے بلاچون وچرا تسلیم کر لیتے تھے۔

علّامہ سہیلی روض الانف ج ۱ ص ۶۲ پر لکھتے ہیں کان عمرو بن لحیّ حین غلبت خزاعۃ علی البیت ونفت جُرہم عن مکۃ قد جعلتہ العرب ربًّا لا یبتدع لہم بدعۃً الّا اتخذ وھا شرعۃً لانہ کان یطعم الناس ویکسو فی الموسم فربّما نحر فی الموسم عشرۃ آلاف بدنۃ وکسا عشرۃ آلاف حُلّۃ حتّٰی قیل انہ اللاتُّ الذی یلتُّ السویقَ للحجیج علی صخرۃٍ معروفۃ تُسمّی صخرۃ اللّات ویقال دام اَمْرُہٗ و امرُ ولدہٖ علی ھذا بمکۃ ثلاثمائۃ سنۃ فلمّا ھلک سُمّیت تلک الصخرۃ اللّات مخففۃ التاء واتخذ صنمًا یُعبد انتہی۔

علامہ ازرقی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں ان عمرو بن لحی بلغ بمکۃ وفی العرب من الشرف مالم یبلغ عربیٌّ قبلہ ولا بعدہ فی الجاھلیۃ وھو الذی قسّم بین العرب فی حطمۃٍ حطموھا عشرۃ آلاف ناقۃ و قد کان قد اعور عشرین فحلًا وکان الرجل فی الجاھلیۃ اذا ملک الف ناقۃ فقأ عین فحل ابلہ فکان قد فقأ عین عشرین فحلًا وکان اول من اطعم الحاجّ بمکۃ سدایف الابل ولحمانہا علی الثرید وعمّ فی تلک السنۃ جمیع حاجّ العرب بثلاثۃ اثواب من برود الیمن وکان قد ذھب شرفہ فی العرب کل مذھب وکان قولہ فیہم دینًا متبعًا لا یخالف اھ۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۶ پر لکھتے ہیں کہ لحی کا نام حارثۃ بن عامر ہے۔ لیکن دیگر مؤرخین کے نزدیک لحی نام ہے ربیعۃ بن حارثۃ بن عمرو بن عامر کا۔ کما ذکرنا من قبل۔ مسعودی یہ بھی لکھتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا متولی عمرو بن لحی تھا۔ لیکن علامہ ازرقی وغیرہ بعض محققین کی رائے میں پہلا متولی اس کا باپ تھا یعنی ربیعۃ بن حارثہ۔ قال المسعودی وقد کانت ولایۃ البیت فی خزاعۃ ثلاث مائۃ سنۃ ثم اخذ الولایۃ قصی بن کلاب بن مرۃ واٰخر من ولی البیت من خزاعۃ حلیل بن حبشیۃ بن سلول بن کعب بن عمرو عامر وقال ایضاً ان عمرو بن لحی قد عمّر فمات ولہ من الولد وولد الولد الف انتہی بتصرف۔

عمرو بن لحی عرب میں پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو بدل ڈالا اور متعدد بدعات اور رسوم شرکیہ عرب جاہلیت میں جاری کرائیں۔ اور یہی عمرو بن لحی پہلا شخص ہے جس نے مکہ مکرمہ میں اور عرب میں بت پرستی شروع کرائی اور تلبیہ جو ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک ہی طریقے پر جاری تھا اس میں مشرکانہ الفاظ کا اضافہ کیا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ عمرو بن لحی ایک بار ملک شام کے سفر پر گیا وہاں ارض بلقاء میں مقام مآب میں قوم عمالیق کو دیکھا جو کہ بتوں کی عبادت کرتی تھی فقال لہم عمرو بن لحی ماھذہ الاصنام؟ قالوا لہ ھذہ اصنام نعبدھا فنستمطرھا فتمطرنا ونستنصرھا فتنصرنا فقال لہم الا تعطونی منھا صنما فاسیر بہ الی ارض العرب فیعبدونہ فاعطوہ صنما یقال لہ ھبل فقدم بہ مکۃ فنصبہ وامر الناس بعبادتہ وتعظیمہ کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۸۸۔

وقال الازرقی وھو الذی بحّر البحیرۃ ووصل الوصیلۃ ونصب الاصنام حول الکعبۃ وجاء بھبل من ھیت من ارض الجزیرۃ فنصبہ فی بطن الکعبۃ فکانت العرب وقریش تستقسم عندہ بالازلام وھو اول من غیّر الحنیفیۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ انتہی

علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں وکانت التلبیۃ من عھد ابراھیم علیہ السلام لبیک لاشریک لک لبیک حتی کان عمرو بن لحی فبینما ھو یلبی تمثّل لہ الشیطان فی صورۃ شیخ یلبی معہ فقال عمرو لبیک لاشریک لک فقال الشیخ الّا شریکا ھو لک فانکر ذلک عمرو وقال ماھذا؟ فقال الشیخ قل تملکہ وماملک فانہ لاباس بھذا فقالھا عمرو فدانت بھا العرب انتھی۔ چنانچہ اسلام سے قبل قریش وغیرہ یوں تلبیہ پڑھتے تھے لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الّا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک۔ پس توحید بالتلبیہ میں وہ اپنے اصنام بھی آخر میں داخل کرتے ہوئے انہیں اللہ کے مملوک ظاہر کرتے تھے اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ فرمایا وما یؤمن اکثرھم باللہ الّا وھم مشرکون ای مایوحّد ونبی لمعرفۃ حقّی الّا جعلوا

معی شریکاً من خلقی کذا فی سیرة ابن هشام۔

وفی صحیح البخاری عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ مرفوعاً ان اول من سیّب السوائب وعبد الاصنام ابوخزاعة عمرو بن عامر وانی رأیتہ یجر امعائہ فی النار۔ وروی احمد باسنادہ عن ابی هریرة مرفوعاً رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ فی النار وھو اول من سیّب السوائب۔

وقال محمد اسحق عن ابی هریرة یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاکثم بن الجون الخزاعی یااکثم رأیت عمرو بن لحی یجر قصبہ فی النار فما رأیت رجلاً اشبہ برجل منک بہ ولا بک منہ فقال اکثم عسی أن یضرّنی شبہہ یارسول اللہ قال لا انک مؤمن وھو کافر انہ کان اول من غیّر دین اسمٰعیل علیہ السلام فنصب الاوثان وبحّر البحیرة وسیّب السائبة ووصّل الوصیلة وحمی الحامی قال اللہ تعالی ماجعل اللہ من بحیرة ولاسائبة ولاوصیلة ولاحام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لایعقلون۔

وعن سعید بن المسیّب قال البحیرة التی یمنع درھا للطواغیت فلایحلبھا احد من الناس و السائبة التی کانوا یسیّبونھا لآلھتھم لایحمل علیھا شئ وفی سیرة ابن ھشام ج ا ص۹۸ قال ابن اسحٰق اما البحیرة فھی بنت السائبة والسائبة الناقة اذا تابعت بین عشر اناث لیس بینھن ذکر سیبت فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الا ضیف فما نتجت بعد ذلک من انثی شقّت اذنھا ثم خلّی سبیلھا مع امّھا فلم یرکب ظھرھا ولم یجزّ وبرھا ولم یشرب لبنھا الاضیف کما فعل بامّھا فھی البحیرة بنت السائبة والوصیلة الشاة اذا أتأمت عشر اناث متتابعات فی خمسة ابطن لیس بینھن ذکر جعلت وصیلة قالوا قد وصلت فکان ماولدت بعد ذلک للذکور منھم دون اناثھم الا ان یموت منھا شئ فیشترکوا فی اکلہ ذکورھم واناثھم والحام الفحل اذا انتج لہ عشر اناث متتابعات لیس بینھن ذکر حمی ظھرہ فلم یرکب ولم یجزّ وبرہ وخلی فی ابل یضرب فیھا لاینتفع منہ بغیر ذلک اھ وللمفسرین فی تفسیرھا اقوال ھذا تمت رسالة النظرة فی الفترة۔ وللہ الحمد علم اتم۔

فِلَسْطِین۔ آیت وقلنا یاادم اسکن انت وزوجک الجنة کی شرح میں مذکور ہے۔ فِلسطین بکسرِ فاء و فتحِ لام و سکونِ سین ہے۔ نسبت فِلسطی ہے۔ اس کے اعراب میں نحاۃ کے دو مذہب ہیں۔ اول یہ کہ وہ غیر منصرف ہے اور یاء لازم ہے ہر حال میں۔ تقول ھذہٖ فلسطینُ ورأیت فلسطینَ ومررت بفلسطینَ بغیر تنوین۔ دوم یہ کہ وہ بمنزلۂ جمع ہے اور اعراب بالحرف ہے مثلِ جمع تقول ھذہ فَلسطونَ ورأیتُ فلسطینَ و مررتُ بفلسطینَ بفتح الفاء واللام۔ کذا ضبطہ الامام الازھری۔

فلسطین قدیم نقشوں اور لغت کے پیشِ نظر ملکِ شام کا آخری صوبہ ہے بجانب مصر۔ عسقلان۔ رملہ۔ غزہ۔

ارسوف۔ قیساریہ۔ نابلس۔ اریحا۔ عمان اس کے مشہور شہر ہیں۔ فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ وہ یہاں پر آباد ہوا تھا۔ بقول زجاجی فلسطین بن کلثوم من ولد فلان بن نوح علیہ السلام سے موسوم ہے۔ اور بروایت ہشام بن محمد فلیشین بن کسلوخیم من بنی یافث بن نوح علیہ السلام سے مسمّی ہے کتاب ابن الفقیہ میں ہے کہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے اسم کو منسوب ہے۔

ابن کلبی فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ یا قوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم میں اور قولہ تعالیٰ الارض التی بارکنا فیہا للعالمین میں ارض سے ارضِ فلسطین مراد ہے۔ کذا فی المعجم۔

الفُرات بضم الفاء تجری من تحتہا الانہار کی شرح میں مذکور ہے۔ فرات عراق میں کوفہ کے قریب ایک مشہور دریا کا نام ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے اور مفید تر ہے۔ شاید اسی وجہ سے یا بطور تفاول اس کا نام فرات رکھا گیا۔ عربی لغت میں فرات کا معنی ہے میٹھا پانی قال اللہ تعالیٰ ھذا عذبٌ فرات وھذا ملح اجاج۔ اور فرات کا مقابل ماءِ ملح ہے یقال فرت الماء فروتۃً اذا عذُب فھو فُرات۔ دریائے فرات کا منبع ومخرج جبالِ ارمینیہ ہے۔ پھر وہاں سے ہوتے ہوئے ارض روم میں داخل ہوتا ہے راستہ میں مزید کئی چھوٹی بڑی نہریں اس سے جا ملتی ہیں۔ پھر مقام قرنہ میں دریائے دجلہ سے جا ملتا ہے۔ فرات شہر وقلعہ منبج شہر بالس۔ شہر رقہ۔ شہر عانہ شہر ہیت کے مقابل گزرتا ہوا شہر واسط وبصرہ کے مابین جا نکلتا ہے۔

مقام صِفّین جہاں پر معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کی افواج میں جنگ ہوئی تھی کے قریب گزرتا ہے۔ اس کا طول تقریباً ۵۰۰ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ قال المسعودی فی مروج الذھب ج ۱ ص ۱۰۳، فیکون مقدار جریانہ علی وجہ الارض نحواً من خمسمائۃ فرسخ وقد قیل اکثر من ھذا آگے جا کر فرات خلیج فارس میں گر جاتا ہے۔ وفی دائرۃ المعارف ج ۷ ص ۱۳۵ ویبلغ طول الفرات ۲۸۶۰ کیلومترا ویصب عند مدینۃ عبادان علی الخلیج الفارسی اھ۔ وفی معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۲ ثم یصب فی بحر الھند اھ۔

دریائے فرات کے بہت سے فضائل ہیں روی ان اربعۃ انہار من الجنۃ النیل والفرات وسیحون وجیحون وروی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یا اھل الکوفۃ ان نہرکم ھذا یصب الیہ میزابان من الجنۃ وعن عبد الملک بن عمیر ان الفرات من انہار الجنۃ ولولا ما یخالطہ من الاذی ما تداوی بہ مریض الا ابرأہ اللہ تعالیٰ وان علیہ ملکاً یذود عنہ الادواء۔ وروی ان عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق شرب ماء الفرات ثم استزاد فحمد اللہ وقال نہرٌ ما اعظم برکتہ ولو علم الناس ما فیہ من البرکۃ لضربوا علی حافتیہ القباب ولولا ما یدخلہ من الخطائین ما اغتمس فیہ ذو عاھۃ الا برأ وھما یروی عن السدی واللہ اعلم بصحتہ من باطلہ قال مدّ الفراتُ فی زمن علی رضی اللہ عنہ فالقی رمانۃً قطعت الجسر من عظمہا فأُخذت فکان فیہا کرٌّ حبّ فامر المسلمین ان یقتسموھا بینہم وکانوا یرونہا

من الجنّة۔ وھذا باطل لان فواکہ الجنّۃ لم توجد فی الدنیا کذا فی معجم البلدان قلت لا شك فی بطلان ھذا و بعض ماذکر من قبل نعم خبر اربعۃ انھار من الجنۃ مروی فی الاحادیث الصحیحۃ والحسنۃ۔ وقد فصّلناہ فی بیان النیل من ھذا الکتاب فراجعہ۔

قریش۔ آیت فمن فرض فیھن الحج فلا رفث الآیۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی ہیں۔ بنو ہاشم قریش ہی میں سے ایک خاندان ہے۔

قریش نضر بن کنانہ کا لقب ہے۔ پس جو اولادِ نضر میں سے ہو وہ قریشی ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو وہ قریشی نہیں کہلاتا۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک فہر بن مالک کا لقب قریش تھا نہ کہ نضر کا۔ پس اولادِ فہر قریشی ہے اور جو شخص فہر کی اولاد سے نہ ہو وہ قریشی نہیں ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قولِ اوّل مختار ہے: واختارہ ابو عبیدۃ معمر بن المثنی۔ اور بہت سے محققین تاریخ نے قولِ ثانی کو ترجیح دی ہے۔ راجع البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ و روض الانف ج ۱ ص ۷۰۔ فہر اور نضر دونوں نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں اجداد کے نام ہیں۔

نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمّد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ۔ کذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۵۔

تسمیہ بہ قریش کی وجوہِ اشتقاق متعدد ہیں۔ (۱) قیل من التقرش وھو التجمع بعد التفرق وذلك فی زمن قصی بن کلاب کذا فی البدایۃ ج ۱ ص ۲۰۱ وفیہ نظر اذ قریش لیس لقب قصیّ بل کان ھذا الاسم قبل قصیّ قال العلامۃ السھیلی فی روض الانف ج ۱ ص ۷ بعد ذکر ھذا القول والدلیل علی اضطراب ھذا القول ان قریشا لم یجتمعوا حتی جمعھم قصی بن کلاب۔

(۲) وقیل من التقرش وھو التکسب والتجارۃ قال الجوھری القرش الکسب والجمع قال الفراء وبہ سمیت قریش۔

(۳) وقال ابن الکلبی سمی النضر قریشا لانہ کان یقرش ای یُفتّش عن حاجۃ الناس فیسدّھا والتقریش ھو التفتیش وکان بنوہ یقرشون اھل موسم الحج عن الحاجۃ فیرفدونھم بما یبلغھم بلادھم۔

(۴) وفی روض الانف ج ۱ ص ۷ انّ قریشا تصغیر القرش وھو حوتٌ فی البحر یأکل حیتان البحر سُمی بہ ابو القبیلۃ اھ روی البیھقی ان معاویۃ رضی اللہ عنہ قال لابن عباس لم سمیت قریشٌ قریشا فقال لدابّۃٍ تکون فی البحر تکون اعظم دوابّہ قال فانشد نی فی ذلك شیئا فانشدہ شعر الجمحی

اذ یقول ؎

وقریش ھی التی تسکن البحر　بہا سمیت قریش قریشا
تأکل الغث و السمین ولا　تترکن لذی الجناحین ریشا
ھکذا فی البلاد حی قریش　یأکلون البلاد اکلاً کمیشا

(۵) وقیل سموا بقریش بن الحارث بن یخلد بن النضر بن کنانۃ وکان دلیل بنی النضر فی اسفار التجارۃ فکانت العرب تقول قد جاءت عیر قریش قالوا و بدر بن قریش ھو الذی حفر البئر المنسوبۃ الیہ التی کانت عندھا الوقعۃ العظمٰی و فی صحیح مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمٰعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی ھاشما من قریش واصطفانی من بنی ھاشم ۔ ایک اور حدیث شریف ہے الائمۃ من قریش۔ احادیث میں قریش کی بڑی فضیلت منقول ہے ۔

قحطان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتدا میں مذکور ہے ۔ قحطان عرب کے جد اعلیٰ کا نام ہے ۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ اہل یمن قحطان کی اولاد ہیں اور دیگر عرب یعنی قریش وغیرہ عدنان کی اولاد ہیں ۔ قحطان کا بیٹا یعرب تھا اور یعرب کے نام کی مناسبت سے عرب کو عرب کہتے ہیں ۔ اولادِ قحطان کو عرب عاربہ کہتے ہیں ۔ اس کے سلسلۂ نسب میں اہل اخبار کے متعدد اقوال ہیں ۔ (۱) حسب قولِ بعض اس کا نسب یہ ہے قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ یہ اکثر نسابین کی رائے ہے ۔

راجع سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۴ و سیرۃ ابن ہشام علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۱ ۔ و مروج الذہب ج ۱ ص ۲۷۶ و نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۷۵ والاخبار الطوال ص ۹ و کتاب الاشتقاق ص ۲۱۷ والاکلیل ج ۱ ص ۸۷ و تاریخ الطبری ج ۱ ص ۲۰۵ و ابن خلدون ج ۱ ص ۹ وغیر ذلک ۔

(۲) توراۃ میں قحطان کا نام یقطان لکھا ہے فھو یقطان بن عابر بن شالخ بن ارکشاد بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ دیکھو تورات التکوین الاصحاح العاشر الآیۃ ۲۵ فما بعدہا ۔ نیز ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸ و تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۹ ۔ یہ دونوں سلسلۂ نسب تقریباً ایک معلوم ہوتے ہیں ۔

بعض اہل اخبار کہتے ہیں کہ عابر ہود علیہ السلام ہیں لہٰذا وہ یوں سلسلۂ نسب ذکر کرتے ہیں قحطان بن ہود بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ۔ لیکن بعض مورخین قحطان کو ہود علیہ السلام کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے ۔ بقول بعض علماء قحطان ہود علیہ السلام کا بھائی یا بھائی کا بیٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قحطان خود ہود علیہ السلام کا نام ہے ۔ کذا فی الروض الانف ج ۱ ص ۱۳ ۔ بعض کتب تاریخ سے اس کی تائید ہوتی ہے ۔

ففی انسان العیون للحلبی ج ۱ ص ۱۸ وقحطان اول من قیل لہ ابیت اللعن و اول من قیل لہ انعم صباحا و یعرب بن قحطان

قیل لہ ایمن لان ھودؑ النبیّ اللہ تعالی قال لہ انت ایمن ولدی وسمی الیمن یمناً بنزولہ فیہ اہ وھذا یدل علی ان قحطان ھو ھودؑ علیہ السلام۔

(۴) بعض علماء کے نزدیک قحطان اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ سارے عرب اولادِ اسماعیلؑ ہیں۔ فھو قحطان بن تیمن بن قیذر بن اسمٰعیل علیہ السلام۔

وقد احتج لکون قحطان من ولد اسماعیل علیہ السلام بقول نبیّنا علیہ السلام ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیاً قال ھذا القول لقوم من اسلم بن افصی واسلم اخو خزاعۃ وھم بنو حارثۃ بن ثعلبۃ ابن عمرو بن عامر وابناء عمرو بن عامر من سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان انتہی بتصرف ما فی الروض الانف ج ۱ ص۱۳ اور اہل سبأ اہل یمن ہیں یعنی اہل یمن اولاد قحطان ہیں تو ثابت ہوا کہ کل اہل یمن بھی اولادِ اسمٰعیلؑ ہیں جس طرح قریش وغیرہ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک اولاد قحطان یعنی اہل یمن مقابل ہیں اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے اور حدیث مذکور کی تاویل کرتے ہیں قال ابن ھشام فی سیرتہ فالعرب کلھا من اسمٰعیل علیہ السلام وقحطان (ای کل العرب اما من اسماعیل واما من قحطان فہم نوعان بعضہم من اسماعیل وبعضہم من قحطان) وبعض اھل الیمن یقول قحطان من ولد اسماعیل ویقول اسمٰعیل علیہ السلام ابو العرب کلھا اھ ج ۱ ص۱۳

وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص۵۲۳ عند ذکر التبابعۃ ملوک الیمن وھم بنو حمیر کانوا بالیمن ولم یکونوا یسمّون منھم الملک بتبّع حتی یملک الیمن واوّل من ملک منھم قحطان بن عابر بن صالح وھو اول من لبس التاج سنۃ ۲۰۳۰ قبل المیلاد ولما مات تولّی بعدہ ابنہ یعرب بن قحطان وھو من کبار ملوک العرب یقال انہ اوّل من حیّاہ ولدہ بقولہم ابیت اللعن وانعم صباحاً ثم ملک بعدہ ابنہ یشجب بن یعرب اھ

قریظہ۔ آیت وان یأتوکم اساریٰ تفادوھم کے بیان میں قریظہ مذکور ہے۔ بنو قریظہ مدینہ منورہ میں یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ان کا سردار کعب بن اسید تھا مسلمانوں اور بنو قریظہ کے درمیان معاہدہ صلح تھا۔ بنو قینقاع وبنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد وہ ۵ھ تک مدینہ میں مقیم رہے۔ جنگِ خندق میں انہوں نے بنو نضیر کے رئیس حیی بن اخطب کے کہنے پر معاہدہ توڑنے کا اعلان کر دیا۔ غزوۂ خندق ختم ہونے کے بعد نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

چند روزہ محاصرہ کے بعد بنو قریظہ نے اس شرط پر قلعہ کا دروازہ کھول دیا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کر دیں ہم اس پر راضی ہوں گے۔ چنانچہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق ان میں سے بڑے

مردوں اور بالغ لڑکوں کو قتل کر دیا گیا جو ۶۰۰ اور ۷۰۰ کے لگ بھگ تھے۔ بچوں اور عورتوں کو غلام اور باندی بنا لیا گیا۔ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔ ان کا محاصرہ ۲۳ ذوقعدہ کو شروع ہوا تھا۔

قُزَح ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام کی تفسیر میں مذکور ہے۔ قُزح دراصل اس قوس کا نام ہے جو بارش کے بعد یا فضا کے مرطوب ہونے کی وجہ سے رنگا رنگ خطوط سے مرکب نظر آتی ہے۔ مزدلفہ میں ایک پہاڑ کا نام قزح اس لیے رکھا گیا کہ کسی زمانے میں لوگوں کو اس پر سے یہ قوس قزح نظر آتی تھی وعن جبیر بن الحویرث قال رأیتُ ابابکر الصدیق رضی اللہ عنہ علی قزح وھو یقول ایھا الناس اَصبِحوا ثم دفع وانی لأنظُر الی فخذِہ وقد انکشف مما یخرش بعیرہ بمجنہ۔ اعلام الساجد میں ہے کہ مزدلفہ کے چار نام ہیں مزدلفہ وجمع وقُزح ومشعر حرام۔ قال البیضاوی فی تفسیر المشعر الحرام (ھو) جبل یقف علیہ الامام ویسمّٰی قُزح اھ۔

الکوفۃ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے اس کے علاوہ متکرر الذکر ہے۔ کوفہ ارض بابل یعنی عراق میں مشہور شہر ہے۔ بصرہ کی طرح کوفہ کی تعمیر بھی بحکم عمر رضی اللہ عنہ ہوئی۔ تعمیر ۱۷ھ کو ہوئی وقیل ۱۹ھ وقیل ۱۸ھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء وغیرہ افواج اسلام کی بیماری کی اطلاع دی جو ادھر ادھر بستے تھے فکتب عمر رضی اللہ عنہ الیہ ان العرب لا یُصلِحھا من البلدان الا ما اَصلَح الشاۃ والبعیر فلا تجعل بینی وبینھم بحراً وعلیك بالریف اھ۔

پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی لوگوں کے مشورہ سے کوفہ کی موجودہ جگہ کو شہر بسانے کے لیے منتخب کیا۔ اس جگہ کا نام سورستان تھا۔ وسط میں جامع مسجد بنائی جس میں چالیس ہزار انسانوں کی گنجائش تھی۔ اوّلاً جھونپڑیوں اور چھپروں کی آبادی تھی۔ افواج اسلام کی چھاؤنی تھی۔

کوفہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) سمیت بذلك لاجتماع الناس بھا من قولھم قد تکوّف الرملُ ای اجتمع ورکب بعضُہ بعضاً۔ (۲) قیل اُخذت من الکوفان یقال ھم فی کوفان ای فی بلاءٍ وشرٍّ۔ (۳) او سمیت بذلك لانھا قطعۃٌ من البلادِ من قول العرب قد اَعطیتُ فلاناً کیفۃً ای قطعۃً ثم انقلبت الیاء فی الکوفۃ واواً لانضمام ما قبلھا۔

(۴) قال قطرب سمیت بموضعھا من الارضِ وذلك ان کل رملۃٍ یُخالِطُھا حصباء تُسمّٰی کوفۃً۔ (۶) او لانّ جبل ساتید ما یحیط بھا کالکفاف علیھا (۷) قال ابن الکلبی سمیت بجبل صغیر فی وسطھا اسمہ کوفان۔ (۸) وقال ابن القاسم سمیت الکوفۃ لاستدارتھا اَخذاً من قول العرب رأیتُ کُوفاناً وکَوفاناً للرُّمیلۃ المستدیرۃ۔

اہالی کوفہ وبصرہ میں دائماً مفاخرہ ومناضلہ ہوتا رہتا تھا۔ بعض بصرہ کو اور بعض کوفہ کو ترجیح دیتے تھے

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے پاس ایک مرتبہ اشراف جمع تھے تو دونوں شہروں کا ذکر آیا۔ محمد بن عمیر نے کوفہ کی مدح میں کہا الکوفۃ سفلت عن الشام وو بائہا وارتفعت عن البصرۃ وحرّ ہا فہی برّیۃ مریئۃ مریعۃ اذا اَتتنا الشمال ذہبت مسیرۃ شہرٍ علی مثل رضراض الکافور واذا ہبّت الجنوب جاءتنا ریح السواد وورده ویاسمینہ واُترنجہ ماؤنا عذبٌ وعیشنا خِصبٌ فقال فی جوابہ عبد الملک بن الاہتم نحن واللہ اَوسع منہم بریۃ واَعدُّ منہم فی السریۃ واکثر منہم ذریۃ واعظم منہم نفرا ولا یخرج من عندنا الّا سائقٌ اوقائدٌ۔

فقال الحجاج ان لی بالبلدین خبرًا فقال ہات۔ فقال اما البصرۃ فعجوز شمطاء بخراء دفراء اُوتیت من کل حُلیّ واما الکوفۃ فبکرٌ عاطلٌ عیطاء لاحُلیّ لہا ولا زینۃ۔

فقال عبد الملک ما اَراک الّا قد فضّلت الکوفۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الکوفۃ کنز الایمان وحجۃ الاسلام وسیف اللہ ورمحہ یضعہ حیث شاء والذی نفسی بیدہ لینصرن اللہ باہلہا فی شرق الارض وغربہا کما انتصر بالحجاز۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل الکوفۃ اہل اللہ وہی قبۃ الاسلام یحنّ الیہا کل مؤمن۔ کذا فی المعجم ج ۴ ص ۴۹۳

مسجد کوفہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو رکعت کا ثواب دس رکعات کے برابر ہے۔ اور ایک حصہ اس کا وہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے وفار التنّور۔ نیز اس کے پانچویں ستون کے قریب ابراہیم علیہ السلام نے نماز پڑھی ہے۔ لیکن یہ اثر و حدیث ضعیف یا موضوع ہے۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خذوا المناسک عن اہل مکۃ وخذوا القراءۃ عن اہل المدینۃ وخذوا الحلال والحرام عن اہل الکوفۃ۔ کوفہ کے کچھ احوال بصرہ کے احوال میں ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ نحاۃ و علماء عربیت کے نزدیک یہ مقولہ مشہور ہے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ اس مقولہ کی وجہ استعمال و وجہ تقدم ذکر بصرہ و تأخر ذکر کوفہ میں بہت سے حقائق و لطائف ہیں جن کا ذکر میں اپنی کتاب بغیۃ الکامل شرح محصول و حاصل للجامی میں کر چکا ہوں۔ فراجعہا تری لطائف خلت عنہا الاسفار۔

کرمان۔ وقلنا یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ کی شرح میں مذکور ہے۔ کرمان اقلیم رابع میں ایک مشہور مملکت کا نام ہے، یہ فارس و مکران و سجستان و خراسان کے مابین ہے۔ کرمان کے مشرق میں مکران ہے اور مغرب میں ارض فارس اور شمال میں خراسان اور جنوب میں بحر فارس ہے۔ اس میں باغات بہت ہیں کھجوریں اور دیگر درخت اس میں کثرت سے ہیں نہایت سرسبز و شاداب خطہ ہے یہ نہروں کی

سرزمین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس علاقے کو فتح کیا گیا۔ عثمان بن العاص کو جو بحرین کے گورنر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کرمان فتح کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عثمان بن العاص ؓ سمندر پار کرتے ہوئے ارض فارس میں پہنچے اور بڑی سخت جنگ کے بعد اس کے بادشاہ کو قتل کر دیا اور کچھ علاقہ فتح کر لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے (ابن عامر کو امیر بنا کر فارس بھیجا۔ ابن عامر نے مجاشع بن مسعود سلمی کو یزدجرد شہنشاہ فارس کے تعاقب میں بھیجا۔ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں یزدجرد قتل کیا گیا۔

کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا نام کعبۃ اللہ بھی ہے اور بغیر اضافت کے الکعبہ بھی کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا اور انبیاء علیہم السلام کا قبلۂ صلاۃ ہے اور یہ عظیم شرف ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی برکات کا مرکز اور انوار رحمانیہ کا منبع ہے۔ روئے زمین پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ کعبۃ اللہ ہے۔

اور یہی کعبۃ اللہ زمین کا وہ پہلا خطہ ہے جو آفرینشِ ارض کے وقت پانی پر خشک ٹیلے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور پھر یہیں سے اللہ تعالیٰ نے چاروں طرف خشک زمین پھیلا دی۔ قرآن مجید میں ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔ بیت اللہ شریف کے لامحدود فضائل و برکات میں سے چند فضائل ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

اوّل یہ فضیلت جس کا بیان ابھی ہوا اور جس کی طرف آیتِ مذکورہ میں اشارہ ہے قال کعب الاحبار کانت الکعبۃ غُثاءً علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض باربعین سنۃً ومنھا دُحیت الارض وعن مجاھد یقول خلق اللہ عز وجلّ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارضین وعن عطاء عن ابن عباسؓ انہ قال لما کان العرش علی الماء قبل ان یخلق اللہ السموات والارض بعث اللہ تعالی ریحاً ھفّافۃً فصفقتِ الماء فابرزت عن خشفۃ (الخشفۃ حجارۃ تنبت فی الارض نباتاً) فی موضع ھذا البیت کانھا قُبّۃ فدحا اللہ الارضین من تحتھا فمادت ثم مادّت فاوتدھا اللہ تعالی بالجبال فکان اوّل جبلٍ وُضِع فیھا ابو قبیس فلذلک سمیت مکۃ اُمّ القریٰ۔ وعن مجاھد قال لقد خلق اللہ عزّ وجلّ موضعَ ھذا البیت قبل ان یخلق شیئاً من الارض بالفی سنۃ وانّ قواعدہ لفی الارض السابعۃ السفلیٰ۔ ذکر ھذہ الآثار باسنادھا ابو الولید الازرقی فی اخبار مکۃ۔

ثانی احادیث میں ہے کہ بیت اللہ کی سمت اور سیدھ پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اسی طرح کعبۃ اللہ و بیت اللہ ہے اسی طرح ہر آسمان کے فرشتے اور ہر زمین کے باشندے اپنے اپنے کعبہ کی زیارت کے لیے آکر اس کا طواف کرتے ہیں۔ فعن لیث بن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا البیت خامس خمسۃ عشر بیتاً سبعۃ منھا فی السماء الی العرش وسبعۃ منھا الی تخوم الارض السفلی

لکل بیت منہا حرم کحرم ھذا البیت ۔ ذکرہ الازرقی ۔ آسمانوں میں موجود کعبہ کا نام بیت معمور ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کا نام ضراح ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ بیت معمور سماء سادسہ میں ہے ۔

ابن کلبی روایت کرتے ہیں ان بیتا فی السماء یقال لہ ضراح بحیال الکعبۃ یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک من الملائکۃ ما دخلوہ قط قبلھا۔ مجاہد کی روایت ہے کہ زمین میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کو بنایا اور کعبۃ اللہ اول اول ایک مجوّف سرخ جنتی یاقوت تھا اس کا ایک دروازہ شرقی اور ایک غربی تھا۔ طوفان نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اوپر آسمان کی طرف اٹھالیا اور حجر اسود کو جبل ابو قبیس میں بطور امانت رکھا۔ فروی ابن جریج کان بمکۃ البیت المعمور فرفع زمان الغرق فھو فی السماء۔

طوفان نوح علیہ السلام کے بعد بیت اللہ شریف کی جگہ پر کوئی عمارت نہ تھی بس ایک سرخ ٹیلے کی مانند یہ جگہ نظر آتی تھی تا آنکہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ آیا اور انہوں نے بحکم خدا یہاں پر کعبۃ اللہ کی عمارت قائم کی ۔ کما ھو المذکور فی القرآن قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل اور پھر آج تک وہ آباد چلا آرہا ہے ۔ بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تھی بعدہ شیث ابن آدم نے تعمیر کی کما سیاتی بیانہ۔

ثالث[۳] کعبۃ اللہ اسلام سے قبل ہر زمانے میں معظم و محترم رہا ہے اور بڑے بڑے بادشاہ اس کی زیارت کے لیے آتے تھے اور بہت سے ہدایا اور اموال بھیجتے تھے ۔ ملوکِ فارس کسریٰ وغیرہ بھی اموال و نذرانے بھیجتے تھے ۔ چنانچہ غزالین کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ عبد المطلب نے زمزم کی کھدائی میں سونے کے دو بڑے قیمتی غزال پائے تھے یہ دو بڑی مورتیاں تھیں سونے کی ہرن کی صورت میں جو بعض سلاطین نے بطور نذرانہ بیت اللہ شریف کو بھیجی تھیں۔

اسی طرح بیت اللہ شریف کے اندر بہت گہرا کنواں تھا جس میں وہ نذرانے ڈالے جاتے تھے جو مختلف امراء و سلاطین بھیجتے تھے ۔ اور وہ کنواں اب بھی سونے اور بیش بہا موتیوں سے پُر ہے جس کا منہ بند کیا گیا ہے ۔

رابع[۴] مؤرخین و دیگر علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کے اندر اس کنویں میں اب بھی اتنی عظیم دولت ہے جو شمار سے باہر ہے ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو اس دولت کا پتہ تھا لیکن اسے آپ نے ہاتھ نہیں لگایا شاید مقصد یہ تھا کہ بیت اللہ شریف کو روحانی و باطنی برکات کے ساتھ ساتھ دنیاوی عظمت و بلندی بھی حاصل رہے ۔

بعض کتب تاریخ میں لکھا ہے وقد وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح مکۃ فی الجب الذی کان فیہ سبعین الف اوقیۃ من الذھب مما کان الملوک یھدون للبیت فیھا الف الف دینار

مرتین بمائتی قنطار زنّا. وقال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ لواستعنت بھذا المال علی حربك فلم یفعل ثم ذکر لابی بکر فلم یحرّکہ. قالہ الازرقی - وفی البخاری بسندہ الی وائل قال جلست الی شیبۃ بن عثمان وقال جلس الیّ عمر بن الخطاب فقال ھممتُ ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الّا قسمتھا بین المسلمین قلتُ ما انتَ بفاعل قال ولم؟ قلتُ لم یفعلہ صاحباك فقال ھما اللذان یقتدی بھما و خرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ۔

بعض کتب تاریخ میں ہے مثل تاریخ ابن خلدون وغیرہ کہ ۱۹۹ھ میں وہ مال حسن بن حسین بن علی بن علی زین العابدین نے نکال لیا۔ قال واقام ذلك المال الی ان کان فتنۃ الافطس وھو الحسن بن الحسین ابن علی بن علی زین العابدین سنۃ تسع وتسعین ومائۃ حین غلب علی مکۃ عمد الی الکعبۃ فاخذ ما فی خزائنھا وقال ما تصنع الکعبۃ بھذا المال موضوعًا فیھا لاینتفع بھا نحن احق بہ نستعین بہ علی حربنا واخرجہ وتصرف فیہ وبطلت الذخیرۃ من الکعبۃ من یومئذ۔ کذا فی تاریخ ابن خلدون وغیرہ۔

خامس۔ بیت اللہ شریف جس طرح ہمارا اور ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا قبلہ ہے اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بھی یہی تھا مگر بنی اسرائیل کا اور بعض دیگر مورخین کے نزدیک انبیاء بنی اسرائیل کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے بعد یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے و قالوا یا محمد ما ولاك عن قبلتك التی کنت علیھا وانت تزعم انك علی ملۃ ابراھیم ودینہ وفی روایۃ انھم قالوا للمسلمین ما صرفکم عن قبلۃ موسٰی ویعقوب وقبلۃ الانبیاء۔

یہود کا یہ قول ان کے اس عقیدے پر مبنی ہے کہ بیت المقدس تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا۔ بعض دیگر آثار بھی اس کے موافق ملتے ہیں فروی عن الزھری انہ قال لم یبعث اللہ منذ ھبط آدم علیہ السلام الی الارض نبیًا الّا جعل قبلتہ صخرۃ بیت المقدس۔ بنا بریں قول ہمارے نبی علیہ السلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ آپؐ کا قبلہ کعبۃ اللہ بنایا گیا اور بیت المقدس کے قبلہ ہونے میں بھی آپؐ دیگر انبیاء علیہم السلام کے کچھ مدت تک شریک رہے۔

لیکن محقق وصحیح قول یہ ہے کہ کعبۃ اللہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا۔ فعن ابی العالیۃ کانت الکعبۃ قبلۃ الانبیاء وکان موسٰی علیہ السلام یصلی الی صخرۃ بیت المقدس وھی بینہ وبین الکعبۃ۔

وذکر بعض العلماء ان ذلك مما کتمہ الیھود لانّ الیھود لم تجد کون الصخرۃ قبلۃ فی التوراۃ وانما کان تابوت السکینۃ علی الصخرۃ فلما غضب اللہ علی بنی اسرائیل رفع وصلوا الی الصخرۃ بمشاورۃ منھم وادّعوا انھا قبلۃ الانبیاء۔

بنابریں قول ثانی امام زہریؒ کے قول کی تاویل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا قبلہ کعبۃ اللہ تھا۔ البتہ وہ کعبۃ اللہ کی جانب صخرہ بیت المقدس رکھتے تھے اس طرح وہ صخرہ اور کعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ کذا فی انسان العیون للعلامۃ علی الحلبی ج ۲ ص ۱۳۰۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تحویلِ قبلہ پہلا نسخ ہے جو قرآن مجید میں واقع ہوا۔

اس قول ثانی کی تائید محمد بن کعب کے قول سے بھی ہوتی ہے فعن محمد بن کعب القرظی قال ما خالف نبیّ نبیًّا قطّ فی قبلۃ الّا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل بیت المقدس ای فھو مخالف لغیرہ من الانبیاء فی ذلك وھذا موافق لما تقدم عن ابی العالیہ۔

سادس کعبۃ اللہ کو یہ شرف اور عظیم مقام اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے بخشا تھا اور اللہ تعالیٰ مختارِ کل ہیں وہ اپنی رحمت اور فضل جس خطّے کو دینا چاہے یہ اس کی مرضی ہے لا یُسئل عما یفعل وھم یسئلون

نیز بیت اللہ شریف کا یہ شرف کسی ستارے کی سعادت یا اس کی سرپرستی کا مرہون نہیں ہے ستارے بیت اللہ شریف کے محتاج ہوسکتے ہیں لیکن بیت اللہ گردشِ کواکب کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام زمین و آسمان اپنی بقا میں بیت اللہ شریف کی بقا سے مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی عزت انسانوں کے دلوں میں باقی نہ رہے اور اس کے زائرین و حجاج ختم ہوجائیں یا ان میں بہت کمی آجائے تو اللہ تعالیٰ قیامت برپا کردیں گے اور یہ سارا عالم نیست و نابود ہوجائے گا۔ چنانچہ قیامت سے کچھ قبل ذو السویقتین من الحبشہ ایک شخص حبش کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور یہ علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے۔

بعض منجمین کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف اس لیے معظم و محترم ہے کہ یہ بیت زحل ہے اور زحل سیارہ ہی اس کا سرپرست ہے۔

لیکن منجمین کی یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اولاً تو اس لیے جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں کہ بیت اللہ شریف کا شرف کسی کوکب کی سرپرستی کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ منجمین کا اتفاق ہے کہ کوکبِ زحل بدبخت و منحوس ہے اور اس کی نحوست ضرب المثل ہے یقال اشأم من زحل وانحس من زحل۔

مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۳ پر ان منجمین کا کلام نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں قد ذھب قوم الی ان البیت الحرام علی مرورالدھور معظم فی سائر الاعصار لانہ بیت زحل وان زحل تولاہ ولانّ زحل من شانہ البقاء والثبوت فما کان لزحل فغیر زائل ولا داثر وعن التعظیم غیر حامل انتہی۔

سابع۔ روایات میں ہے کہ نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی پانی پر گھومتے گھومتے حرم مکہ میں داخل ہوئی اور پھر کشتی نے بیت اللہ شریف کا بحکم خدا طواف کیا اور پورے سات چکر لگائے۔ یہ ان کشتی والوں کی خوش نصیبی اور اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ انھیں ارض امن و اطمینان میں پہنچا کر طواف بیت اللہ شریف نصیب فرمایا۔ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ کشتی چالیس دن تک مسلسل بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ کذا فی تاریخ مکۃ للازرقی ج ۱ ص ۱۷۔

ثامن قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے پہلے معمار نہیں ہیں بلکہ وہ بیت اللہ شریف کے قواعد اور بنیادوں کو جو پہلے سے موجود تھیں بلند کرنے والے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل۔

علماء لکھتے ہیں کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کئی بار ہوئی ہے۔ جمہور علماء و مؤرخین لکھتے ہیں کہ دس مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی تعمیر گیارہ بار ہوئی ہے۔ آگے ان کی کچھ تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں:

اوّل بناء ملائکہ۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آسمان میں بیت المعمور پیدا کرنے کے بعد زمین میں کعبۃ اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اثر علی بن الحسین کی عبارت یہ ہے ثم ان اللہ تعالیٰ بعث ملائکۃ فقال لہم ابنوا لی بیتاً فی الارض بمثالہ وقدرہ ای مثال البیت المعمور فامر اللہ من فی الارض من خلقہ ان یطوفوا بھذا البیت۔ حلبی ج ۱ ص ۱۴۸

دوم بناء آدم علیہ السلام۔ بناہ آدم من خمسۃ اجبل من حراء وطور سیناء وطور زیتا والجودی ولبنان کذا فی الازرقی۔ روی البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً بعث اللہ جبریل الی آدم وحواء فامرھما ببناء الکعبۃ فبناہ آدم ثم امرہ بالطواف بہ وقیل لہ انت اول الناس وھذا اول بیت وضع للناس۔

سوم بناء شیث بن آدم علیہما السلام۔ شیث علیہ السلام نبی تھے اور آدم علیہ السلام کے جانشین تھے۔

چہارم بناء ابراہیم علیہ السلام۔ وفی الروض الانف ج ۱ ص ۱۲۹ فی آثار مرویۃ ان ابراھیم بناہ من خمسۃ اجبل وان الملائکۃ کانت تاتیہ بالحجارۃ منھا وھی طور سیناء وطور زیتا اللذین بالشام والجودی ولبنان وحراء وھما فی الحرم فشاکل ذلک معناھا اذ ھی قبلۃ للصلوات الخمس وعمود الاسلام وقد بنی ای الاسلام علی خمس اھ۔ وفی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۲۶ فبناہ من خمسۃ اجبل من حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر اھ۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا دروازہ کو بند کرنے کے لیے کواڑ نہیں بنائے تھے۔ سب سے پہلے تبع یعنی اسعد حمیری نے دروازہ کے طاق اور پٹ بنوا کر قفل یعنی تالا لگا دیا تھا۔ نیز ابراہیم علیہ السلام نے اسے مسقف بھی نہیں کیا تھا بلکہ چھت کے بغیر صرف اونچی چار دیواری بنادی تھی۔ قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص۲۵ ولم یکن ابراھیم سقف الکعبۃ ولابناھا بمدر وانما رضمھا رضما اھ۔ وکذا فی اعلام الساجد ص۴۶۔

ابراہیم علیہ السلام نے حجر اسود کے مقام تک دیوار اونچی کرلی تو اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا یا اسمٰعیل ابغنی حجرًا اضعہ ھھنا یکون للناس علمًا یبتدئون منہ الطواف فذھب اسمٰعیل یطلب لہ حجرًا ورجع وقد جاءہ جبریل بالحجر الاسود وکان اللہ عزوجل استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح علیہ السلام وقال اذا رأیت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ لہ فجاءہ اسمٰعیل فقال لہ یا ابہ من این لک ھذا؟ قال جاءنی بہ من لم یکلنی الی حجرک جاء بہ جبریل فوضع جبریل الحجر فی مکانہ وھو حینئذ یتلألأ تلألؤًا من شدۃ بیاضہ فاضاء نورہ شرقًا وغربًا ویمنًا وشامًا فکان نورہ یضئ الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ من نواحی الحرم۔

وعن الشعبی لما امر ابراھیم علیہ السلام ان یبنی البیت وانتھی الی موضع الحجر قال لاسمٰعیل ائتنی بحجر لیکون علمًا للناس یبتدئون منہ الطواف فاتاہ بحجر فلم یرضہ فأتی ابراھیم بھذا الحجر۔ وعن عبداللہ ابن عمرو ان جبریل ھو الذی نزل علیہ بالحجر من الجنۃ وانہ وضعہ حیث رأیتم وانکم لن تزالوا بخیر مادام بین ظھرانیکم فتمسکوا بہ مااستطعتم فانہ یوشک ان یجئ فیرجع بہ من حیث جاء بہ۔

وعن ابی قلابۃ قال اللہ عزوجل یا اٰدم انی مھبط معک بیتی یطاف حولہ کما یطاف حول عرشی ویصلّٰی عندہ کما یصلّٰی عند عرشی فلم یزل کذلک حتی کان زمن الطوفان فرفع حتی بوّأ لابراھیم مکانہ فبناہ من خمسۃ اجبل حراء وثبیر ولبنان والطور والجبل الاحمر وعن قتادۃ قال ذکر لنا انہ بناہ من خمسۃ اجبل من طور سیناء وطور زیتا ولبنان والجودی وحراء وذکر لنا ان قواعدہ من حراء۔

کعبۃ اللہ مربع نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی مربع نہیں بنایا تھا بلکہ قدم میں کعب یعنی پاؤں میں ٹخنے کی مانند اس کی شکل تھی۔ قال ابن اسحاق فلذلک سمیت الکعبۃ لانھا علی خلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس اٰدم علیہ السلام اھ۔ کعب کا معنی لغۃً بلندی بھی ہے۔ تو بیت اللہ کی شان ومرتبہ چونکہ بہت بلند ہے اسی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔ یا وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ مقام آفرینش ارض کے وقت پانی سے بلند تھی اور بلبلے یا ٹیلے کی طرح اونچی تھی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلانا چاہا تو اسی مقام سے چاروں طرف خشکی پھیلا دی۔ اسی بلندی کی وجہ سے اسے کعبہ کہتے ہیں۔

وفی انسان العیون ج ا ص۱۵۵ جعل ابراهیم ارتفاع البیت تسعة اذرع قیل وعرضه ثلاثین ذراعًا قال البعض وهو خلاف المعروف ولم یجعل له سقفًا ولابناه بمدر وانما رصّه رصًّا وجعل له بابًا ای منفذًا لاصقا بالارض غیر مرتفع عنها ولم ینصب علیه بابا یقفل وانما جعله تبع الحمیری بعد ذلك و حفر له بئرًا داخله عند بابه علی یمین الداخل منه بلقی فیها مایهدی الیه وکان یقال لها خزانة الکعبة۔

پنجم بناء عمالقہ۔ بعض آثار وکتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل ایک قوم یعنی عمالقہ مکہ مکرمہ میں آباد تھی اور بیت اللہ شریف کی متولّی تھی۔ پھر معاصی کی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون رہا۔

آج جو لوگ حرمین میں مقیم ہیں انھیں چاہیے کہ بیت اللہ شریف کی تعظیم کریں اور زائرین وحجاج کی عزت وخدمت کریں ورنہ اللہ تعالیٰ کا قانون ان پر بھی جاری ہو سکتا ہے۔

عن ابن خیثم قال کان بمکۃ حیّ یقال لهم العمالیق فاحدثوا فیها احداثًا فجعل الله یقودهم بالغیث ویسوقهم بالسنة ای القحط یضع الغیث امامهم فیذهبون لیرجعوا فلا یجدون شیئًا فیتبعون الغیث حتی الحقهم بمساقط رؤس آبائهم وکانوا من حمیر ای اهل الیمن ثم بعث الله علیهم الطوفان قال الراوی فقلتُ لابن خیثم وما الطوفان ؟ قال الموت۔ وعن ابن عباس رضی الله عنهما انه کان بمکۃ حیّ یقال لهم العمالیق فکانوا فی عزّة وکثرة وثروة وکانت لهم اموال کثیرة من خیل وابل وماشیة فلم یزل بهم البغی والاسراف علی انفسهم والالحاد بظلم واظهار المعاصی ولم یقبلوا ما اوتوا بشکر حتی سلبهم الله تعالیٰ ذلك فنقصهم بحبس المطرعنهم وتسلیط الجدب علیهم فکانوا یکرون بمکۃ الظل ویبیعون الماء فاخرجهم الله من مکۃ بالذرّ سلطه علیهم حتی خرجوا من الحرم وکانوا قومًا عربًا من حمیر فابدل الله تعالیٰ الحرم بعدهم بجرهم فکانوا سکّانه حتی بغوا فیه واستخفّوا بحقه فاهلکهم الله جمیعًا۔ قوم عمالقہ کا بیان تفصیلاً اس کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے۔ فراجعہ۔

بناء عمالقہ مشکوک ہے۔ کیونکہ اسمٰعیل علیہ السلام وہاجرہ کے ساتھ سب سے اول یہاں پر قبیلہ جرہم آباد ہوا۔ اور بنو اسمٰعیل کے بعد جرہم متولی ہوئے تو جرہم سے قبل عمالقہ کیسے متولّی وبانی ہو سکتے ہیں۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ عمالقہ نے بناء جرہم کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کی مگر یہ بات بھی مشکل ہے کیونکہ باتفاقِ اصحابِ تاریخ جرہم کے بعد خزاعہ ہی متولی تھے۔ ممکن ہے جواب میں یہ کہا جائے کہ عمالقہ جرہم کے ساتھ مکہ میں آباد ہوئے اور وہ اہل ثروت تھے تو عمالقہ نے تولیتِ جرہم کے زمانے میں تعمیر بیت اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہوگا۔ پھر جرہم کے زمانے میں دوبارہ بیت اللہ کی تعمیر کی ضرورت کسی حادثہ کی وجہ سے درپیش ہوئی ہوگی۔ اس تعمیرِ

ثانی میں صرف جرہم نے حصہ لیا ہوگا۔ اسی طرح اول تعمیر عمالقہ کی طرف اور ثانی تعمیر جرہم کی طرف منسوب ہوئی
راجع تاریخ مکۃ للفاکھی والمقریزی والسیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲۔

ششم بناء جرہم۔ بیت اللہ شریف کی تولیت قوم عمالیق کے بعد (کما قیل) یا نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد (کما قالوا) قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آئی ان کی ولایت کے زمانے میں سیلاب آجانے سے خانہ کعبہ گرگیا تو انہوں نے تعمیر ابراہیمی کی مانند اس کی تعمیر کی۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کہ انہوں نے اور عمالیق نے بیت اللہ شریف کی چھت کے بغیر صرف چار دیواری بنادی جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اس کی عمارت پر چھت نہیں ڈالی تھی۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف پر چھت تعمیر قریشی میں ڈالی گئی۔

ہفتم بناء قصی بن کلاب۔ قصی نبی علیہ السلام کے اجداد کے سلسلے میں واقع ہے۔ نسب نبی علیہ السلام کا سلسلہ یہ ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب۔

ہشتم بناء قریش۔ قریشی تعمیر میں نبی علیہ السلام نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ نبوت و بعثت سے قبل کا قصہ ہے۔ قریش کے زمانے میں دو حادثے پیش آئے۔ اول یہ کہ ایک عورت کے ہاتھ بیت اللہ شریف جل گیا۔ وہ عورت بیت اللہ شریف کو عود کی خوشبو پہنچانے کی خاطر عود کا دھواں قریب کرنے لگی جس سے اس کو آگ گئی۔ آگ سے بیت اللہ شریف کی دیواریں کمزور ہوگئیں۔

دوم یہ کہ آتش زدگی کے اس حادثہ کے بعد سیلاب سے اس کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور بہت نقصان ہوا اور خطرہ پیدا ہوا کہ اس کی عمارت گر جائے گی۔ چنانچہ قریش نے از سر نو تعمیر کا پختہ ارادہ کرلیا اور چندہ جمع کیا گیا۔

اسی دوران جدہ کے قریب بندرگاہ میں ایک جہاز خراب ہوگیا۔ قریش نے جہاز والوں سے اُس جہاز کی لکڑی تعمیر بیت اللہ کے لیے خرید لی۔ جہاز والوں میں ایک ماہر نجار و بنّاء تھا اس سے بات کی گئی تو وہ بیت اللہ شریف کی تعمیر میں حصہ لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس ماہر کا نام باقوم رومی تھا وکان رومیًا وکان فی سفینۃ حبستھا الریح فخرجت الیھا قریش فاخذ واخشبھا وقالوا لہ ابنھا علی بنیان الکنائس وان باقوم الرومی اسلم بعد ذلک ثم مات فلم یدع وارثا فدفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میراثہ لسھیل بن عمرو۔ کذا فی الاصابۃ وغیرھا۔ وقال ابن اسحٰق وکان بمکۃ قبطی یعرف نجر الخشب وتسویتہ فوافقھم علی ان یعمل لھم سقف البیت ویساعدہ باقوم الرومی اھ فالقبطی ھو مولی سعید بن العاص۔

اس کے بعد ایک اور مشکل درپیش ہوئی وہ یہ کہ بیت اللہ شریف میں پانچ سو سال سے ایک اژدہا نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ وہ اژدہا کسی کو قریب آنے نہیں دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرہم کے زمانے میں بیت اللہ شریف کے خزانے سے لوگ مال چرا کر لے جاتے تھے تو غیب سے یہ اژدہا آیا اور خزانے کے قریب رہنے لگا۔

وہ اژدہا خزانے کے قریب ہر آنے والے چور پر حملہ آور ہوتا تھا۔ دیگر زائرین کو کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ ان سے مانوس تھا۔ اس کا سر بکرے کے سر کے برابر تھا۔ اسی طرح اس سانپ نے تقریباً ۵۰۰ سال تک حفاظت بیت اللہ کی۔ اب جب قریش نے دیواروں کو اصلاح و تعمیر کی نیت سے گرانا چاہا تو سانپ نے مقابلہ کیا اس وجہ سے تعمیر کا کام رُک گیا۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے عقاب کی شکل کا ایک بہت بڑا پرندہ بھیجا وہ اس اژدہا پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر اجیاد میں اور بقول بعض حجون میں پھینک دیا اور پھر وہ سانپ زمین میں غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کدھر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہی سانپ وہ دابۃ الارض ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ دابہ کی شکل میں لیکن صحیح احادیث میں یہ ثابت نہیں کہ واقعی یہی سانپ دابۃ الارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قریش نے حلال چندہ جمع کرنے کا اہتمام کیا تھا۔ اب قریش کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ بیت اللہ شریف کی دیوار گرانے سے کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا ہمارا ارادہ اصلاح و تعمیر ہے نہ کہ توہین و تخریب اور اللہ تعالیٰ مصلحین پر عذاب نازل نہیں فرماتے۔ پھر وہ تنہا اٹھا اور بیت اللہ کی دیوار پر چڑھتے ہوئے کہتا جاتا تھا اللھم لم ترع لانرید الا الخیر۔ پھر رکنین کی جانب کا کچھ حصہ گرا دیا۔ باقی لوگ دور ہی رہے اور کہا کہ اگر آج رات ولید پر عذاب نازل نہ ہوا تو کل ہم بھی شریک ہوں گے۔ مگر ولید کو کچھ نہ ہوا۔ چنانچہ دوسرے روز سب نے مل کر دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ تا آنکہ زمین کے اندر قواعد نظر آگئے جو اونٹ کے کوہان کے مانند سبز رنگ کے بڑے بڑے حسین پتھر ایک دوسرے میں زنجیر کے مانند گھسے ہوئے تھے بعض نے ان پتھروں میں کُدال ڈال کر ہلایا تو سارا شہر مکہ ہلنے لگا۔ پھر ان بنیادوں پر انہوں نے عمارتِ بیت اللہ قائم کی۔

تعمیر کے وقت قریش نے قرعہ اندازی کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی دیواروں کو تقسیم کر لیا۔ ہر ایک قبیلہ اپنے حصہ کی دیوار بنانے میں مصروف ہوگیا۔ تعظیم کعبہ کی خاطر اپنے مونڈھوں پر پتھر لاتے تھے۔ ہمارے نبی علیہ السلام بھی پتھر لانے والوں میں شریک تھے۔ قریش نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈال کر عمارت کی تکمیل کی۔

قریشی تعمیر کے وقت بعض اہم امور درپیش ہوئے۔ اول امر یہ ہے کہ قریش میں برہنہ ہونا زیادہ عیب نہ تھا لہٰذا ان میں سے بعض لوگ اپنی چادر یعنی تہبند کھول کر کندھے پر ڈال لیتے تاکہ پتھر اٹھانے اور لے جانے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بار بار کہا کہ اے بھتیجے آپ بھی ایسا ہی کر لیں، تاکہ آپ کو آسانی ہو۔ ان کے بار بار کہنے پر نبی علیہ السلام نے بھی اپنی چادر یعنی تہبند کھولنا چاہا تو غیب سے آواز آئی مت کھولنا۔ یہ آواز اتنی رعب والی تھی کہ حضورؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ فرشتے کی آواز تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبوت سے قبل بھی نبی علیہ السلام کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے تھے اور آپؐ کی حفاظت

کے لیے فرشتے مامور تھے۔

امر ثانی یہ کہ جب دیوار حجر اسود کے اس مقام تک بلند ہوئی جو زمانۂ حال میں اس کا محل وقوع ہے تو قبائل قریش میں اس بات پر سخت نزاع پیدا ہوا کہ حجر اسود کو کون اٹھا کر اُس کے مقام پر نصب کرے گا ؟ ہر قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم ہی اٹھا کر نصب کریں گے۔ خون ریزی کا خطرہ ہو گیا چار پانچ دن تعمیر بند رہی اور نزاع جاری رہا۔

پھر سب مسجد میں جمع ہوئے ابوامیہ یعنی حذیفۃ بن المغیرہ جو ان میں معمر تھا (یہ ام سلمہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کا والد ہے) نے کہا کہ نزاع و خونریزی کے لیے تعمیر نہیں کرنی تھی پھر اس کے مشورہ سے طے پایا کہ ابھی ابھی باب بنو شیبہ جس کا نام اب باب السلام ہے (وفی لفظ اول من یدخل من باب الصفا وھو المقابل لما بین الرکنین الیمانی والاسود) سے جو شخص پہلے داخل ہو وہی اس کا فیصلہ کرے گا اور اسے ہی اختیار ہوگا۔ سب راضی ہو گئے۔

حسن اتفاق سے اوّل شخص نبی علیہ السلام اس دروازہ سے نمودار ہوئے۔ سب لوگ خوش ہو کر کہنے لگے ھذا الامین رضینا ھذا محمد اور پھر نبی علیہ السلام نے ایسا فیصلہ فرمایا جس سے سب خوش ہو گئے۔ آپؐ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجر اسود کو رکھا و کان کساء ابیض من متاع الشام پھر چاروں پارٹیوں جن کے ذمہ بیت اللہ شریف کے چار ارکان میں سے ایک ایک رکن تعمیر کرنا تھا میں سے ایک ایک رئیس کو بلایا ان کے نام یہ ہیں عتبۃ بن ربیعہ۔ زمعہ۔ حذیفۃ بن المغیرہ اور قیس بن عدی اور ہر ایک کو چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ کر اٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر کو اٹھایا پھر نبی علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے چادر پر سے حجر اسود کو اٹھا کر اپنے محل پر رکھ دیا۔ سب نے اس فیصلہ کو سراہا اور خوش ہوئے۔ ازرقی کی روایت میں زمعہ کی بجائے ابوزمعۃ بن الاسود کا اور قیس کی بجائے العاص بن وائل کا نام مذکور ہے۔ تاریخ ازرقی ج ۱ ص ۱۰۳

امر ثالث۔ قریش کو قواعد بیت اللہ کی کھدائی میں بعض پتھروں پر منقوش و کندہ چند خطوط ملے۔ رکن کے پاس سریانی لغت میں یہ مکتوب تھا۔ انا اللہ ذو بکۃ خلقتھا یوم خلقتُ السموات والارض و صوّرتُ الشمس والقمر وحففتھا بسبعۃ املاک حُنفاء لایزول اخشباھا (ای جبلاھا وھما ابو قبیس وھو جبل مشرف علی الصفا وقعیقعان وھو جبل مشرف علی مکۃ وجھہ الی ابی قبیس) یبارک لاھلھا فی الماء واللبن۔

مقام ابراہیمی کے پاس یہ عبارت کندہ ملی مکۃ بلد اللہ الحرام یاتیھا رزقھا من ثلاث سبل۔ ایک جگہ پر یہ نوشتہ حروف ملے من یزرع خیرا یحصد غبطۃ ومن یزرع شرا یحصد ندامۃ تعملون السیئات

وتجزون الحسنات ؟ اجل کما یجنی من الشوك العنب۔
ایک پتھر پر یہ تین سطریں مکتوب تھیں۔ انا الاول۔ انا اللہ ذو بکۃ صنعتھا یوم صنعتُ الشمس والقمر الی اٰخر ما تقدم ذکرہ وفی الثانی انا اللہ ذو بکۃ خلقتُ الرحم وشققت لھا اسما من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتتہ وفی الثالث انا اللہ ذو بکۃ خلقتُ الخیر والشر فطوبیٰ لمن کان الخیر علی یدیہ وویل لمن کان الشر علی یدیہ۔
ایک اور پتھر پر یہ کندہ تھا انا اللہ ذو بکۃ مُفقِر الزُّناۃ ومُعرِی تارك الصلاۃ اُرخصھا والاقوات فارغۃ واُغلیھا والاقوات ملاٰنۃ۔ وفی الاصابۃ عن الاسود بن عبد یغوث عن ابیہ انہم وجدوا کتابا باسفل المقام فدعت قریش رجلا من حمیر فقال ان فیہ لحرفا لو حدثتکموہ لقتلتمونی قال وظننا ان فیہ ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکتمناہ۔
بناء قریش کی چند خصوصیات یہ ہیں۔
اول، انہوں نے بیت اللہ شریف پر چھت ڈالی۔ اس سے قبل اس کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور ان دیواروں پر وہ غلاف چڑھاتے تھے۔ قریش نے چھت چھ ستونوں پر قائم کی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل قصی نے بھی کچی چھت ڈالی تھی واللہ اعلم۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۶۲ ثم بناہ قصی جدہ صلی اللہ علیہ وسلم وسقفہ بخشب الدوم وجرید النخل اھ۔
دوم، انھوں نے دروازہ بہت اونچا رکھا تاکہ ان کی اجازت کے بغیر کوئی اس میں داخل نہ ہو اور تاکہ اس میں داخل ہونے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہو اور اس طرح ہر شخص اس میں داخل ہوتے وقت قریش سے سیڑھی مانگنے کے لیے ان کا محتاج رہے۔ حسب تصریح ازرقی چار گز ایک بالشت بلند دیوار سے دروازہ شروع ہوتا ہے۔ فعن ابی جعفر قال کان باب الکعبۃ علی عھد ابراھیم وجرھم بالارض حتی بنتھا قریش قال ابو حذیفۃ بن المغیرۃ یا معشر قریش ارفعوا باب الکعبۃ حتی لا یدخل علیکم الا من اردتم فان جاء احد ممن تکرھون رمیتم بہ فیسقط فکان نکالا لمن راٰہ ففعلت قریش ذلك اھ۔
سوم۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کے دو دروازے بنائے تھے ایک مشرق کی طرف تھا اور دوسرا مغرب کی طرف۔ ممکن ہے کہ قریش تک اس کے دو دروازے موجود ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے قبل جرہم وغیرہ میں سے کسی قوم نے اس کا ایک دروازہ بند کر دیا ہو۔ بعض کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک ہی دروازہ بنایا تھا۔ بہرحال قریش نے صرف مشرقی دروازہ باقی رکھا۔
قال فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۱۰۲ فبنوا حتی رفعوا اربعۃ اذرع وشبرا ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعا

علی هذا الذرع ورفعوها بمد مالك خشب ومد مالك حجارة حتی بلغوا السقف فقال لهم باقوم الرومی اتحبون ان تجعلوا سقفها مكبسًا اومسطحًا؟ فقالوا بل ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوه مسطحًا وجعلوا فیه ست دعایم فی صفین فی كل صف ثلاث دعایم وجعلوا ارتفاعها من خارجها من الارض الی اعلاها ثمانیة عشر ذراعًا وكانت قبل ذلك تسعة اذرع وجعلوا میزابها یسكب فی الحجر وجعلوا درجة من خشب فی بطنها فی الركن الشامی یصعد منها الی ظهرها وجعلوا لها بابًا واحدًا فكان یغلق ویفتح انتهی بتصرف

یہ بیت اللہ شریف کی صورت ہے حجر کے سوا جو علامہ ازرقی نے ذکر کی ہے۔ یہ مربع ہے اس میں چھے ستونوں کی ہیئت ظاہر کی گئی ہے۔

بیت اللہ شریف

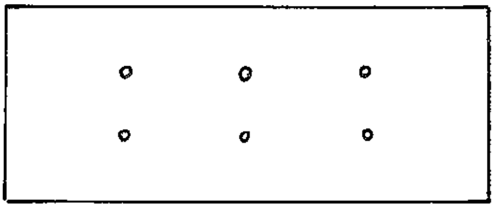

چہارم۔ قریش کے پاس حلال مال کم ہونے کی وجہ سے (کما فی الحدیث المرفوع) یا عمارتی لکڑی ناکافی ہونے کی وجہ سے (کما فی بعض الآثار وکتب التاریخ) انھوں نے سارے بیت اللہ شریف پر چھت نہیں ڈالی بلکہ کچھ حصہ چھت کے بغیر چھوڑ دیا۔ اس باقی حصہ کے ارد گرد انہوں نے بیت اللہ شریف کی نشان دہی کے لیے صرف چند گز اونچی چار دیواری پر اکتفاء کیا جسے حطیم و حجر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ایسا ہی منظور تھا حطیم کی برکات سے اب زائرین و حجاج پوری طرح مستفید ہوتے ہیں۔ لہٰذا اب جس کی یہ خواہش و تمنا ہو کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے وہ حطیم کے اندر بے تکلف اور بے روک ٹوک نماز پڑھ کر اپنی ایمانی آرزو وحسرت پوری کر سکتا ہے۔ اگر حطیم نہ ہوتا اور بیت اللہ کے سارے حصہ پر چھت ہوتی تو یہ خواہش کس طرح پوری ہوتی۔

پنجم۔ ابراہیم علیہ السلام کی بناء مربع نہیں تھی بلکہ بیت اللہ کعب قدم یعنی ٹخنے کی شکل پر تھا۔ اب بھی حطیم سمیت بیت اللہ شریف مثل کعب ہے۔ عام کمروں کی طرح مربع نہیں۔ اس واسطے بیت اللہ شریف کے صرف دو رکن تھے۔ یعنی یمانییّن۔ ایک رکن میں حجر اسود تھا اور ایک میں آج کل ایک اور پتھر نصب ہے جس کا مس مسنون ہے نہ کہ تقبیل۔ قریش نے اس کے چار ارکان بنائے یعنی اس کی شکل مربع رکھی اور ہر مربع کمرے کے چار رکن و کنج ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ حطیم کے علاوہ مسقف بیت اللہ کی شکل مربع بن گئی البتہ حطیم سمیت مربع نہیں ہے۔ قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ ذکر بعضهم انه كان لبیت الله ركنان وهما الیمانیان ای

لم یجعل له ابراهیم علیه السلام الّا الرکنین المذکورین فجعلت له قریش حین بنته اربعة ارکان اھ

ششم۔ بیت اللہ شریف کے اندر لکڑی کی سیڑھی بنائی گئی تاکہ اس کے ذریعہ اندر اندر سے ہی کوئی شخص صفائی کے لیے چھت پر چڑھ سکے۔ کما تشیر الیه العبارة المتقدمة۔

ہفتم۔ بیت اللہ شریف کی چھت کے پانی کا پرنالا (میزاب) حطیم کی جانب بنایا تاکہ رحمت کا پانی بیت اللہ کے اندر ہی گرے۔ اسے میزابِ رحمت کہتے ہیں۔ یہ میزاب زائرین کے لیے ایک الگ خصوصی رحمت ہے۔ احادیث میں ہے کہ اس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔ خصوصًا کسی مظلوم کی ظالم پر بددعا اس مقام پر بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ہشتم۔ قریش نے عمارت میں لکڑی کا بہت زیادہ استعمال کیا۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کی دیوار اس طرح بنائی کہ ایک لائن یعنی صف پتھر کی تھی پھر اس کے اوپر والی دوسری صف لکڑی کی پھر تیسری صف پتھر کی۔ وہکذا۔ اسی طرح چھت تک دیوار کھڑی کی گئی۔ شاید مضبوطی اور زینت و آرائش کے خیال سے انھوں نے ایسا کیا۔ یہ خشب الساج یعنی ساگوان کی لکڑی تھی جو بہت قیمتی اور خوبصورت ہوتی ہے۔ اور اسی لکڑی کی وجہ سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بیت اللہ شریف جل گیا کیونکہ لکڑی کو آگ بہت جلد لگ سکتی ہے۔

نہم بنا عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یزید نے فوج بھیجی۔ فوج نے جبل ابو قبیس پر سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

وذکر فی کتاب الشرف ان اللہ بعث علیہم صاعقة بعد العصر فأحرقتِ المنجنیق واحرقت تحته ثمانیة عشر رجلًا من اھل الشام وذکر ان النار لما اصابت الکعبة اَنَّتْ بحیث یُسمع انینُها کأنین المریض اھ۔ اھ وھذا من أعلام النبوة فقد جاء انذارہ صلی اللہ علیه وسلم بتحریق الکعبة اھ۔

اسی اثنا میں یا اس سے قبل سیلاب سے اور ایک عورت کے تبخیر کرنے یعنی بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دینے کے بعد آگ لگ جانے کی وجہ سے بھی بیت اللہ شریف کو کچھ نقصان پہنچا تھا۔

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نئی تعمیر کرائی۔ ابن زبیر نے تعمیر ابراہیمی اور نبی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق کچھ تبدیلی کر دی وہ یہ کہ دو دروازے شرقی و غربی بنا کر حطیم کو بھی شامل کر کے سب پر چھت ڈال دی اور دروازے زمین سے ملا دیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجة الوداع میں فرمایا تھا کہ اگر آیندہ سال میں زندہ رہا تو بیت اللہ شریف کی ایسی ہی تعمیر کروں گا ابن زبیر نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی تھی۔

تعمیر کے لیے بیت اللہ کے گراتے وقت بہت سے اہل مکہ عذاب الٰہی نازل ہو جانے کے خوف سے مکہ مکرمہ سے نکل گئے وخرج ناس کثیر من اهل مكة الى منى ومنهم ابن عباس رضی الله عنهما فاقاموا بها ثلاثا مخافة ان يصيبهم عذاب شديد بسبب هدمها۔ اس احراق سے حجر اسود دو ٹکڑے ہو گیا تھا یا دو ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا تو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی سے اسے مضبوط کرا دیا۔ بعدہٗ قرامطہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ علیهم ما علیهم۔

والقرامطة طائفة ملاحدة ظهروا بالكوفة سنة ۲۷۸ھ يزعمون ان لا غسل من الجنابة وحل الخمر وانه لا صوم في السنة الا يومي النيروز والمهرجان ويزيدون في اذانهم وان محمد بن الحنفية رسول الله وان الحج والعمرة الى بيت المقدس وافتتن بهم جماعة من الجهال واهل البراري وقوى شوكتهم حتى انقطع الحج من بغداد بسببهم۔

وكبيرهم ابوسعيد وولده ابوطاهر فبنى ابوطاهر دارًا بالكوفة وسماها دار الهجرة وكثر فساده واستيلاؤه على البلاد وقتله المسلمين وتمكنت هيبته من القلوب وكثرت اتباعه وذهب اليه جيش الخليفة المقتدر بالله السادس عشر من خلفاء بني العباس غير مامرة وابوطاهر يهزمهم ثم ان المقتدر سيّر ركبًا من الحجاج الى مكة فوافاهم ابوطاهر يوم التروية فقتل الحجيج بالمسجد الحرام وفي جوف الكعبة قتلا ذريعًا والقى القتلى في بئر زمزم وضرب الحجر الاسود بدبوسه فكسره ثم اقتلعه واخذه معه وقلع باب الكعبة ونزع كسوتها وشققها بين اصحابه وهدم قبة زمزم وارتحل عن مكة بعد ان اقام بها احد عشر يومًا ومعه الحجر الاسود وبقي الحجر عند القرامطة اكثر من عشرين سنة۔

ثم ان الناس الطائفين كانوا يضعون ايديهم محل الحجر الاسود من الكعبة للتبرك ودفع الى القرامطة في الحجر خمسون الف دينار فابوا حتى اعيد في خلافة المطيع وهو الرابع والعشرون من خلفاء بني العباس فاعيد الحجر الى موضعه وجعل له طوق فضة شد به زنته ثلاثة الاف وسبعمائة وتسعون درهمًا ونصف۔

ثم بعد القرامطة في ۴۱۳ھ قام رجل من الملاحدة وضرب الحجر الاسود ثلاث ضربات بدبوس فتشقق وجه الحجر من تلك الضربات وتساقطت منه شظيات مثل الاظفار فجمع بنو شيبة ذلك الفتات وعجنوه بالمسك واللك وحشوه في تلك الشقوق۔ كذا في كتب التاريخ۔

(۲) بناء حجاج۔ ابن زبیرؓ کی عمارت گرا کر حجاج نے بامر خلیفہ عبد الملک بیت اللہ شریف کی تعمیر مطابق تعمیر قریش کر دی چنانچہ آج تک حجاج ہی کی تعمیر قائم ہے۔ بقول بعض اس کے بعد بھی ایک مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ عبد الملک نے حجاج کو عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کا حکم دیا۔ حجاج لشکرِ جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر پر حملہ آور ہوا۔ ابن زبیر قتل ہوئے تو خلیفہ عبد الملک نے حجاج کو سابقہ تعمیرِ قریش کے مواقف بناء کعبہ کا حکم دیا وقال لسنا من تخبیط ابن الزبیر فی شئ۔ یہ ۷۳ھ کا واقعہ ہے۔

عبد الملک کو بتایا گیا کہ ابن زبیر نے جو تبدیلی عمارت میں کی تھی اس کی خواہش کا اظہار خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اور ابن زبیر نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی تو عبد الملک نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اور اس نے یہ حدیث عائشہؓ سے نہیں سنی اور نہ عائشہؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حارث بن عبد اللہ نے کہا اے امیر المومنین یہ حدیث صحیح ہے میں نے بھی خود عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث سنی ہے۔ فقال عبد الملک لہ انت سمعتہا تقول ھذا قال نعم قال فنکت بعصاہ ساعۃً ثم قال انی وددتُ انی ترکتہ وما تحمّل۔

ولما ولی الخلافۃ ابو جعفر المنصور اراد ان یبنی الکعبۃ علی مابناھا ابن الزبیر وشاور الناس فی ذلک فقال لہ الامام مالک بن انس انشدک اللہ یا امیر المؤمنین ان لاتجعل ھذا البیت ملعبۃ للملوک لایشاء احد منھم ان یُغیّرہ الاغیّرہ فتذھب ھیبتُہ من قلوب الناس فصرفہ عن رأیہ فیہ۔

وذکر الطبری فی مناسکہ ان الذی اراد ذلک ونہاہ مالک ھو الرشید وذکر ذلک المقریزی ایضًا وقال ابن کثیر لماکان فی زمن المھدی بن المنصور استشار الامام مالکًا فی ردّ الکعبۃ علی الصفۃ التی بناھا ابن الزبیر فقال لہ انی اخشی ان تتخذھا الملوک لعبۃ۔

یازدہم۔ حسب قول بعض اصحاب تاریخ بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہویں بار ۱۰۲۹ھ میں ہوئی یہ سلطان مراد خان ابن سلطان احمد من سلاطین آل عثمان کا زمانہ تھا کیونکہ بارشوں کی کثرت سے اسکی دیواروں میں شگاف پڑ گئے تھے تو پھر نئے سرے سے اس کی تعمیر ہوئی واللہ اعلم۔ یہ فضیلت ثامن کا بیان تھا۔

فضیلتِ تاسع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اصلُ طینۃِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سُرّۃ الارض بمکۃ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۴۲ ولما خاطب اللہ السموت والارض بقولہ ائتیا طوعًا اوکرھا قالتا اتینا طائعین۔ کان المجیب من الارض موضع الکعبۃ ومن السماء ماحاذاھا الذی ھو محل البیت المعمور۔ یہاں پر ایک اشکال ہے۔ وہ یہ کہ مذکورہ صدر روایت ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی تخلیق کی مٹی اور خمیر کا ماخذ بیت اللہ شریف کا محل وقوع ہے اور روایتِ کعب احبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ماخذ نبی علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ لما اراد اللہ تعالی ان یخلق محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبریل ان یاتی بالطینۃ التی ھی قلبُ الارض وبھاؤھا ونورھا فقبَضَ قُبضۃَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من موضع قبرہ الشریف وھی بیضاء منیرۃ لہا شعاع عظیم نیز اگر مقام کعبۃ اللہ ہی ماخذ طین نبی علیہ السلام ہوتا تو آپؐ کی قبر بھی بیت اللہ شریف کے اندر ہوتی۔ کیونکہ

آثار میں مروی ہے کہ مأخذ تربت وطین ہی ہر شخص کا محل دفن ہوتا ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے طین وخمیر کا مأخذ مقام بیت اللہ شریف ہے۔ لیکن اولاً زمین پر پانی ہی محیط تھا۔ پانی کی موجوں کے ذریعہ طینۃ النبی علیہ السلام کا خاص حصہ اچھل کر مدینہ منورہ میں محل قبر نبی علیہ السلام پر پہنچ گیا۔ قال فی انسان العیون وتلک الطینۃ (التی کانت بمکۃ) لما تموج الماء رمی بہا من مکۃ الی محل تربتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومدفنہ بالمدینۃ وبہذا یندفع ما یقال مقتضی کون اصل طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ ان یکون مدفنہ بہا لان تربۃ الشخص تکون فی محل دفنہ اھ۔

فضیلت عائشہؓ۔ بیت اللہ شریف کے متولی کئی قبائل رہے ہیں۔ تعمیر بیت اللہ کے اول متولی اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کے ساتھ قبیلہ جرہم کے سردار مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی مسماۃ سیدہ (وقیل رعلۃ) سے شادی کی تھی۔ سیدہ کے بطن سے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں سے ایک کا نام قیدار اور ایک اور کا نام نابت تھا۔ قیدار سب سے بڑا تھا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد نابت بن اسمٰعیل کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۱۳۰ سال تھی۔ اور اپنی والدہ ہاجر کے پاس حطیم میں مدفون ہوئے۔

نابت کی وفات کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو متولی ہوئے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کے سارے بیٹے اپنے نانا اور اخوال کے ساتھ اکٹھے رہنے لگے اس طرح ولایت کعبۃ اللہ قبیلہ جرہم کے قبضہ میں آگئی۔ ایک بار سیلاب سے بیت اللہ شریف کی دیواریں گر گئیں تو جرہم نے بناء ابراہیمی کے موافق اسکی دوبارہ تعمیر کی۔

ازرقی وغیرہ بعض مؤرخین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جرہم سے قبل قوم عمالیق کعبۃ اللہ کی سرپرست ومتولی تھی۔ جب عمالیق نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ میں فسق وفجور شروع کر دیا اور حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قحط مسلط کر دیا اور پھر بڑی ذلت کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکلے اور قبیلہ جرہم کے قبضہ میں ولایت کعبۃ اللہ آگئی۔ پھر جرہمی لوگوں نے بھی کچھ مدت کے بعد شرارتیں شروع کر دیں اور بیت اللہ شریف کے ہدایا واموال چرانے لگے اور باہر سے آنے والے زائرین پر ظلم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک مرد وعورت اساف ونائلہ نامی نے بیت اللہ شریف کے اندر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ صفا کے بیان میں دیکھ لیا جائے۔

مضاض مذکور کی نسل میں سے ایک نیک دل شخص نے جس کا نام مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو تھا انہیں نصیحت کی اور گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کی لیکن ان لوگوں پر اس کے وعظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے گناہوں کی وجہ سے زمزم کا پانی بالکل خشک ہو گیا۔ چنانچہ اسے مٹی سے

پھر کر بند کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں سدِّ مآرب سَیلِ عَرِم سے ٹوٹ گیا جس سے اہل یمن تباہ ہوگئے۔ سیلِ عرم کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ سیل عرم کا خطرہ بھانپ کر مآرب کا رئیس عمرو بن عامر بن حارثہ اپنی اولاد و بعض اقارب سمیت مآرب سے نکل پڑا۔ ثعلبہ بن عمرو بن عامر ایک بڑی جماعت کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف آیا۔ جرہم اور ان میں تین دن تک جنگ جاری رہی۔ بالآخر جرہم شکست کھاگئے۔

قبیلۂ عمرو بن عامر ایک سال تک مکہ میں اقامت کے بعد متفرق ہوگیا۔ بعض عراق چلے گئے۔ اور بعض یعنی اوس وخزرج مدینہ منورہ میں جا بسے اور غسان ملک شام میں آباد ہوئے۔ ان میں سے قبیلہ خزاعہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہا اور بیت اللہ شریف کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحی اسی قبیلۂ خزاعہ سے تھا جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ حرم میں سب سے پہلے اسی نے بت پرستی شروع کرائی تھی۔ لُحَیّ ربیعۃ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کا لقب تھا۔

قال علیہ السلام رأیتُ لیلۃ المعراج عمرو بن لحی یجُرُّ قصبتہ فی النار علی رأسہ فروۃ وھو اوّل من جعل البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام ونصب الاوثان حول الکعبۃ وغیّر الحنیفیّۃ دین ابراھیم علیہ السلام۔ مضاض بن عمرو بن الحارث بن مضاض بن عمرو جرہمی نے مکہ مکرمہ کی جدائی میں کئی قصائد کہے جن میں سے یہ دو شعر کتابوں میں ضرب المثل ہیں ؎

کأن لم یکن بین الحجون الی الصفا　　انیسٌ ولم یسمُر بمکۃ سامرٌ

بلیٰ نحن کنّا اھلھا فازالنا　　صروفُ اللیالی والجُدُودُ العواثرُ

اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام جو مختلف شہروں اور علاقوں میں متفرق ہوگئی تھی خزاعہ کی اجازت سے واپس آکر مکہ مکرمہ میں آباد ہوگئی تاہم ولایتِ بیت اللہ شریف خزاعہ کے قبضہ میں رہی۔

خزاعہ تقریباً پانچ سو سال تک کعبۃ اللہ کے متولی رہے۔ ان میں آخری متولی کا نام حلیل بن حبشیہ تھا۔ حلیل کی بیٹی سے ہمارے نبی علیہ السلام کے جدِ اعلیٰ قصی بن کلاب نے شادی کرلی۔ حلیل نے مرتے وقت قصی کو بیت اللہ شریف کی چابی دے کر اسے متولی مقرر کر دیا۔ مگر حلیل کی وفات کے بعد خزاعہ نے قصی سے ولایت چھین لی۔

قصی نے پھر مختلف شہروں سے اپنے احباب واقارب جمع کر کے ایامِ حج میں سخت جنگ خونریزی کے بعد خزاعہ سے تولیتِ بیت اللہ شریف حاصل کرلی اور بالآخر اس طرح بیت اللہ کی تولیت دوبارہ ابناء اسمٰعیل علیہ السلام یعنی قریش میں آگئی اور آج تک بیت اللہ شریف کی چابی قریش ہی کے پاس ہے اور تاقیامت ان ہی کے پاس رہے گی۔ قریش اس منصب کو حجابت کہتے تھے۔ قصیؔ نے اپنے بیٹے عبدالدار کو حجابت دے دی۔ ظہورِ اسلام تک یہ عہدہ خاندان بنو عبدالدار میں تھا۔

فتح مکہ کے وقت نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ سے جو بنو عبد الدار سے تھا چابی لے لی اور بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا۔ عثمان بن طلحہ کو یقین ہوگیا کہ اب یہ عہدہ ہم سے ہمیشہ کے لیے چھن گیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ اَعطِنا الحجابۃ مع السِقایۃِ فانزل اللہ تعالیٰ ان اللہ یأمرکم اَن تُؤدُّوا الامانات الی اَھلِھا۔ ثم دعا عثمان بن طلحۃ فدفع الیہ المفتاح ثم قال خذوھا یا بنی ابی طلحۃ بامانۃ اللہ واعملوا فیھا بالمعروف خالدۃ تالدۃ لاینزعھا من اَیدیکم الا ظالم فخرج عثمان بن طلحۃ الی ھجرتہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقام ابن عمہ شیبۃ بن عثمان بن ابی طلحۃ ثم قدم بعد مدۃ۔ کذا فی تاریخ الازرقی وغیرہ۔

آج تک خاندان ابو طلحہ یعنی بنو شیبہ وغیرہ کے پاس ہی چابی رہتی ہے۔ سعودی حکومت کا بادشاہ بھی اگر آئے تو بنو شیبہ ہی کا کوئی شخص کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتا ہے اور وہی اسے بند کرتا ہے۔

میں نے بعض ثقہ علما جن میں حضرت العلامہ مفتی محمود مرحوم زعیم علماء پاکستان بھی ہیں سے سُنا ہے کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بنو شیبہ کو اس عہدہ سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنا چاہا۔ بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مملکت میں ہر قسم کے عہدے اپنے قبضہ میں رکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں چنانچہ چابی بنو شیبہ سے چھین لی گئی۔ ارباب حکومت نے بڑی کوشش کی کہ اس چابی سے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولیں مگر وہ نہ کھل سکا۔ پھر مملکت کے بڑے ماہرین بلائے گئے مگر ان سے بھی تالا نہ کھل سکا۔ آخر کار تھک کر بنو شیبہ کو بلایا۔ بنو شیبہ چونکہ ناراض تھے اس لیے ان میں سے کوئی شخص نہ آیا اور اپنے گھر کے ایک صغیر السن یعنی چھوٹے لڑکے کو بھیج دیا۔ وزراء دولت و بادشاہ وغیرہ منتظر تھے۔ چنانچہ اس بچے نے تالے میں چابی داخل کی اور تھوڑی سی حرکت دی تو قفلِ بیت اللہ شریف کھل گیا۔ بعد میں حکومت نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور چابی بنو شیبہ کو واپس دے دی چنانچہ وہ آج تک ان کے پاس ہے۔

اللات۔ آیت فلا تجعلوا للہ اَنداداً کی شرح میں مذکور ہے۔ لات مشرکینِ عرب کا مشہور بت تھا قرآن میں اس کا نام مذکور ہے۔

وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ اوّل یہ ماخوذ ہے لاتہ یلیتہ اذا صرفہ عن شئ ہے کانہم زعموا انہ یصرف عنھم الشر۔ دوم۔ من لات یلیت بمعنی الاحالۃ۔ سوم قیل وزن لات فعہ والاصل فعلۃ لویۃ حذفت الیاء فبقی لوۃ وفتحت لمجاورتہ الھاء وانقلبت الفاً۔ من لویتُ الشئَ اذا اَقمتَ علیہ۔ چہارم اصلھا لَوَھۃ مِن لاہ السرابُ یلوہ اذا لمع حذفت الھاء وقلبت الواو الفا۔

لات۔ قبیلہ ثقیف کے بت کا نام تھا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ ایک چٹان تھی یا بڑا پتھر تھا جس پر بیٹھ کر ایک شخص حجاج کے لیے ستو وغیرہ کھانے کی بعض چیزیں تیار کرتا تھا۔ وکانوا یقولون لتلك الصخرۃ صخرۃ

اللات وکان اللات رجلاً من ثقیف فلما مات اللات قال لہم عمرو بن لحی لم یمت ولکن دخل فی الصخرۃ ثم امرھم بعبادتھا وان یبنوا علیھا بنیانا یسمّی اللات واشتھر ذلک الرجل باللات بتشدید التاء لانہ کان یلتّ السویق للحجّاج علی تلک الصخرۃ ثم خففوا التاء ۔ ثم قال لہم عمرو بن لحی ان ربکم قد دخل فی ھذہ الصخرۃ فجعلوھا صنماً یعبدونہ ۔ وکان فیہ وفی العزّی شیطانان یکلمان الناس فاتخذتھا ثقیف طاغوتاً وبنت لھا بیتاً وجعلت لھا سدنۃ وطافت بہ ۔ وقیل کانت صخرۃ بیضاء مربعۃ بنت علیھا ثقیف بنیۃ ثم امر النبی علیہ السلام بھدمھا عند ظھور الاسلام وموضعھا الیوم تحت مسجد الطائف ۔ کذا فی المعجم لیاقوت ۔

مناۃ بُت کا زمانہ مقدم ہے لات پر ۔ مناۃ کے بعد لات کی عبادت شروع کی گئی تھی قال ابو المنذر و کانت قریش وجمیع العرب یعظّمون اللات وکانت فی موضع منارۃ مسجد الطائف الیسری الیوم قال اللہ تعالیٰ افرأیتم اللات والعزّی ۔

وبعد ظھور الاسلام بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ فھدمھا وحرقھا بالنار وقیل ارسل اباسفیان بن حرب والمغیرۃ رضی اللہ عنھما ۔

مصر ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ اھبطوا مصراً ۔ مصر مشہور قدیم ملک ، ارض فراعنہ اور گہوارۂ علوم وفنون وکمالات وعجائبات ہے ۔ مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے یہ ملک مصر سے موسوم ہوا ۔ مصر اس ملک کا سربراہِ اوّل تھا ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں اسے فتح کیا ۔ قرآن مجید میں مصر مذکور ہے ۔ وآوینا ھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین سے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے نزدیک مصر مراد ہے ۔

قال بعض العلماء لم یذکر اللہ تعالیٰ فی کتابہ مدینۃ بعینھا بمدح غیر مکۃ ومصر فانہ قال الیس لی ملک مصر وھذا تعظیم ومدح وقال اھبطوا مصراً فان لکم ما سألتم تعظیماً لھا فان موضعاً یوجد فیہ ما یسألون لایکون الا عظیماً زمانہ قدیم میں اس کا نام مقدونیہ تھا ۔ قیل مُثِّلت الارض علی صورۃ طائر فالبصرۃ ومصر الجناحان فاذا خربتا خربت الدنیا ۔

مصر کے بڑے فضائل میں سے ایک یہ بات ہے کہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اُمّ ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصری ہیں اور ہاجرام اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام بھی مصری ہیں ۔ اور اُمّ اسمٰعیل بالواسطہ اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اسی رشتہ قرابت کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ فرمایا اذا فتحتم مصر فاستوصوا بالقبط وفی روایۃ باھلھا خیراً فان لھم صھراً ۔ کئی انبیاء کا تعلق ولادۃً یا موتاً مصر سے ہے ۔ مثل یوسف واسباط موسیٰ وہارون علیہم السلام ۔ لفظ مصر منصرف وغیر منصرف دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے ۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مصر کے قدیم و اوّل بادشاہ کا نام مصر بن مصرایم تھا۔ وفاتِ مصر کے بعد اس کا بیٹا ببصر بن مصر بادشاہ ہوا۔ پھر قفط بن مصر۔ پھر اشمس بن مصر۔ پھر اتریب بن مصر۔ پھر صا بن مصر بادشاہ ہوا۔ یہ سب بھائی تھے۔ پھر تدراس بن صا۔ پھر مالیق بن تدراس۔ پھر حربتا بن مالیق۔ پھر ملکی بن حربتا۔ پھر مالیا بن حربتا۔ پھر طوطیس بن مالیا بادشاہ ہوا۔ اور یہ وہی ہے جس نے سارۂ زوجۂ ابراہیم علیہ السلام کو جب وہ مصر تشریف لے گئے تھے ہاجر اُمّ اسمٰعیل علیہ السلام دی تھی۔ پھر ابنۃ طوطیس نے حکومت کی۔ پھر ابنۃ عمّہا زالفا نے۔ اس زمانے میں عمالقہ یعنی فراعنہ (وہم ولد عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام) میں سے ولید ابن دوموز (وہو اکبر الفراعنۃ) نے مصر پر حملہ کر کے خود مصر کا بادشاہ بن گیا۔ یکے بعد دیگرے پانچ عمالقہ نے مصر پر حکومت کی۔

اوّل ولید بن دوموز سو سال تک۔ اسے ایک درندہ نے مار ڈالا۔ بعدہ ریان بن ولید صاحبِ یوسف علیہ السلام۔ پھر دارم بن ریان اور اس کے زمانے میں یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ دارم نیل میں غرق ہوا پھر کاتم بن معدان۔ پھر ولید بن مصعب اور یہ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس نے ۵۰۰ سال حکومت کی پھر اپنی فوج سمیت غرق ہوا۔ بعض کے نزدیک یہ فرعون قبطی تھا۔ عمالقہ میں سے نہیں تھا۔ کذا فی المعجم لیاقوت

وقال ان الغالب فی اخلاق اهل مصر اتباع الشهوات والانهماك فی اللذات والاشتغال بالتنزهات والتصدیق بالمحالات وضعف المرائر والعزمات۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر مصر یعنی قاہرہ میں ہے۔ رأسِ حسین رضی اللہ عنہ بھی قاہرہ میں مدفون ہے۔ نقل الیهامن عسقلان لما اخذ الفرنج عسقلان وهو خلف دار المملكة بزاء۔

قال المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص۲۵۸ ذکر ابن دأب قال دعانی الخليفة الهادی فی وقت من الليل لم تجر العادة انه يدعونی فی مثله فدخلت اليه ثم ذكر ماجری بينهما من المفاوضة والكلام فی امور الی ان انتهی الكلام الی عيوب مصر وفضائلها قال ابن دأب ثم تغلغل بنا الكلام الی اخبار مصر عيوبها وفضائلها واخبار نيلها فقال لی الهادی فضائلها اكثر قلتُ يا امير المؤمنين هذه دعوی المصريين لها بغير برهان أو رَدُّوه والبينة على الدعوی واهل العراق يأبون هذه الدعوی ويذكرون ان عيوبها اكثر من فضائلها قال مثل ماذا؟

قلتُ يا امير المؤمنين من عيوبها انها لا تمطر واذا مطرت كرهوا وابتهلوا الی الله تعالی بالدعاء قال الله عزوجل وهو الذی يرسل الرياح بشرا بين يدی رحمته فهذه رحمة مجللة لهذا الخلق وهم لها كارهون وهی لهم ضارة غير موافقة لا يزكو عليها زرعهم ولا تخصب عليها ارضهم۔

ومن عيوبها الريح التی يسمونها المريسية وذلك ان اهل مصر يسمون اعالی الصعيد الی بلاد النوبة

مریس فاذا ھبّت الریحُ المریسیّۃ وھی الجنوبیۃ ثلاثۃ عشر یومًا اشتری اھل مصر الاکفانَ والحنوطَ واَیقنُوا بالوباء القاتل والبلاء الشامل ثم من عیوبھا اختلاف ھوائھا لانہم فی یوم واحد یغیرون ملابسہم مرارًا کثیرۃً فیلبسون القمیصَ مرۃً والمبطنات اُخری والحشومۃ مرۃً وذلک لاختلاف جواھر الساعات بھا ولتباین مھابّ الھواء فیھا فی سائر فصول السنۃ من اللیل والنھار وھی تمیر ولا تمتار فاذا اَجدبُوا ھَلکوا۔

واما نیلُھا فکفاک الذی ھو علیہ من الخلاف لجمیع الانھار من الصغار والکبار ولیس بالفرات ولا الدجلۃ ولا نھر بلخ ولا سیحان ولا جیحان شئ من التماسیح وھی فی نیل مصر ضارّۃ بلا منفعۃ ومفسدۃ غیر مصلحۃ وفی ذلک یقول الشاعر ؎

أظھرتُ للنیل ھجرانًا و مَقلیۃً　　　اذ قیل لی انّما التمساحُ فی النیل

فمن رأی النیلَ رأیَ العینِ من کثب　　　فما اَری النیل الا فی النواقیل

والنواقیلُ القِلال والکیزانُ قال وما مراد الشاعر فیما وصف ؛ قال لانہ لا یتمتع بالماء الا فی الاٰنیۃ لخوف مباشرۃ الماء فی النیل من التمساح لانہ یختطف الناس وسائر الحیوان قال ان ھذا النھر قد منع ھذا النوعَ من الحیوان مصالح الناس منہ ولقد کنتُ متشوقًا الی النظر الیھا فلقد زَھّدتَنی بوصفک لھا انتہی۔

المزدلفۃ۔ آیت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ مزدلفۃ بصیغۃ اسم الفاعل من الازدلاف وھو الاجتماع سمیت بذلک لاجتماع الناس فیھا۔ او من الازدلاف بمعنی الاقتراب لانھا مقربۃ من اللہ وقیل لازدلاف الناس فی منی بعد الافاضۃ وقیل لازدلاف اٰدم وحواء بھا واجتماعھا وقیل لنزول الناس بھا فی زلف اللیل وقیل الزلفۃ القربۃ فسمیت مزدلفۃ لان الناس یزدلفون فیھا الی الحرم و قیل لان اٰدم علیہ السلام لم یزدلف الی حواء ولم تزدلف الیہ حتی تعارفا بعرفۃ واجتمعا بالمزدلفۃ فسمیت جمعا ومزدلفۃ وقیل لان الناس یدفعون منھا زلفۃ واحدۃ ای جمیعا وحدّ المزدلفۃ کما قال البعض اِذا اَفضتَ من عرفات تُریدہٗ فانت فیہ حتی تبلغ القرن الاحمر دون محسّر۔

مِنًی۔ آیت ثم افیضوا من حیث افاض الناس کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ مِنًی بکسرِ میم وتنوینِ نون۔ حرم مکہ میں معروف جگہ ہے ۔ جہاں پر ایام حج میں حاجی حضرات رمی جمار کیا کرتے ہیں۔ لفظ منیٰ مذکر و منصرف ہے وجوہ تسمیہ متعدد ہیں۔ (۱) سمی بذلک لما یُمنیٰ بہ من الدماء ای یُراق قال اللہ تعالی من مَنِیٍّ یُمنیٰ (۲) لانّ اٰدم علیہ السلام تمنّی فی الجنّۃ۔ (۳) قال ابن الاعرابی ماخوذ من اَمنیٰ القومُ ومَنَی اللہُ الشیَٔ قدَّرہٗ وبہ سمّی منًی کانہ اراد ان اللہ قدّرفیہ عدّۃً مناسک وقرّرھا۔ (۴) قال ابن شمیل سمّی مِنًی لانّ الکبشَ مُنِیَ بہ ای ذُبِح۔ (۵) قال ابن عیینۃ اخذ من المنایا وھو جمع مَنِیّۃ بمعنی الموت سمی بذلک لکثرۃ الاموات فیہ بذبح الاضاحی والھدی۔

ایامِ رمی جمار میں منیٰ میں رات گزارنا اور وہیں ٹھہرنا واجب نہیں ہے البتہ سنت ہے۔
المدینۃ ۔ شرح بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مدینہ کا معنی عربی میں ہے شہر۔ دراصل اس کا نام مدینۃ الرسول تھا۔ پھر کثرت استعمال سے صرف مدینہ کا اطلاق ہوا۔ مدینہ طیبہ آباد و باغات و کھجوروں و زراعت والا شہر ہے۔ یہ نام اسلامی ہے۔ اس کا پرانا وقدیمی نام یثرب تھا۔ احادیث میں اس نام سے نہی مروی ہے۔ وفی الحدیث من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ ھی طابۃ قال ذلک ثلاثاً۔ قرآن حکیم میں تسمیہ بہ یثرب قول منافقین کی حکایت پر مبنی ہے۔
حدیث شریف ہے المدینۃ تنفی الناس (ای شرارھم) کما ینفی الکیر خبث الحدید وفی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی تنفی المدینۃ شرارھا۔ یہ دجال کے زمانے میں ہوگا۔ حدیث ہے ان الدجال یرجف باھلھا فلا یبقی منافق ولا کافر الا خرج الیہ وفی روایۃ ینزل الدجال السبخۃ فترجف المدینۃ ثلاث رجفات یخرج اللہ منھا کل منافق وکافر۔ احادیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون و دجال داخل نہیں ہو سکتے۔ اس میں مجذوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مٹی میں مرض جذام کے لیے شفا ہے۔
ہجرت کے بعد کئی مہاجرین مثل بلال و ابوبکر صدیق وغیرہ رضی اللہ عنہم سخت بیمار ہوئے۔ مدینہ منورہ کی زمین امراض کی زمین تھی۔ آب و ہوا خراب تھی۔ نبی علیہ السلام کی دعا سے اس کی یہ حالت ختم ہوئی۔ فعن عائشۃ رضی اللہ عنہا لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قدمھا وھی اوبأ ارض اللہ من الحمیٰ فاصاب اصحابہ منھا بلاء وسقم وصرف اللہ ذلک عن نبیہ وفیہ فقال علیہ السلام اللھم حبب الینا المدینۃ کما حببت الینا مکۃ او اشد وبارک لنا فی مدھا وصاعھا وانقل وباءھا الی مھیعۃ" ومھیعۃ ھی الجحفۃ" وفی روایۃ فکان المولود یولد بالجحفۃ" فلا یبلغ الحلم حتی تصرعہ الحمیٰ۔
مدینہ منورہ کے بہت سے نام ہیں۔ کثرتِ اسماء شرافت وفخامت کی دلیل ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں لا یعرف فی البلاد اکثر اسماً منھا ومن مکۃ اھ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں بلغنی ان للمدینۃ فی التوراۃ اربعین اسماً وقیل احد عشر وقیل نحو مائۃ اسم منھا دار الاخیار۔ دار الابرار۔ دار الایمان۔ دار السنۃ۔ دار السلامۃ۔ دار الفتح۔ الجابرۃ۔ العذراء۔ المرحومۃ۔ بعض کتب میں ہے کہ مدینہ کے ۲۹ نام ہیں۔ چند نام یہ ہیں: طیبہ۔ طابۃ۔ مسکینہ۔ محبّہ۔ مجتبہ۔ مجبورہ۔ یثرب۔ ناجیہ۔ موفیہ اکالۃ البلدان۔ مبارکہ۔ محفوفہ۔ مجنّہ۔ قدسیہ۔ عاصمہ۔ مرزوقہ۔ مختارہ۔ محرمہ۔ قاصمہ۔ طبابا۔ شافیہ۔ خیرہ۔ محبوبہ۔ وغیرہ وغیرہ۔
مدینہ منورہ میں زمانہ قدیم میں اول آباد ہونے والے عمالیق تھے یعنی اولادِ عملاق بن ارفخشذ بن سام بن

نوح علیہ السلام اور انھوں نے اوّل اوّل یہاں پر زراعت شروع کی اور کھجوریں لگائیں۔ پھر مدت دراز کے بعد موسٰی علیہ السلام نے یہود کی ایک فوج بھیجی حجاز و مدینہ کی طرف عمالیق کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے۔ اس فوج نے حجاز و مدینہ کے بادشاہ ارقم کو قتل کر دیا اور پھر خود یہ یہود مدینہ اور ادھر اُدھر حجاز میں آباد ہو گئے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے تک یہود موجود تھے۔

بعض علما۔ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہود کو کتب آسمانیہ کے مطالعہ سے معلوم تھا کہ خاتم الانبیاءؐ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے یہیں مقیم ہوں گے تو وہ یہاں آکر آباد ہوئے تاکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ خود یا ان کی اولاد ایمان لاکر ان کی مدد کر سکے۔ بعد میں تُبّع بادشاہ نے بنو عمرو بن عوف کو بھی یہاں پر اسی نیت سے آباد کیا۔ چنانچہ یہود کئی سو سال سے نبی علیہ السلام کی بعثت کے انتظار و اشتیاق میں تھے۔ مگر جب وہ وقت آیا تو یہود ہی نبی علیہ السلام کے سب بڑے مخالف اور دشمن بنے اور ایمان سے محروم رہے

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ کر چلے گئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

مکّۃُ المکرّمۃ ۔ تفسیر بسملہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ مکہ معظمہ مرکز اسلام و مرکز شعائر الدین ہے۔ وجہ تسمیہ مکہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) قال ابن الانباری سمّیت مکّۃ لانھا تمُکّ الجبّارین ای تذھب نخوتہم۔ قصہ اصحاب فیل اس بات کا گواہ ہے۔ (۲) وقیل لازدحام الناس بھا من قولھم اِمْتکّ الفصیلُ ضَرعَ اُمِّہٖ اذا مَصّہ مَصًّا شدیدًا۔ (۳) سمّیت بکّۃ لازدحام الناس بھا و مکّۃ ھی بکّۃ والمیم بدل من الباء۔

(۴) قال ابن القطامی سمیت مکہ لان العرب فی الجاھلیۃ کانت تقول لایتم حجّنا حتی نأتی مکان الکعبۃ فنمُکُّ فیہ ای نصفر صفیر المکّاء حول الکعبۃ وکانوا یصفرون ویصفقون بایدیھم اذا طافوا بھا والمکّاء بتشدید الکاف طائر یأوی الریاض یصیح وبتخفیف الکاف الصفیر فکانھم کانوا یحکون صوت المکاء۔ (۵) او لانّھا بین جبلین مرتفعین علیھا وھی فی ھبطۃ بمنزلۃ المکّوک والمکوک إناء۔ (۶) او لانھا لایفجر بھا احد الا بکّت عنقہ فکان یصبح وقد التوت عنقہ کذا قیل۔ (۷) او من مَکّ الثدی ای مصّہ لقلّۃ مائھا لانھم کانوا یمتکّون الماء ای یستخرجونہ۔ (۸) او لانھا تمُکّ الذنوب ای تذھب بھا کما یمُکّ الفصیلُ ضَرعَ اُمّہ فلا یبقی فیہ شیئًا۔ (۹) او لانھا تمُکّ من ظلم ای تنقصہ۔ وقیل سمّیت بکّۃ لان الاقدام تبکّ بعضھا بعضًا۔

مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں۔ مثل بکّہ۔ نسّاسہ۔ ام رُحم۔ امّ القرٰی۔ معاد۔ حاطمہ۔ البیت العتیق۔ رأس۔ حرم۔ صلاح۔ بلد امین۔ عرش۔ قادس۔ مقدسہ۔ ناسّہ۔ باسّہ۔ کُوثٰی۔ المُذھب وغیرہ۔

نبی علیہ السلام جب بارادۂ ہجرت مکہ مکرمہ سے نکلے تو ایک مقام پر کھڑے ہو کر مکہ مکرمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا انّی لأعلم انّك أحبّ البلادِ الیّ وانك أحبُّ ارضِ الله الی الله ولولا ان المشرکین اخرجونی منك ما خرجتُ وقال عائشة رضی الله عنها لولا الهجرة لسکنتُ مکة فانی لم ار السماء بمکانٍ اقرب الی الارض منها بمکة ولم یطمئن قلبی ببلد قطّ ما اطمأنّ بمکة ولم ار القمر بمکان أحسنَ منه بمکة - ایک اور حدیث ہے مَن صبر علی حرّ مکة ساعة تباعدت عنه جهنم مسیرة مائة عام وتقرّبتْ منه الجنة مائتی عام - اہل مکہ جاہلیت میں معزز تھے - بڑے بڑے امراء و بادشاہ یہاں آکر حج کرتے تھے اور قریش کی تکریم کرتے تھے مثل ملوکِ حمیر وکندہ وغسان ولخم وغیرہ -

فائدہ - اس امر میں علماء و ائمہ کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ - چنانچہ اس میں دو قول ہیں - مکہ مکرمہ کی وجوہ افضلیت متعدد ہیں - اس میں کعبۃ اللہ ہے - وہ پہلا گھر ہے جو عبادت کے لیے مقرر ہوا - طواف مکہ میں ہوتا ہے نہ کہ مدینہ منورہ میں - اس میں رکن یمانی و حجر اسود و مقام ابراہیمی ہیں جو کہ جنت کے پتھر ہیں - اس میں جبل ابو قبیس ہے جو روئے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہونے والا پہاڑ ہے - اس میں یعنی اس کے قریب منیٰ و مزدلفہ و عرفات ہیں - حج و عمرہ جیسی اہم عبادات یہاں پر ادا ہوتی ہیں - یہ امّ القریٰ ہے - اصحاب فیل کی یہاں پر تباہی ہوئی - خاتم الانبیاء علیہ السلام کا مولد ہے -

اور جو لوگ مدینہ منورہ کو افضل کہتے ہیں ان کی دلیلیں یہ ہیں - مدینہ منورہ مرکز اسلام ہے - نبی علیہ السلام کا آخری مسکن ہے والاعتبار للخواتیم - آپؐ کی وفات یہاں پر ہوئی - آپؐ کی قبر مبارک یہاں پر ہے سارا عالم نبی علیہ السلام کے سبب پیدا ہوا - اور نبی علیہ السلام مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں - جبل اُحد یہاں پر ہے وھو جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّہ الحدیث - اکثر ازواجِ مطہرات کی قبریں اور تین خلفاء راشدین و بناتِ نبی علیہ السلام کی قبریں اور سیّد شباب اہل الجنۃ حسنؓ کی قبر اور سیّد شہداء اہل الجنۃ حمزہؓ کی قبر مدینہ منورہ میں ہے - کُل عالم میں اسلام مدینہ منورہ سے پھیلا ہے کیونکہ انصار یہاں پر تھے - خلفاء راشدین ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ فاتحینِ دنیا مدینہ میں رہتے تھے اور یہاں سے احکام و افواج بھیجتے تھے - مکہ والوں نے تو مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو نکال دیا تھا - مدینہ منورہ کے بارے میں حدیث ہے - مَن صبرَ علی لأوائها دمات بها کنتُ له شفیعًا یوم القیامة - ریاض الجنۃ مدینہ منورہ ہی میں ہے -

المشعر الحرام - قرآن مجید میں ہے فاذکروا الله عند المشعر الحرام - مشعر حرام مزدلفہ کا نام ہے - مزدلفہ کو جمع بھی کہتے ہیں - **المحسِّر** - بکسر سین مشدّدہ - اسم فاعل ہے تحسیر سے - وھو مشتق من الحسر وھو کشطك الشئ وکشفك ایّاہ - یقال حسر عن ذراعیه وحسر البیضة عن رأسه او من الحسر بمعنی الإعیاء یقال حسرتِ الدابّة اذا أعیت او من حسِر فلان حسرًا اذا اشتدّت ندامته -

یہ مزدلفہ و منی کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے وادی محسّر بھی کہتے ہیں۔ یہ جگہ نہ منی میں داخل ہے اور نہ مزدلفہ میں بلکہ یہ مستقل وادی ہے۔ معجم میں یاقوت لکھتے ہیں وقیل هو موضع بین مکۃ وعرفۃ وقیل بین منی وعرفۃ اھ۔

المسجد الحرام ۔ قرآن شریف میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ذلك لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام۔ کعبۃ اللہ شریف کی مسجد مسجدِ حرام کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ بہت محترم و بابرکت مسجد ہے۔ بیت اللہ شریف اس مسجد کے وسط میں واقع ہے۔

مسجد حرم عہد نبی علیہ السلام و عہد ابی بکرؓ میں صرف فنا بیت کا نام تھا مسجد کے اردگرد کوئی دیوار محیط نہ تھی بلکہ چاروں طرف لوگوں کے گھر تھے۔ گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں لوگوں کی کثرت ہوئی اور بیت اللہ شریف کا صحن لوگوں کے قبضہ و عمارات کی وجہ سے تنگ ہونے لگا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انّ الکعبۃ بیت اللہ ولابدّ للبیتِ من فناءٍ وانکم دخلتم علیھا ولم تدخل ھی علیکم لہذا انھوں نے یہ گھر خرید لیے اور ان کو گرا کر مسجد میں داخل کر کے مسجد کے اردگرد دیوار بنادی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مزید مکانات خرید کر مسجد کو وسیع کیا اور دیوار محیط کے ساتھ ساتھ اردگرد برآمدہ تعمیر کیا۔

بعدہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے مسجد کو وسعت تو نہ دی البتہ اس کی دیوار اور برآمدے کو مضبوط اور حسین کر دیا اور خوب صورت پتھروں کے ستون اور دروازے بنائے۔ کذا فی اعلام الساجد للعلامۃ الزرکشی ص۷۵۔

صاحب مسالک الابصار نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الزبیر نے اسے وسعت دی اور مزید گھر خرید کر کے مسجد میں داخل کیے۔ اس کی عبارت یہ ہے ثم ان ابنَ الزبیر رضی اللہ عنہ زادَ فی المسجد زیادۃً کبیرۃً واشتری دُوراً من جُملتِھا بعضُ دارِ الازرق اشتری ذلك ببضعۃ عشر الف دینار وجعل فیھا عمداً من الرخام ثم عمّرہ عبد الملك بن مروان ولم یزد فیہ لکن رفع جدارہ وجلب الیہ السواری من البحر الی جدّۃ وسقفہ بالساج وعمّرہ عمارۃً حسنۃً اھ مسالك الابصار ج ۱ ص۱۰۵۔

قرآن مجید میں مسجد حرام پندرہ جگہ مذکور ہے۔ مسجد حرم سے عُرف میں اور عام محاورات میں اگرچہ وہ خاص خطہ مراد ہوتا ہے جو مسجد ہے اور جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہے لیکن اس کا اطلاق سارے حرم پر بھی ہوتا ہے۔ اور قرآن میں یہی آخری معنی مراد ہوتے ہیں۔ قال الامام الماوردی فی کتاب الجزیۃ انّ کل موضعٍ ذکر اللہ فیہ المسجدَ الحرام فالمراد بہ الحرم الّا فی قولہ تعالیٰ فولّ وجھك شطر المسجد الحرام فانہ اراد

به الکعبة۔

بنابریں ممکن ہے کہ سارے حرم شریف میں اور مکہ مکرمہ کی ہر مسجد اور ہر مقام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے فعن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً صلاۃٌ فی مسجدی أفضل من الف صلاۃٍ فیما سواہ الّا المسجد الحرام وصلاۃٌ فی المسجد الحرام افضل من مائۃ الف صلاۃٍ فیما سواہ رواہ ابن ماجہ ج ۱ ص۱۰۴ طبع مصر۔ وعن عبد اللہ بن الزبیر مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلاۃ فی غیرہ من المساجد الّا المسجد الحرام وصلاۃ فی المسجد الحرام افضل من الصلاۃ فی مسجدی ھذا بمائۃ صلاۃ رواہ احمد والبزار۔

لہذا مسجد حرام کی ایک نماز ۵۵ سال ۶ ماہ ۲۰ دن کی نمازوں کے برابر ہے اور پانچ نمازیں ۲۷۷ سال ۹ ماہ ۱۰ دن کی نمازوں کے برابر ہیں۔

وفی رسالۃ الحسن البصری الی الرجل الزاھد الذی أرادَ الخروج من مکۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم مَن صلّی فی المسجد الحرام رکعتین فکأنما صلّی فی مسجدی الف الف صلاۃ والصلاۃ فی مسجدی افضل من الف صلاۃ فیما سواہ من البلدان۔ چنانچہ رسالہ حسن بصریؒ میں مذکور حدیث کے پیش نظر مسجد حرام کی ایک نماز مسجد نبوی کی ...... یعنی دس لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور عام مسجدوں کی ایک ارب ....۱ نمازوں کے برابر ہے۔

مسجد حرام کے بے شمار فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس میں متعدد انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ بعض آثار میں ہے کہ کعبۃ اللہ کے قریب اس کے ارد گرد تین سو انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ رکن یمانی سے رکن حجر اسود تک ستر انبیاء کی قبریں ہیں۔ حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجر کی قبریں ہیں۔

ہر مسلمان کی خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ اسے قبور انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے چنانچہ مسجد حرم کی زیارت کرنے والے اور طواف بیت اللہ شریف کرنے والے کو دیگر برکات کے علاوہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی قلبی تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص۱۵۴ وجاء ان بین المقام والرکن وزمزم قبر تسعۃ وتسعین نبیاً وجاء ان حول الکعبۃ لقبور ثلثمائۃ نبیّ وان ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود لقبور سبعین نبیاً وکل نبی من الانبیاء اذا کذّبہ قومہ خرج من بین اظھرھم واتی مکۃ یعبد اللہ عزوجلّ بھا حتی یموت وجاء ما بین الرکن الیمانی والحجر الاسود روضۃ من ریاض الجنۃ وان قبر ھود وصالح وشعیب واسمٰعیل علیہم السلام فی تلک البقعۃ اقول ویوافق ذلک قول بعضھم ان اسمٰعیل علیہ السلام دفن حیال الموضع

الذی فیہ الحجر الاسود لکن جاء ان قبر اسمٰعیل فی الحجر و ذکر المحب الطبری ان البلاطۃ الخضراء التی بالحجر قبر اسمٰعیل علیہ السلام انتہی۔

المرْوَۃ۔ قرآن شریف میں مروہ مذکور ہے۔ مَرْوَہ بفتح میم وسکون واو ایک پہاڑی کا نام ہے بیت اللہ شریف کے قریب۔ یہ شہر مکہ کے وسط میں واقع ہے۔ اس کے ارد گرد اہل مکہ کے گھر ہیں۔ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس کے کچھ پتھر اور چٹانیں سرخی مائل تھیں اور زیادہ تر سفید تھیں۔ قال عرام ومن جبال مکۃ المروۃ جبل مائل الی الحمرۃ وقال ابو الربیع المحدث المکی ان منزلہ فی رأس المروۃ وانہا اکمۃ لطیفۃ فی وسط مکۃ تحیط بہا وعلیہا دور اہل مکۃ ومنازلہم وہی فی جانب مکۃ الذی یلی قعیقعان اھ۔

اب جبل مروہ باقی نہیں رہا۔ اس پر مسجد حرم کی عمارت بنائی گئی ہے۔ مسجد حرم کی توسیع میں مروہ بھی آگیا۔ اور اسے تقریباً ہموار کرکے صرف تھوڑا سا نشان اس کا چھوڑ دیا ہے۔ جبل مروہ وجبل صفا شعائر اللہ میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ان پر دعا قبول ہوتی ہے قال اللہ تعالی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کے سات چکر مناسک حج وعمرہ میں سے ہیں۔ سعی صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرنا لازم ہے۔

ایام حج ورمضان شریف میں سعی کی ایمان افروز رونق عظمت بیت اللہ شریف کا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ قال یاقوت فی معجم البلدان ج ۵ ص ۱۱۲ المروۃ الحجارۃ البیض تقتدح بہا النار ولا یکون اسود ولا احمر ولا تقتدح بالحجر الاحمر انتہی۔ مروہ کی وجہ تسمیہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس کے بعض پتھر مائل بہ سپیدی تھے۔ واللہ اعلم۔

قال الازرقی فی تاریخ مکۃ ج ۱ ص ۷۳ نصب عمرو بن لحی علی الصفا صنماً یقال لہ نہیک مجاود الریح ونصب علی المروۃ صنماً یقال لہ مُطعِم الطیر اھ۔ جاہلیت میں بھی سعی بین الصفا والمروہ مناسکِ حج میں شمار ہوتی تھی۔ لیکن زمانۂ جاہلیت میں ان امور میں اصنام کا بڑا دخل تھا۔

چنانچہ مشرکین میں سے جو لوگ مناۃ بت کی پرستش کرتے تھے اور اس کی تعظیم کے زیادہ قائل تھے وہ مناۃ کے نام سے حج وعمرہ کا تلبیہ پڑھتے تھے اور اس کی تکریم کی نیت سے مناسک ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ سعی کے سوا بقیہ تمام مناسک ادا کرتے تھے اور وہ سعی اس لیے نہیں کرتے تھے کہ کہیں صفا ومروہ پر نصب دو بُت یعنی نہیک مجاود الریح ومطعم الطیر اور مناۃ کے مابین ناراضگی نہ ہوجائے۔ گویا کہ ان کے زعم میں سعی سے مذکورہ دو بتوں کی تعظیم مقصود تھی اور اس سے مناۃ کی ناراضگی لازم آتی تھی۔

صنمِ مناۃ کے محبّین وعُشّاق انصار کے اوس وخزرج وقبیلہ ازد وغسان وغیرہ تھے۔ قال الازرقی انّ عمرو بن لحیّ نصب مناۃ علی ساحل البحر مما یلی قدید اً (کان موضع مناۃ فی ودان علی ساحل البحر الاحمر

بین ینبع و رابغ) وهی التی کانت للازد وغسان یحجونها ویعظمونها فاذا طافوا بالبیت وافاضوا من عرفات و فرغوا من منیٰ لم یحلقوا الا عند مناۃ وکانوا یهلّون لها ومن اهلّ لها لم یطف بین الصفا والمروۃ لمکان الصنمین اللذین علیهما نهیک مجاود الریح ومطعم الطیر فکان هذا الحی من الانصار یهلون بمناۃ وکانوا اذا اهلوا بحج اوعمرۃ لم یظل احدا منهم سقف بیت حتی یفرغ من حجتہ او عمرتہ وکان الرجل اذا احرم لم یدخل بیتہ و ان کانت لہ فیہ حاجۃ تسوّر بیتہ لان لا یجن رتاج البیت رأسہ فلما جاء اللہ بالاسلام انزل اللہ تعالیٰ فی ذلک ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظهورها ـ الآیۃ ـ وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسان من الازد و من دان بدینهم من اهل یثرب واهل الشام اھ ـ

المیل والبرید۔ آیت وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تفسیر میں میل و برید مذکور ہیں۔ ایک برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر برید اس مسافت کا نام ہے جو چار فرسخ ہو اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور ایک میل چار ہزار گز کا ہوتا ہے متأخرین کے نزدیک۔ اور قدماء کے نزدیک ایک میل تین ہزار گز کا ہوتا ہے۔ دونوں قولوں میں میل کی مقدار ایک ہی ہے۔ کیونکہ قدماء کا گز لمبا ہے اور متأخرین کا گز چھوٹا ہے۔ متأخرین کے نزدیک ایک گز کی مقدار چوبیس انگل ہے مطابق عدد مرسومہ حروف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور قدماء کے نزدیک ایک گز ۳۲ انگل کا ہوتا ہے لہذا قدماء کے گز کے حساب سے تین ہزار گز متأخرین کے چار ہزار گز کے برابر ہیں۔

زیادہ معروف ومشہور متأخرین کا گز ہے۔ متأخرین کا ذراع یعنی گز شرعی گز کے نام سے معروف ہے پس شرعی گز ۲۴ انگل کا ہے اور ایک انگل ۶ جو کا ہوتا ہے۔ جب چھے جو کو ایک دوسرے سے عرضاً پیوست کردیں تو یہ ایک انگل کی مقدار ہے۔ فقہاء وعلماء ریاضی لکھتے ہیں کہ ایک جو چھے بالوں کے برابر ہوتا ہے۔ پس ایک گز ۱۴۴ جو کا بنتا ہے۔ قال الزیلعی ان المیل اربعۃ آلاف ذراع۔ یہاں پر چند اقوال اور بھی ہیں۔ ففی شرح العینی عن الینابیع المیل اربعۃ آلاف خطوۃ۔

وما احسن ما قال ابن الحاجب رحمہ اللہ ؎

ان البرید من الفراسخ اربع ۔۔۔ ولفرسخ فثلاث امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل ۔۔۔ والباع اربع اذرع تستتبع
ثم الذراع من الاصابع اربع ۔۔۔ من بعدها العشرون ثم الاصبع
ست شعیرات فظهر شعیرۃ ۔۔۔ منها الی بطن لاخری توضع
ثم الشعیرۃ ست شعرات فقل ۔۔۔ من شعر بغل لیس فیها مدفع

کذا فی هامش رد المحتار شرح الدر المختار۔

فائدہ۔ شرعی گز جو ۲۴ اُنگل کا ہے یہ تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا ہوتا ہے۔ لہذا رائج الوقت انگریزی گز شرعی گز سے دُگنا ہے۔ کیونکہ انگریزی گز تین فٹ لمبا ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ زمانہ حال میں انگریزی میل رائج ومعروف ہے اور یہ انگریزی میل شرعی میل سے کم ہے۔ کیونکہ رائج الوقت انگریزی گز کے حساب سے انگریزی میل ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے۔ اور اسی انگریزی گز کے حساب سے شرعی میل تقریباً دو ہزار گز کا بنتا ہے۔ پس انگریزی گز کے پیش نظر شرعی میل انگریزی میل سے ۲۴۰ گز طویل ہے راجع للتفصیل رسالتی نیل البصیرۃ فی نسبۃ سبع عرض الشعیرۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

نائلۃ واساف۔ آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ کی شرح میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ اساف ونائلہ دو بتوں کے نام ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ شریف کے قریب رکھے گئے تھے اہل جاہلیت ان کی بڑی تعظیم کرتے اور ان دونوں کی پرستش میں مشغول رہتے تھے۔

علامہ ازرقی کتاب اخبار مکہ ج ۱ ص ۴۴ پر لکھتے ہیں کہ بنو خزاعہ سے قبل کعبۃ اللہ کا متولی قبیلہ جرہم تھا اس قبیلہ میں سے بعض لوگ حرم شریف اور بیت اللہ کی بے حرمتی کرنے لگے۔ حجاج اور زائرین اور مسافروں کو تنگ کرتے تھے اور بیت اللہ شریف کے خزانے کو بھی لوٹنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب ان کی بداعمالیاں اور بیت اللہ شریف کی بے حرمتی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بنو خزاعہ کو مسلط کر دیا اور بنو خزاعہ نے سخت خونریزی کے بعد بنی جرہم کو مکہ مکرمہ سے نکال باہر کیا اور بنو خزاعہ بیت اللہ شریف کے متولی بن گئے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی تولیت ونگرانی بنو خزاعہ کے قبضہ میں آگئی۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً پانچ سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ بنو خزاعہ میں سے بیت اللہ شریف کا پہلا یا دوسرا متولی عمرو بن لحی تھا عمرو بن لحی کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں اور عرب میں بُت نصب کیے اور بت پرستی شروع کرائی۔ کما فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۲۔

اساف ونائلہ کا قصہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ یہ دونوں اساف ونائلہ دراصل جرہم میں سے ایک مرد وعورت تھے۔ ان دونوں نے بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوکر بدکاری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مسخ کرکے پتھر کا بنا دیا۔ بعد میں جب لوگوں نے ان کی ممسوخہ صورتیں دیکھیں اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا کرشمہ دیکھا تو انھیں بڑی عبرت ہوئی اور انسانوں کی پتھر میں تبدیل شدہ صورتوں کو صفا ومروہ پہاڑ پر نصب کر دیا تاکہ انھیں دیکھ کر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آئندہ کوئی اس قسم کی شرارت کی جرأت نہ کرے۔

ایک مدت دراز گزرنے کے بعد لوگوں نے خزاعہ کی تولیت کے زمانے میں ان کو پوجنا شروع کر دیا۔ اور سب سے پہلے عمرو بن لحی نے لوگوں کو ان کی عبادت کی دعوت دی اور اُس کے دل میں شیطان نے اس

شرارت کا وسوسہ ڈالا۔

قال فی اخبار مکۃ فلم یزل امرھما یدرس ویتقادم حتی صار اصنمین یُعبدان وقال بعض اھل العلم ان عمرو بن لحی دعا الناس الی عبادتہما وقال للناس انما نُصِبا ھھنا ان اٰبائکم ومن قبلکم کانوا یعبدونہما وانما القاہ ابلیس علیہ ثم حواھما قصی بن کلاب بعد ذلک فوضعہما یذبح عندھما تجاہ الکعبۃ عند موضع زمزم انتھی۔ اساف بن بغا اس بدکار مرد کا نام تھا اور نائلہ بنت ذئب اس بدفعل عورت کا نام تھا۔ کذا قال الازرقی ان دونوں کے نسب میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ ابن ہشام نے اپنی سیرت ج ۱ ص ۸۴ پر ان کا نسب یوں بیان کیا ہے اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك قال ابن اسحاق واتخذوا اسافاً ونائلۃ علی موضع زمزم ینحرون عندھما وکان اساف ونائلۃ رجلاً وامرأۃً من جرھم ھو اساف بن بغی ونائلۃ بنت دیك فوقع اساف علی نائلۃ فی الکعبۃ فمسخہما اللہ حجرین انتھی۔ وفی اخبار مکۃ قال عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ھو اساف بن سھیل ونائلۃ بنت عمرو بن ذئب انتھی۔

بعض روایات میں ہے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے بدکاری کا موقعہ نہیں دیا بلکہ جب وہ تقبیل و معانقہ میں مشغول ہوئے تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا۔ ذکر ابن اسحٰق باسنادہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت تقول مازلنا نسمع ان اسافاً ونائلۃ کانا رجلاً وامرأۃً من جرھم احدثا فی الکعبۃ فمسخہما اللہ تعالیٰ حجرین انتھی۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۶۴ ذکر رزین فی فضائل مکۃ عن بعض السلف قال ما امھلہما اللہ الی ان یفجرا فیھا ولکنہ قبّلھا فمسخا حجرین فاُخرجا الی الصفا والمروۃ فنُصِبا علیہما لیکونا عبرۃً وموعظۃً فلما کان عمرو بن لحی نقلہما الی الکعبۃ ونصبہما علی زمزم فطاف الناس بالکعبۃ وبہما حتی عُبِدا من دون اللہ اھ۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اساف صفا پر تھا اور نائلہ مروہ پر۔ اور اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ قال البیضاوی کان اساف علی الصفا ونائلۃ علی المروۃ وکان اھل الجاھلیۃ اذا سعوا مسحوھما فلما جاء الاسلام وکسر الاصنام تحرج المسلمون ان یطوفوا بہما لذلك فنزلت ھذہ الاٰیۃ اھ۔

وذکر الواقدی عن اشیاخہ قالوا کان اساف ونائلۃ رجلاً وامرأۃ الرجل اساف بن عمرو والمرأۃ نائلۃ بنت سھیل من جرھم فزنیا فی جوف الکعبۃ فمسخا حجرین فاتخذوھما یعبدونہما وکانوا یذبحون عندھما ویحلقون رؤسہم عندھما فلما کسرت الاصنام کسرًا ای فی فتح مکۃ فخرجت من احدھما امرأۃ سوداء شمطاء تخمش وجھہا عریانۃً ناشرۃ الشعر تدعو بالویل فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك فقال تلك نائلۃ قد ایست ان تُعبد ببلادکم ابدًا ویقال رنّ ابلیس ثلاث رنّاتٍ رنّۃٌ حین لُعِن فتغیرت صورتہ عن صورۃ الملائکۃ ورنّۃٌ حین رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائماً بمکۃ یصلی ورنّۃٌ حین افتتح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ فاجتمعت الیہ ذریتہ فقال ابلیس أیئسوا ان تردّ وا امۃ محمد علی الشرک بعد یومہم هذا ابدًا ولکن افشوا فیهم النوح والشعر انتهی۔

ازرقی لکھتے ہیں کہ اہل جاہلیت طواف کی ابتداء اساف سے کرتے تھے۔ اوّلاً اساف کا استلام کرتے پھر حجر اسود کا استلام کرتے اور پھر دائیں طرف طواف کرتے تھے یعنی حالتِ طواف میں بیت اللہ شریف ان کی دائیں جانب ہوتا تھا۔ طواف ختم ہونے کے بعد اولاً حجر اسود کا استلام کرتے پھر نائلہ کا استلام یعنی مسح و تقبیل کرتے ہوئے طواف ختم کر دیتے تھے۔

بعض عرب طواف کرنے کے بعد اپنے کپڑے اتار کر اساف و نائلہ کے پاس ڈال دیتے اور پھر وہ کپڑے وہیں پڑے رہتے تھے اور کوئی بھی ان کپڑوں کو اٹھاتا نہیں تھا۔ تاآنکہ وہ پھٹ کر تار تار ہو جاتے۔ قال فاذا فرغ من طوافہ نزع ثیابہ ثم جعلها یطرحها بین اساف و نائلۃ فلا یمسحها احد ولا ینتفع بها حتی تبلی من وطی الاقدام ومن الشمس والریاح والمطر انتهی۔ اس طرح اساف و نائلہ کے پاس کپڑوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ اخبار مکہ ص ۱۱۴۔

وفیہ ان اساف و نائلۃ اُخرجا من الکعبۃ فنصب احدُهما علی الصفا والاخری علی المروۃ لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس ویتقادم حتی صارا یمسحان یتمسح بهما من وقف علی الصفا والمروۃ فلما کان عمرو بن لحی امر الناس بعبادتهما والتمسح بهما حتی کان قصی بن کلاب فحوّلهما من الصفا والمروۃ فجعل احدهما یلصق الکعبۃ وجعل الاٰخر فی موضع زمزم ویقال جعلهما جمیعا فی موضع زمزم وکان ینحر عندهما وکان اهل الجاهلیۃ یمرّون باساف و نائلۃ ویتمسحون بهما وکان الطائف اذا طاف بالبیت یبدأ باساف فیستلمہ فاذا فرغ من طوافہ ختم بنائلۃ فاستلمها فکانا کذلک حتی کان یوم الفتح فکسرهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ما کسر من الاصنام۔

وعن عمرۃ انها قالت کان اساف و نائلۃ رجلًا وامرأۃً فمُسخا حجرین فاخرجا من جوف الکعبۃ وعلیهما ثیابهما فجُعِل احدهما بلصق الکعبۃ والاٰخر عند زمزم وکان یطرح بینهما ما یهدی للکعبۃ ویقال ان ذلک الموضع کان یسمی الحطیم وانما نُصبا هنالک لیعتبر بهما الناس فلم یزل امرهما یدرس حتی جُعِلا وثنین یُعبدان وکانت ثیابهما کلما بلیت اخلفوا لهما ثیابًا ثم اخذ الذی بلصق الکعبۃ فجعل مع الذی عند زمزم وکانوا ینحرون عندهما ولم تکن تدنو عندهما امرأۃ طامث۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ ای یوم الفتح و حول الکعبۃ ثلاثمائۃ وستون صنمًا منها ما قد شدّ برصاص فطاف علی راحلتہ وهو یقول جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقًا ویشیر الیها ای بقضیبہ فما منها صنم اشار الی وجهہ

اِلّا وقع علی دبرہ ولا اشار الی دبرہ الّا وقع علی وجھہ حتی وقعت کلّھا۔

نضیر۔ وان یاتوکم اساریٰ تفٰدوھم کے بیان میں مذکور ہے۔ بنو نضیر یہود مدینہ منورہ کا ایک قبیلہ تھا۔ اس قبیلہ کے لوگ بڑے مال دار اور شرارتی تھے۔ کہتے ہیں کہ بنو نضیر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں حیی بن اخطب وغیرہ اس کے امرا تھے۔ نبی علیہ السلام اور ان کے مابین یہ معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی بات اور کوئی کام نہیں کریں گے۔ اور دیات میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے بئر معونہ کے افسوسناک والمناک حادثہ جس میں بہت سے قرا صحابہ قتل کیے گئے سے واپس مدینہ منوّرہ آتے ہوئے بنو عامر یعنی قاتل قبیلہ کے دو آدمی راستے میں قتل کر دیے۔ عمرو کو یہ پتہ نہ تھا کہ یہ دو آدمی نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے معاہدہ کر کے آ رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حسب معاہدہ ان دو مقتولوں کی دِیَت ادا کرنا چاہی۔ چنانچہ آپؐ اس سلسلے میں دس صحابہ کو ساتھ لے کر مالی معاونت حاصل کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ یہود نے یہ موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی تو آپؐ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر اعلانِ جنگ کر کے بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ غزوہ ۴ھ میں واقع ہوا تھا۔ اس ساری شرارت کا سرپرست حیی بن اخطب والد صفیہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا تھا۔ بنو نضیر کئی دن کے محاصرہ سے جب تنگ ہوئے تو جلاوطنی کی اجازت چاہی۔ نبی علیہ السلام نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ اسلحہ کے علاوہ جو سامان اونٹوں پر لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ زینت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے کرّ و فر سے چھ سو اونٹوں پر سامان لاد کر نکل گئے۔ بعض خیبر اور بعض ملکِ شام چلے گئے۔ اس واقعہ میں بنو نضیر کے صرف دو آدمی یامین بن عمیر و ابوسعید بن وہب مسلمان ہوئے۔ بنو نضیر کے بارے میں سورۂ حشر نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن عباسؓ سورۂ حشر کو سورۂ بنی نضیر کہتے تھے۔

بنو نضیر کے گھروں میں سے نبی علیہ السلام کو جو اسلحہ ملا اس کی تفصیل یہ ہے ۵۰ درع۔ ۵۰ خود۔ لوہے کی ٹوپی۔ ۳۴۰ تلواریں۔

نجران بفتح نون۔ آیت وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شیءٍ الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔ نجران عربستان میں ایک شہر کا نام ہے جس کے اکثر باشندے نصاریٰ تھے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ سے بجہت یمن سات مراحل دور ہے۔ اس کے اردگرد بہت بستیاں تھیں۔ نجران بن زیدان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے نام پر اس شہر کا نام نجران رکھا گیا۔ کیونکہ نجران بن زیدان سب سے پہلے یہاں پر وارد ہوا تھا اور اس شہر کو آباد کیا تھا۔

بقول بعض مفسرین قصہ اُخدود اسی شہر میں واقع ہوا تھا۔ اس قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اس قصہ میں عبداللہ بن ثامر مؤمن وموحّد کی کرامات کی وجہ سے لوگ عیسائی بن گئے۔ اُس زمانے میں قبل اسلام

عیسائیت ہی صحیح دینِ توحید تھا۔ تثلیث کا عقیدہ اس وقت عام نہ تھا۔ کعبۃ اللہ کے مقابلے میں وہاں ایک خوبصورت قصر ان لوگوں نے بنایا تھا اور وہ کعبہ نجران کے نام سے مشہور تھا۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ایک حدیث ذکر کی ہے جس کی صحت مسلّم نہیں ہے وہ یہ ہے روی عن النبی علیہ السلام انہ قال القُریٰ المحفوظۃ اربع مکّۃ والمدینۃ وایلیاء ونجران وما من لیلۃ الّا وینزل علی نجران سبعون الف ملك یسلّمون علیٰ اصحاب الاخدود ولا یرجعون الیہا بعد هذا ابدًا۔ بقول یاقوت نجران صلحاً سنہ ھ کو فتح ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل نجران و یہود خیبر کو جلاوطن کر کے جزیرۂ عرب سے نکال دیا تھا۔ کیونکہ نبی علیہ السلام کی خواہش یہی تھی عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخرجنّ الیہود والنصاریٰ عن جزیرۃ العرب حتی لا ادَع فیہا الا مسلمًا وعن ابی عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اٰخر ماتکلم بہ انہ قال اَخرِجوا الیہود من الحجاز واخرجوا اھل نجران من جزیرۃ العرب۔

وفد نصاریٰ نجران کا قصہ مشہور ہے۔ ان سے نبی علیہ السلام نے اظہارِ حق کے لیے مباہلہ طے فرمایا تھا مگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہیں آئے۔ وفد نجران میں ۶۰ آدمی تھے یہ وفد بوقت عصر پہنچا تو انہوں نے مسجد نبوی میں بطرف مشرق منہ کر کے اپنی عبادت و نماز شروع کر دی۔ صحابہ نے ان کو منع کرنا چاہا مگر نبی علیہ السلام نے فرمایا کرنے دو پڑھنے دو۔ مقصد تالیفِ قلب تھا کیونکہ وہ مہمان تھے اور اسلام کے بارے میں گفتگو کرنے آئے تھے اس لیے وقتی مصلحت کے طور پر ان کو اجازت دی گئی ورنہ اصل حکم یہ ہے کہ کفار مسجد میں عبادت نہیں کر سکتے۔

شرکاء وفد نے بطور نمائش و اظہار رعب رنگین و قیمتی ریشمی کپڑے پہنے ہوتے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں بھی انگلیوں میں تھیں۔ بعض مسلمانوں نے ان کی یہ چمک دمک دیکھی تو دل میں دنیا کا قدرے شوق پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنّٰت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا وازواج مطہرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد نبی علیہ السلام نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا قد کنا مسلمین قبلك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذبتم یمنعکم من الاسلام ثلاثٌ عبادتکم الصلیب واکلکم لحم الخنزیر و زعمکم ان للہ ولدًا۔ پھر بڑی بحث ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور دیگر امور میں بھی مگر وہ لوگ انکار پر قائم رہے۔

آخر کار نبی علیہ السلام نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی انھوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کی مہلت مانگی۔ صبح نماز کے بعد نبی علیہ السلام حسن و حسین و فاطمہ رضی اللہ عنہم سمیت مباہلہ کے لیے تشریف لے آئے۔

لیکن اہل وفد نے مباہلہ سے گریز کیا اور آپس میں مشورہ کرکے اس پر اتفاق ہوا کہ یہ یقیناً نبی برحق ہیں اور نبی سے جن لوگوں نے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہوگئے۔ پھر صلح کرکے واپس چلے گئے۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا اما والذی نفسی بیدہ لقد تدلی العذاب علی اهل نجران ولولا عنونی لمسخوا قردة وخنازیر ولاضطرم الوادی علیهم نارا ولاستاصل الله تعالی نجران واهله حتی الطیر علی الشجر ولا حال الحول علی النصاری حتی یهلكوا۔ كذا فی السیرة الحلبیة ج ۳ ص ۲۱۲ سورۂ آل عمران کی بہت سی ابتدائی آیات اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئیں۔

النیل۔ آیت تجری من تحتها الانهار کے بیان میں مذکور ہے۔ نیل ملک مصر میں ایک دریا کا نام ہے نیل کا اصلی نام رومی لفظ نیلوس سے ماخوذ ہے۔ کما صرح به الشیخ حمزة۔ عربی لغت میں دریا کو نہر اور سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں نہر نیل و نہر فرات وغیرہ کا بار بار ذکر آیا ہے۔ نیل میں تمساح یعنی مگرمچھ کثرت سے ہوتے ہیں۔ تمساح کے خطرے کی وجہ سے لوگ اس میں داخل ہونے سے ڈرتے ہیں۔

مشہور ہے کہ یہ دنیا کے سب دریاؤں سے طویل تر دریا ہے۔ چنانچہ قزوینی عجائب المخلوقات ص ۱۶۴ میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا نهر اطول من النیل لان مسیرة شهر فی بلاد الاسلام وشهرین فی بلاد النوبة و اربعة اشهر فی الخراب الی ان یخرج ببلاد القمر خلف خط الاستواء ولیس فی الدنیا نهر یصب من الجنوب الی الشمال سواه ا ھ۔ فرید وجدی دائرة المعارف ج ۱۰ ص ۳۴۹ پر لکھتے ہیں النیل نهر من اطول انهار المعمور واعذبها وقد كان یؤلهه المصریون الاقدمون ویبلغ طوله ۵۰۰ کیلومتر انتهی۔

کیلومیٹر میل سے کم ہوتا ہے۔ اگر دریائے نیل کا طول یہی صحیح ہو تو پھر اسے دنیا کا طویل ترین دریا تسلیم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہمارے پاکستان کا دریائے راوی جو لاہور کے پاس سے گزرتا ہے اور کراچی کے قریب سمندر میں جا گرتا ہے اسی طرح دریائے سندھ وغیرہ پنجاب کے دریا بلا ریب پانچ سو کیلومیٹر کیا پانچ سو میل سے بھی زیادہ طویل ہیں۔ شاید ایک صفر رہ گیا ہے اور اصل عبارت یوں ہے طوله ۵۰۰۰ کیلومتر۔

دریائے نیل مصر کی حیات و آبادی کا ذریعہ ہے۔ یہ دریا متعدد خصوصیات و احوال میں دیگر دریاؤں سے ممتاز ہے۔ عام دریاؤں میں سیلاب نقصان دہ ہوتا ہے لیکن نیل کا سیلاب مفید تر ہے اور مصری لوگ اس میں سیلاب آنے کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دریائے نیل میں ایک خاص تاریخ سے طغیانی اور سطح آب کی بلندی شروع ہوتی ہے اور وہ دن اصطلاح قبط میں یوم الصلیب کہلاتا ہے۔ سیلاب کے بعد نیل کی سطح مرتفع ہوکر سارے مصر کی زمینوں میں اس کا پانی پہنچ جاتا ہے اور مصر ایک سمندر کی شکل اختیار کرلیتا ہے پھر ایک مخصوص تاریخ سے اس میں بتدریج کمی آنی شروع ہوجاتی ہے اور پانی خشک ہونے کے بعد زمینوں میں زراعت کا آغاز ہوجاتا ہے۔ دائرۃ المعارف میں ہے احسن زیادة النیل سبعة امتار فوق نهایة التحاریق

وقد یرتفع النیل احیاناً فیسبب غرق الاراضی انتھی ۔ یاقوت معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۴ پر لکھتے ہیں ومن عجائب مصر النیل جعله الله لها سقیاً یزرع علیه ویستغنی به عن میاه المطر فی ایام القیظ اذا نضبت المیاه من سائر الانهار ویمتد النیل فی اشدّ ما یکون من الحر حین تنقص انهار الدنیا۔

وقد روی عن عمرو بن العاص رضی الله عنه انه قال ان نیل مصر سیّد الانهار سخر الله له کل نهر بین المشرق والمغرب ان یمدّ له وذلّله له ۔ فاذا اراد الله تعالیٰ ان یجری نیل مصر امر الله تعالیٰ کل نهر ان یمدّه بمائه وفجر الله له الارض عیوناً فاذا ابلغ النیل نهایته امر الله کل ماء ان یرجع الی عنصره ولذلك جمیع میاه الارض تقل ایام زیادته ۔ دریائے نیل میں طغیانی ہمیشہ قبطی ماہ بؤونہ کی گیارہ تاریخ کو شروع ہوتی ہے اور جس سال نیل میں یہ سیلاب نہ آئے اور نیل مصر کے باغات وزمینوں پر نہ چڑھے وہ سال اہل مصر کے لیے تباہی وقحط کا سال ہوتا ہے ۔ مصر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ جس سال مسلمانوں نے مصر فتح کیا اس سال اتفاق سے ۱۱ بؤونہ کو نیل میں خلاف معمول طغیانی نہیں آئی تو اہل مصر اپنے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اس سال قحط کا خطرہ ہے کیونکہ نیل میں اس سال طغیانی نہیں آئی اور ہمارا ایک پرانا طریقہ ہے جس کے بغیر نیل میں طغیانی نہیں آتی ۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ ہم ماہ بؤونہ کی بارہ تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کے والدین کو مال دیکر وہ ان سے حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس لڑکی کو زیورات اور عمدہ لباس سے آراستہ کر کے دریائے نیل کی موجوں کے حوالے کر دیتے ہیں یہ گویا کہ دریائے نیل کی خوراک اور نذرانہ ہے اس کے بعد دریائے نیل میں طغیانی اور سیلاب آجاتا ہے ۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان هذا لا یکون فی الاسلام وان الاسلام یهدم ما کان قبله چنانچہ ماہ بؤونہ پھر ماہ ابیب اور ماہ مسری یعنی تین مہینے گزر گئے اور دریائے نیل کا پانی خشک ہونے لگا اور لوگوں نے قحط سالی کے ڈر سے نقلِ مکانی کے ارادے کر لیے ۔

جب عمرو بن العاص ؓ نے یہ مصیبت دیکھی تو سارے قصہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی ۔
فکتب الیه عمرؓ قد أصبتَ ان الاسلام یهدم ما قبله وقد بعثتُ الیك ببطاقة فالقها فی داخل النیل اذا اذا اتاك کتابی هذا واذا فی کتابه ۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم ۔ من عبد الله عمر بن الخطاب امیر المؤمنین الی نیل مصر اما بعد فان کنتَ تجری من قبلك فلا تجر وان کان الواحد القهار یجریك فنسأل الله الواحد القهار ان یجریك

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بطاقہ عیدِ صلیب سے ایک دن قبل دریائے نیل میں ڈال دیا ۔
روایات میں ہے کہ اسی رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیل کا پانی سولہ گز بلند ہوا اور اس طرح قحط سالی کا خطرہ ٹل گیا ۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ اس کے بعد سے دریائے نیل میں دستور کے مطابق برابر سیلاب آتا رہتا ہے۔

کتب تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی قبر دریائے نیل میں تھی یا نیل کے کنارے پانی میں تھی تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے نکالا۔ ان کی میت ایک صندوق میں تھی اور اپنے ساتھ لے گئے تاکہ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت کے موافق انھیں آباء واجداد کے مقبرہ میں دفن کر دیں کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص ۳۸۶۔

حدیث معراج میں ہے کہ نیل وفرات دونوں کا اخراج جنت سے ہے چنانچہ روایت مسلم ہے انہ علیہ السلام رأی اربعۃ انہار تخرج من اصلہا ای من اصل سدرۃ المنتہیٰ نہران ظاہران ونہران باطنان فقلت یا جبرائیل ماہذہ الانہار قال اما النہران الباطنان فنہران فی الجنۃ واما الظاہران فالنیل والفرات۔ وفی روایۃ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من الجنۃ وہی النیل والفرات وسیحان جیحان۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ اور منبع جنت میں ہے۔ کیونکہ نیل و فرات زمین ہی پر بہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ ان دریاؤں کا پوشیدہ طور پر جنت سے کچھ تعلق ہے۔ اگرچہ اس تعلق کی تفصیل وکیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ قیامت کے دن یہ دونوں دریا جنت میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ یہ کلام مبنی بر تشبیہ ہو اور اس میں یہ اشارہ ہو کہ نیل و فرات کے پانی میں اللہ پاک نے خاص قسم کی فضیلت وبرکت ڈالی ہے جس کا تعلق جنت سے ہے۔

سیرت حلبیہ ج ا ص ۴۰۰ پر ہے وقد جاء فی حدیث ما من یوم الا وینزل ماء من الجنۃ فی الفرات قال بعضہم ومصداقہ ان الفرات مدّ فی بعض السنین فوجد فیہ رمّان کل واحدۃ مثل البعیر فیقال انہ رمّان الجنۃ وہذا الحدیث ذکرہ ابن الجوزی فی الاحادیث الواہیۃ وفی حدیث موقوف علی ابن عباس رض اذا کان خروج یأجوج ومأجوج ارسل اللہ تعالیٰ جبرئیل فرفع من الارض ہذہ الانہار والقراٰن والعلم والحجر والمقام وتابوت موسیٰ علیہ السلام بما فیہ الی السماء۔

وروی الطبرانی ان سدرۃ المنتہیٰ یخرج من اصلہا اربعۃ انہار من ماء غیر اٰسن ومن لبن لم یتغیّر طعمہ ومن خمر لذۃ للشاربین ومن عسل مصفی۔ وعن کعب الاحبار ان نہر العسل نہر النیل ویدل لذلک قول بعضہم لولا دخول بحر النیل فی البحر الملح الذی یقال لہ البحر الاخضر قبل ان یصل الی بحیرۃ الزنج ویختلط بملوحتہ لما قدر احد علی شربہ لشدۃ حلاوتہ ونہر اللبن نہر جیحان ونہر الخمر نہر الفرات ونہر الماء نہر سیحان انتہیٰ۔

واسط ۔ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے ۔ واسط بصرہ و کوفہ کے درمیان مشہور شہر کا نام ہے ۔ اسے حجاج ثقفی نے آباد کیا تھا۔ چونکہ یہ شہر بصرہ و کوفہ کے وسط میں ہے ہر ایک سے اس کا فاصلہ ۵۰ فرسخ ہے اور بقول بعض ۴۰ فرسخ۔ اس واسطے اسے واسط کہتے ہیں۔ واسط منصرف بھی مستعمل ہے اور غیر منصرف بھی۔

واسط کی تعمیر حجاج والیٔ عراق نے ۸۴ھ میں شروع کی اور ۸۶ھ میں اس سے فارغ ہوا۔ کہتے ہیں کہ حجاج اہل کوفہ سے تنگ آگیا تو ایک معتمد آدمی کو نیا شہر بسانے کے لیے جگہ تلاش کرنے پر مامور کیا۔ اور کہا کہ وہ جگہ دریا کے قریب ہو۔ اس شخص کو یہ جگہ پسند آئی۔ آب و ہوا اچھی تھی۔ اس کو لوگوں نے بتایا کہ یہ جگہ کوفہ سے ۴۰ فرسخ ہے مدائن سے بھی ۴۰ فرسخ۔ اہواز سے بھی ۴۰ فرسخ اور بصرہ سے بھی ۴۰ فرسخ۔ لہذا اس شہر کا نام واسط رکھا۔

شہر واسط کی تعمیر سے قبل ایک عجیب قصہ کتب میں موجود ہے وہ یہ ہے۔ سماک بن حرب کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اس علاقہ کا والی اور منتظم مقرر کیا فبینما انا یومًا علی شاطیٔ دجلۃ ومعی صاحبٌ لی إذا انا برجل علیٰ فرسٍ فصاح باسمی واسم ابی فقلتُ ما تشاء؟ فقال الویل لاھل مدینۃ تُبنی ھٰھنا لیُقتلنّ فیھا ظلمًا سبعون الفًا کرر ذلک ثلاث مرات ثم اقحم فرسہ فی دجلۃ حتی غاب فی الماء فلما کان من قابلٍ ساقنی القضاءُ الی ذلک الموضع فاذا انا برجل علی فرس فصاح بی کما صاح فی المرۃ الاولی وقال کما قال وزاد سیُقتل من حولھا ما یستقل الحصیٰ لعدھم ثم اقحم فرسہ فی الماء حتی غاب قال وکانوا یرون انھا واسط وما قُتِل فیھا۔ کذا ذکر یاقوت فی المعجم۔

وقیل اُحصِی فی محبس الحجاج ثلاثۃ وثلاثون الف انسان لم یُحبَسوا فی دم ولا تبِعۃ ولا دین و اُحصِیَ من قتلہ صبرًا فبلغوا مائۃ وعشرین الفًا۔

وذُکِر الحجاجُ الثقفی عند عبد الوھاب الثقفی بسوءٍ فغضب فقال انما تذکرون المساوی اوما تعلمون انہ اول من ضرب درھمًا علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ واولُ من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام واول من اتخذ المحامل وانّ امرأۃ من المسلمین سُبِیت بالھند فنادت یا حجاجاہ فاتّصل بہ ذلک فجعل یقول لبّیک لبّیک وانفق سبعۃ آلاف الف درھم وارسل محمد بن قاسم علی الافواج حتی افتتح الھند والسند۔ وافتتح تلک الاراضی ومنھا ملتان و استنقذ المرأۃ واحسن الیھا کذا ذکر یاقوت۔

یمن۔ آیت وتزودوا فان خیر الزاد التقوٰی کی تفسیر میں مذکور ہے۔ یمن مشہور ملک عرب کا نام ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کے رکن کی طرف جو اشرف الارکان میں سے ہے رُخ و منہ کرنے والے شخص کی جانبِ یمین میں واقع ہے قال ابن عباس تفرقت العرب فمن تیامن منھم سُمّیت الیمن ویقال ان الناس کثروا بمکۃ فلم تحملھم فالتامت بنو یمن الی الیمن وھی ایمن الارض فسمیت بذلک کذا فی معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۷ صنعاء۔ حضرموت۔ عمان۔ عدن وغیرہ یمن کے بلاد ہیں۔

یمن کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں اول مطابق قیاس یعنی یمنیٌّ۔ دوم یمانیٌ بتخفیفِ یا برزن ثمانی یقال رجلٌ یمانٍ وامراۃٌ یمانیۃ مثل ثمانٍ وثمانیۃ اور یہ طریقہ کثیر الاستعمال ہے۔ عام نحاۃ کے نزدیک یمانی میں تشدید غلط ہے۔ کیونکہ الف ایک یا مشدّدہ کا عوض ہے۔ فلا یجوز الالف مع تشدید الیاء لامتناع جمع العوض والمعوض عنہ۔ لیکن سیبویہ بطور قلت و ندرت تشدید کی روایت بعض عرب سے کرتے ہیں۔ فیقال یمانیّ بتشدید الیاء۔ اور یہ طریقہ سوم ہے۔ کہتے ہیں ایمن الرجل ویمّن ویامن اذا اتی الیمن۔ اصمعی فرماتے ہیں اربعۃٌ اشیاءَ قد ملأت الدنیا ولا تکون الا بالیمن الورس والکندر والخطر والعصب۔

ابراہیم بن مخرمہؒ نے ایک دن خلیفہ سفاح عباسی کے سامنے یمن کے بہت سے مفاخر بیان کیے۔ خالد بن صفوان بھی بیٹھا تھا تو خالد نے انھیں کہا وبعدُ فما منکم الا دابغُ جلدٍ او ناسجُ بُردٍ او سائسُ قردٍ او راکبُ عِردٍ دلّ علیکم ھُدھُد وغرّقتکم جُرذ وملکتکم اُمُّ ولدٍ فسکت وکانما الجمہ۔

بعض کتبِ تاریخ میں ہے کہ قحطان ہود النبی علیہ السلام کا نام ہے۔ ان کے بیٹے کا نام یعرب بن قحطان ہے۔ ہود علیہ السلام اپنے فرزند یعرب کو متعدد برکات و کمالات کی وجہ سے ایمن (مبارک) کہا کرتے تھے۔ یعرب اوّل شخص ہیں جو یمن میں آباد ہوئے۔ اسی وجہ سے یمن کو یمن کہتے ہیں قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۸ اوّل من تکلم بالعربیۃ یعرب بن قحطان ویعرب ھذا قیل لہ ایمن لان ھودًا نبی اللہ علیہ السلام قال لہ انت ایمنُ وُلدی وسُمی الیمن یمنًا بنزولہ فیہ انتہی۔

فائدہ۔ یمن پر جن بادشاہوں نے حکومت کی ہم یہاں پر مختصرًا ان کے نام۔ بعض احوال اور مدتِ حکومت کا ذکر کرتے ہیں۔

ملوکِ یمن میں پہلا بادشاہ سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ سبا کا اصل نام عبد شمس ہے۔ اس نے ۴۸۴ سال حکومت کی۔ ملوکِ یمن کے اسماء و مدتِ حکومت میں اصحابِ تاریخ کا بڑا اختلاف ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ مسعودی کی رائے کے مطابق ہے۔ اس نقشہ میں یعرب و یشجب و قحطان کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان تینوں نے بھی حکومت کی ہے۔

عدد	بادشاہ یمن کا نام مع بعض احوال کے	مدت حکومت سالوں میں
۱	سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان	۴۸۴
۲	ثم حمیر بن سبأ۔ کان شجاعًا وھو اول من وضع علی رأسہ تاج الذھب من ملوک الیمن۔	۵۰ تقریباً
۳	ثم کھلان بن سبأ بن یشجب۔	۳۰۰ تقریباً
۴	ثم ابومالک عمرو بن سبأ۔ وکان عادلًا محسنًا۔	۳۰۰
۵	ثم جبار بن غالب بن زید بن کھلان۔	۱۲۰
۶	ثم الحارث بن مالک بن افریقس بن صیفی بن یشجب بن سبأ	۱۴۰
۷	ثم الرائش بن شداد بن ملطاط۔	۱۲۵
۸	ثم ابرھۃ بن الرائش وھو ذو المنار۔	۱۸۰
۹	ثم افریقس بن ابرھۃ۔	۱۶۴
۱۰	ثم العبد بن ابرھۃ۔ وھو ذو الاذعار۔	۲۵
۱۱	ثم الھدھاد بن شرحبیل بن عمرو بن الرائش۔	۱۰ یا ۷
۱۲	ثم تُبّع الاول ذکروا ان بلقیس قتلتہ	۴۰۰
۱۳	ثم بلقیس بنت الھدھاد قیل کانت امّہ جنّیۃ وانّھا غابت بعد ما ولدت بلقیسًا ولھا خبر ظریف وامرھا مع سلیمان علیہ السلام وامر الھدھد ذکرہ اللہ فی القرآن۔	۱۲۰
۱۴	ثم ملک الیمن سلیمان علیہ السلام ثلاثا وعشرین سنۃ۔ ثم عاد الملک بعد سلیمانؑ الی حمیر۔	۲۳
۱۵	ثم ناشر النعم بن عمرو بن یعفر۔	۳۵
۱۶	ثم شمر بن افریقس بن ابرھۃ۔	۵۳
۱۷	ثم تبع الاقرن بن شمر۔	۱۶۳
۱۸	ثم کلیکرب بن تبّع۔	۱۲۰
۱۹	ثم حسّان بن تبّع فاستقام لہ الامر ثم قُتِل۔	۲۵
۲۰	ثم عمرو بن تبع وھو القاتل لاخیہ حسّان المتقدم ذکرہ۔ ویقال انہ عدم النوم	

	لماکان قتل اخاه۔	۶۴
۲۱	ثم تبع بن حسان بن کلیکرب وھو الملک السائر من الیمن الی الحجاز و کانت لہ مع الاوس والخزرج حروب و اراد ھدم الکعبۃ فمنعہ من کان معہ من احبار یھود فکساھا القصب والیمانی وغلبت فی زمنہ علی الیمن الیھودیۃ ورجع الناس عن عبادۃ الاصنام۔	۱۰۰
۲۲	ثم عمرو بن تبع ملک الیمن بعد تنازع۔	۴۰
۲۳	ثم ولیعۃ بن مرثد	۳۹
۲۴	ثم ابرھۃ بن الصباح بن ولیعۃ بن مرثد۔	۹۳
۲۵	ثم عمرو بن ذی قیفان	۱۷
۲۶	ثم ذو شناتر ولم یکن من اھل بیت الملک نغری بالاحداث من ابناء الملوک واظھر الفسق بالیمن واللواط ومع ذلک کان عادلاً فی رعیتہ فقتلہ ذونواس یوسف وکان من ابناء الملوک خوفاً من ان یفسق بہ ۔	۲۹
۲۷	ثم یوسف ذونواس بن زرعۃ بن تبع الاصغر بن حسان بن کلیکرب و ھو صاحب قصۃ اصحاب الاخدود وتحریقہ ایاھم بالنار وکان ملکہ ۲۶۰ سنۃً۔	۲۶۰

لہ لاصحاب الاخدود ذکر فی القرآن قال اللہ تعالی قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود الی قولہ وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید ۔ قالوا انھم کانوا فی الفترۃ بین عیسی ونبینا محمد علیھما الصلوۃ والسلام فی مدینۃ نجران بالیمن ۔ کما قال المسعودی فی مروج الذھب ج ا ص۶۷ وقد ذکرنا حال نجران فی فصل اٰخر من ھذا الکتاب ۔ وکانوا فی زمن ذی نواس وکان علی دین الیھودیۃ فبلغ ذا نواس ان قوماً بنجران علی دین المسیح علیہ السلام فسار الیھم واحتفر اخادید فی الارض وملأھا ناراً ثم عرضھم علی الیھودیۃ لمن تبعہ ترکہ ومن ابی قذفہ فی النار ۔

فاتی بامرأۃ معھا طفلھا ابن سبعۃ اشھر فابت فادنیت من النار فجزعت فانطق اللہ الطفل فقال یا امّہ امضِ علی دینک فلا نار بعد ھذہ النار فالقاھا فی النار وکانوا موحدین لا علی رأی النصرانیۃ اصحاب التثلیث وفی بعض الروایات انہ اُخذ منھا الطفل والقوہ فی النار فجزعت الاُمّ وارادت ان تتبع الیھودیۃ فنادتھا الطفل من النار یا امہ ادخلی النار فانھا حدیقۃ ولیست بنار فدخلت فیھا ودخل فیھا جمیع الموحدین قال الشیخ الرومی فی المثنوی ؎

۲۸	ثم اریاط بن اصحمۃ۔	۲۰
۲۹	ثم ابرھۃ² الاشرم ابویکسوم۔ وکان ذلک فی ملک قباذ ملک فارس۔	۴۳

خواست تا سجدہ کند او پیش بت   بانگ برزد طفل انّی لم اَمُت
اندر آیید اے مسلمانان ہمہ   پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

وقالت النار لذی نواس حین تحیّر ؎

گفت آتش من ہمانم آتشم   اندر آں تا تو ببینی تابشم

فمضی رجل الی قیصر یستنجدہ فکتب لہ قیصر الی النجاشی ملک الحبشۃ لانہ کان اقرب دارًا فبعث النجاشی الحبشۃ وعلیھم اریاط بن اصحمۃ فانھزم ذونواس بعد حرب طویلۃ وغرق نفسہ خوفًا من العار کما فی مروج الذھب ج ۲ ص۲ فملک اریاط الیمن عشرین سنۃ ثم وثب علیہ ابرھۃ الاشرم ابویکسوم فقتلہ وملک الیمن۔

ؔ۲ کان ابرھۃ فی القرن السادس من المیلاد نائبًا علی الیمن عن اصحمۃ ملک الحبش وھو صاحب الفیل الذی اراد ھدم بیت اللہ ولہ ذکر فی القراٰن قال اللہ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ وقصتہ انہ حسد بیت اللہ فبنی کنیسۃً بصنعاء سماھا القلیس وزیّنھا الی غایۃ واراد ان یصرف حجّ العرب الیھا وکان ابرھۃ من النصاری فجاء شخص من العرب لما سمع مقالۃ ابرھۃ واحدث فیھا فغضب ابرھۃ واقسم لیسیر الی البیت فیھدمہ وسار بجیشہ ومعہ الفیل الابیض اسمہ محمود وقیل معہ ثلاثۃ عشر فیلًا لیھدم کعبۃ اللہ فتھیأ بعض العرب لجھادہ فکان اول من قابلہ دویقر من ملوک الیمن فھزمہ ابرھۃ حتی جاء الی الطائف ثم سار الی مکۃ وارسل الی قریش وقال لھم لستُ اقصد حربکم بل جئتُ لاھدم الکعبۃ فقال عبد المطلب واللہ لانرید حربہ ولا نقدر ھذا بیت اللہ فھو یمنعہ من ابرھۃ۔

ثم عبد المطلب ذھب الی ابرھۃ مع رسولہ فقیل لہ ایھا الملک ھذا سید قریش وھو یطعم الناس بالسھل والوحوش فی رؤس الجبال فلما راٰہ ابرھۃ اجلّہ واکرمہ ونزل عن سریرہ وجلس معہ وسألہ عن حاجتہ فقال عبد المطلب حاجتی ان یردّ علیّ الملکُ مائتی بعیرٍ لی اخذھا رجال الملک فردّھا علیہ قال لہ ابرھۃ قد اعجبتنی حین رأیتُک ثم زھدتُّ فیک حین کلّمتنی اتکلّمنی فی البعیر وتترک بیتًا ھو دینُک ودین اٰبائک قد جئتُ لھدمہ فقال لہ عبد المطلب انّی انا ربُّ الابِل وانّ للبیت ربًّا سیمنعہ قال ابرھۃ ما کان لیمنَعہ منّی فرجع عبد المطلب الی قریش فاخبرھم الخبر وامرھم بالخروج مِن مکۃ الی سعف الجبال تخوّفًا علیھم من معرّۃ الجیش۔

راجع انسان العیون ج ۱ ص۶۰ ودائرۃ المعارف ج ۱ ص۲۰ ولقطۃ العجلان ص۵ ومروج الذهب ج۲ ص۸۰ واخبار مکۃ للازرقی ج ۱ ص۹۱ وروض الانف ج ۱ ص۴۳ ۔

وروی ان الفیل العظیم لما رای عبد المطلب برک کما یبرک البعیر وخر ساجدًا وانطق اللہ الفیل فقال السلام علی النور الذی فی ظهرک یا عبد المطلب هذا واللہ اعلم بصحۃ قصۃ منطق الفیل وسجدتہ فلما شرع ابرهۃ فی الذهاب الی مکۃ ووصل الفیل الی اول الحرم فبرک فصاروا یضربون راسہ ویدخلون الکلالیب فی مراق بطنہ فلا یقوم فوجهوا وجهہ الی جهۃ الشام فقام یهرول وامر ابرهۃ ان یسقی الفیل الخمر لیذهب تمیزہ فسقوہ فثبت علی امرہ وارسل اللہ علیهم الطیر الابابیل ای جماعات من البحر امثال الخطاطیف مع کل طیر ثلاثۃ احجار مثل العدس او الحمص لا یصیب منهم احدًا الا اهلکہ فخرجوا هاربین وضلوا الطرق فهلک اکثرهم واصاب ابرهۃ حجر فجرحہ ومازال بہ حتی اهلکہ ولیس کلهم اصابہ الحجر ثم ارسل اللہ سیلاً فالقاهم فی البحر وصاروا یتساقطون بکل منهل وسقطت اعضاء ابرهۃ ووصل الی صنعاء کذلک مع نفر خرجوا بہ معہم تسقط لہ انملۃ انملۃ کلما سقطت منہ انملۃ اتبعتها منہ مدۃ تمث قیحًا ودمًا حتی قدموا بہ صنعاء وهو مثل فرخ الطائر فما مات حتی انصدع صدرہ عن قلبہ ۔

ثم رکب عبد المطلب لما استبطأ مجیء القوم الی مکۃ ینظر ما الخبر فوجدهم قد هلکوا ای غالبهم فاحتمل ماشاء من صفراء وبیضاء ثم اعلم اهل مکۃ بهلاک القوم فخرجوا فجمعوا اموالاً کثیرۃ وفی کلام سبط ابن الجوزی وسبب غنا عثمان بن عفان ؓ ان اباہ عفان وعبد المطلب واباسعود الثقفی کانوا اول من نزل مخیم الحبشۃ فاخذوا من اموال ابرهۃ واصحابہ شیئاً کثیرا ودفنوہ عن قریش فکانوا اغنی قریش واکثرهم مالاً ولما مات عفان ورثہ عثمان رضی اللہ عنہ ومن جملۃ من سلم من عسکر ابرهۃ ولم یذهب سائس الفیل وقائدہ فعن عائشۃ رضی اللہ عنها ادرکت قائد الفیل وسائسہ بمکۃ اعمیین مقعدین یستطعمان الناس وذکر البعض انہ اقام بمکۃ فلال من الجیش وعسفاء وبعض من ضمہ العسکر الحبشی فکانوا بمکۃ یعملون ویرعون لاهل مکۃ وذکر ابن اسحاق ان اول مارؤیت الحصبۃ والجدری بارض العرب ذلک العام و انہ اول مارؤی بها من مرایر الشجر الحرمل والحنظل من ذلک العام وقال بعض اهل مکۃ کما فی کتب التاریخ انہ اول ما کانت بمکۃ حمام الیمام حمام مکۃ الحرمیۃ ذلک الزمان یقال انها من نسل الطیر التی رمت اصحاب الفیل حین خرجت من البحر من جدۃ. کذا فی اخبار مکۃ للازرقی ، ج ۱ ص ۹۲ ۔

ویمکن ان یقال هذا اشتباہ لان الذی قیل انہ من نسل الابابیل انما هو شیء یشبہ الزرازر

یکون بباب ابراھیم من الحرم والا فحمام الحرم من نسل الحمام الذی عشّش علی فم الغار. کذا فی السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۶۱ -

ولما ھلک صاحب الفیل وقومه وجیشه وکان من الحبشة وکان ابرھة حبشیا عزّت قریش و ھابتھم الناس کلھم وقالوا اھل اللہ لان اللہ تعالی معھم وان اللہ قاتل عنھم وکفاھم مؤنة عدوّھم الذی لم یکن لسائر العرب بقتاله قدرة . وکانت قصة الفیل اول المحرم من سنة ۸۸۲ من تاریخ ذی القرنین کذا فی الروض ج ۱ ص ۴۵ وفیه وفی روایة انھم استشعروا العذاب فی لیلة ذلک الیوم لانھم نظروا الی النجوم کالحة الیھم تکاد تکلمھم من اقترابھا منھم ففزعوا لذلک اھ -

ثم اعلم ان ولادته صلی اللہ علیه وسلم کانت فی عام الفیل وقیل فی یومه فعن ابن عباس قال ولد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوم الفیل قال الحافظ ابن حجر المحفوظ انه ولد عام الفیل لا یوم الفیل والیوم فی قول ابن عباس بمعنی مطلق الوقت وفی تاریخ ابن حبان ولد عام الفیل فی الیوم الذی بعث اللہ تعالی الطیر الابابیل فیه علی اصحاب الفیل وقیل ولد بعد الفیل بخمسین یوما وقیل بخمسة وخمسین یوما وقیل باربعین یوما وقیل بشھر وقیل بعشر سنین وقیل بثلاث وعشرین سنة وقیل بثلاثین سنة وقیل باربعین سنة وقیل بسبعین سنة -

والجمھور علی انه ولد فی عام الفیل قاله ابن کثیر وغیره من المحققین. وفی المواھب انه علیه السلام ولد بعد الفیل (ای بعده بایام) لان قصة الفیل کانت توطئة لنبوته ومقدمة لظھوره وبعثته و وقال القاضی البیضاوی وغیره انھا من الارھاصات اذ روی انھا وقعت فی السنة التی ولد فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وقال ابن القیم فی الھدی ان مما جرت به عادة اللہ تعالی ان یقدم بین یدی الامور العظیمة مقدمات تکون کالمدخل لھا فمن ذلک قصة مبعثه صلی اللہ علیه وسلم تقدمھا قصة الفیل.

ولو لم ینطق القرآن بقصة الفیل لکان فی الاخبار المتواطئة والاشعار المتظاھرة فی الجاھلیة والاسلام حجة وبیان لشھرتھا وما کانت العرب تؤرخ بھا فکانوا یؤرخون فی کتبھم ودیونھم من سنة الفیل فلم تزل قریش والعرب بمکة وغیرھا تؤرخ بعام الفیل ثم ارخت بعام الفجار ثم ارخت ببنیان الکعبة. وفی القرآن وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارة من سجیل فجعلھم کعصف مأکول.

ومعنی ابابیل جماعات متفرقة جمع إبالة وھی الحزمة الکبیرة شبھت الطیر فی اجتماعھا بالحزم وقال ابو عبیدة ابابیل مثل عبادید لا واحد لھا ولم یأت نص صحیح فی صفة الطیر واشکالھا فقیل فی لونھا انھا کانت بیضاء وقیل سوداء وقیل خضراء لھا خراطیم کخراطیم الطیر واکف کاکف الکلاب و قیل کانت رؤوسھا کرؤس السباع ومعنی سجّیل ای طین متحجّر وقیل من طین وقیل السجّیل ھو

۳۰	ثم بعد موت ابرهة ملك اليمن ابنه يكسوم بن ابرهة فعمّ اذاه عشرين سنةً	۲۰
۳۱	ثم مسروق بن ابرهة فاشتدت اذاه على سائر اهل اليمن وكانت امّه من ال ذي يزن فقتل بعد ثلاثة اعوام ۔ فكانت مدة ملكه ثلاث سنين ۔	۳
۳۲	ثم سيف[۳] بن ذي يزن اومعدي كرب بن سيف بن ذي يزن ۔	۴

سنگ وگل في الفارسية ۔

ثم لامجال للشك في ارسال الطير ورميها بالحجارة لشهرة امرها في العرب وتواترها ولما صرّح به القرآن والسنّة ۔ وبعض اهل اوربا والمتنوّرين ينكرون ذلك ويقولون ان هلاك جيش ابرهة كان بالوباء الواقع فيهم وهذا يخالف القرآن قال في دائرة المعارف ج۱ ص۳۳ وقد يذهب بعض علماء العصران هذه الطيور عبارة عن الميكروبات (جراثيم ونحو ذلك) حملت اليهم الطاعون او البعوض حمل اليهم الحميات الخبيثة اوميكروبات الجدري انتهى ۔

؎۳ بقتل مسروق انتهت ولاية الاحابش وملكهم على اليمن وكانوا ملكوها ۷۲ سنة ولاصحاب التاريخ في ذلك اختلاف كبير ۔ وكان ملوكهم اربعة اولهم ارياط ثم ابرهة ثم يكسوم ثم مسروق ۔

ذكر الطبري ان سيف بن ذي يزن لما فعل ذونواس بالحبشة مافعل ثم ظفروا به توجه الى كسرى انوشروان لطلب الغوث على الحبشة فوعدوا اقام سنين عنده ثم مات وخلفه ابنه معدي كرب بن سيف بن ذي يزن فبعث كسرى مع معدي كرب جيشاً الى اليمن فذهبوا وقاتلوا مسروق بن ابرهة فقتلوه وملك معدي كرب اليمن بغير منازع ۔ هذه رواية المسعودي وغيره راجع مروج الذهب ج۲ ص۸۰ و الروض الانف ج۱ ص۳۶

والتحقيق عدم موت سيف بن ذي يزن عند كسرى بل هو الذي جاء بجيش كسرى وملك اليمن كما في اخبار مكة للازرقي ج۱ ص۹۲ وتاريخ الطبري ج۲ ص۱۱۸ ۔ وفيه ان عبد المطلب لقي سيف بن ذي يزن بعد مارجع اليه ملكه وانه اخبر عبد المطلب وبشّره بظهور خاتم الانبياء من اولاده وسنذكر هذا الخبر اللطيف بعد ذلك ان شاء الله تعالى ۔

وكان ملك سيف بن ذي يزن اومعدي كرب بن سيف على اليمن اربع سنين قتله رجال بطانته من الحبش ولم يملك احد بعده بل استقلّ اهل كل ناحية بما لديهم على مثال ملوك الطوائف وصارت سيطرة الفرس على اليمن حتى ظهر الاسلام فدخلت في حوزة الاسلام ۔

فائدة ۔ روى الكلبي عن ابي صالح عن ابن عباس قال لما ظفر سيف بن ذي يزن بالحبشة و

مَلَكَ الیمنَ وذٰلك بعد مولد النبی صلی الله علیہ وسلم اتاه وفود العرب واشرافها وشعراؤها التهنئۃ وتمدحہ وتذکر ما کان من بلائہ وطلبہ بثار قومہ فاتاه وفد قریش وفیہم عبد المطلب بن هاشم وامیّۃ بن عبد شمس وخویلد بن اسد فی ناس من وجوه قریش من اهل مکۃ فاتوه بصنعاء وهو فی قصر له یقال له غمدان فاذن لهم فاذا الملك متضمخ بالعنبر ووبیص المسك من مفرقہ الی قدمہ وسیفہ بین یدیہ وعن یمینہ وعن یسارہ الملوك وابناء الملوك۔

فدنا عبد المطلب فاستأذن فی الکلام فقال له الملك ان کنت ممن یتکلم بین یدی الملوك فقد أذنّالك فتکلّم عبد المطلب بکلام طویل فصیح بلیغ مدح بہ الملك وذکر انہم اهل حرم الله و انهم وفد التهنئۃ۔ قال وایہم انت ایها المتکلم قال انا عبد المطلب بن هاشم قال ابن اختنا؟ قال نعم فادناه ثم اقبل علیہ وعلی القوم فقال مرحبًا واهلاً وناقۃً ورحلاً ومستناخًا سهلاً ومَلِکًا ربحلاً یعطی عطاءً جزلاً ثم قال انهضوا الی دار الضیافۃ فاقاموا شهرًا لا یأذن لهم فی الانصراف واکرمهم اکرامًا۔

ثم ارسل الی عبد المطلب فادناه واخلا مجلسہ ثم قال سیف بن ذی یزن وکان من الیهود عالمًا ببعض ما فی الصحف یا عبد المطلب انی مفوّض الیك من سر علمی امرًا لو غیرك یکون لم ابح بہ له ولکنّی وجدتُك معدنہ فاطلعتُك طلعہ ولیکن عندك مطویًا حتی یأذن الله فیہ فان الله بالغ فیہ امرہ انی اجد فی الکتاب المکنون والعلم المخزون الذی اخترناه لانفسنا واحتجناه دون غیرنا خبرًا جسیمًا وخطرًا عظیمًا فیہ شرف للحیاۃ وفضیلۃ للناس عامۃ ولرهطك کافۃ ولك خاصّۃ۔ قال ایها الملك مثلك سرّ وبرّ فما هو فداك الله اهل الوبر والمدر زمرًا بعد زمر۔

قال فاذا ولد بتهامۃ ولد غلام بہ علامۃ کانت له الامامۃ ولکم بہ الزعامۃ الی یوم القیامۃ فقال له عبد المطلب ابیتَ اللعن لقد اتیتَ بخبر ما أب بمثله وافد قوم ولولا هیبۃُ الملكِ واعظامہ واجلاله لسألتُہ من سارّۃ ایای ما ازداد بہ سرورًا فان رأی الملكُ ان یخبرنی بافصاح فقد اوضح لی بعض الایضاح۔

قال هذا حینہ الذی یولد فیہ اوقد ولد اسمہ محمد بین کتفیہ شامۃ یموت ابوه وامّہ ویکفله جدّہ وعمّہ والله باعثہ جهارًا وجاعل له منّا انصارًا .... (لعلّ فی قوله منّا انصارًا اشارۃ الی انصار المدینۃ فانہم من الیمن) یعزّبہم اولیاءہ ویذلّ بہم اعداءه ویضرب بہم الناس عن عرض ویستبیح بہم کرائم الارض یعبد الرحمن ویدحر الشیطان ویکسر الاوثان ویخمد النیران قوله فصلٌ وحکمہ عدلٌ یأمر بالمعروف ویفعله وینہی عن المنکر ویبطله۔

قال فخرّ عبد المطلب ساجدًا فقال له الملك ارفع رأسك ثلج صدرك و علا كعبك فهل أحسست من امره شيئا ؟ قال نعم ایها الملك كان لی ابن وكنتُ به معجبًا وعليه رقيقًا فزوّجته كريمةً من كرائم قومه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فجاءت بغلام سمّيتُه محمدًا مات ابوه و امّه وكفّلتُه انا وعمّه بين كتفيه شامة وفيه كل ما ذكرتَ من علامة ۔

قال له الملك والبيت ذی الحجب والعلامات على النصب انك يا عبد المطلب لجدّه غير الكذب وان الذی قلت لكما قلتُ فاحتفظ بابنك واحذر عليه من اليهود فانهم له اعداء ولن يجعل الله لهم عليه سبيلاً فاطوِ ماذكرتُ لك دون هؤلاء الرهط الذين معك فانی لستُ أمن ان تداخلهم النفاسةُ من ان تكون لك الرياسة فيبتغون لك الغوائل وينصبون لك الحبائلُ هم فاعلون اوابناؤهم ۔

ولولا ان الموت مجتاحی قبل مبعثه لسرتُ بخيلی ورجلی حتی اصير بيثرب دارمملكته فانی اجد فی الكتاب الناطق والعلم السابق ان بيثرب استحكام امره واهل نصره وموضعُ قبره ولولا انّی أقيه الأفات واحذر عليه من العاهات لاوطأتُ أسنان العرب كعبه و لأعليتُ على حداثة سنّه ذكره ولكنی صارف ذلك اليك عن غير تقصيرٍ بمن معك ۔

ثم امر لكل رجل من وفد قريش بمائة من الابل وعشرة اعبد وعشر اماء وعشرة ارطال ذهب وعشرة ارطال فضّة وكرش مملوّة عنبرًا وامر لعبد المطلب بعشرة اضعاف ذلك ثم قال لم ايتنی بخبره ومايكون من امره عند رأس الحول فمات سيف بن ذی يزن من قبل ان يحول الحول ۔ كذا ذكر الازرقی ۔

وكان عبد المطلب يقول ايها الناس لايغبطنی رجل منكم بجزيل عطاء الملك فانه الی نفاد و لكن ليغبطنی بمايبقی لی و لعقبی شرفه وذكره وفخره فاذا قيل له و ما ذاك ؟ يقول ستعلمُنّ ولوبعد حين اه ۔ هذا والله اعلم وعلمه اكمل واتم ۔

یوم السبت ۔ سبت کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے قال اللہ تعالی ۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت الآیۃ سبت لغت عربی میں ہفتہ یعنی سنیچر کا نام ہے ۔ یہود کے نزدیک یہ دن ایسا محترم و معظم ہے جس طرح اسلام میں یوم جمعہ اور نصاری کے نزدیک یوم الاحد یعنی اتوار محترم و معظم ہے ۔ یوم سبت کی تعظیم یہود پر فرض تھی اس روز ان کے لیے شکار کرنا اور جنگ کرنا ممنوع تھا بس صرف عبادت کے لیے یہ دن متعین تھا ۔

سبت کا معنی ہے استراحت و قطع و حلق ۔ یقال سبت یسبت سبتًا استراح و سبت الشیٔ سبتًا ای قطعه و سبّت الرأس تسبيتًا حلقه و سبت اليهودی قام بامر السبت و أسبت دخل فی

السبت قال البیضاوی یقال سبتت الیهود اذا عظّمت یوم السبت ۔

آثار و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے سات ایام میں درحقیقت معظم و بابرکت دن عند اللہ یوم جمعہ ہی ہے ۔ لہذا سابقہ تمام ادیان انبیاء علیہم السلام میں یوم جمعہ ہی کا یوم عبادت ہونا مناسب تھا ۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اجتہادی غلطی کر کے عبادت کے لیے علی الترتیب یوم السبت (سنیچر) و یوم الاحد (اتوار) پسند کیے ۔ اور امت محمدیہ نے اجتہاد کر کے حق و امر صحیح یعنی یوم جمعہ تک رسائی حاصل کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کے ذریعہ حق و صراط مستقیم معلوم کرنے کی امت محمدیہ کو خصوصی توفیق و استعداد سے نوازا ہے ۔ بعض احادیث و آثار میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے قبل مسلمانوں نے اپنی رائے واجتہاد سے یوم جمعہ عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا بعدہ اللہ تعالیٰ کی وحی سے اس کی تائید ہوگئی ۔

اور یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے کسی ایک دن کو عبادت کے لیے اپنے اجتہاد و مشورہ سے متعین کرنے کا اختیار دے دیا تھا ۔ پھر یہود نے یوم سبت کو پسند کیا ۔ اور نصاریٰ نے اتوار کا دن اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انتخاب کے مطابق ان پر علی الترتیب سنیچر اور اتوار کی تعظیم فرض قرار دی ۔ قال اهل العلم ان الیهود اُمروا بیوم من الاسبوع یُعظّمون الله فیه ویتفرّغون لعبادته فاختاروا من قبل انفسهم السبت فالزموه فی شرعهم وکذلك النصاری امروا علی لسان عیسی علیه السلام بیوم من الاسبوع فاختاروا من قبل انفسهم الاحد فالزموه شرعًا لهم کذا قال العلامة السهیلیؒ فی الروض ۔

ثم قال وکان الیهود انما اختاروا السبت لانهم اعتقدوه الیوم السابع ثم زادوا الکفرهم ان الله استراح فیه ۔ تعالی الله عن قولهم ۔ لان بدء الخلق عندهم الاحد و اٰخر الستة الایام التی خلق الله فیها الخلق الجمعة وهو ایضًا مذهب النصاری فاختاروا ای النصاری الاحد لانّه اول الایام فی زعمهم وقد شهد رسول الله صلی الله علیه وسلم للفریقین باضلال الیوم وقال کما فی صحیح مسلم ان الله خلق التربة یوم السبت فبیّن ان اول الایام التی خلق الله فیها الخلق السبت و اٰخرالایام الستة اذًا الخمیس و کذلك قال ابن اسحٰق فیما ذکرعنه الطبری اهـ ۔

وقال فی انسان العیون ج ۲ ص ۱ ویؤیّد ذلك ماجاء ان الله تعالی فرض علی الیهود الجمعة فابَوا و قالوا یاموسی اجعل لنا یوم السّبت فجُعِل علیهم وهدی الله تعالی المسلمین لیوم الجمعة ای وهدایة المسلمین له تدلّ علی انهم لم یعلموا عینه وانما اجتهدوا فیه فصادفوه انتهی ۔ وقال علیه الصلوٰة والسلام فی حق ذلك الیوم انه الیوم الذی فرض علیهم ای علی الیهود والنصاری ای طلب منهم تعظیمه التفرغ

للعبادة فیہ کما فرض علینا اضلّتہ الیہود والنصاری وھداکم اللہ تعالی لہ ای واختار الیہود من قبل نفسھم بدلہ السبت لانھم یزعمون انہ الیوم السابع الذی استراح فیہ الحق سبحانہ من خلق السموت والارض و مافیھن من المخلوقات ای بناءً علی ان اول الاسبوع الاحد وانہ مبدأ الخلق قال بعضھم وھو الراجح کذا فی انسان العیون ۔ والذی فی البخاری ثم ھذا ای یوم الجمعۃ یومھم الذی فرض علیھم فاختلفوا فیہ فھدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع الیہود غدا والنصاری بعد غد ۔

وفی سفر السعادۃ کان من عوائدہ الکریمۃ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعظم یوم الجمعۃ غایۃ التعظیم و یخصّہ بانواع التشریف والتکریم وجاء ان اھل الجنۃ یتباشرون فی الجنۃ بیوم الجمعۃ کما تتباشر بہ اھل الدنیا فی الدنیا واسم الجمعۃ عندھم یوم المزید لان اللہ تعالی یتجلی علیھم فی ذلک الیوم ویعطیھم کل ما یتمنونہ و یقول لھم لکم ما تمنّیتم ولدینا مزید فھم یحبّون یوم الجمعۃ لما یعطیھم فیہ ربھم من الخیر وفی الحدیث المرفوع یوم الجمعۃ سیّد الایام واعظمھا عند اللہ فھو فی الایام کشھر رمضان فی الشھور وساعۃ الاجابۃ فیہ کلیلۃ القدر فی رمضان اھ ۔

وفی کتاب السبعیات للھمدانی اکرم اللہ موسی علیہ السلام بالسبت وعیسی علیہ السلام بالاحد داؤد علیہ السلام بالاثنین وسلیمان علیہ السلام بالثلاثاء ویعقوب علیہ السلام بالاربعاء وآدم علیہ السلام بالخمیس ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم بالجمعۃ ھذا ولا اری صحۃ قول الھمدانی لعدم ثبوتہ فی الآثار الصحیحۃ ۔

وذکر الکشی وھو عبد بن حمید باسنادہ الی ابن سیرین قال جمّع اھل المدینۃ قبل ان یقدم النبی علیہ السلام المدینۃ وقبل ان تنزل سورۃ الجمعۃ وھم الذین سمّوا الجمعۃ قال الانصار للیہود یوم یجتمعون فیہ کل سبعۃ ایام وللنصاری مثل ذلک فھلمّ فلنجعل یومًا نجتمع فیہ ونذکر اللہ ونصلی ونشکر او کما قالوا فقالوا یوم السبت للیہود ویوم الاحد للنصاری فاجعلوا یوم العروبۃ کانوا یسمون یوم الجمعۃ یوم العروبۃ فاجتمعوا الی اسعد بن زرارۃ فصلّی بھم یومئذ رکعتین فذکّرھم فسمّوا الجمعۃ حین اجتمعوا الیہ فذبح لھم شاۃ فتغدّوا وتعشّوا من شاۃ وذلک لقلّتھم فانزل اللہ فی ذلک اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ اھ ۔

قلنا ومع توفیق اللہ لھم الیہ فیبعد ان یکون فعلھم ھذا عن غیر اذن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد روی الدارقطنی باسنادہ عن ابن عباس قال اذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجمعۃ قبل ان یھاجر ولم یستطع رسول اللہ علیہ السلام ان یجمّع بمکۃ ولا یبدی لھم فکتب الی مصعب بن عمیر اما بعد فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیہود بالزبور لسبتھم فاجمعوا نساءکم وابناءکم فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال من یوم الجمعۃ فتقربوا الی اللہ برکعتین ۔

سوال۔ عبادت وتعظیم کے لیے تقرری کے سلسلے میں جمعہ کو سبت و اَحَد (سنیچر و اتوار) پر فضیلت و ترجیح کی وجہ کیا ہے؟

جواب جمعہ کی ترجیح و فضیلت کی متعدد وجوہ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وجہ اول۔ ابھی یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ یہود پر بلکہ نصاری پر بھی اللہ تعالی نے اوّلاً جمعہ کے اکرام وعبادت مقرر فرمائی مگر ان کی ضد و درخواست پر پھر اللہ تعالی کی طرف سے سبت و اَحَد کی تقرری ہوئی کما فی انسان العیون ج ۲ ص ۱۰۔ وقد تقدّمت عبارتہ۔ اللہ تعالی کے واضح حکم کے مقابلہ میں بے فائدہ تبدیلی پر اصرار کرنا کامل مومن کی شان کے خلاف ہے۔

وجہ دوم پہلی وجہ بعض آثار اور علماء کے اس قول پر مبنی تھی کہ اللہ تعالی کی طرف سے یہود وغیرہ کو واضح طور پر تکریم جمعہ کا امر ہوا تھا لیکن عام احادیث و اقوال جمہور سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد ورائے سے ایسا کیا تھا۔ جس طرح اہل مدینہ نے ہجرت سے قبل اپنے اجتہاد و مشورہ سے جمعہ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر اللہ تعالی نے ہر ایک طائفہ کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ لیکن مسلمانوں کا اجتہاد موافق حق ومطابق نفس الامر تھا اور دیگر طائفوں کا غلط کما یدل علیہ صریح الحدیث اضلتہ الیہود والنصاری ھدا لکم اللہ تعالی لہ۔

وجہ سوم یہ تین دن جمعہ۔ سنیچر۔ اتوار متصل ہیں اور جمعہ مقدم ہے اور تقدم ایک فضیلت ہے۔ یہ تقدم ظاہری مرتبۂ امتِ محمدیہ کے تقدّم و افضلیت کی طرف مشیر ہے والظاھر عنوان الباطن واشار الی ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ المتقدم فالناس لنا فیہ تبع الیہود غداً والنصاری بعد غد. قال السہیلی فی الروض فکان من ھدی اللہ لھذہ الامۃ ان الھموا الیہ ثم اُقِرّوا علیہ لما وافقوا الحکمۃ فیہ فھم الآخرون السابقون یوم القیامۃ کما قال علیہ السلام کما ان الیوم الذی اختاروہ سابق لما اختارتہ الیہود والنصاری ومتقدم علیہ اھ۔

وجہ چہارم جمعہ کا نام بھی اس کی فضیلت پر دال ہے۔ کیونکہ اسمِ جمعہ اجتماع پر دال ہے اور اجتماع و اتفاقِ اہل اسلام بہر حال عظیم برکت وسعادت ہے۔ یہ اسم ونام کی برکت ہے۔ اسم سبت واسم احد اس برکت وفائدے سے خالی ہیں اسی برکت اجتماع واتحاد اہل اسلام کے پیشِ نظر شرع کا حکم ہے کہ ایک امام کے پیچھے ایک ہی مسجد میں مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھنا چاہیے۔ ایک شہر کی متعدد مساجد میں نماز جمعہ پڑھنے سے یہ سعادت وبرکت بطریق اکمل حاصل نہیں ہوسکتی۔ لفظ جمعہ بھی اس اتحاد کا داعی اور افتراق اور متعدد مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کا مانع ہے۔

وجہ پنجم بلحاظ نام فضیلتِ جمعہ کی ایک تقریر یہ بھی ہے کہ جمعہ سچا وصحیح ومطابق واقعہ وموافقِ مسمّی و

مصداق نام ہے۔ جمعہ کا معنی ہے اجتماع۔ اور اس دن مسلمان نماز جمعہ کے لیے مجتمع ہوتے ہیں۔ تو اسم جمعہ اسم صادق ہے اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اس میں کذب یا گناہ و دخل فی المغیبات کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ بخلاف سَبْت و اَحَد کہ دونوں کا تسمیہ مغیبات میں مداخلت پر مبنی ہے اور غلط طور پر مبنی ہے اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کے امور مغیبہ و پوشیدہ میں بحث کرنا اور مداخلت کرنا بڑی غلطی ہے۔ اور پھر نفس الامر و امر حق کے برخلاف حکم و فتویٰ صادر کرنا اور جھوٹے طریقہ سے اس پر اپنی طرف سے احکام متفرع و مرتب کرنا دوسری غلطی ہے۔ پھر اس خود ساختہ جھوٹے حکم پر کفری عقیدے قائم کرنا تیسری غلطی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا انتخاب سبت و احد ان کے اس زعم و مداخلت فی الغیب پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کی ابتداء اتوار کے دن کی اور جمعہ پر ختم کی اور یہ دخل فی المغیبات ہے اور اگر ان کا یہ خیال صحیح ہوتا تو شاید یہ بات بڑی غلطی شمار نہ ہوتی۔ لیکن درحقیقت ان کا یہ زعم وحی کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق سنیچر سے شروع ہو کر خمیس پر ختم ہوئی کما ورد فی الحدیث الصحیح اور وحی کے خلاف حکم لگانا دوسری بڑی غلطی ہے۔ پھر یہود کا یہ کہنا کہ سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے استراحت فرمائی۔ سبت کا معنی ہے راحت و آرام کرنا تیسری بڑی غلطی اور کفر ہے۔

وجہ ششم بروز جمعہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں کثرت سے اور اجتماعی صورت سے نازل ہوتی ہیں جو مسلمانوں پر تقسیم ہوتی ہیں۔

وجہ ہفتم بقیہ دنوں کی بہ نسبت جمعہ کی تخصیص بالاکرام والعبادۃ اولیٰ ہے کیونکہ اسی دن جنس بشر کا ظہور ہوا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر آدم علیہ السلام کی تخلیق مکمل ہوئی۔

وجہ ہشتم خمیس کے دن عام مخلوق کی تخلیق مکمل ہوئی اور یہ موجب مسرت ہے۔ لہٰذا متصلاً دوسرے دن یعنی جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے عید و اکرام و عبادت کا دن مقرر فرمایا۔ کسی کام کی تکمیل کے بعد ہی عید و مسرت ہوتی ہے مثل عید الفطر کہ فریضۂ صیام جیسی اہم عبادت کی تکمیل اور اس سے فراغت پر متصل یکم شوال کو عید منائی جاتی ہے۔

وجہ نہم جمعہ کے دن آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے تھے اور جمعہ کے دن جنت سے نکالے گئے تھے ان خصوصیات کی وجہ سے عبادت و اکرام کا تمام ایام کی بہ نسبت جمعہ ہی زیادہ مستحق ہے جنت سے خروج اور دنیا میں آنا بھی بڑا انعام ہے کیونکہ جنت سے خروج کے بعد زمین پر آنے سے ہی آدم علیہ السلام کو وہ عظیم منصب خلافت حاصل ہوا جس کی تکمیل کے لیے انھیں پیدا کیا گیا تھا۔ نیز جنت سے خروج ہی انبیاء علیہم السلام کے وجود کا سبب ہے۔ قال بعض العلماء وفضیلۃ الاخراج من الجنۃ لکونہ سببا لوجود الانبیاء والاولیاء وتضمنہ حکما وبرکات لاتعد ولاتحصی وکذا موت آدم

علیہ السلام المذکور فی الحدیث الآخر لکونہ سبباً لوصولہ الی جوار رحمۃ اللہ رب العالمین ولذلک ذکرہ الخلیل بقولہ والذی یمیتنی ثم یحیین وورد ان الموت تحفۃ المؤمن اھ۔

وجہ دہم جمعہ کے دن قیامت برپا ہوگی۔ لہذا قیامت کے یاد رکھنے اور اذکار وعبادت سے اس کے لیے تیاری کرنے کے لیے یوم جمعہ ہی زیادہ مناسب ہے۔ اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ ادخل الجنۃ وفیہ اخرج منہا ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ۔ ترمذی ج ۱ ص۹

وجہ یازدہم جمعہ سے قبل چھے ایام کے لیے جمعہ وتر یعنی طاق ہے وان اللہ وتر یحب الوتر۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض الانف ج ۱ ص۲۷۱ ان اللہ تعالی لما بدأ فیہ خلق أبینا آدم علیہ السلام وجعل فیہ بدأ ہذا الجنس وھو البشر وجعل فیہ ایضاً فناءھم وانقضاءھم اذ فیہ تقوم الساعۃ وجب ان یکون یوم ذکر وعبادۃ لانہ تذکرۃ بالمبدأ وتذکرۃ بالمعاد وانظر الی قولہ تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ وخص البیع لانہ یوم یذکر بالیوم الذی لا بیع فیہ ولا خلۃ مع انہ وتر للایام التی قبلہ فی الاصح من القول واللہ یحب الوتر لانہ من اسمائہ ولذلک کان یقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ السجدۃ فی صبح یوم الجمعۃ کما رواہ مسلم عن ابن عباس لما فیہ من ذکر الستۃ الایام واتباعھا بذکر خلق آدم من طین وذلک فی یوم الجمعۃ تنبیہاً منہ علیہ السلام علی الحکمۃ وتذکرۃ للقلوب بہذہ الموعظۃ انتہی بحذف۔

فائدہ۔ جاہلیت میں جمعہ کا نام عروبہ اور سنیچر کا نام شیار۔ اتوار کا اول۔ سوموار کا اہون منگل کا جبار۔ بدھ کا دبار۔ خمیس کا مونس تھا اور سُریانی میں اتوار کا ابوجاد۔ سوموار کا ہوز۔ منگل کا حطی۔ بدھ کا کلمن۔ خمیس کا سعفص۔ جمعہ کا قرشت تھا۔

مندرجہ ذیل جدول سے ہفتہ کے ایام کے فارسی۔ ہندی۔ عربی وغیرہ نام معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

رائج الوقت	اتوار	سوموار۔ پیر	منگل	بدھ	خمیس۔ جمعرات	جمعہ	سنیچر
فارسی	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنج شنبہ	آدینہ۔ جمعہ	شنبہ
اسلامی عربی	یوم الاحد	الاثنین	الثلثاء	الاربعاء	الخمیس	الجمعۃ	السبت
قدیم عربی	اول	اہون	جبار	دبار	مونس	عروبہ	شیار
ہندی	آدت بار	سوم بار	منگل بار	بُدھ بار	برہسپت بار	شکر بار	شنیشچر بار
سریانی	ابوجاد	ھوز	حطی	کلمن	سعفص	قرشت	ـ

فصل

اس فصل میں ہم ان فرقوں کے مختصر احوال ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کا بیان تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں موجود ہے یا ان کی تردید کی طرف واضح اشارے کیے گئے ہیں۔ احوالِ فِرق وطوائف میں اس بندۂ عاجز نے مستقل کتاب تالیف کی ہے۔ جس کا نام ہے المطالب المبرورۃ فی معرفۃ الفرق المشہورۃ۔ یہاں پر اس کے بعض ابواب کی تلخیص ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ تلخیص یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

الکرّامیہ ۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کی تفسیر کے آخر میں اس کا ذکر ہے۔ کرامیہ ایک مبتدعۂ ضالّہ فرقہ ہے۔ یہ فرقہ مشبہہ ومجسّمہ ہے۔ محمد بن کرّام کے متبعین کو کرامیہ کہتے ہیں۔ وہ سجستان کا باشندہ تھا۔ ابتدا میں بظاہر زاہد وعابد تھا۔ پھر زمانۂ ولایت محمد بن طاہر بن عبداللہ میں نیسابور چلا گیا۔ وہاں کے بعض دیہاتی اس کی ظاہری صلاح کے معتقد ہوگئے۔ اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی بدعات وخبائث کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی وہ تجسیمِ معبود کا قائل تھا۔ محمد بن کرام کا سنہ وفات ۲۵۵ھ ہے۔ کرام بفتح کاف وتشدید راء ہے۔ انظر اللباب ج ۳ ص ۳۲ ولسان المیزان ج ۵ ص ۳۵۳۔

کرامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ محلّ حوادث ہے۔ ان کے نزدیک قدیم محل حوادث ہوسکتا ہے خلافاً لجمہور اھل الکلام والمحدّثین۔ اکثر کرامیہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ اجسام معدوم نہیں ہوگا اس کا عدم محال ہے اور یہ دہریہ وفلاسفہ کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ فلک وکواکب عنصرِ خامس ہونے کی وجہ سے قابل فساد وفناء نہیں ہیں۔ کان الناس یتعجبون من قول المعتزلۃ ان اللہ تعالی یقدر علی اِفناء الاَجسام کلھا دفعۃً واحدۃً ولا یقدر علی اِفناء بعضِھا مع بقاء بعضٍ منھا وزال ھذا التعجب بقول بعض الکرامیۃ انہ تعالی لا یقدر علی اِعدام جسمٍ بحالٍ والعجب ان ابن کرام وصف اللہ تعالیٰ بالثقل وقال فی قولہ تعالی اذا السماء انفطرت۔ انھا انفطرت من ثقل الرحمان علیھا وقال لا یجوز فی حکمۃ اللہ اخترامُ الطفلِ الذی یعلم اللہ اَنّہ اِن اَبقاہ الی زمانِ بُلوغِہٖ اٰمن ولا اخترامُ الکافرِ الذی لو اَبقاہ الی مدّۃٍ اٰمن ویلزمھم ان اللہ انما اخترم ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل بلوغہ لانّہ

علم انہ لو ابقاہ لم یؤمن وفی ھذا قدح فی قولہ علیہ السلام لو عاش لکان نبیًا وقدح فی کل من مات من ذراری الانبیاء علیہم السلام طفلاً۔ کذا ذکرہ عبد القاھر البغدادی۔

کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے قال عبد القاھر فی کتاب الفرق ص۲۲۳ و زعموا ای الکرامیۃ اَنّ المقِرّ بالشہادتین مؤمن حقًا وان اعتقد الکفر بالرسالۃ واَنّ المنافقین الذین اَنزل اللہ تعالٰی فی تکفیرھم اٰیات کثیرۃ کانوا مؤمنین حقًا وان ایمانھم کایمان الانبیاء والملائکۃ اھ

وقال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۱۳ وقالوا ای الکرامیۃ الایمان ھو الاقرار باللسان فقط دون التصدیق بالقلب ودون سائر الاعمال وفرّقوا بین تسمیۃ المؤمن مؤمنًا فیما یرجع الی احکام الظاھر والتکلیف وفیما یرجع الی اَحکام الاٰخرۃ والجزاء فالمنافق عندھم مؤمن فی الدنیا علی الحقیقۃ مستحق للعقاب الابدیّ فی الاٰخرۃ ومِرّا وا تصویب معاویۃ رضی اللہ عنہ فیما استبدّ من الاحکام الشرعیۃ قتالاً علی طلب عثمان رضی اللہ عنہ واستقلالاً ببیت المال ومذھبھم اِتّھام علیّ رضی اللہ عنہ فی الصبر علی ما جری مع عثمان رضی اللہ عنہ والسکوت عنہ اھ۔

بہرحال کرامیہ کے خرافات وعجائبات بے شمار ہیں۔ ابن کرام کہتا ہے نمازِ مسافر ہیں کہ مسافر کے لیے صرف دو تکبیریں بغیر رکوع وسجود وبغیر قیام وقعود وبغیر تشہد وسلام کافی ہیں۔ اس کے نزدیک نماز کے لیے طہارت من الاحداث کافی ہے اور طہارت من الانجاس لازم نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے نزدیک ثوبِ نجس میں ارضِ نجس پر بدنِ نجس سے نماز جائز وصحیح ہے۔

کرامیہ اللہ تعالیٰ کو اوصافِ جسمیہ سے متصف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہیں اور ذاتًا جہت فوق سے متصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ جوہر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عرش کے بالائی حصہ سے مُماس وپیوست ہیں۔ ان میں سے بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عرش کو بھر دیا ہے اور بعض کی رائے میں اللہ تعالیٰ عرش کے بعض حصوں پر متمکن ہیں اور عرش کے بعض حصے خالی پڑے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر انتقال و نزول مکانی جائز قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو اللہ تعالیٰ پر لفظ جسم کا بھی اطلاق کرتے ہیں اور بعض اس کا اطلاق نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چھے جہات سے متناہی یعنی ذونہایہ ہیں اور عند بعضھم صرف جہت تحت میں بسبب استقرار علی العرش متناہی ہیں اور باقی جہات خمسہ میں لامتناہی ہیں۔ ہٰذا واللہ اعلم۔

الصابئۃ قرآن شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ صابئہ کواکب پرست فرقہ ہے۔ صابئہ بنی آدم میں قدیم ترکافر فرقہ ہے۔ اس فرقہ کے بانی کا نام بوداسف تھا۔ بوداسف بادشاہ طہمورث بن نوبجہان بن ارفخشذ بن اوشہنج کی حکومت میں ظاہر ہوا تھا۔ طہمورث سابور شہر میں رہتا تھا اور اسی علاقہ کے

اس کی حکومت تھی ۔ بلاد واسط و بصرہ و عراق میں بوداسف کی تبلیغ سے بہت سے ضعیف الاعتقاد لوگ متاثر ہو کر صابی بن گئے ۔ قدیم اقوام یعنی حرانی و کیماری میں سے بہت لوگ عقیدۂ صابئیت اختیار کرنے لگے ۔ مدت کے بعد ان میں کئی فرقے بن گئے اور ستاروں کے بارے میں نئے نئے گمراہ عقیدے تراشنے لگے ۔ صابی فرقہ والے سیارات و ثوابت ستاروں کی شکلیں او رہیکل بنا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں ۔ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۲۲ میں لکھتے ہیں ثم ملک من ملوک فارس طهمورث بن نوبجهان وکان ینزل سابور وظهر فی سنة من ملکه رجل یقال له بوداسف احدث مذاهب الصابئة وقال بوداسف ان معالی الشرف الکامل والصلاح الشامل ومعدن الحیاة فی هذا السقف المرفوع وان الکواکب هی المدبرات والواردات والصادرات وهی التی بمرورها فی افلاکها وقطعها مسافاتها واتصالها بنقطة وانفصالها عن نقطة یتم ما یکون فی العالم من الآثار من امتداد الاعمار وقصرها وترکب البسائط وانبساط المرکبات وتتمیم الصور وظهور المیاه وغیضها وفی النجوم السیارة فی افلاکها التدبیر الاکبر وغیر ذلک مما یخرج وصفه عن حد الاختصار والایجاز واحتذی به جماعة من ذوی الضعف فی الآراء فیقال ان هذا الرجل اول من اظهر آراء الصابئة من الحرانیین والکیماریین وهذا النوع من الصابئة مباینون للحرانیین فی نحلتهم ودیارهم بین بلاد واسط والبصرة من ارض العراق نحو البطائح والآجام اھ بعض علماء کا قول ہے کہ صابئہ فرقہ منسوب ہے صابی بن لمک بن اخنوخ کی طرف وقیل من ولد صابی بن لامك واخنوخ هو ادریس علیه السلام وادریس علیه السلام عند المحققین لیس بجد لنوح علیه السلام ولا فی عمود نسبه وقیل ان صابئ بن لامك (لمك) اخ لنوح علیه السلام وقیل ان صابی هو متوشلح جد نوح علیه السلام کذا فی اللقطة ص ۲۹ فرقہ صابئہ روحانیین وانوار کو وسائط تقرب بناتے ہیں پھر جب اشیاء منیرہ و روحانیہ کی ذوات تک رسائی مشکل نظر آئی کہ انسان زمین پر ہے اور وہ ذوات آسمان پر ہیں تو انھوں نے اشیاء منیرہ یعنی کواکب وغیرہ کی صورتیں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کردی ۔ ان میں سے بعض نے سیارات کی اور بعض نے ثوابت کی صورتیں (ہیاکل) اپنے عبادت خانوں میں رکھیں اور ان میں سے بعض نے بتوں کی پرستش شروع کی ۔

بہرحال یہ فرقہ نہایت مبہم و نامعلوم فرقہ ہے ۔ قال الامام ابوحنیفة رحمه الله انهم لیسوا بعبدة الاصنام وانما یعظمون النجوم کما تعظم الکعبة ۔ قال الآلوسی مدار مذاهب الصابئة علی التعصب للروحانیین واتخاذهم وسائط ولما لم یتیسر لهم التقرب الیها باعیانها والتلقی منها بذواتها فزعت جماعة منهم الی هیاکلها فصابئة الروم مفزعها السیارات وصابئة الهند مفزعها الثوابت وجماعة نزلوا عن الهیاکل الی الاشخاص التی لا تبصر ولا تغنی فالفرقة الاولی هم عبدة الکواکب والثانیة هم عبدة

الاصنام وكل من هاتين الفرقتين اصناف شتّی مختلفون فی الاعتقادات والتعبدات وقیل هم قوم موحّدون یعتقدون تاثیر النجوم ویقرّون ببعض الانبیاء کیحیٰی علیہ السلام وقیل انہم یقرون باللّٰہ تعالیٰ ویقرءون الزبور ویعبدون الملائکۃ ویصلون الی الکعبۃ وقیل الی مَھبِّ الجنوب وقد اخذوا من کل دین شیئًا وفی جواز مناکحتہم واکل ذبائحہم کلام للفقہاء یطلب فی محلہ۔ ولفظ الصابئۃ قیل غیر عربی وقیل عربی من صبأ بالھمز اذا خرج او من صبا معتلاً بمعنی مال لخروجہم عن الدین الحق ومیلہم الی الباطل اھ۔

ابن القیم رحمہ اللہ کتاب تلبیس ابلیس ص ۷۴ پر لکھتے ہیں اصل ہذہ الکلمۃ اعنی الصابئین من قولہم صبأت اذا خرجت من شیٔ الی شیٔ وصبأت النجوم اذا ظہرت وصبأ بہ اذا خرج والصابئون الخارجون من دین الی دین وللعلماء فی مذاہبہم عشرۃ اقوال ثم ذکر تلک الاقوال ان شئت فراجعہ۔ ثم قال فاما المتکلمون فقالوا مذہب الصابئین مختلف فیہ فمنہم من یقول انّ ہناک ہیولی کان لم یزل و لم یزل یصنع العالم من ذلک الھیولی وقال اکثرہم العالم لیس بمحدث وسموا الکواکب ملائکۃ وسماہا قوم منہم اٰلھۃً وعبدوہا وبنوا لہا بیوت عبادات وھم یدّعون ان بیت اللّٰہ الحرام واحد منہا وھو بیت زحل ولہم تعبدات فی شرائع منہا انہم زعموا ان علیہم ثلاث صلوات فی کل یوم اُولاہا ثمان رکعات ثلاث سجدات فی کل رکعۃ والانقضاء وقتہا عند طلوع الشمس والثانیۃ خمس رکعات والثالثۃ کذلک وعلیہم صیام شہر اولہ الثمان لیال یمضین من اٰذار وسبعۃ ایام اولہا التسع یبقین من کانون الاول وسبعۃ ایام اولہا الثمان لیال یمضین من شباط ویختمون صیامہم بالصدقۃ والذبائح وحرّموا لحم الجزور اھ ہذا واللّٰہ اعلم۔

الحَشَوِیّۃ۔ قصہ تخلیق آدم علیہ السلام کے آخر میں اور آیت یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمتُ علیکم کی شرح سے پہلے مذکور ہے۔ حشویہ بسکونِ شین بھی صحیح ہے اور بفتح شین بھی۔ یہ مسلمانوں میں ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ قدیم فرقوں میں سے ہے۔ یہ فرقہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہوئے تجسیم وغیرہ عقائد باطلہ رکھتا ہے۔

تسمیہ بحشویہ میں متعدد اقوال ہیں۔ قول اول۔ قیل سُمّوا بذلک لان منہم المجسّمۃ اوھم المجسمۃ و الجسم حشوای زائد بالنسبۃ الی الروح والروح اصل والحشو ھو الشیٔ الزائد۔ بنا بر ایں حشویہ بسکونِ شین منسوب ہے حشو کو۔

قول ثانی۔ یہ منسوب ہے حشا کی طرف وحشا الحلقۃ طرفہا وناحیتہا لہٰذا حشویہ بفتح شین پڑھا جائے گا۔ قال العلامۃ السبکی فی شرح اصول ابن الحاجب الحشویۃ طائفۃ ضلّوا عن سواء السبیل وعمیت

ابصارهم یجرون آیات اللہ علی ظاهرها و یعتقدون انه المراد سموا بذلك لانهم كانوا فی حلقة الحسن البصری رحمه اللہ فوجدهم یتكلمون كلامًا فقال ردّوا هؤلاء الی حشا الحلقة فنسبوا الی حشا اھ۔

وقیل طائفة یجوزون ان یخاطب اللہ بالمهمل ویطلقونه علی الذین قالوا الدین یتلقی من الكتاب و السنة. كذا قال الشهاب۔

حشویہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ نبوت مل جانے کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام سے صدورِ کبائر ہو سکتا ہے۔ حشویہ کا یہ عقیدہ جمہور امت کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بعد النبوت کبائر کا صدور ممتنع ہے۔ حشویہ اپنے دعوے پر متعدد دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا قصہ اکل شجرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صریح نہی کے بعد اکل شجرہ گناہ کبیرہ ہے۔

حشویہ کی اس دلیل کے مفسرین و محدثین نے متعدد جوابات دیے ہیں۔ اولاً یہ نہی للتنزیہ ہے ثانیاً یہ محمول ہے نسیان پر۔ آدم علیہ السلام نے بقصدِ مخالفت اکل شجرہ نہیں کیا کما قال اللہ فنسی ولم نجد له عزمًا۔ لیکن چونکہ انبیاء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے نسیان پر بھی عتاب فرمایا۔

قال الامام السبكی وقیل المراد بالحشویة طائفة لا یرون البحث فی آیات الصفات التی یتعذر اجراؤها علی ظاهرها بل یؤمنون بما اراده اللہ مع جزمهم بان الظاهر غیر مراد ویفوّضون التاویل الی اللہ وعلی هذا فاطلاق الحشویة علیهم غیر مستحسن لانه مذهب السلف انتهی۔ بہر حال یہاں پر حشویہ سے یہ آخری فرقہ مراد نہیں ہے کیونکہ صفات اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ تمام سلف کا ہے بلکہ مراد فرقہ باطلہ من المجسمہ ہے۔ ہذا واللہ اعلم۔

الظاہریّۃ۔ آیت فمن كان منكم مریضًا او علی سفرٍ الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ظاہریہ سے اتباعِ داؤد ظاہری مراد ہیں۔ انھیں ظاہریہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمومًا احادیث و نصوص کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں اور قیاس کے منکر ہیں اور باقی چاروں ائمہ مذاہب اربعہ قیاس کے قائل ہیں۔

علماء کہتے ہیں کہ مذاہب فروعیہ پانچ ہیں۔ مذہب امام ابو حنیفہ و مذہب امام مالک و مذہب امام شافعی و مذہب امام احمد و مذہب داؤد ظاہری رحمہم اللہ و اعلی اللہ درجاتہم فی الجنۃ۔ داؤدؒ امام اہل ظاہر ہیں۔ ابن حزم صاحب محلّی و علامہ شوکانی اسی فرقہ ظاہریہ سے متعلق ہیں۔

ان پانچوں مذاہب میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنا یا استہزاء و طعن و تشنیع کرنا حرام و ناجائز ہے۔ یہ پانچوں مذاہب اور پانچوں کے امام واجب الاحترام ہیں۔

کیونکہ یہ پانچوں مجتہدین ائمہ ہدی و متبع سنت ہیں اور ہر ایک کا مقصد اتباع سنت و اتباع کتاب اللہ ہے اور پانچوں کے مذاہب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اور پانچوں ائمہ ورع و تقویٰ کے مقام عالی پر فائز تھے اور ہر امام کے بے شمار معتقدین و اتباع ہیں۔

ہم یہاں پر داؤد ظاہری کا ترجمہ ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں ھوا بوسلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہریؒ کان زاھدًا متقللًا کثیر الورع اخذ العلم عن اسحاق بن راھویہ وابی ثور وغیرھما وکان صاحب مذھب مستقل وتبعہ جمع کثیر یعرفون بالظاھریۃ وانتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد کذا ذکر ابن خلکان فی وفیات الاعیان ج۲ ص۲۵۵۔

خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ داؤدؒ نے سماع حدیث کیا ہے سلیمان بن حرب وعمرو بن مرزوق ومسددؒ رحمہم اللہ سے۔ اور نیسا پور کی طرف سفر کر کے امام اسحاق بن راہویہ سے مسند و تفسیر کا سماع کیا پھر بغداد میں آکر یہیں مقیم ہوئے قال وصنف کتبہ ببغداد وھو امام اصحاب الظاھر وکان ورعًا ناسکًا زاھدًا وفی کتبہ حدیث کثیر الا ان الروایۃ عنہ عزیزۃ جدًا۔ داؤد ظاہری سے روایت کرتے ہیں آپ کے فرزند یعنی محمد بن داؤد وزکریا بن یحییٰ ویوسف بن یعقوب وغیرہ رحمہم اللہ۔

داؤد ظاہری نہایت ہی جری کثیر العبادت اور کثیر العلم تھے۔ ابوعمرو فرماتے ہیں سمعت داؤد بن علی یرد علی اسحاق بن راھویہ وما رأیتُ احدًا قبلہ ولا بعدہ یرد علی اسحاق ھیبۃً لہ۔ ابوالعباس ثعلب نحوی سے کسی نے داؤد ظاہری کے بارے میں سوال کیا فقال کان عقلہ اکثر من علمہ حسین بن اسمٰعیل کہتے ہیں رأیت داؤد بن علی یصلی فما رأیتُ مسلمًا یشبھہ فی حسن تواضعہ داؤد ظاہریؒ فرمایا کرتے تھے خیر الکلام ما دخل الأذن بغیر اذن واحسن الشعر ما دخل القلب بلا اذن ابوبکر محمد بن داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں سمعتُ ابی وقال لہ رجل یا اباسلیمان فعلت کذا وکذا اشکر اللہ لک قال بل غفر اللہ لی۔

خطیب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں وھو اول من اظھر انتحال الظاھر ونفی القیاس فی الاحکام قولًا واضطر الیہ فعلًا فسماہ دلیلًا کذا فی تاریخ بغداد ج۸ ص۳۷۴۔

داؤد ظاہری کا حلقہ درس و علم بغداد میں بڑا مشہور و مقبول تھا اور بڑے بڑے امراء و فضلاء و علماء ان کے حلقہ میں شریک ہوتے تھے قیل انہ کان یحضر مجلسہ اربعمائۃ صاحب طیلسان اخضر۔

داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ ایک دن میری مجلس میں ابویعقوب شریطی بصریؒ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے آئے فتصدر الشریطی لنفسہ من غیر ان یرفعہ احد وجلس الی جانبی وقال لی سل یا فتی عما بدا لک فکأنی غضبتُ منہ فقلتُ لہ مستھزءًا اسألک عن الحجامۃ فبرک ابویعقوب ثم روی طرق حدیث افطر الحاجم والمحجوم ومن ارسلہ ومن اسندہ ومن وقفہ ومن ذھب الیہ من الفقھاء

وروی اختلاف طریق احتجام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واعطاء الحجام اجرۃ ولوکان حراماً لم یعطہ ثم روی طرق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم بقرن وذکر احادیث صحیحۃ فی الحجامۃ ثم ذکر الاحادیث المتوسطۃ مثل مامررت بملإ من الملائکۃ ومثل شفاء امتی فی ثلاث وما اشبہ ذلک وذکر الاحادیث الضعیفۃ مثل قولہ علیہ السلام لاتحتجموا یوم کذا ولاساعۃ کذا ثم ذکر ماذھب الیہ اھل الطب من الحجامۃ فی کل زمان وماذکروہ فیھا ثم ختم کلامہ بان قال واوّل ماخرجت الحجامۃ من اصبھان۔ قال داؤد فقلت لہ واللہ لاحقرت بعدک احداً ابداً۔

داؤد ظاہری کے ترجمہ کے لیے دیکھیے طبقات شیرازی، ص ۲۶۔ الفہرست ص ۲۱۶۔ الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷۲۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۵۵ طبقات سبکی ج ۲ ص ۲۸۴۔ انساب السمعانی ص ۱۳۷۷۔ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۶۹۔ ذکر اخبار اصبہان ج ۱ ص ۳۱۲۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵۸۔

سبکیؒ لکھتے ہیں وکان من المتعصبین للشافعیؒ صنّف کتابین فی فضائلہ وقال ابو اسحاق انتھت الیہ ریاسۃ العلم ببغداد واصلہ من اصفھان ومولدہ بالکوفۃ ومنشأہ ببغداد وقبرہ بھا۔ قال داؤد دخلت علی اسحاق بن راھویہ وھو یحتجم فجلست فرأیت کتاب الشافعی فاخذت انظر فصاح ایش تنظر فقلتُ معاذ اللہ ان نأخذ إلّا من وجدنا متاعنا عندہ۔ فجعل یضحک ویتبسّم قال السبکی فی طبقاتہ کان داؤد احد ائمۃ المسلمین وھداتھم موصوفاً بالدین المتین۔

داؤد ظاہریؒ بڑے قانع تھے اور باوجود حاجت وفقر کے کسی کے ہدایا قبول نہیں کرتے تھے۔ ان کی قناعت واستغناء کا ایک قصہ سنیے۔ قاضی ابوعبداللہ محاملی کہتے ہیں کہ بغداد میں ایک بار عید کی نماز کے بعد میں داؤد ظاہری سے ملنے کے لیے انکے گھر پہنچا فدخلتُ علیہ مُھنِّئاً بالعید واذا بین یدیہ طبق فیہ اوراق ھندباء وعصارۃ فیھا نخالۃ وھو یأکل فھنأتہ وتعجبت من حالہ ای فقرہ وخلو یدہ ورأیتُ ان جمیع مانحن فیہ من الدنیا لیس بشئ فخرجتُ من عندہ ودخلتُ علی رجل یعرف بالجرجانی من محبی الصنیعۃ فلما علم بمجیئی خرج الیّ حاسر الرأس حافی القدمین وقال لی ماعنی القاضی ایدہ اللہ؟ قلتُ مُھمّ قال وماھو؟ قلتُ فی جوارک داؤد بن علی ومکانہ من العلم ماتعلمہ وانت فکثیر البرّ والرغبۃ فی الخیر تغفل عنہ وحدّثتہ مارأیت منہ فقال لی ان داؤد شرِسُ الخُلقِ اُعلِم القاضی انی وجّھت الیہ البارحۃ الف درھم مع غلامی لیستعین بھا فی بعض امورہ فردّھا مع الغلام وقال للغلام قل لہ بایّ عین رأیتنی وما الذی بلغک من حاجتی وخلّتی حتی وجّھت الیّ بھذا۔ قال فتعجّبتُ من ذلک وقلتُ لہ ھات الدراھم فأنی أحملھا الیہ فدفعھا الیّ ثم قال یا غلام

الکیس الآخر فجاء بکیس فوزن الفاً اُخری وقال تلک لنا وھذہ لموضع القاضی وعنایتہ قال فخرجتُ وجئتُ الیہ فقرعت الباب فخرج داؤد وکلّمنی من وراء الباب وقال ماردّ القاضی قلت حاجۃ اکلّمک فیھا فدخلت وجلست ساعۃ ثم اخرجت الدراھم وجعلتھا بین یدیہ فقال داؤد ھذا جزاء من ائتمنک علی سرّہ اَنا بامانۃ العلم اَدخلتُک الیّ ارجع فلاحاجۃ فیما معک قال المحاملی فرجعت وقد صغرت الدنیا فی عینی ودخلت علی الجرجانی فاخبرتہ بما کان فقال اَمّا انا فقد اَخرجتُ ھذہ الدراھم للہ تعالی لا ارجع فی شئ منھا فلیتولّ القاضی اِخراجھا فی اھل الستر والعفاف علی ما یراہ القاضی۔

داؤد ظاہریؒ کا کلام کتاب اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں کچھ مبہم سا ہے چنانچہ اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے ملنے سے انکار فرما دیا تھا۔ حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں وقد کان داؤد اراد الدخول علی الامام احمدؒ فمنعہ وقال کتبَ الیّ محمدُ بن یحیی الذھلی النیسابوری فی امرہ وانہ زعم انّ القراٰن مُحدَث فلا یقربنی فقال لاحمدؒ ابنہ صالح بن احمد یا ابت انہ ینتفی من ھذا وینکرہ فقال احمد محمد بن یحیی اصدق منہ لا تأذن لہ فی المصیر الیّ۔ وحکی اَنّ اسحاق بن راھویہ لما سمع کلام داؤد بن علی فی بیتہ وثب وضربہ وانکر علیہ وکان داؤد یقول القراٰن محدث ولفظی بالقراٰن مخلوق۔ کذا فی المیزان ج ۱ ص ۳۲۲ خطیبؒ اپنی تاریخ میں بعض علماء سے یہ نقل کرتے ہیں۔

سئِل داؤد عن القراٰن فقال اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی ھو بین الناس فمخلوق۔ وسُئل مرۃً عن القراٰن فقال القراٰن الذی قال اللہ تعالی لا یمسّہ الا المطھّرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظھرنا یمسّہ الحائض والجنب فھو مخلوق۔

قال القاضی ابن کامل ھذا مذھب یذھب الیہ الناشئ المتکلم وھو کفر باللہ صحّ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی ان یسافر بالقراٰن الی اَرضِ العدوِّ مخافۃ ان ینالہ العدوّ فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کُتِب فی المصاحف والصحف والالواح وغیرھا قراٰناً والقراٰن علی ایّ وجہ قرئ وتلی فھو واحد غیر مخلوق کذا فی تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۴

محمد بن عبدہ کہتے ہیں دخلت الی داؤد فغضب عَلَیّ احمدُ بن حنبلؒ فدخلت علی احمد فلم یکلّمنی فقال لہ رجل یا ابا عبد اللہ انہ ردّ علیہ مسألۃً قال وما ھی قال قال الخنثاء اذا مات من یغسلہ؟ فقال داؤد یغسلہ الخدم فقال محمد بن عبدۃ الخدم رجال ولکن یُیمَّم فتبسم احمد وقال اصاب اصاب ما اجود ما اجابہ۔

قال تاج الدین السبکی بعد ذکر ھذہ المسألۃ قلت لیس فی جواب داؤد فی مسألۃ الخنثاء ما ھو

بالغ فی النکرۃ وفی مذھبنا وجہ انہ یُیمّم ووجہ اٰخر انہ یشتری من ترکتہ جاریۃ لتغسلہ والصحیح انہ یغسلہ الرجال والنساء جمیعا للضرورۃ واستصحابًا بالحکم الصِغر فقول داؤد یغسلہ الخادم لیس ببعید فی القیاس ان یذھب الیہ ذاھب ولا واصل الی ان یجعل مما یضحک منہ وقد کان داؤد موصوفًا بالدین المتین۔ داؤد ظاہری کا سال ولادت ۲۰۰ھ وقیل ۲۰۲ھ اور سال وفات ماہ رمضان ۲۷۰ھ ہے۔ قال ابنہ محمد بن داؤد رأیتُ ابی فی المنام فقلتُ ما فعل بك قال غفرلی وسامحنی قلتُ غفر لك فممّ سامحك؟ قال یا بنیّ الامر عظیم والویل کل الویل لمن لم یسامح۔

فائدہ۔ علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ داؤد ظاہری اور ان کے اتباع احکام فقہ وفروع شریعت میں معتد بہ ہیں یا کہ نہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی نے اس بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں۔

قول اول۔ داؤد کا قول معتبر ہے مطلقاً واختارہ ابو منصور البغدادی وقال ابن الصلاح انہ الذی استقر علیہ الامر اٰخرًا۔

قول ثانی۔ وہ غیر معتبر ہے مطلقا عند الاستاذ ابی اسحٰق الاسفرائینی ونقلہ عن الجمھور حیث قال قال الجمھور انہم یعنی نفاۃ القیاس لا یبلغون رتبۃ الاجتہاد ولا یجوز تقلیدھم القضاء۔ وقال امام الحرمین والمحققون من علماء الشریعۃ لا یقیمون لاھل الظاھر وزنًا۔ وقال القاضی ابوبکر انی لا اعدّھم من علماء الامۃ ولا ابالی بخلافھم ولا وفاقھم۔ وقال ان اصحاب الظاھر لیسوا من علماء الشریعۃ وانما ھم نقلۃ ان ظھرت الثقۃ۔

قول ثالث۔ قولہم معتبر الا فیما خالف القیاس الجلی وقال الشیخ السبکی والد تاج الدین السبکی ان داؤد لا ینکر القیاس الجلی وان نقل انکارہ عنہ ناقلون وانما ینکر الخفی فقط قال ومنکر القیاس جلیّہ وخفیّہ طائفۃ من اصحابہ زعیمہم ابن حزم۔ لکن ظاھر کلام داؤد انکارہ جملۃ قال داؤد فی رسالۃ الاصول والحکم بالقیاس لا یجب والقول بالاستحسان لا یجوز ثم قال ولا یجوز ان یحرّم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحرم محرّم غیر ما حرّم لانہ یشبھہ الا ان یوقفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی علۃ من اجلہا وقع التحریم مثل ان یقول حُرّمت الحنطۃ بالحنطۃ لانہا مکیلۃ واغسل ھذا الثوب لانّ فیہ دمًا واقتل ھذا انہ اسود یُعلم بھذا ان الذی اوجب الحکم من اجلہ ھو ما وقف علیہ وما لم یکن ذلك فالبعید واقع بظاھر التوقیف وما جاوز ذلك فمسکوت عنہ داخل فی باب ما عفی عنہ انتہی۔

فالحق عندنا الاعتبار بقول داؤد خلافًا ووفاقا کما قال السبکی نعم للظاھریۃ مسائل لا یعتدّ بخلاف داؤد فیہا لا من حیث ان داؤد غیر اھل للنظر بل لخرقہ فیہا اجماعًا تقدّمہ وعذرہ انہ لم یبلغہ الدلیل وذلك کقولہ فی التغوط فی الماء الراکد وقولہ لا ربا الا فی الستۃ المنصوص علیہا و

غیر ذلک من مسائل وجہت سہام الملام الیہم۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم۔

الخوارج ۔ الذین یؤمنون بالغیب کی شرح میں مذکور ہیں۔ خوارج اسلام میں اولین فرقہ فاسقہ ومبتدعہ ہے۔ یہ فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جنگ صفین میں پیدا ہوا۔

اس فرقہ کے کئی نام ہیں۔ مثلاً حروریہ و شراۃ و نواصب ومارقہ وغیرہ۔ خوارج جمع ہے خارج کی۔ چونکہ وہ امام حق کی طاعت سے نکل کرنا فرمانی کرنے لگے اسی وجہ سے انہیں خارج وخوارج کہتے ہیں۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۴ کل من خرج علی الامام الحق الذی اتفقت الجماعۃ علیہ یسمی خارجیاً سواء کان الخروج فی ایام الصحابۃ اوکان بعدھم الخ بخلاصتہ نواصب جمع ناصب یا ناصبی ہے۔ وھو الغالی فی بغض علیؓ رضی اللہ عنہ۔ اور حروریہ نسبت ہے قریہ حروراء کی طرف۔ جس میں یہ خوارج جمع ہوئے تھے۔ حروراء کوفہ کے قریب ایک قریہ ہے۔ شراۃ جمع شارٍ ہے مثل قضاۃ جمع قاضٍ۔ سمّوا انفسہم بذلک لزعمہم انہم شروا انفسہم من اللہ۔

راجع لتفصیل احوالہم مقالات الامام الاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ والتبصیر ص ۲۶ والبدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۳۴ وخطط المقریزی ج ۲ ص ۳۵۳ وکامل المبرد فی عدۃ مواضع۔ والفرق فی الفرق لعبد القاھر البغدادی ص ۷۲۔

خوارج میں بیس فرقے ہیں۔ ان میں بڑے فرقے آٹھ ہیں یعنی محکمہ۔ ازارقہ۔ نجدات۔ بیہسیہ۔ عجاردہ۔ ثعالبہ۔ اباضیہ۔ صفریہ۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم کو مقرر کیا اور خوارج کے زعم میں غیر اللہ کو ثالث وحکم مقرر کرنا کفر ہے لقولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ۔ خوارج اجتماعی صورت میں اس طرح نعرۂ تحکیم یعنی ان الحکم الا للہ لگاتے تھے جس طرح زمانۂ حال کے مبتدعہ نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من کل ضلالۃ وبدعۃ۔

خوارج کے کل فرقے چند باتوں پر متفق ہیں۔ اول اکفار علیؓ وعثمانؓ۔ دوم اکفار حکمین لعلی ومعاویہ رضی اللہ عنہما۔ سوم اکفار اصحاب الجمل ومن رضی بالتحکیم۔ چہارم اکفار اصحاب الکبائر من الذنوب پنجم وجوب خروج وبغاوت امام جائر کے خلاف۔ بعض خوارج کہتے ہیں کہ وہ گناہ موجب کفر نہیں ہے جس میں حد یا وعید وارد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کافر نعمت ہے نہ کہ کافر دین۔ کذا فی مقالات الاسلامیین للاشعری ج ۱ ص ۱۵۶ وکتاب الفرق فی الفرق ص ۷۳۔

صفین سے بطرف کوفہ رجوع کرنے کے بعد خوارج قریۂ حروراء میں جمع ہوئے ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان کا اول امیر عبداللہ بن الکواء تھا۔ جو بعد میں تائب ہوگیا۔ بعدہ عبداللہ بن وہب و حرقوص بن زہیر

معروف بہ ذوالثدیہ امیر خوارج بنے۔ ذوالثدیہ کی طرف احادیث میں اشارے موجود ہیں۔ مقام نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے مابین جنگ ہوئی جس میں ان کے مذکورہ صدر دونوں امیر قتل ہوئے اس کے بعد زمانہ حجاج تک بلکہ اس کے بعد بھی ان کے ساتھ سخت سخت لڑائیاں ہوتی رہیں دفی المقالات وغیرہ ان عبد اللہ بن وھب اول من اقرہ الخوارج علیھم اول ما آعتزلوا بایعوہ لعشر بقین من شوال سنہ ۳۷ھ۔

خوارج اسلام میں عظیم فتنہ تھے۔ ان میں سے عبد الرحمن بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وفی الخوارج قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقر صلاۃ احدکم فی جنب صلاتہم وصوم احدکم فی جنب صیامہم ولکن لایجاوز ایمانہم تراقیہم وقال علیہ السلام سیخرج من ضئضئ ھذا الرجل قوم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

المرجئۃ۔ مرجیہ ایک گمراہ فرقہ ہے قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص ۱۱۳ المرجئۃ صنف آخر تکلموا فی الایمان والعمل الا انہم وافقوا الخوارج فی بعض المسائل التی تتعلق بالامامۃ اھ۔

ارجاء کا معنی ہے تاخیر۔ فرقہ مرجیہ چونکہ عمل صالح کو مؤخر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نجات کے لیے اور حصول جنت کے لیے عمل صالح کی ضرورت نہیں ہے اس لیے انھیں مرجیہ کہتے ہیں۔ پس جو شخص معرفت اللہ حاصل کرکے تکبر ترک کر دے اور اللہ و رسول سے محبت کرے وہ کامل مومن ہے ان کے نزدیک۔ پس ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ ایمان میں تصدیق شرعی و تسلیم ضروری نہیں ہے۔ ان کے نزدیک حصول معرفت و محبت و خضوع کے بعد کوئی گناہ آخرت میں ضرر نہیں دے گا۔ شیطان ان کی رائے میں صرف استکبار کی وجہ سے کافر ہے۔ وقالوا الایمان لایزید ولا ینقص وقال بعضھم یزید ولا ینقص۔

مرجیہ میں متعدد فرقے ہیں۔ مثلاً یونسیہ و عبیدیہ و غسانیہ و ثوبانیہ۔ ان میں بعض کا عقیدہ یہ ہے ان المؤمن لایدخل النار وان عصی۔ اور بعض کا عقیدہ یہ ہے انہ اذا دخل اصحاب الکبائر النار فانہم یخرجون عنہا بعد ان یعذبوا بذنوبھم واما التخلید فمحال ولیس بعدل یعنی کفار کا نار میں معذب ہونا دائمی نہیں ہوگا۔ ان میں ایک فرقہ صالحیہ کا عقیدہ یہ ہے ان الایمان ھو المعرفۃ باللہ تعالی علی الاطلاق وان الصلاۃ لیست بعبادۃ للہ تعالی وانہ لاعبادۃ لہ الا الایمان بہ وھو معرفتہ۔

شہرستانی لکھتے ہیں ان اول من قال بالارجاء کما قیل الحسن بن محمد بن علی بن ابی طالب۔ ایک مرفوع حدیث ہے وھو ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعنت المرجئۃ علی لسان سبعین نبیا قیل ومن المرجئۃ یا رسول اللہ قال الذین یقولون الایمان کلام یعنی الذین

زعموا ان الایمان ھو الاقرار وحدہ دون غیرہ۔

مرجئہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تبصیر ص۵۹، الملل والنحل ج۱ ص۱۳۹، مقالات الاسلامیین ج۱ ص۱۹۷، کتاب الفرق بین الفرق لعبد القاھر البغدادی ص۲۰۲۔

فائدہ۔ بعض جہال نے امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو بھی مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ کذب محض ہے اور امام اہل سنت والجماعت ابو حنیفہؒ پر اعداء دین کی تہمت ہے۔ یہ تہمت اولاً خود مرجئہ غسانیہ کے رئیس غسان کوفی نے لگائی ہے۔ چنانچہ غسان کوفی نے اپنی گمراہی کے اثبات وتائید کے لیے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بھی ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے اور یہ غسان کا دھوکہ ہے۔ جیسا کہ ہر گمراہ اپنی گمراہی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے بعض بڑے ائمہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ عوام وجہال میں اس طرح وہ اپنی گمراہی پھیلا سکیں حالانکہ وہ ائمہ دین ایسی گمراہیوں سے بری ہوتے ہیں۔

لہذا امام ابو حنیفہؒ اہل حق کے امام ہیں اور مرجئہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ عبد القاہر بغدادی اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ نے کتاب الفرق بین الفرق ص ۲۰۳ پر اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے الملل والنحل ج ۱ ص ۱۴۱ پر ابو حنیفہؒ کی برات کی تصریح کی ہے اور غسان وغیرہ کی ابو حنیفہؒ پر تہمت ارجاء کی سخت تردید کی ہے۔

دراصل وجہ اشتباہ یہ ہے کہ مرجئہ بھی ایمان میں اعمال کو داخل نہیں مانتے اور ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اس لفظی اشتراک کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔ کہاں ابو حنیفہؒ اور کہاں مرجئہ۔ مرجئہ اعمال کو مؤخر کر کے کہتے ہیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ آخرت میں معاصی نقصان دہ نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ حصول جنت میں طاعات ونیک اعمال کا کوئی دخل نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ایمان صرف معرفت باللہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام باتیں غلط ہیں ابو حنیفہؒ ان سے بری ہیں۔

ابو حنیفہ جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ تکمیل ایمان کے لیے اور حصول نجات اخروی کے لیے اور رفع درجات عند اللہ کے لیے اعمال صالحہ ضروری ہیں اس لیے وہ خود کثیر العبادۃ تھے اور ساری رات عبادت کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ معاصی آخرت میں نقصان دہ ہیں اور مؤمن عاصی دوزخ میں جائے گا اگر اللہ تعالی چاہے۔ اور فرماتے ہیں کہ صرف معرفت وعلم باللہ سے کوئی شخص مؤمن نہیں بنتا بلکہ مؤمن کے لیے تصدیق وتسلیم وتصدیق بالرسول ضروری ہے نفس معرفت تو بہت سے کفار کو بھی حاصل تھی۔ کما قال اللہ تعالی یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم صرف معرفت سے کوئی شخص مؤمن

نہیں بنتا۔

یہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا عقیدہ اور یہی عقیدہ ہے کل متکلمین کا۔ اگر یہ عقیدہ ارجاء ہو تو کل ائمہ و متکلمین مرجئہ ہونگے العیاذ باللہ۔ قال الشہرستانی فی بیان المرجئۃ الغسانیۃ اصحاب غسان الکوفی۔ ومن العجیب ان الغسان کان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجئۃ ولعلہ کذب علیہ لعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ ولعل السبب فیہ انہ لما کان یقول الایمان ھو التصدیق بالقلب وھو لا یزید ولا ینقص ظنوا انہ یؤخر العمل عن الایمان والرجل مع تخریجہ فی العمل کیف یفتی بترک العمل اھ۔

بہرحال یہ صرف تعبیری مشارکت ہے اور اس مشارکت سے مشارکت واتحاد فی العقیدہ لازم نہیں آتا ورنہ پھر تو لازم آئے گا کہ امام شافعیؒ ومحدثین وائمہ عظام بھی معتزلہ یا خوارج ہونگے۔ العیاذ باللہ۔ کیونکہ معتزلہ وخوارج بھی ایمان کو تصدیق واقرار واعمال سے مرکب مانتے ہیں اور امام شافعیؒ وغیرہ محدثین بھی ایمان کو ان تین سے مرکب مانتے ہیں تو صرف اس تعبیری اشتراک کی وجہ سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان ائمہ دین کو معتزلہ وخوارج میں شمار کرے کیونکہ یہ صرف تعبیری اشتراک ہے اور مقصود و عقیدہ میں اشتراک نہیں ہے۔ اس لیے کہ معتزلہ وخوارج کے نزدیک مرتکب گناہ ایمان سے خارج ہوتا ہے اور محدثین وائمہ دین کے نزدیک یہ ایمان سے خارج نہیں ہوا البتہ وہ فاسق وگنہ گار ہوا۔ بہرحال لفظی وتعبیری اشتراک کے پیش نظر جس طرح امام شافعیؒ وامام احمدؒ ودیگر ائمہ کو معتزلی یا خارجی کہنا غلط ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بھی غلط ہے اور گمراہی ہے۔ یہ جواب اول کی تفصیل ہے۔

جواب ثانی۔ ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ ابوحنیفہؒ قدریہ ومعتزلہ وخوارج وغیرہ اہل بدعت کے بڑے مخالف تھے اور کتب تاریخ میں ہے کہ معتزلہ وخوارج عقیدہ تقدیر وغیرہ میں اپنے مخالفین کو مرجئہ کہتے تھے۔ قال الشہرستانی فی بیان اطلاق المرجئۃ علی ابی حنیفۃ ولہ سبب اٰخر وھو انہ کان یخالف القدریۃ والمعتزلۃ الذین ظہروا فی الصدر الاول والمعتزلۃ کانوا یلقبون کل من خالفھم فی القدر مرجئا وکذلک الوعیدیۃ من الخوارج فلا یبعد ان اللقب انما لزمہ من فریقی المعتزلۃ والخوارج اھ۔

جواب ثالث۔ ارجاء کا معنی ہے تاخیر یعنی مؤخر کرنا۔ کتب تاریخ وکلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مرجئہ کے تین معنی ہیں۔ بالفاظ دیگر مرجئہ تین انواع ہیں۔

نوع اول۔ وہ مرجئہ ہیں جو گمراہ ہیں اور جو کہتے ہیں کہ عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں صرف معرفت باللہ نجات کے لیے کافی ہے۔ چونکہ یہ فرقہ عمل صالح کو معطل کرتا ہے اس لیے یہ اہل سنت سے خارج ہے اور

اس فرقہ کا بیان ابھی گزر چکا ہے۔
نوع ثانی وہ ہے جو صاحب کبیرہ کا حکم مؤخر کر کے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ اللہ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے جنت میں داخل کردے اور اللہ چاہے تو دوزخ میں داخل کردے۔ اور یہ عقیدہ ہے صاحب کبیرہ کے بارے میں کل اہل سنت وجماعت کا۔ اس کے خلاف صرف معتزلہ وخوارج ہیں جو کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا دنیا میں حکم یہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہوا اور کافر نہیں ہے کما قالت المعتزلۃ یا کافر ہے کما قال الخوارج۔ بنا براین معنی کل اہل سنت مرجئہ ہیں۔
نوع ثالث۔ ارجاء کے تیسرے معنی ہیں حضرت علیؓ کو خلیفہ رابع تسلیم کریں نہ کہ خلیفہ اولؓ ثانیؓ ثالث بنا براین شیعوں کے سوا کل امت محمدیہ محدثین ومفسرین ومتکلمین وفقہاء حضرت علیؓ کو درجۂ اولیٰ سے مؤخر کر کے درجۂ رابعہ کا خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا حق ہی یہی تھا کہ وہ درجہ رابعہ میں خلیفہ بن جائیں۔
یہ ہیں تین انواع مرجئہ۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل ج ۱ ص۱۳۹ بعد بیان النوع الاول من الارجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرۃ الی یوم القیامۃ فلا یقضی علیہ بحکم ما فی الدنیا من کونہ من اهل الجنۃ او من اهل النار فعلی هذا المرجئۃ والوعیدیۃ فرقتان متقابلتان۔ و قیل الارجاء تاخیر علیؓ عن الدرجۃ الاولی الی الرابعۃ فعلی هذا المرجئۃ والشیعۃ فرقتان متقابلتان انتھی۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ پر نوع ثانی یا نوع ثالث من الارجاء کے پیش نظر مرجئہ کا اطلاق ہوا ہے اور ان آخری دونوں نوعوں کو مرجئۃ السنّت کہتے ہیں۔ فاندفع الاشکال۔ هذا واللہ اعلم۔
الجهمیّة یہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔ یہ جہم بن صفوان راسبی کے اتباع ہیں۔ جہم ہذا جعد بن درہم زندیق کا تلمیذ ہے۔ جعد بہت بڑا ملحد وخبیث الطبع شخص تھا۔ جعد سب سے پہلا وہ شخص ہے جو خلق قرآن اور تعطیل اللہ عن صفاتہ کا قائل ہوا۔ جعد کے بارے میں حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں الجعد بن درهم عداده فی التابعین مبتدع ضالّ زعم ان اللہ لم یتخذ ابراهیم خلیلا ولم یکلّم موسیٰ تکلیما وقُتِل علی ذلك بالعراق یوم النحر۔ جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے اپنی ولایت وامارت کے زمانہ میں ۱۲۴ھ میں بروز عید الاضحیٰ قتل کر دیا تھا۔
جہم کے بارے میں حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں الضالّ المبتدع راس الجهمیّة هلك فی زمان صغار التابعین وما علمتہ روی شیئا ولکنہ زرع شرًّا عظیما۔ طبری لکھتے ہیں انہ کان کاتبا للحارث بن سریج الذی خرج فی خراسان فی آخر دولۃ بنی امیّۃ۔ فرقہ جہمیہ کی تفصیل کے لیے دیکھیں کتاب تبصیر ص ۶۲ وکتاب ملل ونحل ج ۱ ص ۸۶۔

جہمیہ خالص جبریہ فرقہ ہے جو انسان کو مجبور محض بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان قدرت سے متصف نہیں ہے اور انسان مثل جمادات ہے اس کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ اپنے افعال کا نہ خالق ہے نہ کاسب۔ بلکہ بندہ کی طرف افعال کی نسبت مجازاً ہوتی ہے جس طرح جمادات کی طرف بعض افعال کی نسبت ہوتی ہے۔ فهذه النسبة الى الانسان مثل نسبة الاثمار الى الشجرة والجری الى الماء والحركة الى الحجر۔ قال الشهرستانی نقلاً عنهم قالوا لا قدرة للانسان ولا ارادة ولا اختيار وتنسب اليه الافعال مجازاً كما تنسب الى الجمادات كما يقال اثمرت الشجرة وجرى الماء وتحرك الحجر وطلعت الشمس وغربت و تغيمت السماء وامطرت الى غير ذلك والصواب والعقاب جبر كما ان الافعال كلها جبر واذا ثبت الجبر فالتكليف ايضاً كان جبراً۔

وقال الشهرستانی جهم بن صفوان من الجبرية الخالصة ظهرت بدعته بترمذ وقتله سلم بن احوز المازنی بمروة فی آخر ملك بنی امية اھ۔ الملل والنحل ج ۱ ص۸۶۔ جہمیہ کے چند گمراہ عقائد یہ ہیں

(۱) زعم جهم ان الجنة والنار تفنيان۔

(۲) وان الايمان هو المعرفة بالله فقط وان الكفر هو الجهل به فقط كذا فی كتاب الفرق بين الفرق ص۲۱۱۔

(۳) وان من اتى بالمعرفة ثم جحد بلسانه لم يكفر بجحده لان العلم والمعرفة لا يزولان بالجحد فهو مؤمن۔

(۴) ولا يتفاضل اهل الايمان فيه فايمان الانبياء وايمان الامة على نمط واحد اذ المعارف لا تتفاضل۔

(۵) وان رؤية الله من المحال كما قالت المعتزلة۔ كذا فی الملل ص۸۸ ج ۱۔

(۶) لا فعل ولا عمل لاحد غير الله وانما تنسب الاعمال الى الخلق على المجاز۔

(۷) وان علم الله حادث۔

(۸) وامتنع ان يوصف الله بانه شیٔ اوحیّ اوعالم او مريد قال جهم لا اصفه بوصفٍ يجوز اطلاقه على غيره تعالى ثم انه وصفه بانه قادر و موجد وفاعل وخالق ومحی ومميت لان هذه الاوصاف مختصة بالله تعالى۔ وكان جهم يخرج باصحابه فيقفهم على المجذومين ويقول انظروا ارحم الراحمين يفعل مثل هذا انكاراً لرحمته كما انكر حكمته۔ بہرحال جہمیہ فرقہ اسلام میں ایک عظیم فتنہ تھا۔ هذا والله اعلم۔

المعتزلہ۔ آیت ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم الخ اور الذین یؤمنون بالغیب الخ کی تفسیر کے علاوہ کئی مواضع میں معتزلہ کا ذکر موجود ہے۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ منکر تقدیر ہیں اور خلقِ افعال کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ معتزلہ و خوارج کو وعیدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ فرقہ معتزلہ بھی جہمیہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ اس فرقہ میں بڑے اہل علم گزرے ہیں مثل زمخشری وغیرہ۔

معتزلہ علوم فلسفہ و علوم یونان کے بڑے ماہر تھے اور فلسفہ کو اصل سمجھتے ہوئے اس کے مطابق قرآن واحادیث کی تاویلیں کرتے تھے اور اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ حالانکہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن وحدیث کو اصل سمجھے اور جہاں پر اصول اسلام اور اصول فلسفہ میں تضاد و تقابل آجائے تو اصول اسلام کو اصل و صحیح سمجھتے ہوئے ان کے مطابق اصول فلسفہ کی تاویل کرنی چاہیے اور اگر تاویل و تطبیق نہ ہوسکے تو اصول فلسفہ کو رد کرنا لازم ہے۔ یہ ہے ہمارے مشایخ اہل سنت والجماعت محدثین ومفسرین کا معروف و مسلم طریقہ۔ معتزلہ نے عقل و عقلیات کا ساتھ دیتے ہوئے اصول اسلام سمجھنے میں بڑی غلطیاں کیں۔ معتزلہ کے چند عقائد یہ ہیں۔

اوّل۔ معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ کے منکر ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے وہ وصفِ علم و وصفِ قدرت وحیات و سمع و بصر کے اثبات کے قائل نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عالم بھی ہے اور قادر بھی اور سمیع و بصیر بھی بعلم ذاتی و بقدرتِ ذاتی و بسمع ذاتی و ببصر ذاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اللہ کے عالم و قادر و سمیع و بصیر ہونے کے لیے کافی ہے پس اللہ عالم و قادر ہے سمیع و بصیر ہونے میں اپنی ذات کے علاوہ اوصاف واتصاف بالاوصاف کے قائل نہیں ہیں۔

دوم وہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو محال سمجھتے ہیں وزعموا انہ لا یری نفسہ ولا یراہ غیرہ واختلفوا هل هو رائي لغيره ام لا فاجازه قوم منهم واباه قوم اخرون منهم۔

سوم وہ قرآن مجید یعنی کلام اللہ کو حادث و مخلوق کہتے ہیں۔

چہارم وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے افعال میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ہم خود اپنے افعال اختیاریہ کے خالق ہیں۔ بنابریں ان کے نزدیک ہر انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات کے اعمال میں بھی اللہ کی تقدیر و عمل کا دخل نہیں ہے۔ اور اسی عقیدہ کی وجہ سے اہل سنت انھیں قدریہ کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے بارے میں بطور پیش گوئی وارد ہے القدرية مجوس هذه الامة وقال عليه السلام القدرية خصماء الله بالقدر۔

پنجم۔ ان کے زعم میں اللہ تعالیٰ پر رعایت مصالح عباد واجب ہے۔

ششم۔ مرتکب گناہ کبیرہ ان کے نزدیک نہ مؤمن ہے اور نہ کافر اور اس کا نام انہوں نے اپنی

اصطلاح میں فاسق رکھا ہے لہذا وہ اسلام و کفر کے مابین واسطہ کے قائل ہیں۔ البتہ وہ آخرت میں جنت و دوزخ کے مابین واسطہ کے قائل نہیں ہیں چنانچہ یہ فاسق ان کے نزدیک کفار کی طرح مخلد فی النار ہوگا۔
ہفتم۔ ان کے زعم میں مؤمن صالح و مطیع مستحق ثواب و جنت ہے لہذا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ ان کے زعم میں جنت میں دخول کا سبب مؤمن کی اطاعت ہی ہے اس کا سبب اللہ تعالیٰ کا تفضل و مہربانی نہیں ہے۔

اعتزال کا معنی ہے برطرف وجدا کرنا یا جدا ہونا چونکہ وہ اپنے عقیدوں کے لحاظ سے اہل سنت سے برطرف ہیں اور ان کے مخالف ہیں اس لیے وہ معتزلہ کہلائے۔ نیز وہ چونکہ تقدیر کے منکر ہیں اور افعالِ اختیاریہ میں تخلیق خدا تعالیٰ کا دخل نہیں مانتے اس وجہ سے بھی وہ معتزلہ کہلائے کیونکہ وہ تقدیر خدا سے برطرف اور مخالف ہیں یا تقدیرِ خدا تعالیٰ کو اپنے افعال سے برطرف مانتے ہیں۔

معتزلہ واصل بن عطاء غزال کے متبع ہیں اور واصل ہی اول اول قائل بعقائد اعتزالیہ ہوا۔ کما صرح بہ کثیر من العلماء۔ واصل حسن بصریؒ کا تلمیذ اور ان کے حلقہ درس کے شرکاء میں سے تھا، پھر واصل نے تقدیر کا انکار کیا اور اسی طرح دیگر نئے عقائد کا اظہار کرتے ہوئے حسن بصری کے حلقہ درس سے جدا ہوکر الگ اپنی مجلس اور حلقہ قائم کرلیا تو حسن بصریؒ نے فرمایا قد اعتزل عنّا اس لیے وہ معتزلہ کہلائے واصل فرقہ معتزلہ کا مؤسس و رئیسِ اول ہے۔ دیکھیے کامل للمبرد۔ ج ۳ ص ۹۲۱۔ واصل کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی اور حسن بصریؒ کی وفات ۱۱۰ھ میں ہوئی۔

شہرستانی لکھتے ہیں کہ مسئلہ تقدیر میں واصل بن عطاء نے معبد جہنی و غیلان دمشقی کی تقلید کی۔ کتاب الملل والنحل ج ۱ ص ۴۷۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ معبد جہنی بصری بڑا ملحد تھا کان اول من تکلم فی الاسلام بالقدر وذکروا انہ اخذ ذلک عن نصرانی اسمہ ابویونس سیسویہ ویعرف بالاسواری معبد بن خالد الجہنی کے بارے میں ابو حاتم لکھتے ہیں قدم المدینۃ فافسد فیہا ناسا انتہی۔ دارقطنی لکھتے ہیں حدیثہ صالح ومذہبہ ردیٔ وعن الاوزاعی قال اول من نطق فی القدر رجل من اہل العراق یقال لہ سوسن کان نصرانیا فاسلم ثم تنصّر اخذ عنہ معبد الجہنی واخذ غیلان عن معبد صلبہ عبد الملک بن مروان وقیل قتل الحجاج ۸۰ھ۔

راجع کتاب العبر ج ۱ ص ۹۲ وتہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۲۲۵ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر بغدادی ص ۱۸

غیلان دمشقی اس الحاد و زندقہ میں معبد کا شاگرد تھا۔ خلیفہ عادل عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ نے گرفتار کرا کے اسے قتل کرنا چاہا لیکن غیلان نے اظہار توبہ کیا۔ بعدہ پھر اس نے وہی الحاد شروع کردیا تو

ہشام بن عبدالملک نے اسے باب دمشق میں پھانسی پر لٹکادیا۔ لسان المیزان ج ۴ ص ۴۲۴ معارف ص ۶۲۵۔ یہ مذہب اعتزال کی مختصر تاریخ تھی۔

معتزلہ کا رئیس واصل بن عطاء الثغ تھا یعنی حرف را، ادا نہیں کرسکتا تھا۔

اس فرقے کی تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التبصیر۔ ص ۴۰ وطبقات معتزلہ ص ۲۸ ووفیات الاعیان لابن خلکان ترجمہ ۷۲۹۔ اور احوال واصل کے لیے دیکھیں کامل مبرد ج ۲ ص ۱۲۴۴۔ لسان المیزان ص ۲۱۴ ج ۶۔ کتاب البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۴۲۔ البیان والتبیین للجاحظ ج ۱ ص ۲۱۔

معتزلہ کے اندر بہت سے فرقے ہیں۔ عبدالقاہر نے ان کے بیس فرقے ذکر کیے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو کافر کہتا ہے۔

چند فرقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) واصلیہ اتباع واصل بن عطاء (۲) ہذیلیۃ اتباع ابی الھذیل حمدان بن الھذیل متوفی ۲۲۶ھ۔ دیکھیے مقالات الاسلامیین لابی الحسن الاشعریؒ ج ۲ ص ۴۸۲ (۳) النظامیہ اتباع ابراہیم بن سیّار المعروف بالنظام یہ ابی الھذیل کا ابن اخت تھا۔ نظام کا سالِ وفات ۲۳۱ھ ہے۔ (۴) الاسواریہ اتباع علی اسواری۔ (۵) المعمریہ۔ اتباع معمر بن عباد سلمی متوفی ۲۲۰ھ (۶) الھشامیۃ۔ اتباع ہشام بن عمرو متوفی ۲۲۶ھ (۷) الجاحظیۃ۔ اتباع عمرو ابن بحر ابی عثمان الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ وقیل ۲۵۵ھ راجع العبر ج ۱ ص ۴۵۶ ووفیات الاعیان ترجمہ ۴۷۹ وطبقات المعتزلہ ص ۶۷ (۸) الاسکافیہ اتباع محمد بن عبداللہ اسکافی متوفی ۲۴۰ھ (۹) الکعبیہ۔ اتباع ابی القاسم بن محمد الکعبی متوفی ۳۱۹ھ (۱۰) الجبائیہ والبہشمیۃ اتباع ابوعلی جبائی متوفی ۲۹۵ھ واتباع ابنہ ابوہاشم عبدالسلام متوفی ۳۲۱ھ ہذا واللہ اعلم۔

الشیعۃ۔ مذہب تشیع کی تردید کی طرف تفسیر ہذا میں کئی مواضع میں واضح اشارے موجود ہیں۔ شیعہ اہل حق کے لیے ایک عظیم آفت ہیں۔ ہر زمانے میں دین اسلام و مسلمانوں کو ان سے بڑا نقصان پہنچا ہے اور پہنچتا رہے گا۔ یہ بظاہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع کا شیعہ یعنی گروہ ہیں۔ شیعہ کا معنی ہے جماعت، لیکن درحقیقت وہ اہل بیت وعلی رضی اللہ عنہم کے عقائد وآراء کے مخالف ہیں۔

تشیع کی بنیاد یہود نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے رکھی تھی۔ شیعوں کے بعض عقائد مضحکہ خیز ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہ مجوس و مشرکین سے بھی کفر میں آگے نکل گئے ہیں اور بعض عقائد ایسے ہیں جنھیں تسلیم کرنے کے لیے ادنیٰ عاقل بھی تیار نہیں ہوسکتا۔ کتبِ تاریخ میں ہے کہ شیعیت کا بانی عبداللہ بن سبا ہے۔ یہ دراصل یہودی تھا جو اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے بظاہر اسلام میں داخل

ہوگیا تھا۔ اور محبتِ علیؓ اور محبت اہل بیت کو اپنی گمراہی اور اپنے فرقہ کی بنیاد قرار دیا۔

کیونکہ اس کی رائے میں یہ ایک قوی ہتیھار تھا وہ سمجھتا تھا کہ محبت اہل بیت ہر مسلمان کے دل میں ثابت ہے۔ اسی وجہ سے یہ دھوکہ اور گمراہی کا اور تشیع کی قوت کا بہترین ذریعہ ہے اور واقعی وہ اپنی خباثت میں کامیاب ہوا اور آج تک کامیاب ہے اور اہل تشیع ہمیشہ کے لیے قرآن و اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہے اور پہنچا رہے ہیں اور پہنچاتے رہیں گے۔

تشیع کی تفصیل کے لیے دیکھیں مقالات الاسلامیین ج ا ص ۱۲۹ و الملل والنحل ج ا ص ۱۴۶ وکتاب الفرق بین الفرق لعبد القاہر اسفرائینی متوفی ۴۲۹ھ ص ۲۱، ۲۹، ۲۲۵، ۲۳۳ ومروج الذہب ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۵۲۔ والتبصیر ص ۱۷ وشرح عقیدۃ السفارینی ج ا ص ۸۰۔

شیعوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ شہرستانی لکھتے ہیں کہ ان کے بڑے فرقے پانچ ہیں کیسانیہ، و زیدیہ و امامیہ و غلاۃ و اسماعیلیہ۔ پھر ہر ایک فرقہ میں متعدد فرقے ہیں۔

اول کیسانیہ۔ یہ اتباع کیسان ہیں جو حضرت علیؓ کا غلام تھا۔ ان کیسانیہ میں متعدد فرقے ہیں یعنی مختاریہ[1] اصحاب مختار بن ابی عبید الثقفی الہاشمیہ[2]۔ البیانیہ[3]۔ الرزامیہ۔

فرقہ دوم زیدیہ ہے۔ اتباع زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ ان میں تین فرقے ہیں جارودیہ۔ سلیمانیہ۔ بتریہ۔

فرقہ سوم امامیہ۔ ہم قائلون بامامۃ علیؓ بعد النبی علیہ السلام نصاً ظاہراً قالوا لیس فی الدین والاسلام امر اہم من تعیین الامام۔ امامیہ کچھ مدت کے بعد بعض تو معتزلہ ہوگئے اور بعض مشبہہ ہوگئے۔ اور بعض نے کچھ اور گمراہ عقائد اختیار کر لیے۔ اسی فرقہ امامیہ میں سے ہیں اثنا عشریہ و باقریہ وغیرہ۔

فرقہ چہارم غلاۃ یعنی غالیہ۔ اس فرقہ نے اپنے ائمہ کے حق میں غلو و تجاوز کر کے انھیں حدود مخلوق سے نکال کر ان کے لیے احکامِ ربوبیت ثابت کیے۔ ان میں بڑے بڑے فرقے بارہ ہیں السبائیہ۔ الکاملیہ۔ الخطابیہ وغیرہ۔

فرقہ پنجم اسمعیلیہ وہ اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔

شیعوں کے مختلف فرقوں کے چند عقائد بطور مشتے نمونہ خروارے یہ ہیں۔

(۱) ان میں سے بعض کا زعم ہے کہ نبی علیہ السلام نے امامتِ علیؓ کی تصریح فرمادی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب کافر ہوگئے العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیونکہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے بعض یعنی سلیمانیہ کہتے ہیں کہ امامتِ ابوبکر و عمر بھی صحیح تھی اور جائز تھی البتہ حضرت علی ان سے اولیٰ تھے لہٰذا وہ کافر نہیں ہیں۔

(۲) زیدیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ وہ مؤمن جو مرتکب گناہ کبیرہ ہوا ہو وہ مخلد فی النار ہوگا۔ ان کا یہ عقیدہ وہی عقیدہ ہے جو خوارج و معتزلہ کا ہے۔ دیکھیے کتاب الفرق، ص ۳۴۔

(۳) ان میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کے قائل ہیں۔ بداء کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے ایک معاملہ کا علم ہو اور اس کے بعد اسے اپنے علم میں غلطی ظاہر ہو جائے جس طرح انسان کو تجربہ سے گاہے اپنے سابقہ علم کی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ اہل تشیّع کی یہ بات کتنی بڑی گمراہی ہے۔ اہل تشیّع میں سے مختار اور بہت سے دیگر شیعہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بداء کا عقیدہ رکھتے تھے۔

(۴) ان میں سے بعض تناسخ کے بھی قائل ہیں اور قیامت کے منکر ہیں۔ کما فی الملل والنحل ص ۱۵۱۔

(۵) ان میں سے بعض یعنی بیانیہ و سبائیہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ یعنی خدا مانتے ہیں۔ قالوا حلّ فی علیّ جزء الٰھیّ واتّحد بجسدہ ولذا کان علیّ یعلم الغیب ویحارب الکفار وبھذا الجزء الالٰہی قلع باب خیبر۔ وقالوا اختفی علی رضی اللہ عنہ وربما یظھر فی بعض الازمان وقالوا فی تفسیر قولہ تعالیٰ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام اراد بہ علیًا رضی اللہ عنہ وقالوا ھو الذی یأتی فی الظلل والرعد صوتہ والبرق ابتسامہ۔ عبداللہ بن سبأ کے بارے میں شہرستانی لکھتے ہیں انہ قال لعلیّ کرم اللہ وجھہ انت انت یعنی انت الالٰہ فنفاہ علی رضی اللہ عنہ الی المدائن۔

زعموا انہ کان یھودیا فاسلم وکان فی الیھودیۃ یقول فی یوشع بن نون وصی موسی علیھما السلام مثل ما قال فی علی رضی اللہ عنہ۔

وزعم ان علیاً حیٌّ لم یمت ففیہ الجزء الالٰہی وھو الذی یجیٔ فی السحاب والرعد صوتہ والبرق تبسمہ انتھی۔ کتاب الفرق ص ۲۳۳ میں ہے زعم عبداللہ بن سبا ان علیًا کان نبیًا ثم غلا فیہ حتی زعم انہ الٰہ ودعا الی ذلک قومًا من غُواۃ الکوفۃ فامر علیٌ باحراق قوم منھم ثم خاف اختلاف اصحابہ علیہ فنفی ابن سبأ الی سباط المدائن فلما قُتل علیّ زعم ابن سبأ ان المقتول لم یکن علیًا وانما کان شیطانًا تصوّر للناس فی صورۃ علیّ وان علیًا صعد الی السماء کما صعد الیھا عیسی بن مریم وانہ سینزل الی الدنیا وینتقم من اعدائہ۔ وزعم بعضھم ان علیًا فی السحابۃ وان الرعد صوتہ والبرق سوطہ ومن سمع من ھؤلاء الشیعۃ صوت الرعد قال علیک السلام یا امیر المؤمنین۔

(۶) شیعوں میں بعض غلاۃ بیانیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صورت مثل صورت انسان ہے اور جس طرح انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وہ مکمل طور پر ایسے ہی اعضاء ثابت کرتے ہیں۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ سارے اعضاء کسی وقت فنا ہو جائیں گے

سوائے وجہ کے لقولہ تعالیٰ کل شئ ھالك الا وجھہ شیعوں کا یہ فرقہ بیانیہ کہلاتا ہے اتباع بیان بن سمعان تمیمی۔

یہ بیان بن سمعان قرن ثانی ہجری کے اوائل میں ظاہر ہوا وادّعی اوّلاً انّ جزءًا الٰھیًّا حلّ فی علیؓ ثم فی محمد بن الحنفیۃ ثم فی ابنہ ابی ھاشم ثم فی بیان نفسہ ثم ادعی النبوۃ حتی اخذہ خالد القسری وصلبہ۔ وکان بیان بن سمعان یزعم معرفۃ الاسم الاعظم وانہ یھزم بہ العساکر وانہ یدعوبہ الزھرۃ فتجیبہ فلما اخذہ خالد بن عبد اللہ القسری قال لہ ان کنت تھزم الجیوش بالاسم الذی تعرفہ فاھزم بہ اعوانی عنك۔

دیکھیے مقالات الاسلامیین ج ۱ ص۶۶ ۔ التبصیر ص۷۳ ، الحور العین ص۱۶۱ تا ص۲۲۶ ، اعتقادات فرق المسلمین ص۵۹ ، کامل ابن الاثیر ج ۵ ص۸۲ ، کتاب الفرق بین الفرق ص۴۰ و ص۲۳۷ ۔

(۷) شیعہ تقیہ کو جائز بلکہ مستحب بلکہ دین کا جزء بتاتے ہیں۔ تقیہ کی تفصیل بڑی طویل ہے البتہ حاصل یہ ہے کہ حسب ضرورت اگرچہ مجبوری نہ ہو جھوٹ بولنا کار ثواب ہے۔

(۸) غدر وفریب دہی ہر شیعی کے ساتھ لازم بیّن ہے۔ خصوصاً زمانہ حال کے شیعہ تو اہل سنّت کی دشمنی میں حد سے نکلے ہوئے ہیں۔ عبد القاہر بغدادی لکھتے ہیں کہ روافضِ کوفہ کا شیوہ ہے غدر وبخل اور وہ اس سلسلے میں عرب میں ضرب المثل تھے حتی قیل ابخل من کوفیّ واغدر من کوفیّ ان کے فریب و دھوکے کے چند نمونے یہ ہیں۔

(۱) انہوں نے قتل علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جب وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو شیعوں نے ساباط مدائن میں دھوکہ کیا حتی کہ ان میں سے ایک شخص سنان جعفی نامی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے نیزہ مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ یہی غدر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔

شیعہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہزارہا خطوط لکھ کر یزید کے خلاف کوفہ بلایا اور کربلا میں وہ سارے ان کے خلاف عبید اللہ بن زیاد کی معاونت کرنے لگے تاآنکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے خاندان سمیت شہید ہوئے۔

(۳) شیعہ پندرہ ہزار کی تعداد میں اپنے امام زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ جمع ہوئے اور انھیں بغاوت کرنے اور یوسف بن عمر سے جنگ پر آمادہ کیا پھر بیعت توڑ کر عین سخت جنگ کے دوران زید بن علی کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ زید قتل ہوئے۔ ترک معاونتِ زید کے بعد وہ روافض کہلانے لگے۔ عین جنگ کے وقت شیعوں نے زید سے کہا کہ شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں

آپ کا عقیدہ کیا ہے۔ زید نے کہا انی لا اقول فیھما الا خیراً وما سمعت ابی یقول فیھما الا خیراً انما خرجت علی بنی امیۃ الذین قتلوا الحسین واغاروا علی المدینۃ یوم الحرۃ ثم رموا بیت اللہ بحجر المنجنیق والنار ففارقوہ فقال لھم رفضتمونی ومن یومئذٍ سموا الرافضۃ اھ۔

المجوس ۔ آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین الخ کی شرح میں مذکور ہے مجوس مشرکین وکفار کا ایک قدیم فرقہ ہے ان میں سے بعض آتش پرست ہیں اور بعض کواکب پرست۔ مجوس اتباعِ ابراہیم علیہ السلام کے مدعی ہیں اگرچہ وہ ملتِ ابراہیمی سے کوسوں دور ہیں۔

اجمالاً عقیدہ مجوس کے سمجھنے کے لیے یہ یاد رکھیں کہ وہ دو خالقوں کے قائل ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے نزدیک دو امور اصل عالم اور خالق ہیں عالم کے لیے اور یہ دونوں قدیم ہیں اور عالم کے مدبّر و متصرف ہیں۔ اور یہی دو اصل خیر و شر، نفع و ضرر، صلاح و فساد تقسیم کرنے والے ہیں۔ ایک اصل کا نام نور ہے اور ایک کا نام ظلمت ہے۔ فارسی میں نور کا نام یزدان ہے اور یہی خالق خیر و نفع و صلاح ہے۔ اور دوسرے کا نام، فارسی میں اہرمن ہے اور یہی شر و ضرر و فساد کا خالق اور برپا کرنے والا ہے اس نور کا نام اللہ ہے اور ظلمت و اہرمن کا نام شیطان ہے۔

عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔

قاعدہ اولیٰ۔ اختلاط نور و ظلمت اور اس کا سبب۔

قاعدہ ثانیہ۔ امتیاز و خلاصِ نور ظلمت سے اور خلاص و امتیازِ ظلمت نور سے۔ یہ دو قاعدے ہیں جن پر ان کا مسلک قائم ہے چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ نور و ظلمت کا آپس میں ایک دوسرے سے اختلاط مبدء عالم ہے اور نور کا ظلمت سے امتیاز و خلاصی حاصل کرنا معاد و قیامت ہے۔ جب نور ظلمت سے ممتاز ہو جائے اور چھٹکارا حاصل کر لے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

ان کے نزدیک اس دنیا کی بقا خلط نور و ظلمت کی مرہون ہے۔ مجوس کو ثنویہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دو مدبّرین خالقین جو یزدان و اہرمن ہیں کے قائل ہیں۔ یہ ہے ان کے مسلک کا خلاصہ۔

تفصیل مسلک مجوس یہ ہے کہ ان میں متعدد فرقے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے۔

فرقہ اولیٰ کیومرثیہ۔ یہ ان میں قدیم تر فرقہ ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسانی کا پہلا فرد کیومرث ہے اور یہی آدم علیہ السلام ہیں۔ کیومرث کا معنی ہے الحیّ الناطق۔ اصحاب کیومرث اگرچہ اصلین یعنی یزدان و اہرمن کے قائل ہیں لیکن ان کی رائے میں یہ دونوں قدیم و ازلی نہیں ہیں بلکہ یزدان یعنی نور ازلی و قدیم ہے اور اہرمن یعنی ظلمت مخلوق و حادث ہے۔

پھر اہرمن کس طرح پیدا ہوا اس کی تخلیق کی توجیہ وہ یہ کرتے ہیں کہ یزدان کی ایک غلط فکر اور سوچ تخلیقِ اہرمن کا سبب بنی۔ العیاذ باللہ۔ وہ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک مرتبہ یزدان سوچنے لگا کہ میرا مقابل و خصم و منازع موجود تو نہیں ہے لیکن بتقدیر فرض اگر وہ موجود ہوتا تو کیا ہوتا اور کیسا ہوتا۔ یہ سوچ اور تدبر چونکہ بالکل بُرا اور ردّی تھا اور طبیعتِ نور کے مناسب نہ تھا لہٰذا اس فکر و تدبر سے خود بخود ظلمت یعنی تاریکی پیدا ہوئی اور وہ اہرمن سے موسوم ہوئی۔

اور اہرمن کی چونکہ فطرت اور طبیعت شر و فتنہ و فساد و فسق سے بنی ہوئی تھی اس لیے وہ پیدا ہوتے ہی یزدان کا مخالف اور باغی ہوگیا اور اس نے یزدان سے مقابلہ شروع کر دیا وہ فسق و فساد، شر و فتنہ برپا کرتا اور نور یعنی یزدان اسے برے کاموں سے روکتا رہتا اسی طرح ان دونوں میں مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ ظلمت یعنی اہرمن اپنی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا دوسری طرف نور یعنی یزدان بھی اپنی نورانی فوج کے ساتھ اس کے مقابل ہوا اور پھر دونوں فوجوں میں زبردست جنگ شروع ہوگئی مگر کسی کو بھی فتح حاصل نہ ہوسکی۔

چنانچہ فرشتے درمیان میں آگئے اور انھوں نے طرفین میں یہ مصالحت کرائی کہ عالم سفلی اہرمن کے قبضہ میں سات ہزار سال تک رہے گا اس کے بعد اہرمن یہ عالم نور کے سپرد کردے گا۔

مجوس کہتے ہیں کہ اس مصالحت کے بعد ایک انسان پیدا کیا گیا جس کا نام کیومرث ہے اور ایک حیوان جو ثور یعنی بیل تھا۔ اہرمن نے دونوں کو قتل کر دیا پھر اس شخص کے جائے سقوط سے ریباس پیدا ہوا۔ پھر ریباس کی اصل سے ایک مرد ظاہر ہوا جس کا نام میشہ تھا اور ایک عورت جس کا نام میشانہ تھا اور یہ دونوں اصل بشر ہیں اور بیل کے جائے سقوط سے دیگر حیوانات پیدا ہوئے۔

مجوس کا یہ فرقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ازل میں کل انسانی ارواح بلا اجساد تھیں تو نور یعنی یزدان نے انھیں اختیار دیا اس بات کا کہ میں تمھیں اہرمن کے دائرہ حکومت سے اٹھا کر مقام بالا میں لاؤں یا یہ کہ تمھیں اجساد و ابدان سے خلط کر دوں تاکہ تم اہرمن سے لڑتے رہو اور مقابلہ کرتے رہو تو انھوں نے لباس اجساد و محاربہ اہرمن کو پسند کیا بایں شرط کہ نور کی طرف سے ہمیں فوج اہرمن سے لڑائی میں نصرت و کامیابی حاصل ہونے پر حسن عاقبت و حسنِ خاتمہ نصیب ہو۔

چنانچہ مجوس کہتے ہیں کہ شیطان یعنی اہرمن کے ساتھ دنیا میں انسان کی یہ جنگ ابھی تک جاری ہے اور جس وقت انسان اہرمن کی فوج کو ہلاک کر کے کامیابی حاصل کرے گا اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی۔

یہ ہے سبب امتزاج و اختلاط اور یہ ہے سبب خلاص۔

دوسرا فرقہ زروانیہ۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نوع انسان میں پہلا شخص زروان کبیر ہے اور یہ ان کے

زعم میں نبی ہے اور نبی ثانی زردشت ہے۔ یہ فرقہ کہتا ہے کہ نور نے جو اشخاص بنائے وہ سب نورانی روحانی ربّانی تھے لیکن شخص اعظم یعنی زروان کو ایک بار کسی شئے میں شک درپیش ہوا یعنی کسی بات میں وہ شک کرنے لگا اور شک چونکہ ایک قبیح شئ ہے تو اس شک سے اہرمن یعنی ابلیس پیدا ہوا جس طرح بدن کے میل سے جوئیں پیدا ہوتی ہیں اور گندگی سے مچھر مکھیاں اور کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

پھر اہرمن یعنی ابلیس کی چونکہ فطرت قبیح و شریر تھی اس لیے اس نے یہ فساد اور فتنے دنیا میں شروع کیے جو نظر آرہے ہیں۔

اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اصل بات یہی نہیں ہے بلکہ اصل اور تحقیقی بات یہ ہے کہ زروان کبیر نے ۹۹۹۹ سال تک کچھ خاص علمی ذکر واذکار اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے تاکہ اسے بیٹا نصیب ہو جائے لیکن پھر بھی اسے بیٹا نصیب نہ ہوا تو اس کے دل میں یہ فکر اور وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید یہ علم جو مجھے حاصل ہے بے فائدہ ہے۔

اس فکر اور وسوسہ کے وقت اسے دو بیٹے نصیب ہوئے ایک بیٹا صالح تھا یعنی ہرمز اور یہ زروان کے علم سے پیدا ہوا۔ دوسرا بیٹا خبیث تھا جس کا نام اہرمن ہے۔ اہرمن اس کے فکر و وسوسہ سے پیدا ہوا۔ یہ دونوں بیٹے بطنِ واحد میں تھے۔ جب پیٹ سے دونوں کے نکلنے اور ظاہر ہونے کا وقت آیا تو ہرمز بابِ خروج وظہور کے قریب تھا لہٰذا پہلے ہرمز نکل کر ظاہر ہو سکتا تھا اہرمن یعنی شیطان کو اپنی یہ تاخیر پسند نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ پہلے میں ظاہر ہو جاؤں۔

چنانچہ اہرمن یعنی شیطان کسی حیلے سے اپنی ماں کا پیٹ اندر سے چاک کر کے پہلے نکل پڑا اور نکلتے ہی ساری دنیا پر قبضہ کر لیا اور ہرمز جب پیدا ہوا تو اس کے قبضہ میں کچھ نہ آیا۔

بعض مجوس یہ بھی کہتے ہیں کہ پیدائش کے بعد جب اہرمن اپنے والد زروان کے پاس آیا اور زروان نے دیکھا کہ یہ نہایت خبیث و شریر و مفسد ہے تو اسے ملعون و مبغوض قرار دیتے ہوئے اپنے پاس سے بھگا دیا اور قریب نہ آنے دیا چنانچہ اہرمن اپنے باپ سے باغی ہو کر دنیا پر قابض ہو گیا اور ہرمز مدت تک دنیا پر قبضے سے محروم رہا۔ ہرمز چونکہ نیک و صالح تھا اور حسن اخلاق و خیر و صلاح سے متصف تھا اس لیے بعض لوگوں نے اسے رب و معبود بنا لیا۔

بعض زروانیہ کہتے ہیں کہ تخلیقِ شیطان کا سبب یہ ہے کہ عالم میں پہلے صرف اللہ تعالیٰ موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ردّی و قبیح شئے بھی پیوست تھی وہ قبیح شئے فکر ردی تھی یا عفونت ردیہ تھی اور یہی ردی و قبیح شئے شیطان کی پیدائش کا ذریعہ بنی۔ شیطان سے قبل دنیا شرور و آفات سے پاک تھی اور اہل دنیا خیر محض و نعیم خالص و سرور خالص میں تھے۔ شیطان کی پیدائش کے بعد شرور و آفات و

فتن ومصائب ظاہر ہوئے۔

پھر ابتدا میں شیطان آسمان میں نہیں جا سکتا تھا تا آنکہ شیطان کسی حیلہ سے آسمان کو پھاڑ کر اس میں داخل ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ ابلیس یعنی اہرمن پہلے ہی آسمان میں رہتا تھا اور زمین اس سے خالی تھی پھر اس نے کسی حیلہ سے آسمان کو شق کیا اور اپنی فوجوں سمیت زمین میں نازل ہوا۔

اور نور یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ سمیت العیاذ باللہ شکست کھا کر بھاگ گیا العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور شیطان نے نور کو اپنی جنت میں محصور کر دیا۔ شیطان نے جنت کا محاصرہ کر لیا اور دونوں میں تین ہزار سال تک لڑائی جاری رہی۔ پھر فرشتے طرفین کے درمیان آکر مصالحت کرانے لگے کہ ابلیس اپنی فوجوں سمیت زمین پر نو ہزار سال تک قابض رہے اور پھر شیطان اپنی جگہ چلا جائے جنگ کے تین ہزار سال بھی نو ہزار سال میں شمار ہوں گے۔

رب تعالیٰ نے یہ صلح مناسب سمجھتے ہوئے قبول فرمالی کیونکہ بزعم مجوس اسے شیطان اور اس کی فوجوں سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ مدتِ مذکورہ تک اس صلح کے پابند ہیں۔ صلح کے بعد چونکہ شیطان کو کھلی چھٹی مل گئی اس لیے لوگ دنیا میں مصائب وفتن ومحن وبلایا ودیگر بے شمار آفات میں شیطان کی وجہ سے مبتلا ہیں اور مدتِ مذکورہ کے اختتام تک مبتلا رہیں گے اور مدت مذکورہ گزرنے کے بعد لوگ پھر سابقہ نعمتوں اور خوشیوں کو حاصل کر لیں گے۔

ابلیس نے صلح میں یہ شرط بھی لگائی کہ اسے ہر قسم کی شرارتوں اور گناہ کرنے کرانے کی آزادی ہوگی حسبِ زعم مجوس اس مصالحت کے معاہدہ پر دو عادل شخصوں کو گواہ بناتے ہوئے دونوں کو تلواریں دیدی گئیں اور انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ طرفین میں سے جو بھی اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے اسے تلوار سے قتل کر دو۔

مجوس کی یہ احمقانہ اور بیہودہ باتیں کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا جو شخص اللہ تعالیٰ کے جلال وکبریاء وعظیم قدرت کا معترف ہو وہ ایسی بچگانہ باتیں تسلیم نہیں کر سکتا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ واللہ یفعل ما یشاء۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔

فرقہ ثالثہ زردشتیہ۔ یہ اصحاب زردشت بن یورشب ہیں۔ ان کے زعم میں زردشت نبی تھا۔ جو گشتاسب بن لہراسب بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ زردشت کا باپ آذربیجان شہر کا باشندہ تھا اور ماں شہر رے کی تھی جس کا نام دغدویہ تھا۔ کتاب ہذا میں زندیق کے بیان میں ہم نے زرادشت کے زمانے پر مختصر بحث کی ہے فراجعہ۔ مجوس متعدد انبیاء کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ پہلا نبی کیومرث ہے اور یہ زمین کا سب سے پہلا بادشاہ ہے اس کا مقام ومسکن اصطخر شہر تھا اسی طرح زمین میں متعدد

بادشاہ آئے تا آنکہ گشتاسب بن لہراسب بادشاہ ہوا جس کی مملکت میں زردشت حکیم پیدا ہوا۔
یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زردشت کی روح علیین کے ایک درخت میں ڈالی جس کی حفاظت پر ستر فرشتے مامور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے وہ درخت اٹھا کر آذربیجان کے ایک پہاڑ میں گاڑ دیا پھر اس درخت کے ذریعہ زردشت کی روح یا شبح ایک گائے کے دودھ کے ساتھ خلط کر دی اور وہ دودھ زردشت کے باپ نے پیا تو وہ نطفہ بنا پھر وہ نطفہ رحم والدہ میں پہنچا۔ شیطان نے اس کی ماں کو تکلیف پہنچائی لیکن پھر آسمان سے ایک آواز آئی جس سے وہ شفایاب ہوگئی۔ زردشت ہنستا ہوا پیدا ہوا۔ بعض مخالفین نے کسی حیلہ سے زردشت کو بچپن میں اٹھا کر بقر یعنی گائے بیل کے پاس ڈال دیا تاکہ گائے اور بیل اسے مار ڈالیں مگر گائے اور بیل نے اس کی حفاظت کی۔ پھر گھوڑوں کے اصطبل میں ڈالا پھر بھیڑیے کے سامنے ڈالا تاکہ زردشت کسی طرح ختم ہو جائے لیکن یہ سب جانور اس کی حفاظت کرنے لگے تیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے زردشت کو نبوت و رسالت سے نوازا۔
زردشت نے گشتاسب بادشاہ کو اپنے دین کی دعوت دی گشتاسب اس پر ایمان لے آیا د
کان دینہ عبادۃ اللہ والکفر بالشیطان والامر بالمعروف والنھی عن المنکر واجتناب الخبائث۔
زردشت کہا کرتا تھا کہ نور و ظلمت دو متضاد اصل ہیں اسی طرح یزدان واہرمن دونوں متضاد ہیں اور موجوداتِ عالم کے وجود کا سبب نور و ظلمت کا امتزاج ہے اور نور و ظلمت کی تراکیب مختلفہ سے متعدد صورتیں بنیں۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق نور و ظلمت ہیں اور اللہ واحد ہے لاشریک لہٗ ولاضدّ لہٗ۔ اور ظلمت کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ دنیا میں یہ خیر و شر۔ صلاح و فساد۔ طہارت و خباثت کے ہنگامے کا اصل سبب نور و ظلمت کا امتزاج و اختلاط ہے اگر ان دونوں کا اختلاط نہ ہوتا تو یہ عالم بھی موجود نہ ہوتا۔
اور نور و ظلمت کا یہ مقابلہ جاری رہے گا تا آنکہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائے اس غلبہ کے بعد خیر اپنے عالم میں پہنچ جائے گی جو عالمِ بالا ہے اور شر اپنے عالمِ اسفل میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے سببِ خلاص بعد حصول الامتزاج والاختلاط والباری تعالیٰ ھو الذی مزجھما وخلطھما الحکمۃ راٰھا فی التراکیب وقال النور اصل واما الظلمۃ فتبع کالظل۔
زردشت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام ہے زند اوستا۔ وہ اس کتاب میں کہتا ہے کہ عالم دو قسم پر ہے مینہ و کیتی یعنی روحانی و جسمانی۔ پھر اس نے موارد تکلیف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) منش (۲) کویش (۳) کنش۔ یعنی اعتقاد و قول و عمل۔
زردشتیہ اس کے یہ معجزات بیان کرتے ہیں منھا دخول قوائم فرس گشتاسب فی بطن

کشتاسب وکان زردشت فی الحبس فاطلقه فانطلقت قوائم الفرس۔ ومنھا انہ مر علی اعمی بالدینور فقال خذوا حشیشۃ" وصفھا لھم واعصروا ماءھا فی عینہ فانہ یبصر ففعلوا فابصر الاعمی۔ ھذا واللہ اعلم۔

الثنویۃ۔ ثنویہ مثل مجوس بڑا قدیم فرقہ ہے۔ ثنویہ مجوس کی طرح اصلین ازلیین قدیمین یعنی نور وظلمت کے قائل ہیں۔ یہ مجوس میں سے ایک فرقہ ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ مجوس کے علاوہ ان سے ملتا جلتا جدا فرقہ ہے کیونکہ مجوس اصلین میں سے صرف ایک اصل یعنی نور ہی کو قدیم کہتے ہیں اور اصل ثانی یعنی ظلمت کو حادث کہتے ہیں کما تقدم بیان ذلک۔ بخلاف الثنویہ کہ وہ اصلین یعنی نور و ظلمت دونوں کو ازلی و قدیم مانتے ہیں۔ تاہم یہ فرقہ عقائد وحقائق کے لحاظ سے مجوس کے قریب ہے۔

ثنویہ کہتے ہیں کہ نور و ظلمت یہ دو اصل ہیں عالم کے۔ البتہ دونوں میں بلحاظ جوہر و طبع و فعل وحیز ومکان واجناس وابدان وارواح وصفات فرق ہے۔

ثنویہ میں کئی فرقے ہیں۔ ہم یہاں پر ان کے چند فرقے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا فرقہ مانویہ ہے۔ یہ اصحابِ مانی بن فاتک حکیم ہیں۔ مانی سابور بن اردشیر کی حکومت کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ مانی کو بہرام بن ہرمز بن سابور نے قتل کیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا واقعہ ہے۔

مانی نے مجوسیت و نصرانیت کے مابین ایک نیا دین ظاہر کیا اس نے کچھ اصول وعقائد مجوسیت سے لیے اور بعض اصول نصرانیت سے لیے۔ وہ نبوتِ موسیٰ علیہ السلام کا قائل نہ تھا البتہ نبوتِ مسیح علیہ السلام کا قائل تھا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ دراصل مجوسی تھا اور مذاہب کا جاننے والا تھا۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ یہ عالم مرکب ہے دو اصلین قدیمین سے ایک نور ہے اور دوم ظلمت ہے اور دونوں ازلی ہونے کے ساتھ ساتھ ابدی بھی ہیں یعنی فانی نہیں ہیں۔ اس کے زعم وعقیدے کے لحاظ سے کوئی شئے اصل قدیم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی اور یہ دونوں اصل بڑی طاقت والے ہیں۔ نیز دونوں حسّاس و درّاک وعاقل وسمیع وبصیر ہیں۔ البتہ دونوں میں باعتبار نفس وصورت وفعل وتدبیر تضاد ہے اور دونوں کا حیز ومکان متقابل ہیں جس طرح ایک شخص اور اس کا سایہ متقابل ہوتے ہیں۔

وہ اس تقابل وتضاد کو یوں بیان کرتا ہے کہ جوہر نور حَسَن۔ فاضل۔ کریم۔ صافی۔ نقی۔ طیبُ الریح و حَسَنُ المنظر ہے۔ اس کے برخلاف جوہر ظلمت قبیح۔ ناقص۔ لئیم۔ کدر۔ خبیث۔ منتن الریح اور قبیح المنظر ہے۔

نیز نور کا نفس خیر۔ کریم۔ حکیم۔ نافع وعالم ہے۔ اور ظلمت کا نفس شریر۔ لئیم۔ سفیہ۔ ضار اور جاہل ہے۔

نیز نور کا فعل خیر۔ صلاح۔ نفع۔ سرور۔ ترتیب اور اتفاق ہے۔ اور ظلمت کا فعل شر۔ فساد۔ ضرر۔ غم۔ تشویش اور اختلاف ہے۔ نیز نور کے مکان کی جہت جہتِ فوق ہے واکثرھم علی انہ مرتفع من ناحیۃ الشمال۔ اور ظلمت کی جہت جہتِ تحت ہے واکثرھم علی انھا منحطۃ من ناحیۃ الجنوب۔

نیز نور کی اجناس پانچ ہیں جن میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس اس کی رُوح ہے۔ وہ چار ابدان یہ ہیں نار۔ نور۔ ریح۔ ماء۔ اور ان کی رُوح نسیم ہے۔ وھی تتحرك فی ھذہ الابدان۔ اور ظلمت کی اجناس بھی پانچ ہیں۔ ان میں سے چار اَبدان ہیں اور خامس ان کی رُوح۔ ابدانِ اربعہ یہ ہیں۔ حریق۔ ظلمت۔ سموم۔ ضباب۔ اور ان کی رُوح دُخان ہے وھی تتحرك فی ھذہ الابدان قال ولم یزل النور یولد ملائکۃ والٰھۃ واولیاء لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحکمۃ من الحکیم والمنطق الطیّب من الناطق۔ والظلمۃ لم تزل تولد شیاطین وعفاریت لا علی سبیل المناکحۃ بل کما تتولد الحشرات من العفونات القذرۃ۔

مانویہ کہتے ہیں کہ بڑی مدت کے بعد نور اور ظلمت میں اختلاط ہوا تو دخان نسیم سے خلط ہوا اور حریق نار سے اور نور ظلمت سے اور سموم ریح سے اور ضباب ماء سے۔ اس اختلاط کی وجہ سے اس عالم میں خیر و شر صلاح و فساد نفع و ضرر وغیرہ متضاد افعال و امور نظر آتے ہیں۔ پس عالم ہذا میں ہر خیر و نفع و صلاح و برکت کا منبع نور ہے یا اجناسِ نور۔ اور ہر ضرر و شر و فساد و مصائب کا ماخذ ظلمت ہے یا اجناسِ ظلمت۔ پھر نور نے اجناسِ نور کو اجناسِ ظلمت سے جدا کرنے اور ان کی نصرت و مدد کرنے کی نیت سے شمس و قمر و دیگر کواکب چلائے تاکہ ان کی مدد سے اجناسِ نور اجناسِ ظلمت کے ارتباط و اختلاط سے خلاصی حاصل کر لے۔

اجزاءِ نور دائماً صعود و ارتفاع کے طالب ہیں اور اجزاءِ ظلمت ہمیشہ نزول و تسفّل کے طالب ہیں۔ اسی طرح یہ کشمکش اور ہنگامہ جاری رہے گا پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ یہ امتزاج و اختلاط ختم ہو کر اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت سے اپنے آپ کو چھڑا لیں گے اور پھر ہر ایک اپنے اپنے عالم و مرکز میں پہنچ جائے گا اور یہ ہے قیامت و معاد۔

مانی بن فاتک کہتا ہے کہ اس وقت اجزاءِ نور اجزاءِ ظلمت کی گرفت میں ہیں اور وہ اس گرفت سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں اور تسبیح و اذکار۔ اچھی باتیں اور صالح اعمال اجزاءِ نور کے معاون ہیں۔

مانی کہتا ہے کہ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب بھی یہی قیدی اجزاءِ نور یہ ہیں۔ نور کے کچھ نہ کچھ

اجزاء ہر روز اس ظلمت کی گرفت سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں پہنچ کر جمع ہوتے رہتے ہیں دوسرے دن کچھ اور اجزاء چاند میں پہنچ جاتے ہیں اسی وجہ سے یکم کے بعد ہر رات چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ تا آنکہ چاند کا خزانہ پوری طرح مہینے کی چودہ تاریخ کو ان آزاد شدہ اجزاء نوریہ کے جمع ہوتے سے پُر ہو جاتا ہے۔ چودہ تاریخ کے بعد چاند ان انوار کو آہستہ آہستہ اگلے چودہ پندرہ دنوں میں انوار کے بڑے گودام اور بڑے خزانے یعنی شمس میں بھیجتا رہتا ہے اور مہینہ کی آخری تاریخ تک چاند یہ کام پورا کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے مہینہ کی آخری ایک دو رات میں انوار سے خالی ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ انوار ظلمت کے قبضہ سے خلاصی حاصل کر کے چاند میں جمع ہونے لگتے ہیں تو یکم کا چاند تھوڑا سا چمکتا ہوا نظر آجاتا ہے۔ اسی طرح ہر روز اجزاء نوریہ ظلمت کی قید سے خُلاصی حاصل کرتے ہوئے چاند میں جمع ہوتے ہیں اور چاند ہر رات بڑھتا جاتا ہے اور چودھویں تاریخ تک پھر چاند کا گودام انوار سے بھر جاتا ہے۔

یہ ہے چاند کی حالتِ بدر کی بچگانہ اور احمقانہ توجیہ جو مانویہ بیان کرتے ہیں اور چاند پھر اپنے سے بڑے گودام یعنی آفتاب میں یہ انوار بھیجنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے چودہ تاریخ کے بعد چاند کی روشنی گھٹتی رہتی ہے اور سورج یہ انوار اپنے سے اوپر اور کسی بڑے نورانی گودام و خزانۂ انوار میں بھیجتا رہتا ہے۔

اور وہ تیسرا گودام اسے اور آگے بھیج دیتا ہے تا آنکہ انوار اپنے عالم اعلیٰ جو خالص نور ہی نور ہے میں پہنچ جائیں اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے تا آنکہ اس عالم کے سارے انوار اوپر پہنچ جائیں۔

اس کے بعد وہ فرشتہ جو حاملِ ارض ہے زمین کو چھوڑ دے گا اور وہ فرشتہ جو آسمانوں کا تھامنے والا ہے وہ آسمانوں کو چھوڑ دے گا اس طرح عالم اعلیٰ و عالم اسفل ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ جائے گی اور پھر یہ آگ جلتی رہے گی تا آنکہ خالص نور رہ جائے گا اور یہ آگ ۱۴۶۸ سال تک جل کر بجھ جائے گی۔

فرقۂ ثانیہ مزدکیہ۔ ثنویہ کا یہ فرقۂ ثانیہ اصحاب و اتباع مزدک ہیں۔ مزدک قباذ والدِ انوشیروان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا اور قباذ مع اپنے وزراء کے مذہب مزدک میں داخل ہوا۔ انوشیروان کو جب مزدک کے بُرے عقائد کا پتہ چلا تو اسے قتل کر دیا۔ مزدکیہ بہت سے اصول میں مانویہ کے موافق ہیں وہ مانویہ کی طرح اصلین یعنی نور و ظلمت کو اصلِ عالم مانتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ مزدک کہا کرتا تھا کہ نور فاعل بالقصد والاختیار ہے اور ظلمت فاعل بطریق خبط و اتفاق ہے۔ نور ذو علم و حساس ہے اور ظلمت جاہل و اعمیٰ (اندھا) ہے۔ اور نور و ظلمت کے

امتزاج واختلاط کا سبب اتفاق وخبط تھا نہ کہ قصد واختیار۔ اسی طرح نور کا ظلمت سے خلاص بھی باتفاق واقع ہوگا نہ کہ بالاختیار۔

مزدک کے اتباع اہل مجوس کے لیے عظیم آفت اور فتنہ ثابت ہوئے اور اسی کے اتباع کو زندیق کہا جاتا ہے۔ فارس کے تحت ملوک فارس کے احوال میں مزدکیہ کے فتنے کی کچھ تفصیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لفظِ زند اور مزدک سے تعریب کے بعد عرب لفظ زندقہ مشتق کرکے ہر ملحد کو زندیق کہتے ہیں۔

مزدکیہ کو زمانۂ قدیم کے کیمونسٹ سمجھنا چاہیے بلکہ وہ کئی شرارتوں میں کمیونسٹوں سے بھی آگے نکلے ہوئے تھے مزدک کہا کرتا تھا کہ تمام اموال مشترک ہیں اور کوئی شخص کسی مال کو اپنے لیے الگ نہیں رکھ سکتا اسی طرح عورتیں بھی مشترک ہیں اور ہر شخص کو کسی کی بھی بیوی بیٹی کے استعمال کا حق ہے۔ کتبِ فقہ میں اس قسم کے فرقے کو اباحیہ کہتے ہیں۔ کتاب الملل والنحل ص ۲۴۹ پر ہے۔ وکان مزدك ينهى الناس عن المخالفة والمباغضة والقتال ولما كان اكثر ذلك انما يقع بسبب النساء والاموال احل النساء واباح الاموال وجعل الناس شركة فيهما كاشتراكهم فى الماء والنار والكلاء وحكى عنه انه امر بقتل الانفس ليخلصها من الشر ومزاج الظلمة۔

فرقہ ثالثہ دیصانیہ ہے۔ یہ اصحاب دیصان ہیں۔

فرقہ رابعہ مرقیونیہ ہے۔ یہ اصحاب مرقیون ہیں۔ یہ بھی اصلین قدیمین متضادین یعنی نور و ظلمت کے قائل ہیں۔ البتہ یہ اصلِ ثالث بھی مانتے ہیں جس کا نام انھوں نے معدل جامعہ رکھا ہے اور یہی اصلِ ثالث نور وظلمت کے امتزاج واختلاط کا سبب ہے۔ فان المتنافيين المتضادين لايمتزجان الا بجامع وقالوا ان المعدل الجامع دون النور فى المرتبة وفوق الظلمة وحصل من الاجتماع والامتزاج هذا العالم.

وحكى بعض العلماء عن الديصانية انهم زعموا ان المعدل الجامع هو الانسان الحساس الدراك اذ هو ليس بنور محض ولا ظلام محض وحكى عنهم انهم يرون المناكحة وكل ما فيه منفعة لبدنه وروحه حراما ويحترزون عن ذبح الحيوان لما فيه من الالم هذا والله اعلم۔

الیهود۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہیں۔ یہود نام ہے امت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا۔ یہود کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض یہ لفظ عربی ہے ماخوذ ہے ھاد سے يقال هاد يهود الرجل اذا تاب۔ سُمّوا بذلك لانهم تابوا عن عبادة العجل ووجه التخصيص كون توبتهم اشق الاعمال۔ اشقیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کی یہ صورت بتائی کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ چنانچہ تاریکی میں انھوں نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا اور جب ہزارہا یہود قتل ہوگئے

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور عند بعض العلماء۔ یہ ماخوذ ہے ہاد الرجل یہود اذا اسکن سے۔ و منہ الھوادۃ۔ اور اگر یہ لفظ عربی الاصل نہ ہو تو معرب یہوذا ہے۔ تعریب کے بعد یہوذا یہود ہو گیا یہوذا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے کا نام ہے۔ ان کے نام سے یہ ساری امت موسوم ہوئی ہذا واللہ اعلم۔

النصاریٰ۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہے۔ نصاریٰ امتِ عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاتا ہے۔ نصاریٰ جمع نصران ہے نصران بمعنی نصرانی ہے۔ بعض علماء کی رائے میں نصران کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کلام عرب میں مستعمل ہے۔ مرد کو نصران کہا جاتا ہے اور عورت کے لیے نصرانہ مستعمل ہے مثل ندمان وندمانۃ قالہ سیبویہ۔ بنا بریں نصرانیؔ میں یاء مبالغہ کے لیے ہے کما یقال للاحمر احمریؔ اشارۃً الی انہ عریق فی وصف الحمرۃ۔ اور عند البعض یہ یاء، واحد و جمع میں فرق کے لیے مفید ہے مثل زنج و زنجیؔ و روم و رومیؔ۔ رومی مفرد ہے روم جمع ہے۔ اگر نصاریٰ جمع نصران ہو تو یہ جمع علی وفق القیاس ہے مثل ندامیٰ جمع ندمان۔

اور بعض علماء ادب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے مثل مہاریٰ جمع مہریؔ۔ اور نصاریٰ میں الف للتانیث ہے اس لیے اس پر تنوین داخل نہیں ہوتی۔ اور بعض ادیب کہتے ہیں کہ نصاریٰ جمع نصریؔ ہے۔ حذفت احدی یائیہ وقلبت الکسرۃ فتحۃً للتخفیف ثم قلبت الیاء الفاً۔ یہ قول مختار خلیل ہے۔

اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کی تھی۔ یا اس لیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ ایک اور وجہ تسمیہ بھی ہے وہ یہ کہ ناصرہ اس بستی کا نام تھا جس میں مریم امّ عیسیٰ علیہما السلام مقیم تھیں اس بستی کے نام کی مناسبت سے امتِ عیسیٰ علیہ السلام کا نام نصاریٰ ہوا اور نصرانیؔ اسی کی طرف نسبت ہے۔ عند البعض اس بستی کا نام نصرایا اور عند البعض نصریؔ اور عند البعض نَصرانۃ اور عند البعض نصران تھا۔ ھذا و اللہ اعلم بالصواب

تمَّ تلخیص کتابی المطالب المبرورۃ فی الفرق المشھورۃ۔ وللّٰہ الحمدُ والمنّۃ۔

فصل

اس فصل میں بعض انبیاء علیہم السلام وملائکہ علیہم السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ تاریخ انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں میری ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ہے مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء۔ اس کتاب کے چند ابواب کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آدم علیہ السلام۔ آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نوع انسانی کے اول فرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق مٹی سے کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون تخلیق آدم کے بعد فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سے مقصود تعظیم نوع انسانی تھا۔ اسی وجہ سے جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انسان یعنی خواص انسان افضل ہیں ملائکہ سے۔ مامور بالسجدہ کل ملائکہ تھے کما قال الجمہور یا فقط ملائکۃ الارض کما روی ابن جریر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ قرآن واحادیث میں یہ قصہ بتفصیل موجود ہے۔

ڈارون کا نظریہ یہ ہے کہ انسان بتدریج اور بطریقہ ارتقاء اس شکل وہیئت کو پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی اصل بندر ہے اور لاکھوں سال کے بعد ترقی کرکے انسان بنا اور اس کی یہ موجودہ شکل بن گئی۔ لیکن یہ نظریہ قرآن واحادیث واسلام کے خلاف ہے۔ قرآن واحادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان دفعۃً پیدا ہوا ہے اور اس کے اول فرد آدم علیہ السلام ہیں۔

تخلیق آدم علیہ السلام کی تکمیل بروز جمعہ ہوئی۔ قال علیہ السلام خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق آدم وفیہ اُدخل الجنۃ وفیہ اُخرج منہا۔ رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب مرفوعاً ان اباکم آدم کان کالنخلۃ السحوق ستین ذراعاً کثیر الشعر۔ رواہ ابن عساکر۔ وعن الحسن قال اھبط آدم ای بعد اکل الشجرۃ بالھند وحواء بجدّۃ وابلیس بدستمیسان من البصرۃ علی امیال واھبطت الحیّۃ باصفھان۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ج ۱ ص۸۰

وقال وھب بن منبہ لما تاب اللہ علی آدم علیہ السلام امرہ ان یسیر الی مکۃ فطوی لہ الارض وقبض عنہ المفاوز فلم یضع قدمہ الی شئ من الارض الا صار عمراناً حتی انتھی الی مکۃ وکان مھبطہ حین اھبط من جنۃ عدن فی شرقی ارض الھند واھبط اللہ حواء بجدّۃ والحیّۃ بالبریۃ وابلیس علی ساحل

بحر الابلة والابلة مدینة صغیرة بالبصرة فیہا نھر الابلة وکان ادم امرد وانما نبتت اللحی لولدہ بعدہ و کان طویلاً کثیر الشعر جعدًا ادم اجمل البریة ولما ھبط الی الارض حرث وغزلت حواء الشعر وحاکتہ بیدھا۔ کذا فی المعارف لابن قتیبة صث وایضًا فیہا ولد لادم اربعون ولدًا فی عشرین بطنا وانزل علیہ تحریم المیتة والدم ولحم الخنزیر وحروف المعجم فی احدی وعشرین ورقة وھو اول کتاب کان فی الدنیا ولما مات ادم علیہ السلام حفر لہ فی موضع من جبل ابی قبیس یقال لہ غار الکنز فلم یزل ادم فی ذلک الغار حتی کان زمان الغرق فاستخرجہ نوح علیہ السلام وجعلہ فی تابوت معہ فی السفینة فلما نضب الماء وبدت الارض ردّہ نوح علیہ السلام الی مکانہ وعاش ادم الف سنة انتھی باختصار۔

وکان شیث بن ادم اجلّ ولد ادم وکان وصیّ ابیہ وکل البشر من ولدہ وانزل اللہ علی شیث خمسین صحیفةً وعاش ۹۱۲ سنة۔ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ کما فی تاریخ الطبری، ج ۱ ص۸۴ قال لم یمت ادم حتی بلغ ولدہ وولد ولدہ اربعین الفاً بوذ ورای ادم فیھم الزنا وشرب الخمر والفساد۔

صوفی ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات کے باب تسعین وثلثمائة میں لکھتے ہیں لقد طفت بالکعبة مع قوم لا اعرفھم فانشد وفی بیتین حفظت واحدًا ونسیت الاخر وھو ؎

لقد طُفنا کما طُفتم سنینا بھذا البیت طُرًّا اجمعینا

وقال لی واحد منھم اما تعرفنی فقلت لا قال انا من اجدادک الاُول قلت کم لک منذ متّ قال لی بضع واربعون الف سنة۔ فقلتُ لہ لیس لادم علیہ السلام ھذا القدر من السنین فقال لی عن ایّ ادم تقول عن ھذا الاقرب الیک او عن غیرہ فتذکرت حدیثا روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی قد خلق مائة الف ادم۔ انتہی۔ قلت لم یثبت فی حدیث صحیح کثرة ادم والصحیح انہ واحد۔

وفی بعض الکتب ولد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لمضی ۶۵۰۰ سنة من زمن ادم علیہ السلام او نحو ذلک وقد روی انہ علیہ السلام قال ان احسنت امتی فبقاؤھا یوم من ایام الاخرة وذلک الف سنة وان اساءت فنصف یوم۔ وقیل ولد نبیّنا علیہ السلام لتمام ۶۰۰۰ سنة من عھد ادم علیہ السلام۔ وعن ابن عباس رض الدنیا جمعة من جمع الاخرة سبعة الاف سنة۔ ھذا واللہ اعلم۔

نوح علیہ السلام۔ ھو نوح بن لامك بن متوشلخ بن خنوخ و ھو ادریس بن برد بن مھلاییل بن قینن بن انوش بن شیث بن اٰدم ابی البشر علیھما السلام۔ آپ کے چند احوال یہ ہیں۔ (۱) آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب آدم علیہ السلام کی وفات ہوئے ۱۲۶ سال گزرے تھے۔ کما ذکرہ ابن جریر وغیرہ یا ۱۴۶ سال۔ بقول بعض مورخین تاریخ کا صحیح علم نہیں ہے۔ یہ سب تخمینی اور ظنّی باتیں ہیں۔

اخرج ابن حبان بسندہ عن ابی امامۃ ان رجلاً قال یا رسول اللہ أنبیّ کان اٰدم قال نعم مکلّم قال فکم کان بینہ و بین نوح قال عشرۃ قرون اس حدیث کے پیش نظر آدم و نوح علیھما السلام کے درمیان طویل زمانہ ثابت ہوتا ہے۔ آپ کی عمر بڑی طویل تھی۔ قرآن میں ہے ولقد ارسلنا نوحًا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الّا خمسین عاما فاخذھم الطوفان وھم ظالمون۔ آپ کی بد دعا سے تمام انسان یعنی کفار غرق ہوگئے صرف مسلمان زندہ بچے جو آپ کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے اور وہ ۸۰ مسلمان تھے عند ابن عباسؓ، اور ۷۲ تھے بقول کعب احبار۔

آپ آدم ثانی تھے۔ کیونکہ نسل انسانی صرف آپ کی اولاد ثلاثہ یعنی سام و حام و یافث سے آگے پھیلی ہے دیگر مسلمانوں کی نسل ختم ہوگئی جو آپ کے رفقاء تھے۔ قال اللہ تعالی وجعلنا ذرّیّتہ ھم الباقین۔ وعن سمرۃ مرفوعًا سام ابو العرب وحام ابو الحبش و یافث ابو الروم۔ رواہ احمد۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا وُلد لنوح علیہ السلام سام وحام و یافث فولد لسام العرب وفارس والروم والخیر فیھم وولد لیافث یاجوج وماجوج والترك والسقالبۃ ولاخیر فیھم وولد لحام القبط والبربر والسودان اخرجہ البزار۔

اہل پاکستان و ہندوستان بقول محقق اولاد سام ہیں اور بقول بعض اولاد حام ہیں۔ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے روی ابن ماجہ باسنادہ عن ابن عمرو یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صام نوح الدھر الّا یوم عید الفطر و یوم الاضحیٰ وزاد الطبرانی وصام داؤد نصف الدھر وصام ابراھیم ثلاثۃ ایام من کل شھر صام الدھر وافطر الدھر۔

تاریخ طبری میں ہے کہ لمک بن متوشلخ نوح بن لمک کی ولادت کے بعد ۵۹۵ سال زندہ رہے نوح علیہ السلام کی شادی عمورہ بنت براکیل بن محویل بن اخنوخ بن قین بن آدم علیہ السلام سے ہوئی عمورہ کے بطن سے حام۔ سام۔ یافث پیدا ہوئے۔ لمک کے ایک بھائی کا نام صابی تھا۔ اسی کے نام کی طرف فرقہ صابیہ منسوب ہے۔ وقیل غیر ذلك وقد روی عن جماعۃ من السلف انہ کان بین اٰدم و نوح علیھما السلام عشرۃ قرون کلھم علی ملّۃ الحق وان الکفر باللہ انما حدث فی القرن الذین

بعث الیهم نوح علیہ السلام وقالوا ان اول نبی ارسلہ اللہ الی قوم بالانذار والدعاء الی توحید نوح علیہ السلام۔

اولاد آدم میں طویل تر عمر جو نص قطعی سے ثابت ہے نوح علیہ السلام کی ہے فعن عون بن شداد قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ ارسل نوحًا الی قومہ وھو ابن خمسین وثلثمائۃ سنۃ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عامًا ثم عاش بعد ذلک خمسین وثلثمائۃ سنۃ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال بعث اللہ نوحا الیھم وھو ابن اربعمائۃ سنۃ وثمانین سنۃ ثم دعاھم فی نبوتہ مائۃ و عشرین سنۃ ورکب السفینۃ وھو ابن ستمائۃ سنۃ ثم مکث بعد ذلک ثلثمائۃ وخمسین سنۃ نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا یام تھا جس نے اپنے والد کے دین وطریقے سے اختلاف کرکے کفار کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ طوفان میں غرق ہوا۔ ساری دنیا کے انسان سابقہ تین یعنی حام وسام و یافث کی اولاد ہیں۔ بعض اہل فارس وہند وغیرہ وقوع طوفان کے منکر ہیں اور بعض اس کے قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ وہ عالمگیر نہ تھا صرف ارض بابل میں واقع ہوا تھا۔

قولہ تعالیٰ وفار التنور کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد طلوع نور فجر ہے۔ (۲) تنور سے مراد وجہ ارض ہے ای انبجس الماء من وجہ الارض والعرب تسمی وجہ الارض تنورًا قالہ ابن عباس رضی اللہ عنھما (۳) التنور اشرف موضع فی الارض واعلی مکان فیھا قالہ قتادۃ۔ (۴) تنور سے مراد وہ تنور ہے جس میں روٹی پکاتے ہیں۔ قالہ الحسن وکان تنورًا من حجارۃ وکان لآدم ثم انتقل الی نوح علیھما السلام فنبع الماء منہ فعلمت بہ امرأتہ فاخبرتہ۔

تنور کے محل وقوع میں اقوال ہیں قال مجاھد کان ذلک فی ناحیۃ الکوفۃ وعن الشعبی کذلک وقال اتخذ نوح علیہ السلام السفینۃ فی جوف مسجد الکوفۃ وعن مقاتل ذلک تنور آدم وانما کان بالشام وعن ابن عباس کان التنور بالھند۔

وعن مالک بن سلیمان بن الھروی ان الحیۃ والعقرب اتیا نوحا فقالا احملنا فی السفینۃ فقال انکما سبب الضرّ والبلایا فلا احملکما قالا احملنا ونحن نضمن لک ان لا نضرّ احدًا ذکرک فمن قرأحین یخاف مضرتھما سلام علی نوح فی العالمین انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المؤمنین لم یضراہ۔ کذا فی العرائس للثعلبی ص۳۶

طوفان نوح علیہ السلام ۲۲۴۲ھ من ہبوط آدم علیہ السلام میں آیا تھا۔ اہل سفینہ ۱۰ محرم کو سفینہ سے باہر نکلے جودی پہاڑ پر استقرار کے بعد۔ نوح علیہ السلام کا سال وفات ۲۵۹۲ھ من الہبوط ہے

هذا واللہ اعلم۔

ابراہیم علیہ السلام۔ تفسیر بیضاوی میں اور خود قرآن کریم میں ان کا ذکر موجود ہے ھو ابراھیم ابن تارخ بن ناحور علیہ السلام۔ یہ جدالانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد سارے انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی نسل سے بھیجے گئے۔

ام ابراہیم کا نام اُمیلہ ہے کما ذکر ابن عساکر وقال الکلبی اسمھا بونا بنت کربُنا۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ آپ کی پیدائش ارض بابل میں ہوئی وہوالاصح۔ اُس زمانے کے لوگ کواکب سبعہ کی پرستش کرتے تھے لوط علیہ السلام آپ کے ابن اخ ہیں. قرآن مجید میں آپ کے باپ کا نام آزر بتایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ واذ قال ابراھیم لابیہ اٰزر اتتخذ اصناماً اٰلھۃ"۔

بعض علماء مثل حافظ سیوطیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا جو بت پرست اور بت تراش تھا اور بطور تعظیم اس پر اَب کا اطلاق ہوا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ موحّد تھا۔ اور لکھا ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ آباء میں تا آدم علیہ السلام کوئی بھی بت پرست ومشرک وکافر نہیں تھا بلکہ سب موحد تھے اور یہی معنی ہے اس آیت کا وتقلّبك فی الساجدین ۔ شعراء۔

ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام اور یہ بطنِ سارہ سے تھے اور اسماعیل علیہ السلام اور یہ بطنِ ہاجرہ سے تھے۔ کل انبیاء بنی اسرائیل اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں صرف ایک نبی یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بلادِ شام کو پھر دیارِ مصر کی طرف ہجرت کی اور پھر ارضِ مقدسہ یعنی شام میں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ ابراہیم علیہ السلام بہت سے فضائل میں ممتاز ہیں۔ مثلاً (۱) ابراہیم علیہ السلام پانچ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں یعنی ابراہیم ومحمد وموسیٰ ونوح وعیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں اقوال ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے۔ (۲) ہمارے دین میں آپ کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے قرآن میں اس کی تصریح ہے ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔

(۳) آپ خلیل اللہ ہیں وفی الصحیحین عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاایھا الناس ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلاً وذکر ابن ابی حاتم باسنادہ لما اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا القی فی قلبہ الوجل حتی ان کان خفقان قلبہ یسمع من بعد کما یسمع خفقان الطیر فی الھواء۔ (۴) آپ تمام امم میں محبوب ومعظم ہیں۔ (۵) قرآن مجید میں ۳۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے صرف

سورۂ بقرہ میں ۱۵ بار آپ کا ذکر ہوا ہے۔ (۶) روی احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعًا یحشر الناس حفاۃ عراۃ غرلا فاول من یکسی ابراھیم علیہ السلام (۷) واخرج احمد باسنادہ عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رجل للنبی علیہ السلام یا خیر البریۃ فقال ذاك ابراھیم ورواہ مسلم ایضًا۔ وقال ذلك تواضعًا او قبل العلم بانہ افضل من جمیع الانبیاء حتی من ابراھیم علیہم السلام۔

(۸) ہر نماز میں ہم مسلمان آپ پر بھی درود شریف پڑھتے ہیں کما صلیت علی ابراھیم الخ

(۹) آپ نے بامر اللہ تعالیٰ ۱۲۰ سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا۔ اس سے پہلے ختنہ کا حکم نہ تھا اور نہ رواج تھا۔

(۱۰) آپ کی بہت سی اولیات ہیں۔ فعن سعید بن المسیب وغیرہ کان ابراھیم علیہ السلام اول من اضاف الضیف واول من اختتن واول الناس قص الشارب واول الناس رای الشیب فقال یا رب ما ھذا فقال وقار فقال یا رب زدنی وقارًا واول من استحد واول من لبس السراویل وفی محاضرۃ الاوائل ص۳۷ ان ابراھیم اول من ھاجر فی سبیل اللہ واول من جعلہ اللہ ابا الانبیاء فروی انہ خرج من صلبہ الف نبی الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واول من اضاف الضیفان واول من قلم الاظفار وقص الشارب وثرد الثرید وصافح وعانق وخطب علی المنبر واول من شاب وعن علی رضی اللہ عنہ کان الرجل یبلغ الھرم ولم یشب وکان الرجل یاتی وفیھم الوالد والولد فیقول ایکم الوالد من الولد فقال ابراھیم علیہ السلام رب اجعل لی شیبا ووقارًا اعرف بہ فاصبح رأسہ ولحیتہ ابیضین فقال اللھم زدنی وقارًا۔

ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں بطن ہاجر قبطیہ مصریہ سے۔ پھر اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے بطن سارہ بنت عم الخلیل سے۔ اور تیسری بیوی قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے چھے بیٹے ہیں مدین۔ زمران۔ سرج۔ یقشان۔ نشق۔ عند البعض چھٹے کا نام معلوم نہیں۔ اور چوتھی بیوی حجون بنت امین سے پانچ بیٹے ہیں۔ یعنی کیسان۔ سورج۔ امین۔ لوطان۔ نافس۔ قالہ السھیلی فی کتابہ التعریف والاعلام وابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص۱۷۵۔

وفی بعض کتب التاریخ ولد ابراھیم علیہ السلام لمضی ۱۰۸۱ سنۃ من الطوفان ولمضی ۳۳۲۳ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام ومن غریب الواقع فی التوراۃ ان عمر ابراھیم کان یوم وفاۃ نوح علیہما السلام ۵۳ سنۃ وابراھیم علی رأی بعضھم اب لجمیع الشعوب من بعدہ فلذلك کان الاب الثالث للخلیقۃ من بعد آدم ونوح علیہما السلام وتوفی ابراھیم علیہ السلام لمضی ۳۴۹۸ سنۃ من ھبوط آدم علیہ السلام اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عزیر علیہ السلام - آپ جلیل القدر نبی ہیں۔ انتقال کے سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے دوبارہ انھیں زندہ کرکے اٹھا دیا۔ اسی طرح آپ کے گدھے کی ہڈیوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے گدھے کی شکل دے کر زندہ فرمایا قال اللہ تعالیٰ وانظر الی حمارك ولنجعلك اٰیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزها ثم نکسوها لحما۔

بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ عزیرؑ ابن اللہ ہیں۔ قال ابن عباسؓ بُعث عزیر بعد بخت نصر۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ آپ کا زمانہ داؤد علیہ السلام وزکریا علیہ السلام کے درمیان ہے قال انہ کان فیما بین داؤد وسلیمان و بین زکریا ویحییٰ ۔ بنابریں قول آپ کا زمانہ زمانۂ بخت نصر پر مقدم ہے۔ تاریخ ابن عساکر میں ہے عن انس رضہ ان عزیرًا کان فی زمن موسیٰ علیہ السلام. هذا واللہ اعلم۔

موسیٰ علیہ السلام - هو موسیٰ بن عمران بن قاهث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراهیم علیهم السلام۔ مدین سے واپس آتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ افضل الدعاء ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سب سے افضل دعا جو کسی نے دوسرے کے لیے مانگی ہو وہ کون سی ہے اور کس کی ہے۔ تو جواب میں کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا تھی جس میں ہارون علیہ السلام کے لیے نبوت کی دعا مانگی گئی تھی۔ کیونکہ نبوت افضل نعم اللہ ہے۔

آپ کی والدہ کا نام ایارخا ہے بقول سہیلی وقیل ایاذخت وفی تفسیر القرطبی عن الثعلبی اسمها لوخابنت هاند وفی بعض التفاسیر یوحانذ. کذا فی البدایۃ والنهایۃ وهو اشبه - آپ ذوالعزم نبی ورسول ہیں. آپ پر تورات نازل ہوئی. جو قرآن کے بعد جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا اور آپ کی کتاب کا ذکر عمومًا ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوا ہے آپ کی پرورش اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم دشمن یعنی فرعون کے گھر میں کرائی. معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام نے امت محمدیہ پر بڑا احسان کیا کہ آپ کی وجہ سے پچاس نمازیں منسوخ ہوکر پانچ رہ گئیں۔ امت محمدیہ کے بعد دوسرے درجہ پر سب سے زیادہ آپ کی امت ہے۔ آپ کلیم اللہ ہیں ثبت فی الصحیحین فی احادیث الاسراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بموسیٰ وهو قائم یصلی فی قبره۔

آپ اللہ تعالیٰ کے وصف جلال کے مظہر تھے روی احمد عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنہ موقوفًا قال جاء ملك الموت الی موسیٰ علیه السلام فقال اجب ربك فلطم موسیٰ عین ملك الموت ففقأها ورواه ابن حبان مرفوعًا ثم استشکله ابن حبان واجاب عنه بما حاصله انه علیه السلام

لم یعرفہ لمجیئہ علی غیر صورۃ یعرفہا موسی علیہ السلام فلطمہ لانہ دخل دارہ بغیر اذنہ ھذا موافق لشریعتنا فی جواز فقء عین من نظر الیک فی دارک بغیر اذن اھ وعن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان ملک الموت کان یاتی الناس عیانًا (ای فی صورۃ انسان) حتی اتی موسی علیہ السلام فلطمہ ففقأ عینہ قال فرجع فقال یارب ان عبدک موسی فقأ عینی ولولا کرامتہ علیک لشققت علیہ فقال ائت عبدی موسی فقل لہ فلیضع کفہ علی متن ثور فلہ بکل شعرۃ وارت یدہ سنۃ وخیرہ بین ذلک وبین ان یموت الآن قال فاتاہ فخیرہ فقال موسی علیہ السلام فما بعد ذلک قال الموت قال فالآن اذًا۔ قال فشمہ شمۃ قبض روحہ قال فجاء بعد ذلک الی الناس خفیًا۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات کی کچھ تفصیل احوال ہارون علیہ السلام میں مذکور ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی کل عمر بوقتِ وفات ۱۲۰ سال تھی۔ عشرون من ذلک فی ملک افریدون ملک فارس ومائۃ منہا فی ملک منوشھر وکان ابتداء امرہ من لدن بعثہ اللہ نبیًا الی ان قبضہ اللہ الیہ فی ملک منوشھر کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵۔

موسیٰ علیہ السلام کی وفات ۷ ماہ آذار میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے وقت ہبوط آدم علیہ السلام از جنت کے ۳۸۶۸ سال گزر چکے تھے اور طوفان نوح علیہ السلام کے ۱۶۲۶ سال گزر چکے تھے۔ ہارون علیہ السلام کی وفات گیارہ ماہ قبل ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت مولد ابراہیم علیہ السلام کو ۵۴۴ سال گزر گئے تھے۔ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلتے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔ پھر ۴۰ سال میدان تیہ میں گزارے تو آپ کی کل عمر ۱۲۰ سال ہے۔ بنی اسرائیل کی کل مدت قیام مصر یعنی مصر میں دخول سے لے کر مصر سے خروج وغرق فرعون تک ۲۱۵ سال تھی۔ کتب تاریخ میں اس سلسلے میں بیان مدت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔

شہر مدین میں موسیٰ علیہ السلام کا عقد نکاح صفورہ بنت یثرون سے ہوا۔ یثرون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ صفورہ اور ان کی بہن لیا کی بکریوں کے لیے آپ نے مدین میں کنویں سے پانی نکالا تھا۔ جو لڑکی آپ کو بلانے کے لیے آئی تھی اس کا نام صفورہ تھا قال اللہ تعالی حکایۃ۔ فجاءتہ احداھما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا۔ قیل ان یثرون کان کاھن مدین والکاھن الحبر وقیل الذی استأجر موسی علیہ السلام اسمہ یثری صاحب مدین وقال بعض المحققین ھو شعیب علیہ السلام وتزوج بنت شعیب وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سألت جبرائیل ای الاجلین قضی موسی (عشر سنین او ثمان) قال اتمھا واکملھا۔ کذا قال الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص ۲۰۶

آپ کے عصا کی لمبائی دس گز تھی اور آپ کا قد بھی دس گز تھا۔ یاد رکھیں کہ شرعی گز تقریباً ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے۔ مدین مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنہما خرج موسی من مصر الی مدین وبینھا مسیرۃ ثمان لیال ویقال نحو من الکوفۃ الی البصرۃ۔ آپ کے خسر شعیب علیہ السلام مدین میں رہتے تھے۔

وفی الحدیث المرفوع اصدق النساء فراسۃ امرأتان کلتاھما تفرستا فی موسی علیہ السلام فاصابتا احداھما امرأۃ فرعون حین قالت قرۃ عین لی ولك لا تقتلوہ والاخری بنت شعیب حیث قالت یاابت استأجرہ ان خیر من استأجرت القوی الامین۔ قالوا وتزوج موسی علیہ السلام بالصغری ھذا واللہ اعلم۔

اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔ آپ اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بعدہٗ اسحاق علیہ السلام اس وقت پیدا ہوئے جب کہ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال تھی۔ بنائے بیت اللہ شریف میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اسمٰعیل علیہ السلام بھی شریک تھے۔ کما فی القرآن۔

علماء تاریخ لکھتے ہیں ان اسماعیل علیہ السلام اول من رکب الخیل وکانت وحوشا فانسھا ورکبھا وانہ اول من تکلم بالعربیۃ الفصیحۃ البلیغۃ۔ وذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ ص ۱۹۲ ان النبی علیہ السلام قال اول من فتق لسانہ بالعربیۃ البینۃ اسماعیل وھو ابن اربع عشرۃ سنۃ۔ اسماعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ برس کی عمر میں وفات پائی ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر اپنی والدہ ہاجرہ کے پاس مدفون ہیں۔

آپ کی قبر میزاب رحمت کے نیچے حطیم کے اندر واقع ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کی روایت ہے قال شکی اسماعیل علیہ السلام الی ربہ حر مکۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ انی سأفتح لك بابا الی الجنۃ الی الموضع الذی تدفن فیہ تجری علیك روحھا الی یوم القیامۃ۔ کذا فی البدایۃ۔ ھذا واللہ اعلم۔

ہارون علیہ السلام۔ آپ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ میدان تیہ کے آس پاس پہاڑ ہیں یا کسی اور پہاڑ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کا طویل قصہ بعض آثار میں مروی ہے۔

قال فی انسان العیون ج ۲ ص ۲۱۶ یقال ان فی جبل احد قبر ھارون اخی موسیٰ علیھما السلام وفیہ قبض فواراہ موسی علیہ السلام فیہ وکانا قد مرا حاجین او معتمرین وعن ابن دحیۃ ان ھذا باطل بیقین وان نص التوراۃ انہ دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقد یقال لا مخالفۃ لانہ یقال المدینۃ شامیۃ وقیل دفن بالتیہ ھو واخوہ موسی علیھما السلام۔ اھ

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اللہ تعالیٰ لما دعا موسی علیہ السلام یعنی بدعائہ قولہ رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفاسقین قال فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض قال فدخلوا التیہ فکل من دخل التیہ ممن جاوز العشرین سنۃ مات فی التیہ قال فمات موسٰی علیہ السلام فی التیہ ومات ہارون علیہ السلام قبلہ قال فلبثوا فی تیہہم اربعین سنۃ وناھض یوشع علیہ السلام بمن بقی معہ مدینۃ الجبارین فافتتح یوشع المدینۃ وعن قتادۃ ان موسٰی علیہ السلام مات فی الاربعین سنۃ ولم یدخل بیت المقدس منہم الا ابناؤہم اھ۔ کذا فی تاریخ الامم ج ۱ ص ۲۲۵

وفی تاریخ ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۳ الذی علیہ الجمہور ان ہارون علیہ السلام توفی بالتیہ قبل موسٰی علیہ السلام بنحو من سنتین وبعدہ موسٰی علیہ السلام فی التیہ ایضاً وفیہ ج ۱ ص ۳۱۷ ان موسٰی علیہ السلام سأل اللہ تعالیٰ عند موتہ ای فی التیہ ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر قال ابوہریرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبرہ الی جانب الکثیب الاحمر۔ ھذا واللہ اعلم۔

زکریا علیہ السلام۔ شرح ذلك بانہم کانوا یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین الآیۃ میں آپ اور یحییٰ علیہما السلام مذکور ہیں۔ آپ یحییٰ علیہ السلام کے والد ہیں قال اللہ تعالیٰ یا زکریا انا نبشرك بغلام اسمہ یحیی لم نجعل لہ من قبل سمیا زکریا علیہ السلام ہی مریم علیہا السلام کے کفیل تھے روی ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان زکریا نجارا۔ رواہ احمد۔

وفی المعارف ص ۲۴ تزوج زکریا ایساع ابنۃ عمران اخت مریم ابنۃ عمران واسم ام مریم حنۃ وکان یحیٰی وعیسٰی علیہما السلام ابنی خالۃ واشاعت الیہود انہ رکب من مریم الفاحشۃ وقتلوہ فی جوف شجرۃ قطعوہا وقطعوہ معہا اھ۔ ھذا واللہ اعلم۔

شعیب علیہ السلام۔ آیت واذ استسقی موسٰی لقومہ الآیۃ اور آیت وباءو بغضب من اللہ ذلك بانہم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب دیا ہے کیونکہ آپ کا خطاب اپنی قوم سے بڑا بلیغ اور بہترین اسلوب پر مشتمل ہے قال اللہ تعالیٰ والی مدین اخاہم شعیبا۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی جدّہ لوط علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ ہے قال علیہ السلام فی ذکر الانبیاء والرسل اربعۃ من العرب ہود وصالح وشعیب ونبیك یا اباذر۔ وہب بن منبہ کی روایت ہے ان شعیبا مات بمکۃ ومن معہ من المؤمنین وقبورہم غربی الکعبۃ بین دار الندوۃ ودار بنی سہم۔ کذا قال الحافظ ابن عساکر فی تاریخہ۔

وفی اللفظۃ ص۳۵ بعث شعیب علیہ السلام الی اصحاب الایکۃ واھل مدین وقد اختلفوا فی نسبہ فقیل من ولد ابراھیم الخلیل علیہ السلام وقیل من ولد بعض المؤمنین بابراھیم وکان الایکۃ من شجر ملتف فلم یؤمنوا فاھلکھم بسحابۃ امطر علیھم نارا یوم الظلۃ واھلک اھل مدین بالزلزلۃ اھ۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں (ج ۱ ص ۲۰۶) کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی بھتیجی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ کا نام صفورہ بنت یترون تھا اور یترون شعیب علیہ السلام کے بھائی تھے۔ لیکن بہت سے مفسرین کا کہنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اہلیہ شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں ہذا واللہ اعلم۔

حزقیل علیہ السلام۔ آیت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاھم کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ حزقیل بن بوذی علیہ السلام بنی اسرائیل کے نگران تھے یوشع علیہ السلام اور کالب بن یوفنا کے بعد۔

آپ ہی ان ہزارہا انسانوں کے احیاء کا سبب تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک علاقہ میں وبائے طاعون واقع ہونے کی وجہ سے وہاں کے ۳۰ ہزار سے زائد لوگ موت سے ڈر کر اس علاقہ سے نکل گئے اللہ تعالیٰ نے یک دم ان پر موت مسلط کر دی اور وہ سارے مر گئے۔ بڑی مدت کے بعد ان کی ہڈیوں پر حزقیل علیہ السلام گزرے تو متفکر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے ہم ان سب کو زندہ کر دیں۔ عرض کیا ہاں اے اللہ۔ اللہ نے سب کو زندہ فرما دیا وہ مردے زندہ ہو کر اٹھے اور بیک آواز نعرۂ تکبیر بلند کیا وقیل قالوا سبحانک ربنا وانا نحمدک لا الہ الا انت۔ قال اللہ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاھم حدیث شریف ہے عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا السقم عذب بہ الامم قبلکم فاذا سمعتم بہ فی ارض فلا تدخلوھا واذا وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ اخرجہ احمد۔ ھذا واللہ اعلم۔

یوسف علیہ السلام۔ ھو یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم الصلوٰۃ والسلام یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام راحیل تھا۔ یوسف علیہ السلام کی ولادت کے بعد راحیل کے بطن سے بنیامین پیدا ہوئے اور ولادتِ بنیامین کی تکلیف میں راحیل کا انتقال ہوا۔

یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ الیساخر۔ زابلون۔ یہ لیا کے بطن سے تھے۔ یوسف۔ بنیامین یہ راحیل کے بطن سے تھے اور بقیہ چار بیٹے باندیوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام بڑے جمیل وحسین تھے۔ بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انھیں باپ سے جدا کر کے

ایک قافلے کے ہاتھ بیچ دیا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ. تفصیلی قصہ قرآن میں موجود ہے ۔ پھر آپ مصر کے وزیر بنے ۔ حدیث اسراء میں ہے فمررت بیوسف واذا ھو قد اعطی شطر الحسن ای نصف حسن آدم علیہ السلام قالہ السھیلی قال ابن مسعود وکان وجہ یوسف مثل البرق وکان اذا اتتہ امرأۃ لحاجۃ غطی وجھہ ۔

حافظ عینی نے لکھا ہے کہ آپ سات سال سات ماہ سات دن جیل میں رہے قال اللہ تعالیٰ فلما دخلوا علی یوسف آوی الیہ ابویہ الآیۃ بروایت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ فراق کے ۸۰ سال کے بعد یوسف اوران کے والد کی ملاقات ہوئی ۔ بقول بعض ۸۳ سال کے بعد اور بقول بعض ۳۵ سال کے بعد ملاقات ہوئی ۔ وقال بعض العلماء لما صار عمر یوسف علیہ السلام ۱۸ سنۃ کان فراقہ لابیہ وبقیا مفترقین ۲۱ سنۃ ثم اجتمعا فی مصر وبقیا مجتمعین ۱۷ سنۃ وعاش یوسف علیہ السلام ۱۱۰ سنین وکان مولدہ لمضی ۲۵۱ سنۃ من مولد ابراھیم علیہ السلام وکان وفاۃ یوسف علیہ السلام قبل مولد موسی علیہ السلام باربع وستین سنۃ ۔

وکانت وفاۃ یوسف بمصر دفن بھا حتی کان بین موسی وفرعون ما کان فلما سار موسی علیہ السلام من مصر ببنی اسرائیل الی التیہ نبش یوسف علیہ السلام وحملہ معہ فی التیہ حتی مات موسی علیہ السلام فلما قدم یوشع علیہ السلام ببنی اسرائیل الی الشام دفنہ بالقرب من نابلس وقیل عند الخلیل علیہ السلام اھ ھذا واللہ اعلم ۔

داؤد علیہ السلام ۔ جلیل القدر نبی ہیں قال اللہ تعالیٰ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق والطیر محشورۃ کل لہ اواب وشددنا ملکہ وآتیناہ الحکمۃ وفصل الخطاب ۔ داؤد علیہ السلام کئی اوصاف وخصائص کی وجہ سے ممتاز شان رکھتے ہیں ۔

اولاً یہ کہ اللہ نے آپ پر زبور نازل فرمائی ۔ ثانیاً یہ کہ ان کے تلاوتِ زبور کے وقت پہاڑ اور پرندے بھی متاثر ہوکر شریکِ تلاوت ہوجاتے تھے قال اللہ تعالیٰ یاجبال اوبی معہ والطیر وألنا لہ الحدید الآیۃ ثالثاً آپ کے لیے لوہا مٹی اور موم کی طرح نرم فرمادیا تھا جس سے آپ اشیاء ضرورت بناتے تھے ۔ رابعاً حلقوں والی زرہ اولاً آپ نے بنائی ہے ۔ خامساً آپ اما بعد کے اول قائل ہیں اور یہی فصل خطاب ہے ۔ سادساً آپ بہت بڑے عابد تھے کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد ۔ واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد ۔ کان یصوم یوماً ویفطر یوماً ۔

سابعاً آپ بڑے خوش آواز تھے فروی عن عبد اللہ بن عامر قال اعطی داؤد من حسن الصوت مالم یعط احد قط حتی ان کانت الطیر والوحش ینعکف حولہ حتی یموت عطشا وجوعاً و

حتی ان الانہار لتقف ۔ ثامنًا روایت ہے ابوہریرہ کی مرفوعًا خُفّف علی داؤد القراءۃ فکان یأمر بدابتہ فتُسرج فکان یقرأ القراٰن (ای الزبور) من قبل ان تسرج دابتہ وکان لا یأکل الا من عمل یدیہ۔ رواہ احمد والبخاری ۔ تاسعًا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو ملأ اعلیٰ میں جب کہ آپ کی پشت سے تمام اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی تو داؤد علیہ السلام کی چمک اور روشنی سب سے زیادہ پسند آئی ۔ پوچھا اے اللہ یہ کون ہیں ۔ فرمایا آپ کا بیٹا داؤد علیہ السلام ۔ پھر پوچھا اے اللہ ان کی عمر کتنی ہے فرمایا ساٹھ سال ۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ میری عمر میں سے اسے چالیس سال اور دیدیں ۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ہزار سال ہوگی ۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ۱۰۰ سال کی عمر پائی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آدم علیہ السلام کی عمر بھی پورے ہزار سال کر دی و القصۃ طویلۃ مرویۃ فی الترمذی ومسند احمد وغیرہما ۔

داؤد علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال مقدم ہے وکانت ولادۃ داود علیہ السلام سنۃ ۳۳۳۲ من ہبوط ادم علیہ السلام وملك ۴۰ سنۃ وتوفی ولہ سبعون سنۃ فی اواخر سنۃ ۵۳۵ من وفاۃ موسی علیہ السلام وفی کتاب تقویم التواریخ وفیہا ای فی سنۃ مولد داؤد علیہ السلام غلب افراسیاب علی الفرس وفیہ اختلاف وفی تاریخ الطبری ان غلبۃ افراسیاب علی منوشہر کان فی زمن موسی علیہ السلام وکان کیقباذ فی زمن داؤد علیہ السلام . ہذا واللہ اعلم ۔

سلیمان علیہ السلام ۔ قال اللہ تعالیٰ وورث سلیمان داود وقال یا ایہا الناس عُلّمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئ ۔ مراد وراثتِ نبوت وملک ہے نہ کہ وراثتِ مالی ۔ لقولہ علیہ السلام نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نُورَث ۔

سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی شان واحوال بالکل نرالے ہیں ۔ آپ کی چند خصوصیات یہ ہیں اولاً آپ کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولی سکھادی تھی ۔ ثانیًا ۔ آپ تمام حیوانات کی زبان بھی سمجھتے تھے قال اللہ تعالیٰ حتی اذا اتوا علی وادی النمل قالت نملۃ الی قولہ فتبسّم ضاحکًا من قولہا ۔ ثالثًا کل انسانوں پر آپ کی حکومت تھی ۔ رابعًا ۔ انسانوں کے علاوہ کل جنّات وشیاطین پر بھی آپ کی حکومت تھی خامسًا ۔ پرندوں اور وحوش وغیرہ حیوانات پر بھی آپ حکومت کرتے تھے اور وہ آپ کے مطیع تھے ۔ سادسًا ہوا بھی آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی قال اللہ تعالیٰ فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رُخاءً حیثُ اصاب ۔

سابعًا ۔ آپ ایک مہینہ کی مسافت صرف ایک صبح یا ایک شام میں اپنی فوجوں اور تاج وتخت

سمیت ہوا کے دوش پر چلے کرتے تھے قال اللہ تعالی ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر۔ ثامنًا۔ آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ بیت المقدس اگرچہ قدیم ہے لیکن سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کی تجدید کی۔

وفی اللقطۃ ص۳۶ ابتدأ سلیمان علیہ السلام عمارۃ بیت المقدس واقام فیھا سبع سنین و فرغ فی السنۃ الحادیۃ عشرۃ من ملکہ وکان ارتفاع البیت ۳۰ ذراعًا وطولہ ۶۰ ذراعًا فی عرض ۲۰ ذراعًا وعمل خارج البیت سورًا محیطًا بہ امتدادہ ۵۰۰ ذراع وفی السنۃ الخامسۃ والعشرین من ملکہ جاءتہ بلقیس ملکۃ الیمن ومن معھا واطاعتہ جمیع ملوک الدنیا واستمر سلیمان علیہ السلام علی ذلک حتی توفی وعمرہ ۵۲ سنۃ۔

وکانت مدۃ ملکہ اربعین سنۃ فیکون وفاۃ سلیمان علیہ السلام فی اواخر سنۃ ۵۷۵ لوفاۃ موسی علیہ السلام وکانت ولادۃ سلیمان علیہ السلام سنۃ ۴۳۹۱ من ھبوط آدم علیہ السلام وملک بعد ابیہ وعمرہ اثنتا عشرۃ سنۃ فی سنۃ ۴۴۰۳ من الھبوط وفیھا توفی داؤد علیہ السلام وابتدأ عمارۃ بیت المقدس فی السنۃ الرابعۃ من ملکہ وھی سنۃ ۵۳۹ لوفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔ وفی بعض ھذہ التواریخ اختلاف کثیر وصرح اصحاب التاریخ ان سلیمان علیہ السلام کان قبل عیسی علیہ السلام بنحو ۹۵۰ سنۃ وتولی بخت نصر علی بابل فی سنۃ ۹۵۳ لوفاۃ موسی علیہ السلام وقیل فی سنۃ ۹۷۸ من وفاۃ موسی علیہ السلام ھذا واللہ اعلم۔

ادریس علیہ السلام۔ تفسیر وعلم آدم الاسماء کلھا اور تفسیر تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض الآیۃ میں مذکور ہیں۔ قال اللہ تعالی واذکر فی الکتب ادریس انہ کان صدیقًا نبیًا۔ آدم وشیث علیہما السلام کے بعد وہ بنی آدم میں اول نبی ہیں وہ ہمارے نبی علیہ السلام کے سلسلہ نسب میں واقع ہیں۔

ادریس علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کی حیات میں تین سو آٹھ سال پائے ہیں ان کی طرف بہت سی اولیات منسوب ہیں قیل ھو اول من خط بالقلم واول من تکلم فی علم الرمل واول من تکلم فی الھیئۃ واول من تکلم فی علم الفلک وفی المعارف لابن قتیبۃ ص۱۰ ماحاصلہ ان اسمہ اخنوخ فاخنوخ ھو ادریس وھو ابن الیارد بن مھلاییل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیھم السلام وانما سمی ادریس لکثرۃ ما کان یدرس من کتب اللہ تعالی وسنن الاسلام وانزل علیہ ثلاثون صحیفۃ وھو اول من خاط الثیاب ولبسھا وکانوا من قبلہ یلبسون الجلود اھ بعض کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام اب تک زندہ ہیں قال ابن عربی رحمہ اللہ فی الباب

الثالث والسبعین من الفتوحات ماحاصله ان العالم لا یخلون مانا واحدًا من قطب یکون فیہ کماھو فی الرسل علیھم السلام ولذلک ابقی اللہ تعالیٰ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی الدنیا اربعۃ ثلاثۃ مشرّعون وھم ادریس والیاس وعیسیٰ وواحد حامل العلم اللدنی وھو الخضر علیھم الصلاۃ والسلام اھ۔

بعض کتابوں میں ہے کہ علوم فلاسفہ ادریس علیہ السلام سے مأخوذ ہیں۔ البتہ فلسفہ میں جو خلافِ شرع مسائل ہیں وہ فلاسفہ نے اپنی طرف سے داخل کیے ہیں ادریس علیہ السلام ان سے بری ہیں قال ابن عربی فی لواقح الانوار اعلم ان الغلط ما دخل علی الفلاسفۃ الا من تاویلھم وذلک انھم اخذوا العلم من شریعۃ ادریس علیہ السلام فاوّلوا ما بلغھم من کلامہ لما رفع فاختلفوا کما اختلفنا نحن فی کلام نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ فاحلّ ھذا العالم ماحرّمہ العالم الآخر قال الشیخ وما علمت اخطائی الا من ادریس علیہ السلام حین اجتمعت بہ فی واقعۃ من الوقائع فاخذت عنہ علمہ علی وجہ الحق انتہی کذا فی الیواقیت ج ا ص ۱۰۵۔

بعض علماء کے نزدیک آپ رسول ہیں اور بقول بعض آپ نبی ہیں نہ کہ رسول۔ آپ کے زمانے میں بھی اختلاف ہے ایک قول پہلے ذکر ہو چکا والثانی ما ذکرہ البعض انہ من ولد شیث علیہ السلام بینہ وبین شیث بن آدم علیھم السلام اربعۃ آباء ارسل بعد موت آدم علیہ السلام بمائتی سنۃ۔ ادریس علیہ السلام کی وفات آسمان رابع میں واقع ہوئی تھی وقیل لما مات احیاہ اللہ تعالیٰ وادخلہ الجنۃ وھو فیھا الآن۔ کذا فی انسان العیون ج ا ص ۳۹۶۔ ھذا واللہ اعلم۔

یحییٰ علیہ السلام ۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام معاصر تھے۔ یحییٰ علیہ السلام پر خوف و بکاء کا غلبہ تھا۔ عن قتادۃ رحمہ اللہ ان الحسن قال ان یحییٰ وعیسی علیھما السلام التقیا فقال لہ عیسی علیہ السلام استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ الآخر استغفر لی انت خیر منّی فقال لہ عیسی علیہ السلام سلّمت علی نفسی وسلّم اللہ علیک فعرف اس واقعہ میں اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًّا۔

وروی ابن عساکر ان ابوی یحیی خرجا فی تطلّبہ فوجداہ عند بحیرۃ اردن فلما اجتمعا بہ ابکاھما بکاء شدیدًا لما ھو فیہ من العبادۃ والخوف من اللہ عزوجل وروی ابن المبارک عن وھیب قال فقد زکریا ابنہ یحییٰ ثلثۃ ایام فخرج یلتمسہ فی البریۃ فاذا ھو قد احتفر قبرًا وقام فیہ یبکی علی نفسہ فقال یا بُنیّ انا اطلبک من ثلثۃ ایام وانت فی قبر قد احتفرتہ قائم تبکی فیہ فقال یا ابت الست انت اخبرتنی ان بین الجنۃ والنار مفازۃ لا تقطع الا بدموع البکّائین فقال لہ ابکِ یا بُنیّ فبکیا جمیعًا۔

یحییٰ علیہ السلام کو بعد میں شہید کر دیا گیا۔ قتل کے مختلف اسباب مفسرین ومؤرخین ذکر کرتے ہیں۔ قتل مسجد اقصیٰ میں صخرہ پر ہوا۔ جہاں پر ستر انبیاء اور بھی شہید کیے گئے تھے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ بخت نصر نے اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے۔

ابن عساکر زید بن واقد سے روایت کرتے ہیں کہ جامع مسجد دمشق جس کے مینار پر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے کی تعمیر کے وقت ایک غار میں ہمیں یحییٰ علیہ السلام کا سر صندوق میں ملا فعن زید بن واقد قال وکلنی الخلیفۃ الولید علی العمال فی بناء جامع دمشق فوجدنا فیہ مغارۃ فعرفنا الولید ذلک فوافانا فی اللیل وبین یدیہ الشمع فنزل فاذا ھی ای المغارۃ کنیسۃ لطیفۃ ثلاثۃ اذرع فی ثلاثۃ اذرع واذا فیھا صندوق ففتح الصندوق فاذا فیہ سفط وفی السفط رأس یحیی بن زکریا علیہما السلام مکتوب علیہ ھذا رأس یحیی بن زکریا فأمر بہ الولید فردہ الی مکانہ وقال اجعلوا العمود الذی فوقہ مغیرًا من بین الاعمدۃ فجعل علی الرأس عمود مسفط الرأس وفی روایۃ عن زید بن واقد ان ذلک الموضع کان تحت رکن من ارکان القبۃ یعنی قبل ان تبنی قال وکان علی الرأس شعر وبشر وذکر فی البدایۃ ج ۹ ص۱۵۶ قال زید بن واقد حضرت رأس یحیی بن زکریا وقد اخرج من اللیطۃ القبلیۃ الشرقیۃ التی عند مجلس بجیلۃ فوضع تحت عمود الکاسۃ قال الاوزاعی ھو العمود الرابع المسفط انتھی

قد جاء فی بعض الروایات ان یحییٰ علیہ السلام ھو الذی یذبح الموت یوم القیامۃ یضجعہ ویذبحہ بشفرۃ تکون فی یدہ والناس ینظرون الیہ والموت یکون فی صورۃ کبش املح فیوقف علی سور بین الجنۃ والنار وقیل الذی یذبح الموت جبریل علیہ السلام۔ ھذا واللہ اعلم۔

عیسیٰ علیہ السلام۔ عیسیٰ علیہ السلام خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ آپ کئی اوصاف میں صفِ انبیاء علیہم السلام میں ممتاز ہیں۔ اوّلاً یہ کہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔ ثانیاً وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ثالثاً وہ آج تک زندہ ہیں۔ رابعاً وہ آسمان پر ہیں کما ثبت فی صحیح الروایات وبنص القرآن۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر ابھی تک زندہ ہیں اور یہ معنی ہے اس آیت کا ورفعناہ مکانًا علیًّا لیکن یہ صحیح روایات سے ثابت نہیں ہے۔ خامسًا۔ آپ قیامت سے کچھ قبل زمین پر نزول فرما کر دجّال کو قتل کریں گے۔ سادسًا۔ آپ پہلی نماز امت محمدیہ میں سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے با جماعت ادا فرمائیں گے وھذا اکرام عظیم للہ تعالیٰ لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سابعًا۔ آپ نے خصوصی طور پر نبی علیہ السلام کا نام احمد لے کر ان کے آنے کی بشارت دی قال اللہ تعالیٰ حکایۃً یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ ثامنًا حدیث ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا کل

بنی آدم یطعن الشیطان فی جنبه حین یولد الا عیسی بن مریم۔ ذھب یطعن فطعن فی الحجاب۔ اخرجہ احمد۔ تاسعًا پیدا ہونے کے فوراً بعد آپ نے کلام کیا۔ اور اپنی والدہ کی برأت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا قال اللہ تعالیٰ ویکلم الناس فی المھد۔ کما صرح بہ القرآنُ۔ اس وصف میں یعنی وصف کلام فی المھد میں آپ کے شرکاء تین چار اشخاص اور بھی ہیں۔ عاشرًا۔ آپ کی والدہ بقول بعض علماء نبیہ تھیں۔ ابوالحسن اشعریؒ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سلسلۂ نبوت عورتوں میں بھی جاری تھا۔ اور مریمؑ نبیہ تھیں۔ لیکن جمہور امت کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جمہور امت کے نزدیک نبوت خاصۂ رجال ہے۔

وفی کتب التاریخ ان عیسٰی علیہ السلام اذا نزل من السماء یتزوج امرأۃ من جذام قبیلۃ بالیمن ویولد لہ ولدان یسمی احدھما محمدًا والاٰخر موسٰی یمکث اربعین سنۃ وقیل خمسًا واربعین سنۃ وقیل سبع سنین کما فی مسلم وقیل ثمان سنین وقیل تسعًا وقیل خمسًا ویدفن اذا مات فی روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیل فی حجرتہ صلی اللہ علیہ وسلم ای عند قبرہ الشریف وقیل فی بیت المقدس وقیل یدفن معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ ویؤیدہ ما ورد ویدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی من قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما۔ ھذا واللہ اعلم۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کا سلسلۂ نسب عدنان تک پہنچتا ہے۔ لہذا آپؐ عدنانی ہیں نہ کہ قحطانی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان سے آگے اہل تاریخ واخبار میں اختلاف ہے۔ عبدالمطلبؒ کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا لکثرۃ حمد الناس لہ اولانہ وُلد وفی رأسہ شیبۃ۔

عبدالمطلب کا اصل نام عامر تھا۔ ۱۴۰ سال کی عمر پائی۔ انھیں عبدالمطلب اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے چچا مطلب نے ان کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ لاتے ہوئے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا وہ چھوٹے تھے اور کپڑے پھٹے پرانے تھے تو لوگوں نے کہا کہ یہ مطلب کا عبد ہے۔

وقال البعض ان عبدالمطلب یقول للناس السائلین ھذا عبدی حیاءً فلما دخل مکۃ احسن من حالہ واظھر انہ ابن اخیہ۔

ہاشم کا اصل نام عمرو العُلا تھا سمی ھاشما لھشم الثرید واطعامہ الناس۔ عبدمناف کا نام مغیرہ تھا۔ قصی کا نام زید تھا وعن الشافعیؒ ان اسمہ یزید۔

عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور چھے بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں (۱) عبد اللہ وھو والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) زبیر (۳) ابوطالب ان کا نام عبد مناف تھا (۴) عباس (۵) ضرار (۶) حمزہ (۷) مقوم (۸) ابولہب اوراس کا نام عبدالعزی تھا (۹) حارث (۱۰) غیداق۔ اوراس کا نام حجل تھا۔ یہ ہیں اعمام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ بنات عبدالمطلب یعنی عمات نبی علیہ السلام کے نام یہ ہیں (۱) عاتکہ (۲) امیمۃ (۳) بیضاء اور یہ ام حکیم کے نام سے مشہور ہیں (۴) برہ (۵) صفیہ (۶) اروی۔

عبداللہ والد نبی علیہ السلام کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمر بن عائذ ہے۔ فاطمہ کے علاوہ عبدالمطلب کی بیویوں کے نام یہ ہیں نُتیلہ۔ ھالہ۔ لُبنیٰ۔ صفیہ۔ ممنعہ۔ فاطمہ زوجہ عبدالمطلب کی اولاد یہ ہیں عبداللہ۔ زبیر ابوطالب۔ عاتکہ۔ امیمۃ۔ بیضاء۔ برہ۔ عبدالمطلب کی دوسری زوجہ نتیلہ بنت کلیب بن مالک ہے۔ نتیلہ کی اولاد یہ ہیں عباس وضرار۔ عبدالمطلب کی تیسری زوجہ ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے۔ ہالہ کی اولاد تین ہیں حمزہ۔ مقوم۔ صفیہ۔ عبدالمطلب کی چوتھی زوجہ لبنیٰ تھی جو قبیلہ خزاعہ سے تھی لبنیٰ کا ایک بیٹا تھا یعنی ابولہب۔ عبدالمطلب کی پانچویں زوجہ کا نام صفیہ بنت جندب من بنی عامر بن صعصعہ ہے۔ صفیہ کی اولاد دو ہیں حارث واروی۔ عبدالمطلب کی چھٹی زوجہ خزاعیہ ہے اس کا نام ممنعہ بنت عمرو ہے اس کا ایک بیٹا تھا یعنی غیداق۔ کذا فی المعارف لابن قتیبۃ ص ۵۲۔

نسب آمنہ ام النبی علیہ السلام۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ جس طرح نبی علیہ السلام کے والد عرب میں سب سے زیادہ شریف خاندان سے متعلق تھے اسی طرح آپؐ کی والدہ کا خاندان بھی نہایت شریف تھا۔

والدہ کا سلسلہ نسب یہ ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ تاریخ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نبی علیہ السلام کا کوئی خال (ماموں) یعنی آمنہ کا کوئی بھائی بھی تھا یا نہیں۔ البتہ بنوزہرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے اخوال ہیں کیونکہ آمنہ ان کے قبیلہ سے تھیں۔ عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو ہے یہ بنو نجار سے تھی بنو نجار انصار مدینہ میں ایک قبیلہ کا نام ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام واقعۂ فیل کے سال میں پیدا ہوئے تھے اور بقول بعض واقعۂ فیل کے تیس سال بعد پیدا ہوئے تھے اور بقول امام حاکمؒ چالیس سال بعد پیدا ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ کے تولد کا سال عام فیل ہے۔ بالاتفاق آپؐ ربیع الاول میں سوموار کے دن اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن تاریخ تولد میں مشہور چار اقوال ہیں۔(۱) دو ربیع الاول (۲) آٹھ ربیع الاول۔(۳) دس ربیع الاول۔ (۴) بارہ ربیع الاول۔ اور وفات بروز سوموار بوقتِ چاشت یعنی بوقت صبح بارہ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی اور منگل کے دن زوالِ شمس کے بعد اور بقول بعض بدھ کی رات مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

سوموار کے دن کو اسلام میں یہ خاص فضیلت حاصل ہے کہ اسلام کے بہت سے تاریخی امور اس دن میں واقع ہوئے قال الحاکم ابو احمد ولد النبیّ علیہ السلام یوم الاثنین ونُبّیَ یوم الاثنین وھاجرَ من مکّۃ یوم الاثنین ودَخَل المدینۃ یوم الاثنین وتوفّی یوم الاثنین وعن ابن عباسؓ وُلِدَ یومَ الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ النبوّۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وھاجر الی المدینۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیہ البقرۃ یوم الاثنین فی ربیع الاول وتوفّی یوم الاثنین فی ربیع الاول۔

اس میں اختلاف ہے کہ نبی علیہ السلام کی پیدائش رات کو ہوئی یا دن کو۔ یاد رکھیے کہ اسلام میں رات مقدم ہوتی ہے دن پر۔ لہذا سوموار کی رات وہ ہے جو سوموار کے دن سے مقدم ہو تو بقولِ بعض آپ رات کو پیدا ہوئے۔ والدلیل ما روی عن عثمان بن ابی العاص عن امّہ رضی اللہ عنہما، انھا شھدت ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلاً قالت فما شیٔ انظر الیہ من البیت الّا نورًا وانی لانظر الی النجوم تدنو حتی انّی لاقول لتقعنّ علیّ۔

اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ دن کو پیدا ہوئے لقولہ علیہ السلام بعد ما سُئِل عن صَوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدتُ۔ لیکن دونوں قولوں میں بہت سے علماء واہلِ کشف یوں تطبیق کرتے ہیں کہ فجر سے کچھ قبل آپ کے تولد کی ابتداء ہوئی اور فجر کے بعد تولد کی تکمیل ہو کر آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اہل کشف لکھتے ہیں کہ ہر رات میں جو مختصر ایک وقتِ قبولیت ہے یہ وہ وقت ہے جس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا تولد ہوا اور وہ فجر سے کچھ پہلے ہوتا ہے اس وقت اہل کشف اور اہل بصیرت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے دروازے کھلتے دیکھتے ہیں۔

علامہ سہیلیؒ واقدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تولد کے فوراً بعد نبی علیہ السلام نے بزبانِ فصیح ان الفاظ پر تکلم فرمایا جلال ربی الرفیع اور بعض علماء کے نزدیک یہ تکلم فرمایا اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃً واصیلاً۔ اس بات میں کوئی بُعد نہیں کہ ان سب پر تکلم فرمایا ہو ولادت کے ساتویں دن عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور نام محمد رکھا اور کہا اردتُ ان یحمدہ اللہ فی السماءِ ویحمدہ الناس فی الارض۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نامِ مبارک محمد اشہر اسماء ہے

نبی علیہ السلام کے دو نامِ مبارک زیادہ مشہور ہیں۔ (۱) محمد (۲) احمد۔
کتاب شفاء میں ہے کہ محمد و احمد دو عجیب و شریف نام ہیں۔ آپؐ کے زمانے سے قبل کسی نے یہ نام نہیں رکھے تھے کوئی ان سے موسوم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں نام لوگوں کے تصرف سے محفوظ رکھے تھے تاکہ نبی آخر الزمانؐ کی نبوت میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ البتہ جب آپؐ کے تولّد کا زمانہ بالکل قریب ہوا اور اہلِ کتاب باقاعدہ اپنی مجلسوں میں بتاتے تھے کہ بس اب عن قریب ہی ایک نبی ظاہر ہونے والے ہیں جن کا نام محمد ہوگا تو بعض لوگوں نے اس توقع سے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا کہ شاید وہ شرفِ نبوت ہمارے بیٹے کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ان کی وجہ سے ہمارے نبی علیہ السلام کی نبوت میں کوئی اشتباہ نہیں آیا کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔
تولّد کے بعد اوّلاً آپؐ کو ثوبیہ نے چند روز تک دودھ پلایا۔ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی پھر حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہؓ مستقل مرضعہ مقرر ہوئیں قالت حلیمۃ کان محمد یشبُّ فی الیوم شباب الصبیّ فی شہر۔ نبی علیہ السلام ماں کے بطن میں تھے کہ ان کے والد عبداللہ وفات پاگئے۔ لیکن یہ بات واقدی کے نزدیک مشکوک ہے۔ امام حاکمؒ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے تولّد کے آٹھ ماہ بیس دن کے بعد عبداللہ کی وفات ہوئی۔ آپؐ کے سرپرست آپؐ کے جدّ عبدالمطلب تھے۔ جب آپؐ چھ یا آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا اور عبدالمطلب نے آپؐ کے بارے میں ابوطالب کو وصیت کی اور تاکید کی۔
اور جب آپؐ کی عمر چھ سال یا چار سال کی ہوئی تو والدہ کا انتقال ہوگیا۔ والدہ کا انتقال مقام ابواء میں ہوا۔ ابواء مکہ و مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ اور آپؐ کے والد عبداللہ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔
ابھی دو سال قبل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں مدینہ منورہ میں جب اُس گھر کو مسمار کیا گیا جس میں نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ مدفون تھے تو کھدائی اور زمین ہموار کرنے کے دوران حکومتِ سعودی کے کارندوں نے دیکھا کہ عبداللہ قبر میں بالکل صحیح سالم تھے۔ اسی گھر میں چند صحابہ کی بھی قبریں تھیں ان کے بدن بھی بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت کے کرشمے ہیں۔ دنیا کے عام اخباروں میں اس قصے کی باقاعدہ تفصیل شائع ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی کھدائی کے اس واقعہ سے اس بات کی بھی تائید ہوئی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مغفور ہیں
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے بارے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ قول اول یہ ہے کہ وہ اہلِ فترت میں سے تھے اور زمانۂ فترت میں چونکہ کوئی صحیح دین موجود نہیں تھا لہٰذا اس میں صرف

توحید ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نبی علیہ السلام کے والدین بھی موحد تھے۔

قول ثانی توقف ہے یعنی یہ معاملہ سپرد و مفوض الی اللہ ہے۔

قول ثالث۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے چند لمحوں کے لیے دوبارہ زندہ کیا اور دونوں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت اور سارے دین اسلام پر ایمان لائے اور پھر دوبارہ وفات پا گئے۔ اور ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور آپ کی خصوصیات بہت سی ہیں لہذا اس احیاء میں اور قبول ایمان بعد الموت میں کوئی بُعد نہیں ہے بعض علماء کے نزدیک حجۃ الوداع میں یا اس کے بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کے احیاء کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ لہذا جو احادیث ان کے عدم ایمان پر دال ہیں وہ اس واقعہ سے مقدم ہیں۔ کما روی مسلم انّ رجلًا قال یا رسولَ اللہ اَینَ اَبِی ؟ قال فی النار فلما قفّیٰ دعاہ قال اِنّ اَبِی و اَباکَ فِی النارِ۔ وما روی الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلَسَ الی قبرٍ فناجاہ طویلًا ثم بکیٰ فبکینا لِبکائہ وفیہ فقال ما ابکاکم فقلنا بکینا لِبکائك فقال اِنّ القبرَ الذی جلستُ عندہ قبر اٰمنۃ وانّی استاذنتُ ربّی فی زیارتہا فاذِنَ لی وانّی استاذنتُہ فی الاستغفار فلم یاذن لی۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی ہوئی۔ چالیس سال کی عمر ہونے پر آپ کو نبوت ملی پھر تیرہ سال نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہجرت کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پا گئے۔ قال الحاکم وبدءُ الوجع برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت میمونۃ یومَ الاربعاء للیلتین بقیتا من شہر صفر۔ مرض وفات کئی دن تک جاری رہا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو بیٹے ہوئے اول قاسم اور اسی کے پیش نظر آپ کو ابوالقاسم کہتے ہیں۔ قاسم دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ دوسرے بیٹے عبداللہ تھے۔ انھیں طیب وطاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ بقول بعض طیب وطاہر دو اور بیٹے ہیں قاسم وعبداللہ کے سوا۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے لہذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صرف دو بیٹے قاسم وعبداللہ پیدا ہوئے تھے آپ کے ایک تیسرے بیٹے ابراہیم مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے۔ ابراہیم کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ ہے۔

نبی علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور چاروں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ اول زینب رضی اللہ عنہا زوجہ ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ (۲) فاطمہ رضی اللہ عنہا زوجہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۳) رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۴)

ام کلثوم رض زوجہ عثمان بن عفان رض۔ جب رقیہ رض کی وفات ہوئی تو ام کلثوم رض کے ساتھ عثمان رض کا عقد ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رض کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ حضرت رقیہ رض کی وفات رمضان شریف ۲ھ میں ہوئی اور حضرت ام کلثوم رض نے شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام کی اولاد از خدیجہ رض میں سب سے بڑے قاسم تھے پھر زینب رض پھر رقیہ رض پھر ام کلثوم رض پھر فاطمہ رض۔ تو فاطمہ رض سب سے چھوٹی ہیں اور بقول بعض علماء ام کلثوم رض فاطمہ رض سے چھوٹی ہیں یہ سب نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے پھر نبوت کے بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے پھر ابراہیم مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اور تمام اولاد حضرت خدیجہ رض سے ہے سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ اور سب کی وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل ہوئی سوائے حضرت فاطمہ رض کے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں خدیجہ ثم سودۃ ثم عائشۃ ثم حفصۃ وام حبیبۃ وام سلمۃ وزینب بنت جحش ومیمونۃ وجویریہ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے چار مؤذنین تھے بلال و ابن ام مکتوم مدینہ منورہ میں و ابو محذورہ مکہ میں وسعد القرظ قبا میں رضی اللہ عنہم۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے ۱۰ھ میں اور چار عمرے کیے ہیں اور بنفس نفیس پچیس غزوات میں شریک ہوئے ہیں کما قال محمد بن اسحٰق۔ اور بعض کے نزدیک غزوات کی تعداد ستائیس ۲۷ ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سرایا ۵۶ ہیں۔ ہذا واللہ اعلم۔

ابناء ابراہیم علیہ السلام قال اللہ تعالیٰ ووصّٰی بہا ابراھیم بنیہ الآیۃ ابراہیم علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے۔ ابن حبیب مؤرخ اپنی کتاب المحبر، ص ۳۹۴ پر لکھتے ہیں بنو ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) اسماعیل وامہ ھاجر ام ولد (۲) واسحاق وامہ سارۃ بنت لابن بن بثویل بن ناحور (۳) ومدن و (۴) مدُون و (۵) یقشان و (۶) زمرون و (۷) اَشبُق و (۸) شُح وامہم قنطورا بنت مقطور من العرب العاربۃ فسیرّ ابراھیم علیہ السلام مدون واَشبُق وشح وضم الباقین فوقع ھؤلاء الثلاثۃ الی خراسان فتناسلوا بہا فترکُ خراسان منھم انتھی۔

مؤرخ ابن حبیب کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں سارہ وقنطورا وہاجرہ۔ ہاجرہ میں اختلاف ہے کہ یہ ان کی زوجہ تھیں یا مملوکہ ام ولد تھیں۔ ہاجرہ وسارہ کی وفات کے بعد ہی قنطورا سے شادی ہوئی تھی۔

امام طبری اپنی تاریخ ج ا ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ سارہ و ہاجر کے انتقال کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے دو عربی النسل عورتوں سے شادی کی دونوں عرب عاربہ سے تھیں۔ ایک زوجہ کا نام حجور بنت ارہیر تھا۔ ان سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں (۱) کیسان (۲) شورخ (۳) امیم (۴) لوطان (۵) نافس۔ اور دوسری زوجہ کا نام قنطورا بنت مفطور تھا۔ ان سے چھ بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام یہ ہیں (۱) مدن (۲) مدین (۳) یقسان (۴) زمران (۵) یسبق (۶) سوح۔ بعض اہل تاریخ نے یسبق کا نام یسباق اور سوح کا نام ساح لکھا ہے۔ یقسان اپنی اولاد سمیت مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور مدین و مدن دونوں ارضِ مدین میں جا بسے۔ اور انہی کے نام سے مدین موسوم ہے اور باقی بیٹے مختلف ملکوں میں متفرق آباد ہوئے۔

ان بیٹوں نے ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی یا ابانا أنزلت اسماعیل و اسحاق معك وامرتنا ان ننزل ارض الغربة والوحشة فقال ابراهیم بذلك أمرت فعلمهم اسما من اسماء الله تعالیٰ فکانوا یستسقون به ویستنصرون فمنهم من نزل خراسان فجاءتهم الخزر فقالوا ینبغی للذی علمکم هذا أن یکون خیر اهل الارض اوملك الارض انتهی ماذکر ابن جریر۔

شعیب علیہ السلام مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں قال ابن حبیب فی المحبر ص۳۸۹ وکان من ولد مدین بن ابراهیم علیه السلام۔ شعیب بن یوبب بن عیفا بن مدین۔ ومالك بن ذعر بن یوبب بن عیفا الذی استخرج یوسف علیه السلام من الجب۔ هذا والله اعلم۔

ابناء اسمٰعیل علیہ السلام۔ اسماعیل علیہ السلام کے کئی بیٹے تھے ان کی تعداد و اسماء میں اصحابِ تاریخ کا اختلاف ہے۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۲ ص ۴۹ پر لکھا ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے اسماء یہ ہیں نابت۔ قیدار۔ أدبیل۔ مبسم۔ مشمع۔ دوما۔ دوام۔ مسّا۔ حداد۔ ثیما۔ یطور۔ نافش۔ ثم قال وکل هؤلاء قد أنسل ولما قبض اسماعیل علیه السلام قام بالبیت بعده نابت بن اسمٰعیل ثم قام من بعده اناس بن جرهم لغلبة جرهم علی ولد اسماعیل علیه السلام اھ۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ نابت۔ قیدر۔ ادبیل۔ میشا۔ مسمع۔ دما۔ ماس۔ ادد۔ وطور۔ نفیس۔ طما۔ قیدمان۔ اکثر عرب نابت وقیدر کی اولاد ہیں۔ قال وامهم اسمها السیّدة بنت مضاض بن عمرو الجرهمی وهی التی قال لها ابراهیم علیه السلام اذ قدم مکة وهی زوجة اسمٰعیل علیه السلام قولی لزوجك اذا جاء قد رضیت لك عتبة بابك اھ تاریخ الامم ج ا ص۱۶۱۔

ابن حبیب مؤرخ محبر میں لکھتے ہیں اسماء ولد اسماعیل علیہ السلام قیذر۔ نباوذ (وھو نبیث) اذبل۔ منشا۔ مشماعۃ۔ دوما۔ ماش۔ أذور۔ طیما۔ یطور۔ نبش۔ قیذم۔ کتاب المحبر ص۳۸۶ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اولاد یعقوب علیہ السلام۔ اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی بیوی کا نام رفقا بنت بتویل بن الیاس ہے۔ ان کے بطن سے عیص بن اسحاق و یعقوب بن اسحاق علیہما السلام پیدا ہوئے کہتے ہیں کہ دونوں توأمین تھے۔ عیص بڑے تھے عیص کی شادی بسمہ بنت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوئی بسمہ کے بطن سے روم بن عیص پیدا ہوا۔ ساری رومی قوم روم بن عیص کی اولاد ہے۔

یعقوب بن اسحاق علیہما السلام کی بیوی کا نام لیا بنت لیان بن بتویل بن الیاس ہے۔ پس لیا آپ کے خال کی بیٹی ہیں۔ پھر لیا کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل بنت لیان بن بتویل بن الیاس سے عقد نکاح کیا۔ لیا کے بطن سے چھ بیٹے پیدا ہوئے یعنی روبیل اور یہ سب سے بڑے ہیں۔ شمعون۔ لاوی۔ یہوذا۔ زبالون۔ یسحر وقیل فی یسحر یشخر۔ لیا سے ایک بیٹی بھی جس کا نام دینہ تھا۔ اور راحیل کے بطن سے دو بیٹے تھے یعنی یوسف علیہ السلام اور بنیامین۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیاں تھیں ایک کا نام زلفہ اور دوسری کا نام بلہہ تھا۔ ان دو باندیوں کے بطن سے چار بیٹے تھے یعنی دان۔ نفثالی۔ حادر۔ آشر۔ لہٰذا یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے اور یہی بارہ بیٹے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط ہیں۔ تاریخ الامم ج ۱ ص ۱۶۳۔ اکثر انبیاء بنی اسرائیل اور سلاطین بنی اسرائیل ان بارہ اسباط یعنی اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے ہیں۔ کیونکہ اسحاق علیہ السلام نے آپ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ فدعا لہ اسحاق ان یجعل اللہ فی ذریتہ الانبیاء والملوک ودعا لعیص ان تکون ذریتک عدداً کثیرا کالتراب ولا یملکھم احد غیرھم۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۶۴۔

وقیل ان یعقوب جمع بین الاختین راحیل ولیا ابنتی لیان بن بتویل بن الیاس وکان الناس یومئذ یجمعون بین الاختین الی ان بعث اللہ تعالی موسی علیہ السلام وانزل علیہ التوراۃ فذلک قولہ تعالی وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ یقول جمع یعقوب بین لیا وراحیل۔ قالہ الطبری فی تاریخہ ج ۱ ص۱۶۵۔ قال وماتت راحیل فی نفاسھا بنیامین فکان الغلامان یوسف وبنیامین فی حجر یعقوب علیہ السلام فاحبھما وعطف علیھما لیتمھما من امھما وکان احب الخلق الیہ یوسف علیہ السلام فحسدہ اخوتہ ورأی یوسف فی المنام کأن احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأھم ساجدین لہ فحدث اباہ فقال یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ان

الشیطان للانسان عدوٌّ مبین۔

یعقوب علیہ السلام کی ایک بیٹی ایوب علیہ السلام کے عقدِ نکاح میں تھیں وهو ایوب بن موص ابن رغویل وکان ابو ایوب ممن اٰمن بابراهیم علیه السلام یوم احراق نمرود وکانت زوجته التی امر بضربها بالضغث ابنة لیعقوب بن اسحاق علیهما السلام یقال لها لیا کان یعقوب زوّجها منه۔ بعض مؤرخین کی رائے ہیں ایوب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے ہم زمان نہیں بلکہ بہت متأخر اور نسل عیص بن اسحاق سے ہیں۔

مجبرؔ، ص ۳۸۶ میں ہے کہ اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے عیص و یعقوب علیہ السلام وهو اسرائیل علیه السلام۔ قال فیه واسماء وُلد یعقوب شمعون وروبیل ویهوذا ولاوی و یسّاخر وزبلون ودِنیا (وامّهم اُلیّة بنت احبن بن بتویل بن ناحور) وجاذ واُشّیر (واُمّهما بلها اَمَة راحیل) ویوسف وبنیامین (وامّهما راحیل اخت اُلیّة) ودان ونفثالی (وامّهما زلفا اَمَة اُلیّة)

فمن وُلد لاوی بن یعقوب موسیٰ وهارونؑ علیهما السلام۔ ابنا عمران بن قاهث بن لاوی ابن یعقوب وزکریّا بن بَشوی وابنه یحییٰ من ولد هارون بن عمران وقارون بن یصهر بن قاهث ابن لاوی۔ والسّامریؔ۔ واسمه میخا بن رعویل بن قاهث بن لاوی وامّ موسیٰ اسمها یوخابذ بنت لاوی وهی عمّة ابیه۔

ومن ولد یهوذا سلیمان بن داؤد بن اِیشی بن عُوبَذ بن باعذ بن شلمون بن نحشون بن عَمّینادب بن اٰرم بن حضرون بن فارص بن یهوذا ومن بنی لاوی ایضًا قریضة والنضیر وهٰذل من یهود المدینة بنو النحام بن نیحوم بن عوف بن قیس بن فنحاص بن العازر بن الکاهن بن هارون ابن عمران بن قاهث بن لاوی۔

ومن ولد یوسف النبی علیه السلام الیسَع بن عدی بن شوتلح بن اِفرایم بن یوسف بن یعقوب علیهما السلام۔ ویوشع بن نون بن اِفرایم بن یوسف هو فتی موسیٰ علیه السلام وکان یونس بن متّی من ولد بنیامین بن یعقوب وکان من ولد العیص بن اسحاق ایوبؑ علیه السلام بن زارح بن اَموص بن لیفزر بن العیص بن اسحاق۔ والخضرؔ۔ وهو خضرون بن عمیایل بن فلان بن العیص۔ و الیاسؔ بن تشبین بن العازر بن الکاهن بن هارون علیه السلام انتهی بلفظه۔ هذا والله اعلم۔

تمت خلاصة کتابی مرأة النجباء فی تاریخ الانبیاء

ہاروت و ماروت ۔ قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت و ما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ الآیۃ ہاروت و ماروت کے بارے میں مفسرین نے بڑا طویل کلام کیا ہے بعض کے نزدیک یہ دو بادشاہوں کے نام تھے۔ اس قول والے کی تائید ہوتی ہے قراءتِ الملکین بکسر لام سے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ یہ دو فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحانِ انسان سحر سکھانے کے لیے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے انسان کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ بھی امتحان کا ایک طریقہ ہے۔ بقولِ بعض ہاروت و ماروت زمانہ ادریس علیہ السلام میں تھے۔

یہ تو ہے ہاروت و ماروت علیہما السلام کے بارے میں اجمالی بیان اور اس بیان میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ باقی بعض مفسرین نے جو اُن کا ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی صحیح حدیث نہیں پہنچی اس لیے ہمارا ان مغیبات کی تفصیل میں جانا اور اس قصے کو صحیح تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔

وہ قصہ یہ ہے کہ فرشتوں کو انسان کی مخالفت و معاصی سے تعجب ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کہنے لگے کہ اگر ہم انسان کی جگہ پر ہوتے تو اے اللہ ہم معاصی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اپنی جماعت میں سے دو فرشتے منتخب کر لو۔ فرشتوں نے ہاروت و ماروت کو منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بصورتِ بشر زمین پر بھیجا اور دونوں میں قوتِ شہویہ پیدا فرما دی۔ یہ دونوں فرشتے زمین پر انسانوں کے مابین عدل و انصاف سے فیصلے کرتے رہے تا آنکہ دونوں ایک حسین عورت زہرہ نامی کے عشق میں مبتلا ہوئے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا مطالبہ کیا کہ زہرہ نے بایں شرط ان کا مطالبہ تسلیم کیا کہ وہ بت کی پرستش شروع کر دیں یا شراب پی لیں یا کسی انسان کو قتل کر دیں۔

ہاروت و ماروت نے زہرہ کی شرط قبول کر لی پھر زہرہ نے ان سے وہ علم سیکھا جس کے طفیل وہ آسمان پر جا سکتے تھے چنانچہ زہرہ بھی آسمان پر چلی گئی۔ آسمان ہی میں اللہ تعالیٰ نے زہرہ کو مسخ کر کے وہ ستارہ بنا دیا جسے آج کل زہرہ ستارہ کہتے ہیں جو عموماً شام کے وقت مغرب کی طرف چمکتا نظر آتا ہے اس کے بعد دونوں فرشتوں نے آسمان پر جانا چاہا لیکن نہ جا سکے اللہ تعالیٰ نے قوتِ صعود ان سے چھین لی۔ پھر دونوں کو عذابِ دنیا و عذابِ آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دے دیا دونوں نے عذابِ دنیا پسند کیا چنانچہ وہ دونوں فرشتے آج تک عذاب میں مبتلا ہیں۔

ایک روایت میں ہے فاوحی اللہ الیھما ان ائتیا بابل فانطلقا الی بابل فخسف بھما فھما

منکوسان بین السماء والارض معذبان الی یوم القیامۃ وعن مجاھد قال کنت مع ابن عمر فی سفر فقال لی ارمق الکوکب فاذا طلعت ایقظنی فلما طلعت ایقظتہ فاستوی جالسًا فجعل ینظر الیھا ویسبّھا سبًّا شدیدًا فقلتُ برحمك الله ابا عبد الرحمٰن نجم ساطع مطیع ماله تسبّب فقال اما ان هذہ کانت بغیًا فی بنی اسرائیل فلقی الملکان منھا ما لقیا۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان المرأۃ التی فتن بھا الملکان مسخت فھی ھذہ الکوکبۃ الحمراء یعنی الزھرۃ واخرج الدیلمی عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن المسوخ فقال ھم ثلاثۃ عشر الفیل والدبّ والخنزیر والقرد والجریث والضبّ والوطواط والعقرب والدعموص والعنکبوت والارنب وسھیل والزھرۃ فقیل یا رسول اللہ وما سبب مسخھم فقال اما الفیل فکان رجلًا جبارًا لوطیًّا لا یدع رطبًا ولا یابسًا واما الدبّ فکان مؤنثًا یدعو الناس الی نفسہ واما الخنزیر فکان من النصاری الذین سألوا المائدۃ فلما نزلت کفروا واما القردۃ فیھود اعتدوا فی السبت واما الجریث فکان دیوثًا یدعو الرجال الی حلیلتہ واما الضبّ فکان اعرابیًا یسرق الحاج بمحجنہ واما الوطواط فکان رجلًا یسرق الثمار من رؤس النخل واما العقرب فکان رجلًا لا یسلم احد من لسانہ واما الدعموص فکان نمّامًا یفرق بین الاحبّۃ واما العنکبوت فامرأۃ سحرت زوجھا واما الارنب فامرأۃ کانت لا تطھر من حیض واما سھیل فکان عشّارًا بالیمن واما الزھرۃ فکانت بنتًا لبعض ملوك بنی اسرائیل افتتن بھا ھاروت وماروت کذا فی الدر المنثور ج ۱ ص ۱۰۳

اس قسم کے متعدد آثار درمنثور وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں لیکن یہ سب ضعیف، موضوع ومردود ہیں۔ علماء حدیث نے تصریح کی ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح مرفوع یا غیرمرفوع مروی نہیں ہے۔ قاضی عیاض وغیرہ محدثین ومحققین نے ان کی تردید کی ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں ما ذکرہ اھل الاخبار ونقلہ المفسرون فی قصۃ ھاروت وماروت لم یرد منہ شئ لا سقیم ولا صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی البحر المحیط ان جمیع ذلك لا یصح منہ شئ ولم یصح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یلعن الزھرۃ ولا ابن عمر رضی اللہ عنھما وقال الامام الرازی ھذہ الروایۃ فاسدۃ مردودۃ غیر مقبولۃ۔

ونص الشھاب العراقی علی ان من اعتقد فی ھاروت وماروت انھما ملکان یعذبان علی خطیئتھما مع الزھرۃ فھو کافر باللہ العظیم فان الملائکۃ معصومون قال اللہ تعالیٰ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون والزھرۃ کانت یوم خلق اللہ تعالیٰ السمٰوٰت والارض۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی بستان العارفین ص ۱۹۱ پر لکھتے ہیں تکلموا فی امر الزهرة وسهیل وهما نجمان فقیل هما ممسوخان وروی عطاء ان ابن عمر کان اذا رأی سهیلا شتمه واذا رأی الزهرة شتمها وقال ان سهیلا کان عشارا بالیمن یظلم الناس وان الزهرة کانت صاحبة هاروت وماروت فمسخهما الله تعالی شهابا وقال مجاهد کان ابن عمر اذا قیل له طلعت الحمرة قال لا مرحبا بها ولا اهلا یعنی الزهرة وقال بعضهم هذا لا یصح فان هذه النجوم خلقت حین خلقت السماء لانه روی فی الخبر ان السماء لما خلقت خلق فیها سبعة دوارات زحل والمشتری وبهرام والزهرة وعطارد والشمس والقمر هذا معنی قوله تعالی و هو الذی خلق اللیل والنهار والشمس والقمر کل فی فلك یسبحون۔ وجعل مصلحة الدنیا بهذه السبعة الدوارات۔

فثبت بهذا ان قول المسخ لا یصح فان الزهرة وسهیلا کانا قبل آدم علیه السلام والذی روی عن ابن عمرؓ ان سهیلا کان عشارا وان الزهرة فتنت هاروت وماروت فهو کما قالوا کان رجل اسمه سهیل وامرأة مسماة بالزهرة فمسخهما الله شهابا ولکنهما لم یبقیا بل هلکا وصارا الی النار اما الذی روی انه کان یشتمه فاحتمل انه لم یشتم الکواکب وانما شتم سهیلا الذی کان عشارا اوکذلك الزهرة انتهی بتصرف

علامہ آلوسی روح المعانی ج ۱ ص ۳۴۱ پر لکھتے ہیں ولعل ذلك من باب الرموز والاشارات فیراد من الملکین العقل النظری والعقل العملی اللذان هما من عالم القدس ومن المرأة المسماة بالزهرة النفس الناطقة ومن تعرضهما لها تعلیمهما لها ما یسعدها ومن حملها ایاهما علی المعاصی تحریضها ایاهما بحکم الطبیعة المزاجیة الی المیل الی السفلیات المدنسة لجوهرهما ومن صعودها الی السماء بما تعلمت منهما عروجها الی الملأ الاعلی ومخالطتها مع القدسیین بسبب انتصاحها بنصحهما ومن بقائهما معذبین بقاؤهما مشغولین بتدبیر الجسد وحرمانهما عن العروج الی سماء الحضرة لان طائر العقل لا یحوم حول حماها هذا والله اعلم۔

الجنّ قرآن شریف میں جنّ کا ذکر متکرر ہے تفسیر بیضاوی میں آیت ومن الناس من یقول آمنا بالله وبالیوم الآخر الخ کی شرح میں مذکور ہے۔ جنّ نوع انس کی طرح مکلّف بالایمان اور عقل وحواس رکھنے والی نوع ہے۔ البتہ بدن انسان کثیف ہے۔ اسی وجہ سے نظر آتا ہے۔ اور بدنِ جنّ لطیف ہوتا ہے لہذا قابل رؤیت نہیں۔ البتہ جب جنّ دیگر حیوانات کی شکل میں ہوجاتے تو وہ نظر آتا ہے۔

جنات کے وجود پر ایمان لانا شرعًا ضروری ہے۔ قرآن مجید واحادیث میں بتواتر ان کا ذکر موجود ہے۔ قرآن وحدیث ماننے والے کے لیے وجودِ جنات سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ صحابہؓ اور اوران کے بعد تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات موجود ہیں جہمیہ اور معتزلہ میں سے بعض

وجودِ جن کے منکر ہیں۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی وجود الجنّ وجمہور طوائف الکفار علی اثبات الجنّ فوجود الجن تواترت به اخبار الانبیاء علیهم السلام تواتراً معلوماً بالاضطرار ومعلوم بالاضطرار انهم احیاء عقلاء فاعلون بالارادة مأمورون منهیون لیسوا صفاتٍ و اعراضاً قائمة بالانسان اوغیرہ کما یزعمه بعض الملاحدة۔ فامر الجن ظاهر یعرفه العامة والخاصّة لم یمکن لطائفة من طوائف المؤمنین بالرسل ان ینکرهم وکذلک جمهور الکفار کعامة اهل الکتاب قائلون بهم وکذلک عامة مشرکی العرب وغیرهم من اولاد سام والهند وغیرهم من اولاد حام انتہی بحاصلہ۔

قال امام الحرمین فی کتابه الشامل انّ کثیراً من الفلاسفة وجماهیر القدریّة وکافة الزنادقة انکروا الشیاطین والجن رأساً ولا یبعد لو انکر ذلک من لا یتشبّث بالشریعة وانما العجب من انکار القدریة مع نصوص القرآن وتواتر الاخبار واستفاضة الآثار ثم ساق جملة من نصوص الکتاب والسنة۔ وقال ابو القاسم الانصاریؒ فی شرح الارشاد وقد انکرهم معظم المعتزلة ودلّ انکارهم ایاهم علی قلة مبالاتهم و رکاکة دیاناتهم فلیس فی اثباتهم مستحیل عقلیّ انتہی۔ احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ مخلوقات میں ذوی العقول و مکلف تین انواع ہیں ملائکہ و انسان و جن۔ قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں عن ابی هریرةؓ مرفوعاً ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق اربعة اصناف الملائکة والشیاطین والجن والانس۔ جنات کی اصل آگ ہے اسی طرح ابلیس وشیاطین کی اصل بھی آگ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وخلق الجانّ من مارج من نار وقال اللہ والجانّ خلقناه من قبل من نار السموم وقال حکایةً عن ابلیس خلقتنی من نار وخلقته من طین عام احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ابلیس نوع جن میں سے ہے۔ اسی طرح جمیع شیاطین از قبیل جن ہیں قرآن میں ہے وکان من الجنّ نوع جنات میں سے جو مسلمان ہیں وہ جن کہلاتے ہیں اور جو کافر و گمراہ ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں قال الجوهری کل عاتٍ متمرّد من الجن والانس والدواب شیطان وقال ابن عبد البر کل جنّی ان خبث فهو شیطان فان زاد علی ذلک فهو مارد فان زاد علی ذلک وقوی امرہ قالوا عفریت والجمع عفاریت۔

جنات انسان سے قبل زمین پر قابض تھے جس طرح آج انسان زمین پر قابض ہیں۔ پہلے زمین جنات سے آباد تھی اور حسب قول عبد اللہ بن عمروؓ وہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل دو ہزار سال تک زمین کے عامرین تھے ابو الجن کا نام شومیا تھا جس طرح آدم علیہ السلام ابو الانس ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال خلق اللہ شومیا ابا الجنّ وھو الذی خلق من مارج من نار وعن عبد اللہ بن عمروؓ قال خلق اللہ تعالی بنی الجانّ قبل آدم بالفی سنۃ۔ پھر جب جنات نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنھوں نے جنات کو پہاڑوں اور سمندری جزائر کی طرف بھگا کر ان سے زمین کو خالی کر دیا اور ان کے بعد آدم علیہ السلام زمین میں خلیفہ مقرر کیے گئے۔

بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ابو الجن ہے مگر یہ قول زیادہ محقق نہیں ہے۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ جنّ کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم کی صورتیں سانپ جیسی ہیں دوسری قسم سیاہ کتّوں کی شکل میں ہے اور تیسری قسم اڑتی ہوا کی طرح ہے۔ وعن ابی الدرداءؓ مرفوعاً خلق اللہ الجنّ ثلاثۃ اصناف۔ صنف[1] حیّاتٌ وعقارب وخشاش الارض وصنفٌ[2] کالریح فی الھواء وصنفٌ[3] علیھم الحساب والعقاب وخلق الانس ثلاثۃ اصناف، صنف[1] کالبھائم قال اللہ تعالٰی لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا الآیۃ وصنفٌ[2] اجسادھم اجساد بنی اٰدم وارواحھم ارواح شیاطین وصنفٌ[3] فی ظلّ اللہ تعالی یوم لا ظلّ الّا ظلّہ۔

جنّ مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے ہیں عموماً وہ سانپ اور کتوں کی شکل میں متشکل ہوتے ہیں وعن ابی سعید الخدریؓ مرفوعاً ان بالمدینۃ نفراً من الجنّ قد اسلموا فاذا رأیتم من ھذہ الھوامّ شیئاً فانذروہ ثلاثاً فان بدا لکم فاقتلوہ۔ اور بعض علماء تشکّل جن بصور مختلفہ کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنات میں بعض ساحر ہیں وہ سحر کے ذریعہ مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں عام جنات متشکل بصور مختلفہ نہیں ہو سکتے واختارہ القاضی ابو یعلیؒ۔ ابو یعلی اپنی تائید میں یہ اثر ذکر کرتے ہیں ان عمر رضی اللہ عنہ قال انّ احداً لا یستطیع ان یتغیّر عن صورتہ التی خلقہ اللہ علیھا ولکن لھم سحرۃ کسحرتکم فاذا رأیتم ذلک فاذّنوا۔

بہر حال جنات کی اصلی شکل قابل رؤیت نہیں ہے ولذا قال الشافعیؒ من زعم انہ یری الجنّ ابطلنا شھادتہ ای یری الجنّ فی صورتھم الاصلیّۃ لقول اللہ تعالی فی کتابہ الکریم انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم۔

جنّ عموماً جنگلوں اور نجس جگہوں میں رہتے ہیں اس لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ان ھذہ الحشوش محضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اللّٰھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث رواہ الترمذی والنسائی وفی روایۃ ابن سنی فلیقل بسم اللہ وروی ابوداؤد عن جابر مرفوعاً اذا دخل الرجل منزلہ وذکر اسم اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لا مبیت لکم ولا عشاء واذا ذکر اسم اللہ عند

دخولہ ولم یذکرہ عند طعامہ یقول ادرکتم العشاء ولا مبیت لکم واذالم یذکر اسم اللہ عند دخولہ قال ادرکتم المبیت والعشاء۔

جن بھی انسانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں لیکن ان کے طریقۂ اکل وشرب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں قال بعضھم اکلھم وشربھم تشمّم استرواح لا مضغ ولا بلع وھذا القول لا دلیل لہ والقول المختار انّ اکلھم وشربھم مضغ وبلع کما ثبت فی الاحادیث الصحیحۃ وفی حدیث امیۃ عند ابی داؤد وفیہ ما زال الشیطان یأکل معہ فلما ذکراللہ استقاء ما فی بطنہ وفی حدیث صحیح نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستنجی بالعظم والروث وقال انہ زاد اخوانکم من الجنّ وفی حدیث ابن عمرؓ عند مسلم مرفوعًا لا یأکلنّ احد منکم بشمالہ ولا یشربنّ بھا فانّ الشیطان یأکل بشمالہ ویشرب بھا۔ وکان الامام الاعمش یقول تزوّج الیناجنّیّ فقلت لہ ما احبّ الطعام الیکم فقال الارز قال فاتیناہ بہ فجعلت اری اللقم ترفع ولا اری احدًا فقلت فیکم من ھذہ الاھواء التی فینا قال نعم قلت فما الرافضۃ فیکم قال شرّنا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح نکاح وتوالد اولاد اور بیاہ وشادی کا سلسلہ جاری ہے قال اللہ تعالیٰ لم یطمثھن انس قبلھم ولا جانّ والطمث ھو الجماع والافتضاض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان سے جماع متحقق ہوتا ہے۔ متعدد احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح متعدد واقعات سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ جس طرح مرد انسان کے لیے بیوی ہوتی ہے اسی طرح جنات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔

انسان کی طرح جنات بھی مکلف اور مخاطب بالعبادات ہیں لقولہ تعالیٰ فبایّ اٰلاء ربّکما تکذّبان۔ نیز قرآن وسنت میں شیاطین کی مذمت ہے اور ان پر لعنت کا ذکر ہے اور ان کے لیے عذاب کی وعیدیں وارد ہیں اور یہ امور مخالفتِ امر ونہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جنات بھی مکلف بالامر والنہی ہیں۔

جمہور علماء امت کے نزدیک جنات میں کوئی رسول ونبی نہیں آیا بلکہ رسالت ونبوت کا سلسلہ صرف جنس انسان ہی میں جاری تھا۔ انسانی نبی جنات کی طرف بھی مبعوث ہوتے تھے کذا روی عن ابن عباسؓ ومجاھدؒ وابن جریجؒ۔ لیکن ابن حزم ظاہری وضحاک وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ جنات میں بھی انہی کے افراد میں سے بعض انبیاء اللہ نے مبعوث فرمائے تھے۔ فعن ابن عباسؓ انّ الجنّ قتلوا نبیًّا لھم قبل آدم اسمہ یوسف وان اللہ تعالیٰ بعث الیھم رسولاً فامرھم بطاعتہ وان لا یشرکوا بہ شیئًا وان لا یقتل بعضھم بعضًا۔ ضحاکؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اپنے اس دعوے پر کہ

جنات میں بھی انبیاء مبعوث ہوتے تھے قال اللہ تعالیٰ یا معشر الجنّ والانس الم یأتکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیاتی یعنی بذلك رسلاً من الانس ورسلاً من الجنّ ابن حزم کہتے ہیں وبالیقین ندری انہم قد انذروا فصحّ انہم جاءھم انبیاء منہم وقال ابن حزم لم یبعث الی الجنّ نبیّ من الانس قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لیس الجنّ من قوم الانس وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد کان النبی یبعث الی قومہ خاصّۃً۔

ہمارے نبی علیہ السلام جنّ وانس دونوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے وفی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رض مرفوعًا بعثت الی الاحمر والاسود۔ قیل ھم العرب والعجم وقیل الانس والجن۔ وعن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال أرسلت الی الجنّ والانس والی کل احمر واسود قرآن مجید میں استماع جن للقرآن اوران کا ایمان بالقرآن منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ واذ صرفنا الیك نفرًا من الجن یستمعون القراٰن یہ استماع سوق عکاظ کے قریب واقع ہوا تھا اور یہ جماعتِ جنّ نو افراد پر مشتمل تھی جو ایمان لائی اور واپس جاکر قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی۔ روایاتِ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کئی مرتبہ رات کو جنات کی دعوت پر تبلیغ کی غرض سے ان کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ آکام المرجان میں ہے کہ یہ واقعہ چھے بار پیش آیا تھا۔

جنات میں سے مؤمن جنت میں داخل ہوں گے اور انھیں اپنی طاعات کا ثواب انسانوں کی طرح ملے گا۔ اور یہی جمہور علماء کا عقیدہ ہے۔ تاہم اس میں اختلاف ہے کہ وہ انسانوں کی طرح جسمانی طور پر اکل وشرب کریں گے یا نہیں۔ حارث محاسبیؒ فرماتے ہیں ان الجنّ الذین یدخلون الجنۃ یوم القیامۃ نراھم فیھا ولا یروننا عکس ما کانوا علیہ فی الدنیا وقال البعض انہم لایدخلونھا بل یکونون فی ربضھا یراھم الانس من حیث لا یرونہم وھذا القول ماثور عن مالك والشافعی واحمد ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ وقال البعض انہم علی الاعراف وقال البعض بالوقف ابوحنیفہؒ کی طرف اس مسئلے میں توقف منسوب ہے۔

انسی وجنّی کے مابین انعقادِ نکاح عند البعض درست ہے اور عند الجمہور جائز نہیں ہے۔ بعض کتبِ تفسیر میں ہے کہ ملکہ بلقیس کے والدین میں سے ایک نوع جنّ میں سے تھا۔ متعدد واقعات بھی اس قسم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ ایک جنّی عورت کا نکاح انسی مرد کے ساتھ یا بالعکس ہوا اور بعض میں توالد بھی ہوا قول امام اعمشؒ اس سلسلہ میں پہلے مذکور ہوچکا ہے۔ وعن الزھری مرسلاً قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح الجنّ وقال عقبۃ الرمانی سألت قتادۃ عن تزویج الجن فکرھہ وسألت الحسن البصریؒ عن ذلك فکرھہ وحکی ان رجلاً اتی الحسن البصریؒ فقال ان رجلاً من الجنّ یخطب

فتاتنا فقال الحسن لا تزوجوہ ولا تکرموہ وقال حرب قلت للامام اسحٰق رجل رکب البحر فکسر بہ فتزوج جنیۃ قال مناکحۃ الجن مکروھۃ وفی الفتاوی السراجیۃ من کتب الاحناف لا تجوز المناکحۃ بین الجن والانس وانسان الماء لاختلاف الجنس۔

وفی قنیۃ المنیۃ سئل الحسن البصری عن التزوج بجنیۃ فقال یجوز بشھود رجلین شیخ سنوی شافعی نے عدم جواز نکاح بین الانسی والجنیہ وبالعکس پر اس آیت سے استدلال کیا ہے قال اللہ فی سورۃ النحل و اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وفی سورۃ الروم ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا من انفسکم ای من جنسکم ونوعکم اور جن وانس جنسین ونوعین متباینین ہیں۔ امام اعمش کے نزدیک بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے فانہ حضر نکاحا للجن بکوثی اگر یہ نکاح ان کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو وہ ان کی مجلس میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ امام مالکؒ کے اقوال سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب وغریب قصہ ہے جو آکام المرجان، ص ۶۹ پر قاضی بدرالدین حنفی متوفی ۷۶۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ قصہ جلال الدین احمد بن قاضی حسام الدین رازی حنفی کو پیش آیا تھا۔

قال جلال الدین احمد بن القاضی حسام الدین الرازی الحنفی سفرنی والدی لاحضار اھلہ من الشرق فلما جزت البسیرۃ الجانا المطر الی ان نمنا فی مغارۃ وکنت فی جماعۃ فبینا انا نائم اذا انا بشیئ یوقظنی فانتبھت فاذا بامرأۃ وسط من النساء لھا عین واحدۃ مشقوقۃ بالطول فارتعت فقالت ما علیک من بأس انما اتیتک لتتزوج ابنۃ لی کالقمر فقلت لخوف منھا علی خیرۃ اللہ تعالی ثم نظرت فاذا برجال قد اقبلوا فنظرتھم فاذاھم کھیئۃ المرأۃ التی اتتنی عیونھم کلھا مشقوقۃ بالطول فی ھیئۃ قاض وشھود فخطب القاضی وعقد فقبلت۔

ثم نھضوا وعادت المرأۃ ومعھا جاریۃ حسناء الا ان عینھا مثل عین امھا وترکتھا عندی وانصرفت فزادخوفی واستیحاشی وبقیت ارمی من کان عندی بالحجارۃ حتی یستیقظوا فما انتبہ منھم احد فاقبلت علی الدعاء والتضرع ثم ان الرحیل فرحلنا وتلک الشابۃ لا تفارقنی فدمت علی ھذا ثلاثۃ ایام فلما کان الیوم الرابع اتتنی المرأۃ وقالت کان ھذہ الشابۃ ما اعجبتک وکأنک تحب فراقھا فقلت ای واللہ قالت فطلقھا فطلقتھا فانصرفت ثم لم ارھما بعد۔ ھذا واللہ اعلم۔

ابلیس۔ ابلیس کا ذکر قرآن شریف میں مذکر ہے۔ ابلیس اُس رئیس الشیاطین کا علم ونام ہے جس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ورغلایا اور ان کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ مردود و رجیم ہو جانے کے بعد اس کا نام ابلیس ہو گیا فھو من الابلاس کانہ اُبلِس ای یئس من رحمۃ اللہ یقال ابلس الرجل ابلاسًا فھو مُبلس اذا یئس۔ مردود و رجیم ہونے سے قبل اس کا نام عزازیل تھا اور عند البعض اس کا نام نائل تھا بعدہ

اس کا نام ابلیس ہوا۔ فاخرج ابن ابی الدنیا وغیرہ عن ابن عباس رض قال کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزازیل وکان من الملائکۃ ذوی الاجنحۃ الاربعۃ ثم ابلس بعد۔

وعن ابی المثنّی قال کان اسم ابلیس نائل فلما سخط اللہ تعالٰی سمی شیطانًا۔ وعن ابن عباس رض لما عصی ابلیس لُعن وصار شیطانا وعن سفیان قال کنیۃ ابلیس ابوکدوس۔ اسم ابلیس میں علماء ادب کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ اسم عربی ہے بنابرایں قول اس کا اشتقاق ابلاس سے درست ہے۔ لیکن مختار قول یہ ہے کہ یہ اسم عجمی ہے۔ اس قول کے پیش نظر اس کا اشتقاق ابلاس سے نہیں ہوسکتا۔ یہ دوسرا قول راجح ہے کیونکہ یہ غیر منصرف ہے بسبب عجمہ وعلمیّت کے۔ بہرحال یہ باتفاق غیر منصرف ہے اور اگر یہ لفظ عربی ہو تو اس کا عدم انصراف مشکل ہوگا کیونکہ صرف علمیت کی وجہ سے کوئی لفظ غیر منصرف نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ اسے اسم عربی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ غیر منصرف ہے تعریف علمیت اور وزن کے بے نظیر ہونے کی وجہ سے۔ قال ابو البقاء قیل ھو عربی ولم ینصرف للتعریف ولانہ لانظیر لہ فی الاسماء وھذا بعید لان فی الاسماء مثلہ نحو اخریط و احفیل و اصلیت ۱ھ۔

ابلیس کو شیطان بھی کہا جاتا ہے لیکن شیطان اسمِ کلی ہے اس کا اطلاق تمام اولادِ ابلیس پر ہوتا ہے بخلاف ابلیس کہ وہ اسمِ عَلَم و مختص ہے رئیسِ طائفۃ الشیاطین کے ساتھ۔ ان دونوں کی نظیر آدم و انسان ہے۔ آدم اسمِ عَلَم ہے اور انسان اسمِ کلی ہے جس کا اطلاق آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد پر ہوتا ہے۔ تعوّذ و استعاذہ میں اسی وجہ سے ابلیس کی بجائے لفظ شیطان کا ذکر مروی ہے تاکہ استعاذہ عام ہو جائے اور کل شیاطین سے انسان کو اللہ تعالٰی کی پناہ مل جائے۔ صرف فردِ واحد یعنی ابلیس سے انسان کا محفوظ رہنا کافی نہیں ہے اس لیے احادیث میں استعاذہ یوں مروی ہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لفظ شیطان کی اصل میں دو قول ہیں۔

قول اول یہ کہ اس کا نون اصلی ہے اور ماخذ شطن ہے۔ لہٰذا اس کا وزن فیعال ہوگا یعنی یاء زائدہ ہے۔ بنابرایں یہ لفظ منصرف ہوگا۔ یقال شطن یشطن اذا بعد سمی بذالک کل متمرّد لبعد غورہ فی الشر قالہ ابو البقاء و یقال لبعدہ عن رحمۃ اللہ اولبعدہ عن الخیر اولبعد عداوتہ للانسان اولبعد من اتبعہ من اللہ و من الجنۃ وقال الجوھری شطن عنہ بَعُدَ و اَشطنہ اَبعدہ وقال ابن السکّیت شطنہ یشطنہ شطنًا اذا خالف عن نیتہ و وجھہ و بئر شطون بعیدۃ القعر و قال القاضی ابو یعلی الشیاطین مردۃ الجن واشرارھم یہ تو شیطان کے اصلی معنی تھے باقی استعمال میں ہر سرکش و گمراہ و شریر پر شیطان کا اطلاق ہوتا ہے قال الجوھری کل عات متمرّد من الجنّ والانس والدواب شیطان و العرب تسمی الحیّۃ شیطانا انتھی۔ قال بعض العلماء الشیاطین العصاۃ من الجن وھم ولد ابلیس۔

قول ثانی، عند بعض العلماء شیطان کا ماخذ شیط ہے اس قول کے پیش نظر اس میں یاء اصلی ہے اور نون زائد ہے لہذا یہ بروزن فعلان ہوگا اور غیر منصرف ہوگا الف ونون مزیدتین کی وجہ سے یقال شاط یشیط اذا ھلک فالشیطان لتمردہ ھالک وقال البعض ھو منصرف لثبوت مؤنثہ شیطانۃ ویشترط فی عدم صرف فعلان الوصفی ان لا یکون مؤنثہ علی فعلانۃ۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ابلیس کی اصل کیا ہے؟ قول اول بعض کہتے ہیں کہ یہ جنس ملائکہ میں سے تھا پھر مردود و رجیم ہوا جب کہ اس نے تکبر کیا۔ وہ استدلال کرتے ہیں اس آیت کے ظاہر سے واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لأدم فسجدوا الا ابلیس۔ کیونکہ بظاہر استثناء متصل معلوم ہوتا ہے اور استثناء متصل کا تقاضا یہ ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ میں سے ایک فرد ہو لیکن یہ قول جمہور ائمہ کے نزدیک مرجوح ہے۔

قول ثانی۔ یہ جنس جن میں سے ہے لقولہ تعالیٰ الا ابلیس کان من الجن ولان الملائکۃ لا یستکبرون وابلیس قد استکبر ولان ابلیس خلق من نار کما ان الجن خلقوا من مارج من نار کما فی القرآن وقال اللہ تعالیٰ حکایۃً عنہ انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین والملائکۃ خلقوا من النور کما روی مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنھا الملائکۃ خلقوا من النور ولما ثبت فی کثیر من الاحادیث المرفوعۃ والموقوفۃ انہ کان من الجن۔

باقی آیت واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا الخ سے قول اول والوں کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شیطان بھی فرشتوں میں اس وقت بظاہر داخل تھا کیونکہ شیطان ملائکہ کے ساتھ آسمان دنیا میں رہتا تھا اور ان کے ساتھ جنت میں بھی آتا جاتا تھا تو بظاہر وہ ان میں سے ایک فرد تھا لہذا امر بالسجود شیطان کو بھی شامل ہے اور اس ظاہری خلط کی وجہ سے وہ بھی الملائکہ کا مصداق تھا اور ملائکہ کی طرح وہ بھی مأمور بالسجود تھا۔ اس طرح یہ استثناء ظاہری اتحاد واختلاط کی وجہ سے متصل ہوسکتا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ اسے مستقل امر ہوا ہو لقولہ تعالیٰ اذ امرتک اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء منقطع ہو۔

حیات الحیوان ج ا ص ۳۱۰ پر ہے قال سعید بن جبیر والحسن البصری لم یکن ابلیس من الملائکۃ طرفۃ عین وانہ لاصل الجن کما ان آدم اصل الانس وقال عبد الرحمن بن زید وشہر بن حوشب ما کان من الملائکۃ قط والاستثناء منقطع وقال شہر بن حوشب وغیرہ من العلماء کان من الجن الذین ظفر بھم الملائکۃ فاسرہ بعضھم وذھب بہ الی السماء وقال القاضی عیاض الاکثر علی انہ ابو الجن کما ان آدم ابو البشر والاستثناء من غیر الجنس شائع فی کلام العرب قال اللہ تعالیٰ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن۔

شیطان کے جنی ہونے پر ایک اور قوی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ اس کی اولاد ہیں اور خود اس کا

سلسلہ تناسل وتوالد جاری ہے اور اس کی اولاد میں بعض اناث اور بعض مذکر ہیں بخلاف ملائکہ کہ نہ تو ان میں تناسل وتوالد کا سلسلہ جاری ہے اور نہ ان میں اناث ہیں کما ثبت فی النصوص الصحیحۃ حیات الحیوان میں ہے واعلم ان المشھور ان جمیع الجن من ذریۃ ابلیس وبذلك یستدل علی ان لیس من الملائکۃ لان الملائکۃ لایتناسلون لانھم لیس فیھم اناث وقیل الجن جنس وابلیس واحد منھم ولاشك ان الجن ذریتہ بنص القراٰن ومن کفر من الجن یقال لہ شیطان ۔ وفی الحدیث لما اراد اللہ ان یخلق لابلیس نسلاً وزوجۃً القی علیہ الغضب فطارت منہ شظیۃ من نار فخلق منھا امرأتہ ۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور اس نے کہا انت الشعبی فقلتُ نعم قال اَخبرنی ھل لابلیس زوجۃ فقلت ان ذلك العرس ماشھدتہ ۔ قال ثم ذکرتُ قولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی فقلتُ انہ لاتکون ذریۃ الامن زوجۃ فقلت نعم ۔

وذکر مجاھد ان من ذریۃ ابلیس لاقیس[1] وولھان[2] وھو صاحب الطھارۃ والصلاۃ والھفاف[3] وھو صاحب الصحاری ومرۃ[4] وبہ یکنی ابلیس ابامرۃ وزلنبور[5] وھو صاحب الاسواق یزین اللغو والحلف الکاذب ومدح السلعۃ وبثر[6] وھو صاحب المصائب یزین خمش الوجوہ ولطم الخدود وشق الجیوب والابیض[7] وھو الذی یوسوس للانبیاء علیھم السلام والاعور[8] وھو صاحب الزنا ینفخ فی احلیل الرجل وعجز المرأۃ وداسم[9] وھو الذی اذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ تعالی دخل معہ ووسوس لہ فالقی الشر بینہ وبین اھلہ فان اکل ولم یذکر اسم اللہ اکل معہ فاذا دخل الرجل بیتہ ولم یسلم ولم یذکر اسم اللہ و رأی شیئاً یکرھہ وخاصم اھلہ فلیقل داسم داسم اعوذ باللہ منہ ومطوس[10] وھو صاحب الاخبار یأتی بھا فیلقیھا فی افواہ الناس ولایکون لھا اصل ولاحقیقۃ والاقنص[11] وامھم طرطبۃ ثم کلھم عدو لبنی اٰدم لقولہ تعالی افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی وھم لکم عدو ۔

محمد بن حبیب اخباری متوفی ۲۴۵ھ کتاب محبر، ص ۳۹۵ پر اسماء اولادِ ابلیس بتاتے ہوئے لکھتے ہیں

عن مجاھد قال ولد ابلیس خمسۃ فسم الشر بینھم وھم الثبر وزلنبور وداسم وقال الزیادی الثبر وداسم و الاعور ومسوط فالثبر صاحب المصیبات وزلنبور الذی ینزغ بین الناس وداسم صاحب الوسواس و الاعور صاحب الزنا ومسوط صاحب الرایۃ یرکزھا وسط السوق یغدو وامعہ اول من یغدو فیطرح بین الناس الخصومات والجدال انتہی ۔ قال النوویؒ وغیرہ ابلیس کنیتہ ابومرۃ واختلف العلماء فی انہ ھل ھو من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن ام لا ۔

قال ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابن المسیبؒ وقتادۃؒ وابن جریرؒ والزجاجؒ وابن الانباریؒ کان ابلیس من الملائکۃ من طائفۃ یقال لھم الجن وکان اسمہ بالعبرانیۃ عزازیل وبالعربیۃ الحارث وکان من خزان الجنۃ

وکان رئیس ملائکۃ سماء الدنیا وسلطانہا وسلطان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتہادًا واکثرھم علمًا وکان یوسوس ما بین السماء والارض فرأی بذلک لنفسہ شرفًا عظیمًا فذلک الذی دعاہ الی الکبر فعصی وکفر ولذلک قیل اذا کان خطیئۃ الانسان فی کبر فلا ترجہ وان کانت خطیئتہ فی معصیۃ فارجہ انتھی۔ بیضاوی اور متعدد مفسرین کے نزدیک یہ ملائکہ میں سے تھا۔ دیکھیے روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۹ و آکام المرجان ص ۸۔

صحیح احادیث میں ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر میں پانی پر ہے۔ ابلیس عمومًا شرارتوں کے لیے دیگر چھوٹے بڑے شیاطین کو بھیجتا رہتا ہے اور اہم شرارتوں میں خود بھی شریک ہوتا ہے۔ چنانچہ جنگ بدر کی تیاری کے موقع پر خود ابلیس سراقۃ بن مالک کی صورت میں شریک ہو کر میدانِ بدر تک مشرکین کے ساتھ رہا اور قریش کو کہتا تھا لاغالب لکم انی جارلکم۔ اسی طرح دار الندوہ میں قریش کی مجلس شوریٰ میں شیخ نجدی کی شکل میں آیا تھا۔

اگرچہ دنیا میں کفر و معاصی و جنگ و جدال سب شیطان کی پیروی کے نتائج ہیں تاہم تمام فرقے شیطان سے کراہت اور نفرت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ہمارے اس زمانے میں یورپ و امریکہ میں ایک ایسا فرقہ بھی موجود ہے جس کے ممبران باقاعدہ شیطان کی عبادت و پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ جریدہ المؤید دسمبر ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں جدید انکشاف کی وجہ سے لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ امریکہ کے شہر نیویارک وغیرہ میں ایک شیطانی و ابلیسی جماعت ہے جو باقاعدہ ابلیس کی عبادت و پرستش کرتی ہے۔

اس جماعت والوں نے ابلیس کا ایک شنیع و قبیح و مستکرہ سرخ رنگ کا مجسمہ یعنی بُت بنا رکھا ہے جس کے دو بڑے بڑے خوفناک سینگ ہیں اور قبیح و بدشکل غضب ناک سانپ کی طرح پیچ در پیچ دُم بھی ہے جس میں اشارہ ہے کہ شیطان اہل صلاح و خیر کا دشمن ہے اور اس کی بدشکلی و ہیبت میں اضافے کے طور پر اس کی طویل و قبیح سرخ رنگ کی زبان بھی بنائی ہے اور رات کی یا کمرے کی تاریکی میں اس بُت کا سرخ رنگ آگ کے شعلوں کا نمونہ ہوتا ہے اس طرح جو جو ظاہری شکل کی قباحت ان کی سمجھ میں آسکی اس کے مطابق انہوں نے یہ بت بنایا ہے۔ پھر اس بت کے سامنے اس خفیہ جماعت کے ارکان جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی جھکتے ہیں اور اس کی مدح و ثنا میں خاص قسم کے اذکار و کلمات کفریہ و شرکیہ شیطانیہ کہتے رہتے ہیں اور یہ کلمات ان کے زعم میں ابلیس کی عبادت و نماز ہے العیاذ باللہ۔

ان کلماتِ خبیثہ شیطانیہ سے وہ ابلیس کی تعریف کرتے ہیں بایں اعتقاد کہ شیطان ہی ہر صلاح و خیر کا منبع ہے اور اللہ تعالیٰ رب العالمین کی اور ان ادیان کی مذمت کرتے ہیں جو شیطان کو قبیح و رجیم

کہتے ہیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔
اولاً یہ جماعت فرانس میں تشکیل کی گئی تھی پھر وہاں سے امریکہ میں بھی خفیہ طور پر پہنچ گئی۔ اوّل اوّل یہ جہلاء اپنی بعض اولاد کو ابلیس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کے بت کے سامنے آگ میں زندہ جلا دیتے تھے۔ بعدہ وہ زندہ بکروں کے جلانے پر اکتفا کرنے لگے پھر اس حیوان کے جلنے سے جو کریہ بو پیدا ہوتی ہے اسے یہ لوگ عبادت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ سارا کام وہ حکومت اور عوام کے ڈر سے پوشیدہ طور پر کرتے ہیں۔
ایک مصوّر نے ان کا یہ راز فاش کر دیا جس کا نام ولیام وانڈی ہے۔ ان لوگوں نے مصوّر ولیام وانڈی کو ان کی حالتِ عبادت میں تصاویر کھینچنے کے لیے بلایا تھا اور اسے مغلّظ قسمیں دلائی تھیں اس بات کو پوشیدہ رکھنے کے لیے۔ مگر آخر کار مصور نے ان کا راز فاش کر ہی دیا۔ ولیام وانڈی کہتا ہے کہ میں نے طویل وقت ان کے ساتھ گزارا اور ان کی عبادت و شیطانی نماز کو دیکھا۔ اس نماز میں وہ شیطان کی محبت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے اسے روح الحق و خلاصۃ الصلاح والخیر کہتے تھے۔ ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے۔ اے ابلیس تو نورِ ابدی ہو اور تیری خدمت میں ہم لگے رہیں گے اور ہم تجھے خوش کرنے کے لیے ہر قسم کے مکر و فریب، کذب و ریا و خرافات اور شرارتوں میں کوششوں سے دریغ نہیں کرینگے اے ابلیس! ہم تیرے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہیں تو ہماری یہ نماز و خشوع قبول کر اور تو ہمیں بوقتِ موت شجاع و دلیر پائے گا اور ہم تیرے ساتھ ابدی آگ میں کودنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔
ولیام وانڈی نے ان کی عبادت کے جو خاص کلمات ذکر کیے ہیں وہ ان کے الفاظ میں سنیے۔
قال المصور ولیام وانڈی بقیت فی ضیافتھم وقتاً طویلاً وسمعتُ صلاتھم الشیطانیۃ مراراً ونقلتھا وھی ھذہ الکلمات " لك یا نورَ الوجودِ اکرس نفسی باحترام ومحبّۃ وایمانٍ انتَ خلاصۃُ الصلاحِ ولھذا اَعُدّ لك بانّی ساکون عدوّاً لِالٰہ الشرّ انت روح الحق ولھذا اعدّك بکرہ الکذب والرّیاء والخرافات۔
انت یا ابلیس النور الابدی ولھذا سوف اُکون کارھاً للظلام وابذل فی خدمتك نفسی و نفیسی انا لك یا ابلیس! جسماً وروحاً فافعل بی کل مایؤول الی تمجید اسمك اقبل صلاتی و تذلّلی واثر طریقی بِبھائك الساطع وعند مایدنو یومی الاخیر تجدنی شجاعاً ھادئاً عند استقبال الموت وعلی تمام الاستعداد للانتقال الی امجادك فی النیران الابدیۃ آمین۔
قال المصور المذکور ھذہ ھی الصلاۃ وعلی الذین یدخلون فی ھذا الدین الشیطانی ان یعیدُ ھا کلمۃ فکلمۃ عند مایلقیھا علیھم الکاھن الاکبر الملقّب بطران جھنم ویضع الرجل الذی یدخل

فی هذا الامر الشیطانی لهذا المنصب برقعًا سمیکا اسود اللون علی وجهه و یقام الی امام الکاهن بو قار وانکسار قلب۔ ففی اللیلۃ التی اجتمعت فیها بجنود ابلیس کانت طالبۃ الدخول فی دینهم امرأۃ فذهلت لرؤیتها فلما جیئ بهذہ المؤمنۃ الجدیدۃ الی دائرۃ جوق جهنم وهم صنعوا هنالك دائرۃ اسمها جوق جهنّم امرت تلك المرأۃ بالرکوع فامتثلت ورفع یدیها للصلاۃ ففعلت واذ ذالك تلا مطران جهنم کلامًا کفریًا یقشعر لسماعہ الجسم کانت تلك المرأۃ المغرورۃ تعیدہ بصوت جهوری و بکل خشوع وبعد الفراغ منہ اعلن ایمانها وقبولها بنتًا لابلیس اللعین۔

قال ذلك المصور ولیام وانڈی وبعد ان رأیت کل هذہ الغرائب والمدهشات سألت احدًا من اجناد ابلیس قائلًا ما معنی کل هذا وما الباعث علی عبادتکم ابلیس وترجیحها علی عبادۃ اللہ رب العالمین فاجاب وقال الباعث علی ذلك اننا نعبد ابلیس لاعتقادنا اللذۃ والجمال فی عبادتہ مما لا نجدہ فی عبادۃ اللہ فاللہ الذی نفرأعن شرائعہ المملوأۃ بالوعید والخوف من عذاب الاخرۃ وترك کل مایلذ للنفس فی العالم من اجلہ لا یجتذب قلوبنا الی اللہ بل یبعدها عنہ فاللہ تعالیٰ ینکر علینا حریۃ القول والعمل بما یخالف شریعتہ ویحرم کل ماتمیل الیہ الشهوات من ملاذ الدنیا اما الشیطان فعلی عکس ذلك فهو یبیح لنا التصرف کما نحب ونشتهی فایهما الافضل الشیطان أم اللہ۔

هذا خلاصۃ ماذکر المصور ولیام وانڈی حسب مانشرہ جریدۃ المؤید۔ اعاذنا اللہ من اغواء الشیطان، وهدانا صراطا مستقیما۔ هذا واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

الخضر علیہ السلام اَوکالذی مر علی قریۃ وهی خاویۃ علی عروشها کی شرح میں مذکور ہیں خضر علیہ السلام کا نام بَلیا بن مَلکان ہے۔ ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں قال وهب بن منبہ اسم الخضر بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام قال وکان ابوہ من الملوك اھ۔

خضر اُن کا لقب ہے۔ وجہ تلقیب میں اختلاف ہے قال الاکثرون لانہ جلس علی فروۃ بیضاء فصارت خضراء والفروۃ وجہ الارض اولانہ کان اذا صلی اخضر ماحولہ وفی صحیح البخاری عن ابی هریرۃ مرفوعًا انما سمی الخضر لانہ جلس علی فروۃ فاذا هی تهتز من خلفہ خضراء آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کے پاس علم باطن حاصل کرنے کے لیے جانا اور پھر کشتی توڑنا۔ لڑکے کو قتل کرنا اور دیوار درست کرنا وغیرہ تفصیلی قصہ مذکور ہے۔ خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد اختلافات ہیں۔

اختلافِ اوّل۔ آپ کے نسب میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) آپ آدم علیہ السلام کے صلبی و بلا واسطہ بیٹے ہیں۔ فھو ابن آدم علیہ السلام ولد من بطن حوّاء بغیر واسطۃ" رواہ الدارقطنی بسند ضعیف (۲) ھو ابن قابیل بن آدم واسمہ خضرون وقیل اسمہ عامر ذکرہ ابو الخطاب وابو حاتم (۳) انہ من سبط ھارون اخی موسی علیہما السلام (۴) انہ ابن بنت فرعون حکاہ محمد بن ایوب (۵) انہ الیسع حکی ذلک عن مقاتل (۶) انہ من ولد فارس (۷) انہ من ولد بعض من آمن بابراھیم علیہ السلام (۸) قیل کان ابوہ فارسیًا و امّہ رومیۃ۔

اختلافِ دوم۔ آپ کی نبوت مختلف فیہ ہے۔ عند البعض نبی نہیں ہیں اور عند الاکثر نبی ہیں لما فی القرآن وما فعلتہ عن امری وھذا ظاھر فی انہ فعلہ بامر اللہ والقول بالالھام بعید اذ لایجوز القتل بالالھام وایضًا فکیف یکون النبی تابعا لغیر النبی فی قصۃ موسی علیہ السلام شیخ قشیریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں لم یکن الخضر نبیًا انما کان ولیًا وبذلک قال کثیر من الصوفیۃ وقال الماوردی انہ ملک من الملائکۃ۔

اختلافِ سوم۔ خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے۔ آپ تمام اولادِ آدم میں طویل عمر والے ہیں اکثر علماء کے نزدیک آپ اب بھی زندہ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔ صوفیہ کے نزدیک آپ زندہ ہیں۔ وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الخضر علیہ السلام فی البحر والیسع فی البر یجتمعان کل لیلۃ عند الردم الذی بناہ ذو القرنین ویحجان ویعتمران کل عام وروی ابن شاھین بسند ضعیف الی خصیف قال اربعۃ من الانبیاء احیاء اثنان فی السماء عیسیٰ و ادریس واثنان فی الارض الخضر و الیاس کذا فی الاصابۃ۔

وقال النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۷۶ قال الاکثرون من العلماء ھو حیّ موجود بین اظھرنا وذلک متفق علیہ عند الصوفیۃ واھل الصلاح والمعرفۃ وحکایاتھم فی رؤیتہ والاجتماع بہ والاخذ عنہ و سؤالہ وجوابہ ووجودہ فی المواضع الشریفۃ ومواطن الخیر اکثر من ان تحصر قال ابن الصلاح ھو حیّ عند جماھیر العلماء والصالحین والعامۃ معھم فی ذلک وانما شذّ بانکارہ بعض المحدثین وفی آخر صحیح مسلم فی احادیث الدجال انہ یقتل رجلًا ثم یحیی قال ابراھیم بن سفیان صاحب مسلم یقال ان ذلک الرجل ھو الخضر وکذا قال معمر فی مسندہ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں واستدلّ البخاری بالحدیث ان علیٰ رأس مائۃ سنۃ لایبقی علی وجہ الارض ممن ھو علیھا احد اخرجہ البخاری فی صحیحہ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی انہ مات وقال ابن ابی الفضل المرسی لوکان حیًا لزمہ المجیئ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والایمان به واتباعه وقد قال علیہ السلام لوکان موسی حیًّا ماوسعه الا اتباعی۔ ابن الجوزیؒ بھی ان کی موت کے قائل ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مرفوعہ میں خضر علیہ السلام کی ملاقات مروی ہے وفی روی ابو حاتم فی التفسیر باسنادہ عن علی رضی اللہ عنہ قال لما توفی النبی علیہ السلام وجاءت التعزیۃ فجاءھم آت یسمعون حسه ولایرون شخصه فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ ان فی اللہ عزاءً من کل مصیبۃ و خلفاً من کل ھالک ودرکاً من کل ما فات فباللہ فثقوا وایاہ فارجوا فان المصاب من حرم الثواب قال جعفر اخبرنی ابی ان علی بن ابی طالب قال تدرون من ھذا؟ ھذا الخضر وذکر ابن حجر باسنادہ عن رباح بن عبیدۃ قال رأیتُ رجلاً یُماشی عمر بن عبدالعزیزؒ معتمداً علی یدہٖ فقلت فی نفسی ان ھذا الرجل لجافٍ فلما صلّی قلت یا اباحفص من الرجل الذی کان معک معتمداً علی یدك آنفاً قال وقد رأیته یا رباح قلت نعم قال انی لاراك رجلاً صالحاً ذاك اخی الخضر بشّرنی انی سألی فاعدل قال ابن حجر ھذا اصلح اسناد وقفت علیہ فی ھذا الباب۔ الاصابۃ ج۱ ص۴۵۰

اس قصہ سے واضح ہوا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات کے قائل تھے اور ان سے ملاقات فرماتے تھے۔ قال ابن حجر وذکر لی الحافظ ابوالفضل العراقی شیخنا ان الشیخ عبداللہ بن اسعد الیافعیؒ کان یعتقد ان الخضر حیّ قال فذکرت له ما نقل عن البخاری والحربی وغیرھما من انکار ذلك فغضب وقال من قال انه مات غضبتُ علیه قال فقلنا رجعنا عن اعتقاد موته اھ۔

حافظ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتِ خضرؑ کے قائل ہیں کسی نے اس سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو جواباً فرمایا۔ کما فی الحاوی، ج۱ ص ۱۳۹ ۵

للناس خلفٌ شاعَ فی خضرٍ وھل	اَوْدٰی قد یمّا اوحَیِی ببقاء
ولکل قولٍ حجّۃٌ مشھورۃٌ	تَسمُو علی الجو زاءِ فی العلیاء
والمرتضیٰ قولُ الحیاۃِ فکم له	حُجَجٌ تجلّ الدھر عن احصاء
خِضرٌ والیاسٌ بارضٍ مثل ما	عیسیٰ وادریس بَقُوا بسماء
ھذا جوابُ ابنِ السیوطی الذی	یَرجُو مِن الرحمٰن خیرَ جزاء

حافظ ابن تیمیہؒ وفاتِ خضرؑ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو لازماً ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی معیت میں کفار سے جہاد کرتے۔ بعض

علماء سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد۔ هذا والله اعلم وبغيبه احکم۔

مریم علیہا السلام۔ قرآن مجید میں اور تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ مریم عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا نام مذکور ہے۔ آپ کا نسب یہ ہے مریم بنت عمران بن ماثان بن العازر بن ایلیود بن صادق بن عاذر ابون بن ایلیا بن ابیود بن زربابیل بن شلثائیل بن یوحینا بن یاشیا بن راحبعم بن سلیمان بن داؤد علیهما السلام۔ کذا ذکر ابن حبیب فی کتابہ المحبّر ص۳۹ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب تاریخ ج ۲ ص ۱۳ پر مریم بنت عمران کا جو سلسلہ نسب ذکر کیا ہے وہ مذکورۂ صدر سلسلہ سے مختلف ہے۔

بقول بعض علماء ارض بابل پر غلبہ سکندر کے ۳۰۳ سال بعد عیسی بن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے یحیی علیہ السلام چھ ماہ قبل پیدا ہوئے تھے وذکروا ان مریم حملت بعیسی ولها ثلاث عشرة سنة و ان عیسی علیہ السلام عاش الی ان رفع اثنتین وثلاثین سنة واياما وان مریم بقيت بعد رفعه ست سنين وكان جميع عمرها نيفا وخمسين سنة وان يحيى عليه السلام قتل قبل ان يرفع عيسى عليه السلام ومات عمران بن ماثان وام مريم حامل بمريم فلما ولدت مريم كفلها زكريا واسم ام مريم حنة بنت فاقود بن قبيل واسم اخت حنة ام يحيى الاشباع ابنة فاقود۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۱ ص۱۳۔

قال ابن کثیر فی البدایة ج ۲ ص۵۶ لاخلاف فی ان مریم من سلالة داؤد علیه السلام وکان ابوها عمران صاحب صلاة بنی اسرائیل فی زمانه وکان زکریا علیه السلام نبی ذلك الزمان زوج اخت مریم اشیاع فی قول الجمهور وقیل زوج خالتها اشیاع اھ۔

مریم علیہا السلام کی ولادت کا قصہ عجیب ہے۔ احادیث میں ہے کہ آپ کو اور آپ کے فرزند عیسی علیہ السلام کو بوقت ولادت اللہ تعالی نے مس شیطان سے محفوظ رکھا۔ کتب تاریخ وتفاسیر میں ہے آیت وانی اعیذها الخ کے تحت وقول امها کما فی التنزیل وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم قد استجیب لها فی هذا کما تقبل نذرها فروی ابوهریرة مرفوعا مامن مولود الا والشیطان یمسه حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطان ایاه الا مریم وابنها ثم یقول ابوهریرة واقرأوا ان شئتم وانی اعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم اخرجه احمد واخرج احمد عن ابی هریرة مرفوعا کل انسان تلده امه یلکزه الشیطان فی حضینه الا ما کان من مریم وابنها الم تر الی الصبی حین یسقط کیف یصرخ قالوا بلی یا رسول الله قال ذلك حین یلکزه الشیطان بحضنیه۔

مریم علیہا السلام کی نبوت میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبیّہ تھیں لیکن جمہور کے نزدیک نبوت خاصّہ رجال ہے۔ کسی عورت کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب نہیں دیا وہ اولیاء اللہ اصحاب کرامات میں سے تھیں قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملئکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاك وطھّرك واصطفاك علیٰ نساء العالمین۔ وہ صدّیقہ تھیں۔ صدّیقیت نبوت کے بعد بلند تر مقام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ما المسیح بن مریم الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامّہ صدّیقۃ۔ واخرج البخاری ومسلم واحمد عن علی رضی اللہ عنہ مرفوعًا خیر نسائھا مریم بنت عمران وخیر نسائھا خدیجۃ بنت خویلد واخرج احمد عن انس مرفوعًا حسبك من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلدٌ فاطمۃ بنت محمدٌ واخرج احمد عن ابی سعید مرفوعًا فاطمۃ سیّدۃ نساء اھل الجنّۃ الّا ما کان من مریم بنت عمران واخرج ابن مردویہ عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ مرفوعًا کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الّا ثلاث مریم بنت عمران واٰسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

وروی ابن عساکر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی خدیجۃ وھی فی مرض الموت فقال یا خدیجۃ اذا لقیت ضرائرك فاقرئیھنّ منّی السلام قالت یا رسول اللہ وھل تزوّجت قبلی قال لا ولکنّ اللہ زوّجنی مریم بنت عمران واٰسیۃ بنت مزاحم وکلثم اخت موسیٰ ھذا واللہ اعلم۔

الملائکۃ علیہم السلام۔ فی الحدیث خلق اللہ الملائکۃ من نور یسبّحون اللیل والنھار لا یفترون۔

اس موضوع پر میرا ایک مفید رسالہ ہے جس کا نام ہے اِعلامُ الکِرام بِاَحوالِ الملائکۃِ العِظام۔ یہ اس کا محصّل ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ملائکہ علیہم السلام کی حقیقت وکُنہ کے بیان میں ہے۔ دوسری میں چار کبار ملائکہ جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام کے احوال کا مختصر بیان ہے۔

ملائکہ جمع ملاک ہے۔ اصل میں مألک بتقدیم ہمزہ علی اللام تھا من الالوکۃ وہی الرسالۃ۔ پھر قلب مکانی واقع ہوئی اور حرکت ہمزہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا تو ملک ہوا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے مابین واسطہ ہیں۔ فرشتوں کے ذریعہ انبیاء کے پاس وحی آتی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن میں ہے کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ جس طرح عالم اسفل کا شرف انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے ہے اسی طرح عالم علوی کا شرف فرشتوں کی وجہ سے ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کیا ہے ؟ اس میں متعدد مذاہب ہیں ۔
مذہب اول ۔ اکثر علماء اسلام کے نزدیک وہ اجسام لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال بدلنے پر قادر ہیں ۔ فھی اجسامٌ لطیفۃٌ ھوائیّۃ تقدِر علی التشکُّل باَشکال مختلفۃٍ مسکنھا السموات وھو قول اکثر المسلمین۔ کذا فی تفسیر النیسابوری ج ۱ ص۲۱۲ ۔ قال الروحانی لیس ھذا قول اکثر المسلمین بل اکثرھم علی انھا اجسام نورانیۃ ۔
مذہب ثانی ۔ قال الشھاب الخفاجیؒ فی شرح انوار التنزیل ج ۲ ص۱۱۹ مذھب الملیّین انہم اجسام لطیفۃ نورانیۃ قابلۃ للتشکل لان الانبیاء علیھم السلام کانوا یرونہم فی صور مختلفۃ اھ و قال البیضاویؒ اختلف الناس فی حقیقتِھم بعد اتفاقھم علی انھا ذوات موجودۃٌ قائمۃٌ بانفسِھا فذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام لطیفۃٌ قادرۃ علی التشکل باشکال مختلفۃ مستدلین بان الرسل کانوا یرونہم کذلک اھ وقال العلامۃ الاٰلوسیؒ فی تفسیرہ ج ۱ ص۲۱۵ ذھب اکثر المسلمین الی انھا اجسام نورانیۃ وقیل ھوائیۃ قادرۃ علی التشکل والظھور باشکال مختلفۃ باذن اللہ تعالیٰ ۔
ویؤیّد کونہم اجسامًا نورانیۃ لا ھوائیۃ ما ثبت فی صحیح مسلم وغیرہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ الملائکۃ من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق اٰدم مما وصف لکم۔ اخرجہ کثیر من ائمۃ الحدیث واخرجہ مسلم فی الزھد الرقاق ولفظہ بصیغۃ المجھول خلقت الملائکۃ من نور الخ ۔
مذہب ثالث ۔ بعض مشرکین کا عقیدہ ہے کہ فرشتے یہی ستارے ہیں جو رات کو چمکتے نظر آتے ہیں۔ یہی کواکب سعادت ونحوست تقسیم کرنے والے ہیں۔ سعادت والے رحمت کے فرشتے ہیں اور نحوست والے عذاب کے ہیں۔ کذا فی النیسابوری ۔
مذہب رابع ۔ مجوس وبعض ثنویہ ظلمت ونور کو خالق سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نور سے فرشتے اور ظلمت سے شیاطین پیدا ہوتے ہیں ۔ قال النیسابوری ومنھم معظم المجوس والثنویۃ القائلون بالنور والظلمۃ وانھما عندھم جوھران حسّاسان مختاران قادران متضادا النفس والصورۃ مختلفا الفعل و التدبیر فجوھر النور فاضلٌ خیرٌ نقیٌ طیبُ الریح کریمُ النفس یسُرُّ ولا یضُرُّ وینفع ولا یمنع ویحیی و لا یبلی وجوھرُ الظلمۃ ضدُّ ذلک فالنور یُولِد الاولیاء وھم الملائکۃ لا علی سبیلِ التناکح بل کتولّد الحکمۃ من الحکیم والضوءُ من المضییٔ وجوھرُ الظلمۃ یُولِد الاعداء وھم الشیاطین کتولد السفہ من السفیہ انتھی ۔
مذہب خامس ۔ بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ جواہر غیر متحیزہ ہیں۔ یعنی وہ محل ومکان کے محتاج نہیں۔ پھر

ان قائلین ہیں کئی گروہ ہیں۔ ایک طائفہ یعنی نصاری کہتے ہیں انہا ھی الانفسُ الناطقۃُ المفارِقۃُ لابدانِہا فان کانت صافیۃً خیرۃً فہی الملائکۃُ وان کانت خبیثۃً کثیفۃً فالشیاطین تو نصاری کے نزدیک موت کے بعد ارواح خارجہ من الابدانِ فرشتے کہلاتی ہیں ویَرِدُ علیھم قولہ تعالیٰ واذقال ربك للملائکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ. لانہا قبلَ خلقِ البشر۔

مذہب[۶] سادس۔ قائلین بکونہا جواہر غیر متحیزہ ہیں ایک طائفہ یعنی فلاسفہ کہتے ہیں انہا جواھر مجردۃ مخالفۃٌ للنفوسِ الناطقۃِ فی الحقیقۃِ وصرح بعض الفلاسفۃ بانہا العقول العشرۃ والنفوس الفلکیۃ التی تحرِّك الافلاكَ۔ قال النیسابوری وقال اٰخرون وھم الفلاسفۃ انہا مخالفۃ لنوع النفوس الناطقۃ البشریۃ وانہا اکملُ قوۃً واکثر علماً ونِسبتُہا الی النفوسِ البشریۃِ کنسبۃ الشمس الی الاضواءِ فمنہا نفوسٌ ناطقۃ فلکیۃٌ ومنہا عقول مجردۃ ومنھم من اثبت انواعاً اُخرمن الملائکۃ وھی الارضیۃُ المدبِّرۃُ لاحوال العالمِ السفلی خیرھا الملائکۃُ وشریرھا الشیاطین وقد یستدل علیھا اصحاب المجاھدۃ من جھۃ المکاشفۃ واصحابِ الحاجاتِ والضروراتِ من جھۃ مشاھدۃ الاٰثار العجیبۃِ والھدایۃِ الی المعالجات النادرۃ الغریبۃِ وترکیبِ المعجونات واستخراج صنعۃ التریاقات کما یُحکی انہ کان لجالینوس وجع فی الکبد فرأی فی المنام کأنّ امرأً یامُرہ ان یَفصِد الشریان الذی علی ظھر کفہ الیمنی بین السبابۃ والابھام نفعل فعوفِی وممایدلُّ علی ذلك حالُ الرؤیا الصادقۃ اھ راجع دائرۃ المعارف لمحمد فرید وجدی، ج ۱ ص ۴۶۶

بہرحال فلاسفہ مشائین کہتے ہیں کہ عقولِ عشرہ ملائکہ ہیں اور عقلِ فعّال جو ماتحتِ فلکِ قمر میں متصرف ہے جبریل علیہ السلام ہیں عقلِ فعال کا جبریل علیہ السلام ہونا اور عقول عشرہ کا ملائکہ ہونا علماء اسلام کے نزدیک باطل ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ ملائکہ عند المسلمین مخلوق وحادث ہیں اور عقولِ عشرہ کو فلاسفہ قدیم وغیر مخلوق مانتے ہیں۔

ثانیًا یہ کہ ملائکہ مامور من اللہ ہیں وہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں کرتے لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔ اور فلاسفہ کے نزدیک عقول عشرہ مامور نہیں ہیں بلکہ مختار ہیں اور متصرف فی جمیع العالم ہیں۔

ثالثًا۔ عقولِ عشرہ فلاسفہ کے نزدیک عالم الغیب ہیں یعنی کل علوم نظریہ انھیں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک اصحابِ قوتِ قدسیہ ہیں اور فرشتے مسلمانوں کے نزدیک علم الغیب نہیں جانتے کل علوم نظریہ بدیہی ہوکر انھیں حاصل نہیں ہیں۔

رابعًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ خزانہ و محافظ ہیں ہمارے علوم کلیہ و مدرکاتِ عقل کے لیے جس طرح خیال خزانہ ہے امور جزئیہ مادیہ کا یعنی مدرکات حسِّ مشترک کا اور حافظہ خزانہ ہے امور جزئیہ معنویہ کے لیے یعنی مدرکات وہم کے لیے۔ لیکن اہلِ اسلام اس قسم کی خرافات کے قائل نہیں ہیں وہ فرشتوں کو ہمارے علوم کے خزانے و محافظ نہیں مانتے۔

خامسًا۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ عقول عشرہ کل دنیا کے لیے خالق و متصرف ہیں۔ یہی عقول عشرہ آسمان کے مُوجِد ہیں۔ یہی خوشیاں اور غم دیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اور قبضہ میں شفاء امراض و قضاء حاجات ہے اور یہی عقول ہی احلّ المشکلات و قاضی الحاجات و دافع البلیات و رافع الدرجات ہیں اور یہی عقول ہی مراد ہیں اس آیت میں تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِكَ الْخَیْر۔ لیکن اہلِ اسلام ملائکہ کے بارے میں ایسے مشرکانہ عقیدے نہیں رکھ سکتے۔

سادسًا۔ بعض فلاسفہ عقول کو خالق نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق عالم و معطی و واہب اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور عقول وسائط ہیں اور اللہ تعالیٰ کے افعال ان پر موقوف ہیں اور وہ مکمل ہیں اللہ تعالیٰ کے تصرف و افعال کے لیے۔ لیکن یہ عقیدہ بھی اہل اسلام کے عقائد کے پیشِ نظر باطل ہے اللہ تعالیٰ تخلیق میں اعطاء و اعزاز وغیرہ افعال میں کسی واسطہ کا محتاج نہیں۔ عطاؤہ کن و فعلہ کن۔

سابعًا۔ جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں فلاسفہ کہتے ہیں کہ ان سے عقلِ فعّال مراد ہے۔ مثل قولہ تعالیٰ انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمّ امین وما صاحبکم بمجنون ولقد رآہ بالافق المبین وما ھو علی الغیب بضنین وما ھو بقول شیطان رجیم۔ قال ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الردّ علی المنطقیین ص۲۷۵ زعم بعض الفلاسفۃ ان ھذا ھو العقل الفعّال لانہ دائم الفیض فیقال فی ردّہ قد قال لقول رسول کریم ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثَمّ والعقل الفعّال لو قدّر وجودہ فلا تاثیر لہ فیما ثَمّ وانما تاثیرہ عندکم فیما تحت فلك القمر فکیف ولا حقیقۃ لہ اھ۔

وبالجملہ فلاسفہ جن جواہرِ مجرّدہ و نفوس مجرّدہ و عقول کو فرشتے کہتے ہیں اصول اسلام کی رُو سے ان کا مذہب باطل ہے بلکہ کفر ہے۔ قال الشیخ الامام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فی کتاب الردّ علی اھل المنطق ص۲۷۵ وملائکۃ اللہ الذین یدبّرھم امر السماء والارض وھم المدبّرات امرًا والمقسمات امرًا التی اقسم اللہ تعالیٰ بھا فی کتابہ لیست ھی الکواکب عند احد من سلف الامۃ ولیست الملائکۃ ھی العقول والنفوس التی تُثبتھا الفلاسفۃ المشاؤن اتباع ارسطو ونحوھم وبیّن خطأ من یظنّ ذلك ویجمع بین ما قالوہ وبین ما جاءت بہ الرسل ویقول ان قولہ علیہ السلام اوّل ما خلق اللہ العقل۔ ھو حجۃ لھم علی العقل الاوّل و یسمّونہ القلم لیجعلوا ذلك مطابقًا لقولہ اوّل ما خلق اللہ القلم وذکرنا فی غیر ھذا الموضع ان حدیث العقل

ضعیف باتفاق اھل المعرفۃ بالحدیث بل ھو موضوع۔

ومع ھذا فلفظہ اوّل ما خلق اللہ العقل قال لہ اَقبِل فاَقبل فقال لہ اَدبِر فاَدبَر فقال وعزّتی ما خلقتُ خلقاً اکرم علیّ منك فبِك اٰخذُ وبك اُعطِی وبك الثواب وبك العقاب۔ فان کان الحدیث صحیحاً فھو حجۃ علیھم لانّ معناہ انہ خاطب العقل فی اول اوقات خلقہ بھذا الخطاب وفیہ انہ لم یخلق خلقاً اکرم علیہ منہ فھذا یدل علی انہ خلق قبلہ غیرہ وایضاً فالعقل فی لغۃ الرسول واصحابہ وامتہ عرض من الاعراض یکون مصدر عقل یعقِل عقلاً کما فی قولہ لعلّھم یعقلون۔ ولعلّکم تعقلون۔ لہم قلوب لایعقلون بھا ونحو ذلك قد یراد بہ الغریزۃ التی فی الانسان۔ والعقل فی لغۃ الفلاسفۃ جوھر مجرّد قائم بنفسہ فاین ھذا من ذاك؟ ولھذا قال فی الحدیث فبك اٰخذ وبك اعطی وبك الثواب وبك العقاب وھذا یقال فی عقل بنی اٰدم وھم یزعمون ان اول ما صدر عن عن اللہ جوھر قائم بنفسہ وانہ ربّ جمیع العالم وان العقل العاشر ھو ربّ کل ما تحت فلك القمر ومنہ تنزّلت الکتب علی الانبیاء انتھی بتصرف۔

ملائکہ علیہم السلام کے بارے میں فلاسفہ کا مذہب کسی طرح اصول اسلام پر منطبق نہیں ہو سکتا اور جن فلاسفۂ اسلام نے تطبیق فلسفہ واسلام کی کوشش کی ہے وہ سعی لاحاصل ہے۔

مذہب سابع بعض مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ملائکہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں قال اللہ تعالیٰ وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثاً۔ (الزخرف)

مذہب ثامن۔ بعض صابئین روحانیات کو قابل و منفعل مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ملائکہ کو جو کہ روحانیات میں سے ہیں اناث کہتے ہیں۔ البتہ یہ فرقہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں مانتا۔ قال فی الملل والنحل ج ۲ ص ۱۳ ومن العجب ان عند الصابئۃ اکثر الروحانیات قابلۃ منفعلۃ وانما الفاعل الکامل واحد وعن ھذا صار بعضھم الی ان الملائکۃ اناث وقد اخبر التنزیل عنھم بذلك وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا۔

مذہب تاسع۔ اہل ہند میں متعدد فرقے ہیں۔ ان میں سے دو فرقے کواکب پرست ہیں۔ یہ فرقے سب ستاروں کو تو ملائکہ نہیں کہتے البتہ نیّرین کو وہ ملائکہ میں سے مانتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ آفتاب کو ایک عظیم واجب التعظیم مقرب الی اللہ تعالیٰ فرشتہ کہتا ہے۔ اس فرقہ والے سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

قال الشہرستانی فی کتابہ الملل ج ۲ ص ۲۵۸ ولم ینقل للھند مذھب فی عبادۃ الکواکب الا فرقتان توجّھتا الی النیّرین الشمس والقمر فعبدۃُ الشمسِ زعموا ان الشمس مَلَك من الملائکۃ ولھا نفس وعقل

ومنها نور الکواکب وضیاء العالم وتکوّن الموجودات السفلیۃ وھی ملک الفلک فتستحق التعظیم والسجود والتبخیر والدعاء اھ۔ دوسرے فرقہ والے چاند کو بھی فرشتہ سمجھتے ہیں۔ وزعموا ان القمر ملک من الملائکۃ یستحق التعظیم والعبادۃ والیہ تدبیر ھذا العالم السفلی والامور الجزئیۃ فیہ وبزیادۃ القمر ونقصانہ تعرف الازمان والساعات وھو تلو الشمس وقربہا ومنہا نورہ اھ ھذا واللہ اعلم

تمّ الفصل الاول ویلیہ الفصل الثانی فی احوال جبریل وغیرہ۔

جبریل علیہ السلام۔ قرآن مجید میں متکرر الذکر ہیں۔ جبریل علیہ السلام امین وحی الی الرسل علیہم السلام ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے مابین سفیر ہیں۔ انزال عذاب وتباہی و زلازل پر اللہ تعالیٰ کی طرف جبریل مؤکل ہیں۔ جبریل کا معنی ہے لغت سریانی میں عبداللہ۔ جبر کا معنی لغت سریانیہ میں عبد ہے اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے وروی عبد بن حمید فی تفسیرہ عن عکرمۃ ان اسم جبریل عبداللہ واسم میکائیل عبید اللہ۔ کذا فی العمدۃ ج۱ ص۱۰۰

بعض علماء لکھتے ہیں کہ جبریل کا معنی عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز ہے۔ وکذا روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ اور بعض محققین کے نزدیک یہ ترکیب واضافت مقلوبہ ہے لہٰذا جبر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ایل کا معنی ہے عبد۔ قال العلامۃ السہیلی فی الروض ج۱ ص۱۵۵ واسم جبریل سریانی ومعناہ عبدالرحمٰن او عبدالعزیز ھکذا جاء عن ابن عباس موقوفاً ومرفوعاً ایضاً والوقف اصحّ واکثر الناس علی ان اٰخر الاسم ھو اسم اللہ وھو ایل وکان شیخنا رحمہ اللہ یذھب مذھب طائفۃ من اھل العلم فی ان ھذہ الاسماء اضافتہا مقلوبۃ وکذلک الاضافۃ فی کلام العجم یقولون فی غلام زید زید غلام فعلی ھذا یکون ایل عبارۃ عن العبد ویکون اول الاسم عبارۃ عن اسم من اسماء اللہ تعالیٰ الا تری کیف قال فی حدیث ابن عباس جبریل ومیکائیل کما تقول عبداللہ وعبدالرحمٰن الا تری ان لفظ عبد یتکرر بلفظ واحد والاسماء الفاظہا مختلفۃ اھ۔

وقال فی العمدۃ وذھبت طائفۃ الی ان الاضافۃ فی ھذہ الاسماء مقلوبۃ فایل ھو العبد واوّلہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ والجبر عند العجم ھو اصلاح ما فسد وھی توافق معناہ من جھۃ العربیۃ فان فی الوحی اصلاح ما فسد وجبر ما وھی من الدین ولم یکن ھذا الاسم معروفاً بمکۃ ولا بارض العرب ولذا انہ علیہ السلام لما ذکرہ لخدیجۃ رضی اللہ عنہا انطلقت لتسأل من عندہ علم من الکتاب کعداس ونسطور الراھب فقالا قدوس قدوس ومن این ھذا الاسم بھذہ البلاد ورأیت فی اثناء مطالعتی فی الکتب ان اسم جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام عبدالجلیل وکنیتہ ابوالفتوح واسم میکائیل عبدالرزاق وکنیتہ ابوالغنائم واسم اسرافیل عبدالخالق وکنیتہ ابوالمنافخ واسم عزرائیل

عبد الجبار، کنیته ابو یحیی۔

جبریل علیہ السلام کو الروح الامین۔ والروح و روح القدس والناموس الاکبر وطاوس الملائکۃ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں ہے تنزل الملائکۃ والروح۔ اس آیت میں روح کا عطف ملائکہ پر اور مستقل ذکر جبریلؑ کے بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کے لیے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام افضل ملائکہ ہیں۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ ان جبریل علیہ السلام من افضل الملائکۃ له ست اجنحۃ فی کل واحدۃ مائۃ جناح وله وراء ذلك جناحان لا ینشرهما الا عند هلاك القری۔

بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جبریل علیہ السلام جنگ بدر میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تھے اس کا نام حیزوم تھا لیکن محققین کے نزدیک یہ قول صحیح نہیں ہے۔ حیزوم کسی اور فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ ففی اثر مرسل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبریل من القائل یوم بدر من الملائکۃ اقدم حیزوم فقال جبریل ما کل السماء اعرف قال ابن کثیر رحمہ اللہ وهذا الاثر یرد قول من زعم ان حیزوم اسم فرس جبریل۔

علماء حدیث و تفسیر لکھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام ہی ہمیشہ اللہ تعالی اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان سفیر یعنی پیغام و وحی پہنچانے والے تھے۔ کسی اور فرشتے کو یہ منصب بطریق استقلال و دوام کسی وقت حاصل نہیں ہوا۔ قال السیوطیؒ ان جبریل هو السفیر بین اللہ و بین انبیائه ولا یعرف ذلك لغیره من الملائکۃ انتهی۔ واعترض علیه بعضهم بان اسرافیل کان سفیرا بین اللہ وبین نبیه محمد صلی اللہ علیه وسلم فعن الشعبی انه جاءته صلی اللہ علیه وسلم النبوة وهو ابن اربعین سنۃ وقرن بنبوته اسرافیل سنین فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوته جبریل کذا فی السیرة الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۴۴ واخرج احمد بن حنبل ویعقوب بن سفیان فی تاریخهما وابن سعد والبیهقی عن الشعبی قال نزلت علیه النبوة وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوته اسرافیل ثلاث سنین فکان یعلمه الکلمۃ والشیء لا ینزل القرآن فلما مضت ثلاث سنین قرن بنبوته جبرئیل فنزل القرآن علی لسانه عشرین سنۃ عشرا بمکۃ وعشرا بالمدینۃ۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۳۱ وروی ان اسرافیل قرن به صلی اللہ علیه وسلم قبل النبوة ثلاث سنین یسمع حسه ولا یری شخصه یعلمه الشیء بعد الشیء۔

واجاب الحافظ السیوطی رحمه اللہ تعالی عن ذلك بان السفیر هو المرصد لذلك وذلك لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلك مجیء غیره من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی بعض الاحیان اه ولك ان تقول ان کان المراد بالمجیء الیه بوحی من اللہ تعالی کما هو المتبادر فلیس فی هذه الروایۃ ان اسرافیل کان یاتیه بوحی فی تلك المدة وجواب الحافظ السیوطی رحمه اللہ یقتضی ان اسرافیل غیره

من الملائکۃ کان یاتیہ بوحی من اللہ قبل مجئ جبریل لہ صلی اللہ علیہ وسلم بوحی غیر النبوۃ ولا یخرجہ ذلک عن الاختصاص باسم السفیر وبان اسرافیل لم ینزل لغیر نبینا صلی اللہ علیہ وسلم من الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کما ثبت فی الحدیث فلم یکن السفیر بین اللہ وجمیع انبیائہ قیل وانما خص بذلک لانہ اول من سجد من الملائکۃ لآدم علیہ السلام هذا ما هو مذکور فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۵ ۔

حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۶۸ میں زیر بحث مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ۔ یہاں پر ان کی عبارت بعینہ ذکر کرنا ہم مفید سمجھتے ہیں کیونکہ وہ کئی فوائد پر مشتمل ہے ۔ سیوطی کی عبارت حاوی یہ ہے ۔

وصل کتاب الاعلام الی حلب فوقف علیہ واقف فرای قولی فیہ ان جبریل هو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ لا یعرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ ۔ فکتب علی الهامش بخطہ ما نصہ بل قد عرف ذلک لغیرہ من الملائکۃ قال الحافظ برهان الدین الحلبی فی شرح البخاری ۔ اعلم ان فی کیفیۃ نزول الوحی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع صور ذکرها السهیلی فی روضہ الی ان قال سابعها وحی اسرافیل کما ثبت عن الشعبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکل بہ اسرافیل فکان یترائی لہ ویاتیہ بالکلمۃ والشئ ثم وکل بہ جبریل . قال ابن عبد البر فی اول الاستیعاب وساق سندہ الی الشعبی قال انزلت علیہ النبوۃ وهو ابن اربعین سنۃ فقرن بنبوتہ اسرافیل ثلاث سنین ثم نقل عن شیخہ ابن الملقن ۔ ان المشهور ان جبریل ابتدأہ بالوحی انتهی ما کتبہ المعترض ۔

واقول الجواب عن ذلک من وجوہ ۔ احدها ما نقلہ المعترض نفسہ فی آخر کلامہ عن ابن الملقن ان المشهور ان جبریل ابتدأہ بالوحی وانما قال ابن الملقن ذلک لانہ الثابت فی احادیث الصحیح وغیرها واثر الشعبی مرسل او معضل فکیف یعتمد علیہ مع ثبوت خلافہ فی الصحیحین وغیرهما والعجب من المعترض کیف اعترض بما لم یثبت مع نقلہ فی آخر کلامہ ان المشهور خلاف ما اعترض

الوجہ الثانی ۔ ان المراد بالسفیر الذی هو مرصد لذلک وذلک لا یعرف لغیر جبریل ولا ینافی ذلک مجئ غیرہ من الملائکۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض الاحیان کما ان کاتب السر مرصد للتوقیع عن السلطان ولا ینافی ذلک ان یوقع عنہ غیرہ فی بعض الاحیان فلا یسلب کاتب السر الاختصاص بهذا الاسم ولا یشارکہ فیہ من وقع مرۃ او مرتین فکذلک لا یسلب جبریل الاختصاص باسم السفیر ولا یشارکہ فیہ احد من الملائکۃ الذین جاؤا الی الانبیاء فی وقت ما وکم من ملک غیر اسرافیل جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قضایا متعددۃ کما هو فی کثیر من الاحادیث وجاء ملک الموت الی ابراهیم علیہ السلام فبشرہ بالخلۃ فنعجب من المعترض کیف اقتصر علی اسرافیل دون مجئ غیرہ من الملائکۃ ۔

الوجہ الثالث۔ ان العبارۃ التی اوردنھا وھو السفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع واسرافیل لم ینزل الی احد غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الحدیث۔ وذکر بعض العلماء فی حکمتہ انہ الموکل بالنفخ فی الصور والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث قرب الساعۃ وکانت بعثہ من اشراطہا فبعث الیہ اسرافیل بھذہ المناسبۃ ولم یبعث الی نبی قبلہ وحینئذ فالمبعوث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط لا یصدق علیہ انہ سفیر بین اللہ وبین انبیائہ بصیغۃ الجمع لانہ لم یکن سفیراً الا بین اللہ وبین نبی واحد والحکم المنفی عن المجموع لا یلزم نفیہ عن فرد من افراد ذلک المجموع فلا یصح النقض بہ۔

الوجہ الرابع۔ انہ قد ورد فی الحدیث ما ہو ھی اثر الشعبی وھو ما اخرجہ مسلم والنسائی و الحاکم عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس وعندہ جبریل اذ سمع نقیضاً من السماء من فوق فرفع جبریل بصرہ الی السماء فقال یا محمد ھذا ملک قد نزل لم ینزل الی الارض قط قال فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال ابشر بنورین اوتیتھما لم یؤتھما نبی قبلک فاتحۃ الکتاب، و خواتیم سورۃ البقرۃ لن تقرأ حرفاً منھما الا اوتیتہما قال جماعۃ من العلماء ھذا الملک ھو اسرافیل و اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ھبط علیّ ملک من السماء ما ھبط علی نبی قبلی ولا یھبط علی احد بعدی وھو اسرافیل فقال انا رسول ربک الیک امرنی اخبرک ان شئت نبیاً عبداً وان شئت نبیاً ملکاً فنظرت الی جبریل فاومأ الیّ ان تواضع فلو انی قلت نبیاً ملکاً لسارت الجبال معی ذھباً۔ وھاتان القضیتان بعد ابتداء الوحی بسنین کما یعرف من سائر طرق الاحادیث وھما ظاھران فی ان اسرافیل لم ینزل الیہ قبل ذلک فکیف یصح قول الشعبی انہ اتاہ فی ابتداء الوحی۔

الوجہ الخامس۔ انہ قد اقمنا فی الاعلام الدلیل علی ذلک عقبہ وھو قول ورقۃ جبریل امین اللہ بینہ وبین رسولہ وقول ابن سابط فوکل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء وقال عطاء بن السائب اول ما یحاسب جبریل لانہ کان امین اللہ الی رسلہ ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین الحدیث وآثار اخر (وقلنا فی آخر الکلام) فعرف بمجموع ھذہ الآثار اختصاص جبریل من بین سائر الملائکۃ بالوحی الی الانبیاء انما کان عند المعترض من الفطنۃ ما یھتدی بہ لصحۃ ھذا الکلام اخذا من ھذہ الادلۃ ھذا آخر الجواب واللہ اعلم۔

سوال ۔ جبریل علیہ السلام نے کُل کتنی مرتبہ نبی علیہ السلام پر وحی نازل کرنے کے لیے نزول فرمایا۔

جواب ۔ صحیح احادیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام کثرت سے نزول فرماتے رہے کسی صحیح روایت سے عددِ نزول کا پتہ نہیں چلتا۔ فالعلم عند اللہ۔ بعض کتب تاریخ میں درج ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر ۲۶ ہزار بار نزول فرمایا قال ان جبریل نزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ستاً وعشرین الف مرۃ ولم یبلغ احد من الانبیاء علیہم السلام ھذا العدد اہ واللہ اعلم بصحۃ ھذا القول ولا ادری ما حجتہ ومن این اخذ ھذا۔

یہ بات تو واضح و معلوم ہے کہ نبی علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام گاہے ایک دن میں کئی بار نزول فرماتے تھے اور گاہے کئی روز انقطاع و فترت کے بعد نزول فرماتے تھے۔ تاہم بطور تدقیق کے اگر ہم ۲۶ ہزار کو ایامِ نبوت پر تقسیم کریں تو روزانہ تقریباً تین مرتبہ نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اکثر ایام میں تین بار اور بعض ایامِ قلیلہ میں صرف دو بار نزول جبریل علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ قمری سال کے ایام تقریباً ۳۵۵ ہوتے ہیں۔ لہذا نبوت کے ۲۳ سالوں کے کل ایام ۹۱۶۵ بنتے ہیں۔ دنوں کے عدد ہذا پر ۲۶ ہزار کو تقسیم کریں تو مذکورہ بالا نتیجہ نکلتا ہے۔

سوال ۔ مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جبریل علیہ السلام کا زمین پر نزول منقطع ہوگیا اور پھر کبھی بھی وہ زمین پر نازل نہیں ہوتے۔ کیا یہ بات صحیح ہے۔

جواب ۔ یہ بات مشہور عوام میں سے ہے اور بالکل غلط ہے۔ احادیث میں ثابت ہے کہ جبریل علیہ السلام ہر سال لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں اور بعض نیک مومنوں پر عمومی یا خصوصی طور پر سلام کہتے ہیں۔ کما قال اللہ تعالی فی بیان لیلۃ القدر تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربہم الآیۃ۔ فعن الضحاک ان الروح ھنا جبریل وانہ ینزل ھو والملائکۃ فی لیلۃ القدر ویسلمون علی المسلمین وذلک فی کل سنۃ واخرج الطبرانی فی الکبیر عن میمونۃ بنت سعد قالت قلت یا رسول اللہ ھل یرقد الجنب؟ قال ما احب ان یرقد حتی یتوضأ فانی اخاف ان یتوفی فلا یحضرہ جبریل۔ قال السیوطی رحمہ اللہ فھذا الحدیث یدل علی ان جبریل ینزل الی الارض ویحضر موت کل مؤمن حضرہ الموت وھو علی طہارۃ۔

ذکر دجال سے متعلق ایک حدیث ہے کہ دجال لعین مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکے گا کیونکہ جبریل اس کی حفاظت پر کھڑے ہوں گے اور دجال ان کے ڈر سے واپس ہو جائے گا۔ فاخرج الطبرانی ونعیم بن حماد فی کتاب الفتن من حدیث الفتن عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی وصف الدجال قال فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ ویمر بالمدینۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا جبریل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نزول کے بعد وحی نازل ہوا کرے گی اور وحی لانا جبریل علیہ السلام کے سپرد ہے۔ لہٰذا جبریل علیہ السلام ہی عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرتے رہیں گے۔

بعض احادیث میں ہے کہ بروز قیامت فرشتوں میں یا کُل مخلوق میں سب سے پہلے جبریل علیہ السلام کا حساب لیا جائے گا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن عطاء بن السائب قال اوّل مَن یُحاسَب جبریل لانہ کان اَمینَ اللّٰہ الی رُسُلہ واخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللّٰہ الی رسلہ واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن عمیر قال اسم جبریل فی الملائکۃ خادم ربہ۔

جبریل علیہ السلام عموماً کسی انسان کی شکل میں نبی علیہ السلام کو نظر آتے تھے۔ زیادہ تر دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ صرف دو مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریلؑ کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا ہے اور حسب تصریح علماء جبریل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھ لینا ہمارے نبی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ وفی الخصائص الصغریٰ خص رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم برؤیتہ جبریل فی صورتہ التی خلقہ اللّٰہ علیہا ای لم یرہ احد من الانبیاء علی تلک الصورۃ الا نبیّنا علیہ السلام کذا فی انسان العیون ج ۱ ص۲۵۹ اخرج احمد وابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صورتہ الا مرّتین امّا واحدۃ فانہ سألہ ان یُریہ نفسہ فاراہ نفسہ فسدّ الافق واما الاُخریٰ فلیلۃُ الاسراء عند السدرۃ۔ واخرج ایضاً احمد عن ابن مسعود قال رأی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جبریل فی صورتہ ولہ ستمائۃ جناح کل جناح منہا قد سدّ الافق یسقط من جناحہ من التہاویل والدُّرّ والیاقوت ما اللّٰہ بہ علیم۔ والتہاویل الاشیاء المختلفۃ الالوان ومنہا یقال لما یخرج من الریاض من الوان الزہر التہاویل۔ واخرج الطبرانی واحمد عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لم یر جبریل فی صورتہ التی خلق علیہا الا مرّتین راٰہ منہبطا من السماء الی الارض سادّاً عظم خلقہ ما بین السماء والارض واخرج احمد عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبریل منہبطا قد ملأ ما بین السماء والارض علیہ ثیاب سندس معلقًا بہ اللؤلؤ والیاقوت واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال رأیتُ جبریل لہ ستمائۃ جناح من لؤلؤ قد نشرہا مثل ریش الطواویس۔ وفی الاحادیث واکثر ما کنتُ اراہ علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکنت احیانا اراہ کما یری الرجل صاحبہ من وراء الغربال۔ واخرج ابن سعد والنسائی بسند صحیح عن ابن عمرؓ قال کان جبریل یأتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبیؓ واخرج الطبرانی عن انس ان النبی علیہ السلام قال کان جبریل یاتینی علی صورۃ دحیۃ الکلبی وکان دحیۃ رجلا جمیلا

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہایت حسین وجمیل صحابی ہیں ھو دحیۃ بن خلیفۃ بن عامر۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر میں شریک نہ تھے۔ زمانۂ معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ تھے۔ وقیل کما فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۲۵۳ وکان اذا اتاہ علی صورۃ الآدمی یاتیہ بالوعد والبشارۃ اہ۔ بعض آثار میں ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ نزول وحی کے وقت حفاظت وحی کے لیے فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوتی تھی۔ ذکر ابن جریر انہ ما نزل جبریل بوحی قط الا ونزل معہ من الملائکۃ حفظۃ یحیطون بہ وبالنبی الذی یوحی الیہ یطردون الشیاطین عنہما لئلا یسمعوا ما یبلغہ جبریل الی ذلک النبی من الغیب الذی یوحیہ الیہ فیبلغوہ الی اولیائہم۔ ھذا واللہ اعلم۔

عزرائیل علیہ السلام۔ اگرچہ تفسیر بیضاوی حصہ اول میں عزرائیل علیہ السلام مذکور نہیں ہیں مگر جبریل ومیکائیل کی مناسبت کے پیش نظر ہم ان کے احوال تبعاً یہاں پر ذکر کر رہے ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام ارواحِ حیوانات نکالنے پر مؤکل ہیں۔ اس واسطے انھیں ملک الموت بھی کہا جاتا ہے۔ قال کعب الاحبار رضی اللہ عنہ عزرائیل فی سماء الدنیا وخلق اللہ رجلیہ فی تخوم الارضین ورأسہ فی السماء العلیا ووجہہ مقابل اللوح المحفوظ ولہ اعوان بعدد من یموت لا یقبض روح مخلوق الا بعد ان یستوفی رزقہ وینقضی اجلہ۔ قبضِ ارواح میں فرشتوں کی ایک بڑی جماعت عزرائیل علیہ السلام کی معاون ہے قال اللہ تعالیٰ قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم وقال تعالیٰ حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وہم لا یفرطون۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما توفتہ رسلنا ای اعوان ملک الموت من الملائکۃ۔

ملک الموت عظیم القدر جلیل الشان فرشتہ ہیں ان کے بعض احوال وامور جو ان کے سپرد ہیں کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قبض ارواح اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا ہے اور وہ قبض ارواح والی جماعتِ ملائکہ کے امیر ہیں۔ اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن وہب بن منبہ قال ان الملائکۃ الذین یأتون الناس ہم الذین یتوفونہم ویکتبون لہم آجالہم فاذا توافوا النفس دفعوہا الی ملک الموت وہو کالعاقب یعنی العشار الذی یؤدی الیہ من تحتہ۔

۲۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت زمین کے مختلف خطوں سے سرخ۔ سفید۔ سیاہ۔ نرم اور سخت وغیرہ مختلف الالوان والانواع مٹی لانے والے عزرائیل علیہ السلام ہی تھے۔ اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ قال لما اراد اللہ ان یخلق آدم بعث ملکا من حملۃ العرش یاتی بتراب من الارض فلما ہوی لیأخذ قالت الارض اسألک بالذی ارسلک ان لا تأخذ الیوم منی شیئا

یکون للنار منه نصیب غدا فترکها فلما رجع الی ربه قال مامنعك ان تأتی بما امرتك قال سألتنی بك فعظمت ان ارد شیئا سألنی بك فارسل أخر فقال مثل ذلك حتی ارسلهم کلهم فأرسل ملك الموت فقالت له مثل ذلك فقال ان الذی ارسلنی احق بالطاعة منك فاخذ من وجه الارض کلها من طیبها وخبیثها فجاء به الی ربه فصب علیه من ماء الجنة فصار حمأ مسنونا فخلق منه آدم۔ واخرج ابوحذیفة اسحٰق بن بشر فی کتاب المبتدا عن ابن اسحٰق عن الزہری نحوه وسمی الملك المرسل اولا اسرافیل والثانی میکائیل۔ واخرج ابن عساکر من طریق السدی عن ابی مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرة عن ابن مسعود وناس من الصحابة وسمی المرسل اولا جبریل والثانی میکائیل واخرج ابن عساکر ایضا عن یحیی بن خالد نحوه وسمی الاول جبریل والثانی میکائیل وقال فی آخره فسماه ملك الموت ووکله بالموت۔

۳۔ کسی انسان کی موت پر جب اس کے گھر والے روتے ہیں اور اظہارِ غم کرتے ہیں تو عزرائیل علیہ السلام اس گھر والوں سے خطاب فرماتے ہیں کہ اس انسان کی روح قبض کرنے میں ہم نے کوئی جرم نہیں کیا اس کی اجل اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔ اے غم کرنے والو صبر کرنے پر تمہیں ثواب ملے گا صبر کرو اور اپنی زندگی خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی طاعت میں لگادو۔ خبردار! ہمیں اس گھر میں قبضِ ارواح کے لیے بار بار آنا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کرسکتے۔

۴۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بوقتِ موت ملک الموت ان سے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔

۵۔ عزرائیل علیہ السلام ہر شخص سے دن رات میں ایک بار ملاقات کرتے ہیں۔

۶۔ ہر گھر میں روزانہ تین بار احوال معلوم کرنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ بعض آثار میں زیادہ کا ذکر ہے۔ واخرج الطبرانی فی الکبیر وابونعیم وابن مندہ کلاهما فی الصحابة من طریق جعفر بن محمد عن ابیه عن الحرث بن الخزرج عن ابیه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ونظر الی ملك الموت عند رأس رجل من الانصار فقال یاملك الموت ارفق بصاحبی فانه مؤمن فقال ملك الموت طب نفسا وقر عینا واعلم أنی بکل مؤمن رفیق واعلم یا محمد انی لاقبض روح ابن آدم فاذا صرخ صارخ قمت فی الدار معی روحه فقلت ماهذا الصارخ واللہ ماظلمناه ولا سبقنا اجله ولا استعجلنا قدره ومالنا فی قبضه من ذنب فان ترضوا بما صنع اللہ توجروا وان تسخطوا تأثموا وتؤزروا وان لنا عندکم عودة بعد عودة فالحذر الحذر ومامن اهل بیت شعر ولا مدر بر ولا فاجر سهل ولا جبل الا أنا اتصفحهم فی کل یوم ولیلة حتی لأنا أعرف بصغیرهم وکبیرهم منهم بانفسهم واللہ لو اردت أن اقبض روح

یعوضۃ ما قدرت علی ذلک حتی یکون اللہ ھو یأذن بقبضہا قال جعفر بن محمد بلغنی انہ انما یتصفحہم عند مواقیت الصلاۃ فاذا نظر عند الموت فان کان ممن یحافظ علی الصلوات الخمس دنا منہ الملک و طرد عنہ الشیطان ویلقنہ الملک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فی ذلک الحال العظیم واخرجہ ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابو الشیخ فی العظمۃ عن جعفر بن محمد عن ابیہ مرفوعًا معضلا واخرج ابن ابی الدنیا و ابو الشیخ عن الحسن قال ما من یوم الا وملک الموت یتصفح فی کل بیت ثلاث مرات فمن وجدہ منہم قد استوفی رزقہ وانقضی اجلہ قبض روحہ فاذا قبض روحہ اقبل اہلہ برنۃ وبکاء فیأخذ ملک الموت بعضادتی الباب فیقول مالی الیکم من ذنب وانی لمأمور واللہ ما اکلت لہ رزقا ولا افنیت لہ عمرا و لا انتقصت لہ اجلا وان لی فیکم لعودۃ ثم عودۃ حتی لا ابقی منکم احدا قال الحسن فواللہ لو یرون مقامہ یسمعون کلامہ لذھلوا عن میتہم ولبکوا علی انفسہم۔

۷۔ نیک انسان۔صالح۔سخی کے ساتھ بوقتِ موت عزرائیل علیہ السلام نرمی وخوش اخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں اور برے انسان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

۸۔ روح قبض کرتے وقت نیک شخص کے سامنے اچھی شکل اور حسین صورت میں آتے ہیں اور بد کردار کے سامنے خوفناک شکل میں آتے ہیں۔ واخرج المروزی فی الجنائز عن سلیم بن عطیۃ قال دخل سلمان علی صدیق لہ یعودہ وھو بالموت فقال یا ملک الموت ارفق بہ فانہ مؤمن فتکلم الرجل وقال انہ یقول انی بکل مؤمن رفیق۔ واخرج الزبیر بن بکار وابن عساکر من طرق عن حمید بن میمون عن ابیہ قال کنت فیمن حضر المطلب بن عبد اللہ بن حنطب بمنبج وھو یجود بنفسہ ولقی من الموت شدۃ فقال رجل ممن حضر وھو فی غشیتہ اللھم ھون علیہ فانہ کان وکان یثنی علیہ فافاق فقال من المتکلم فقالوا فلان فقال فان ملک الموت یقول لک انی بکل مؤمن سخی رفیق ثم مات فی الحال واخرج ابن ابی الدنیا عن عبید بن عمیر قال بینما ابراھیم صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ یوما فی دارہ اذ دخل علیہ رجل حسن الشارۃ فقال یا عبد اللہ من ادخلک داری فقال ادخلنیہا ربہا قال ربہا احق بہا فمن انت قال ملک الموت قال لقد نعت لی منک اشیاء ما اراھا فیک قال فأدبر فادبر فاذا عیون مقبلۃ وعیون مدبرۃ واذا کل شعرۃ منہ کأنہا السنان قائم فتعوذ ابراھیم علیہ السلام من ذلک وقال عد الی الصورۃ الاولی قال یا ابراھیم ان اللہ اذا بعثنی الی من یحب لقاءہ بعثنی فی الصورۃ التی رأیت اولاً۔ الشارۃ بشین معجمۃ وراء خفیفۃ الھیئۃ۔

واخرج عن وھب قال ان ابراھیم صلوات اللہ علیہ رأی فی بیتہ رجلا فقال من انت؟ قال انا ملک الموت قال ابراھیم ان کنت صادقا فأرنی منک آیۃ اعرف انک ملک الموت قال لہ

ملك الموت اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها المؤمنین قال فرأی من النور والبهاء شیئا لا یعلمه الا الله ثم قال اعرض بوجهك فاعرض ثم نظر فأراه الصورة التی یقبض بها الکفار والفجار فرعب ابراهیم رعبا شدیدا حتی ارتعدت فرائصه والصق بطنه بالارض وکادت نفسه ان تخرج ۔ واخرج عن ابن مسعود وابن عباس معا قالا لما اتخذ الله ابراهیم خلیلا سأل ملك الموت ربه ان یأذن له ان یبشره بذلك فأذن له فجاء ابراهیم فبشره فقال الحمد لله ثم قال یا ملك الموت ارنی کیف تقبض انفاس الکفار قال یا ابراهیم لا تطیق ذلك قال بلی قال اعرض فاعرض ثم نظر فاذا برجل اسود تنال رأسه السماء یخرج من فیه لهب النار لیس من شعرة فی جسده الا فی صورة رجل یخرج من فیه ومسامعه لهب النار فغشی علی ابراهیم ثم افاق وقد تحول ملك الموت فی الصورة الاولی فقال یا ملك الموت لو لم یلق الکافر من البلاء والحزن الا صورتك لکفاه فأرنی کیف تقبض انفاس المؤمنین قال اعرض فاعرض ثم التفت فاذا هو برجل شاب احسن الناس وجها واطیبهم ریحا فی ثیاب بیض فقال یا ملك الموت لو لم یر المؤمن عند الموت من قرة العین والکرامة الا صورتك هذه لکان یکفیه ۔

۹۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ارواح خود عزرائیل علیہ السلام قبض فرماتے ہیں اور بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے معاونین ارواح قبض کرتے ہیں البتہ ان کے امیر عزرائیل علیہ السلام ہیں۔

۱۰۔ ساری زمین ملک الموت کے سامنے ہتھیلی کی طرح یا دسترخوان کے مانند یا طشت و طباق کے مانند ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کے لیے طویل مسافتیں قریب کر دی ہیں۔

۱۱۔ بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کی اجل آن پہنچتی ہے تو عزرائیل علیہ السلام کو قبضِ روح کا امر ہوتا ہے۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اس وقت عرش سے آپ کے پاس اس شخص کی روح قبض کرنے کی ایک پرچی (رقعہ) آجاتی ہے جس سے آپ کو اس کی زندگی ختم ہونے کا پتہ چل جاتا ہے ۔ اخرج ابو الشیخ عن الحکم بن عتیبة قال الدنیا بین یدی ملك الموت بمنزلة الطست بین یدی الرجل واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن اشعث بن سلیم قال سأل ابراهیم صلوات الله علیه ملك الموت واسمه عزرائیل وله عینان فی وجهه وعینان فی قفاه فقال یا ملك الموت ماذا تصنع اذا کانت نفس بالمشرق ونفس بالمغرب ووقع الوباء بأرض والتقی الزحفان کیف تصنع قال ادعو الارواح باذن الله فتکون بین اصبعی هاتین قال ودحیت له الارض فترکت کالطست یتناول منها حیث شاء واخرج ابن ابی الدنیا من طریق الحسن بن عمارة عن الحکم ان یعقوب علیه السلام

قال لملك الموت ما من نفس منفوسة الا و انت تقبض روحها قال نعم قال فكيف وانت عندی ههنا والانفس فی اطراف الارض قال ان الله سخر لی الدنیا فهی کالطست یوضع قدام احدکم فیتناول من اطرافها ماشاء کذلك الدنیا عندی۔

واخرج الدینوری فی المجالسة عن ابی قیس الازدی قال قیل لملك الموت کیف تقبض الارواح قال ادعوها فتجیبنی۔ واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ وابونعیم عن شهر بن حوشب قال ملك الموت جالس والدنیا بین رکبتیه واللوح الذی فیه اٰجال بنی اٰدم بین یدیه وبین یدیه ملائکة قیام وهو یعرض اللوح لایطرف فاذا اتی علی اجل عبد قال اقبضوا هذا واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن ابن عباس انه سئل عن نفسین اتفق موتهما فی طرفة عین واحد بالمشرق وواحد بالمغرب کیف قدرة ملك الموت علیهما قال ما قدرة ملك الموت علی اهل المشارق والمغارب والظلمات والهوی والبحور الا کرجل بین یدیه مائدة یتناول من ایها شاء۔ واخرج جویبر فی تفسیره عن الکلبی عن مجاهد عن ابن عباس قال ملك الموت الذی یتوفی الانفس کلها وقد سلط علی ما فی الارض کما سلط احدکم علی ما فی راحته ومعه ملائکة من ملائکة الرحمة وملائکة من ملائکة العذاب فاذا توفی نفسا طیبة دفعها الی ملائکة الرحمة واذا توفی نفسا خبیثة دفعها الی ملائکة العذاب۔

واخرج ابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی المثنی الحمصی قال ان الدنیا سهلها وجبلها بین فخذی ملك الموت ومعه ملائکة الرحمة وملائکة العذاب فیقبض الارواح فیعطی هؤلاء لهؤلاء وهؤلاء لهؤلاء یعنی ملائکة الرحمة وملائکة العذاب قیل فاذا کانت وقعة وکان السیف مثل البرق قال یدعوها فتاتیه الانفس۔ واخرج ابن ابی حاتم عن زهیر بن محمد قال قیل یا رسول الله ملك الموت واحد والزحفان یلتقیان من المشرق والمغرب ومابین ذلك من السقط والهلاك فقال ان الله حوی الدنیا لملك الموت حتی جعلها کالطست بین یدی احدکم فهل یفوته منها شئ۔ واخرج ابن ابی شیبة فی المصنف قال حدثنا عبدالله بن نمیر عن الاعمش عن خیثمة قال اتی ملك الموت سلیمان بن داود و کان له صدیقا فقال له سلیمان مالك تأتی اهل البیت فتقبضهم جمیعا وتدع اهل البیت الی جنبهم لاتقبض منهم احدا قال لا اعلم بما اقبض منها انما اکون تحت العرش فتلقی الی صکاك فیها اسماء۔

مذکورۂ صدر حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس عرش الٰہی سے ہر شخص کے نام کی پرچی (صکاک) پہنچتی ہے۔ واخرج احمد فی الزهد وابن ابی الدنیا عن عمر قال بلغنا ان ملك الموت لایعلم متی یحضر اجل الانسان حتی یؤمر بقبضه۔

۱۲۔ احادیث میں ہے کہ عزرائیل علیہ السلام قبض روح کے لیے کسی کے پاس آنے کی اجازت نہیں لیتے۔ صرف ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس قبض روح کی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی اخرج الطبرانی عن الحسین ان جبریل هبط علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم موته فقال کیف تجدك قال اجدنی یا جبریل مغموما واجدنی مكروبا فاستاذن ملك الموت علی الباب فقال جبریل یا محمد هذا ملك الموت یستأذن علیك ما استأذن علی آدمی قبلك ولا یستأذن علی آدمی بعدك قال ائذن له فأذن له فاقبل حتی وقف بین یدیه فقال ان اللہ ارسلنی الیك وامرنی ان اطیعك ان امرتنی ان اقبض نفسك قبضتها وان كرهت تركتها قال وتفعل یا ملك الموت قال نعم بذلك امرت فقال له یا جبریل ان اللہ قد اشتاق الی لقائك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امض لما امرت به۔

۱۳۔ پہلے زمانے میں قبض روح کے لیے عزرائیل علیہ السلام کسی شکل میں ظاہر ہو کر تشریف لاتے تھے۔

۱۴۔ نیز امراض کے بغیر کسی تندرست انسان کے سامنے آکر اس کی جان لیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے انھیں خفیہ طور پر روح قبض کرنے کا حکم دیا اور لوگوں پر امراض مسلط کیے۔ چنانچہ ان کی توجہ عزرائیل علیہ السلام پر طعن وتشنیع کرنے کی بجائے امراض کے علاج کی طرف ہوگئی۔ اخرج المروزی وابن ابی الدنیا وابو الشیخ عن ابی الشعثاء جابر بن زید ان ملك الموت كان یقبض الارواح بغیر وجع فسبه الناس ولعنوه فشكا الی ربه فوضع اللہ الاوجاع ونسی ملك الموت یقال مات فلان بوجع كذا وكذا۔ واخرج ابو نعیم عن الاعمش قال كان ملك الموت یظهر للناس فیأتی الرجل فیقول اقض حاجتك فانی ارید ان اقبض روحك فشكا فانزل الداء وجعل الموت خفیة۔ واخرج احمد والبزار والحاكم وصححه عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال كان ملك الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسی فلطمه ففقأ عینه فأتی ربه فقال یا رب عبدك موسی فقأ عینی ولولا كرامته علیك لشققت علیه قال له اذهب الی عبدی فقل له فلیضع یده علی جلد ثور فله بكل شعرة وارت یده سنة فاتاه فقال ما بعد هذا قال الموت قال فالآن قال فشمه فقبض روحه ورد اللہ الیه عینه فكان یأتی بعد ذلك الناس خفیة۔ واخرج ابو حذیفة اسحق بن بشر فی كتاب الشلائل بسنده عن ابن عمر قال قال ملك الموت یا رب ان عبدك ابراهیم جزع من الموت فقال له قل له الخلیل اذا طال به العهد من خلیله اشتاق الیه فبلغه فقال نعم یا رب قد اشتقت الی لقائك فاعطاه ریحانة فشمها فقبض فیها روحه۔ واخرج ابو الشیخ عن محمد بن المنكدر ان ملك الموت قال لابراهیم علیه السلام ان ربی امرنی

ان اقبض نفسك بأيسر ما قبضت نفس مؤمن قال فانا اسألك بحق الذی ارسلك ان تراجعه فیّ فقال ان خليلك سألنی ان اراجعك فيه فقال ائته وقل له ان ربك يقول ان الخليل يحب لقاء خليله فأتاه فقال امض لما امرت به قال يا ابراهيم هل شربت شرابا قط قال لا قال فاستنكهه فقبض نفسه على ذلك ۔

۱۵۔ کئی بار آپ ایسے شخص کی روح قبض کرنے کے لیے اس کے پاس پہنچتے ہیں جب کہ وہ شخص غفلت سے ہنستا ہو تو آپ فرماتے ہیں تعجب ہے یہ ہنس رہا ہے اور میں اس کی جان لینے پر مامور ہوں۔ اخرج ابو الفضل الطوسی فی کتاب عیون الاخبار بسنده من طريق ابراهيم وابن النجار فی تاريخ بغداد من طريق ابن هدبة عن انس مرفوعا ان ملك الموت لينظر فی وجوه العباد فی كل يوم سبعين نظرة فاذا ضحك العبد الذی بعث اليه يقول واعجبا بعثت اليه لاقبض ۔

۱۶۔ انسان کے علاوہ حیوانات کی کیفیت موت میں آثار و احادیث مختلفہ وارد ہیں بعض آثار میں ہے کہ ان کی روح قبض کرنا ملک الموت کے سپرد نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی کا مدار ذکر اللہ و تسبیح پر ہے جب وہ تسبیح سے غافل ہو جاتے ہیں تو ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ روح انسانی کے اکرام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس کا قبض کرنا ملک الموت کے ذمہ لگایا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ ملک الموت اور ان کے معاونین ملائکہ ہی حیوانات کی روح نکالتے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ارواح انسانیہ کا قبض ملک الموت کے سپرد ہے اور تین فرشتے اور ہیں جن میں سے ایک کے سپرد شیاطین کی ارواح نکالنا ہے۔ اور ایک کے ذمے جنات کی ارواح قبض کرنا ہے اور ایک کے سپرد پرندوں، درندوں، چیونٹیوں وغیرہ وغیرہ حشرات و حیوانات کی ارواح قبض کرنا ہے۔ یہ کل چار فرشتے ہیں، البتہ ملک الموت ان کے امیر ہیں۔

۱۷۔ نفخ صور کے وقت تمام فرشتوں کی روحیں ملک الموت ہی قبض فرمائیں گے۔

۱۸۔ شہداء بحر کی روحیں بلاواسطہ خود اللہ تعالیٰ قبض فرماتے ہیں۔ اس بات میں ان شہداء کا اکرام واحترام مقصود ہے۔ اخرج ابو الشيخ والعقيلی فی الضعفاء والديلمی عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اٰجال البهائم وخشاش الارض كلها فی التسبيح فاذا انقضى تسبيحها قبض الله ارواحها وليس الى ملك الموت من ذلك شیء وله طريق اٰخر اخرجه الخطيب فی الرواة عن مالك من حديث ابن عمر مثله قال ابن عطية والقرطبی وكان معنى ذلك ان الله يعدم حياتها بلا مباشرة ملك الموت واما الاٰدمی فتشرف بان خلق الله له ملكا واعوانه وجعل قبض روحه وانسلالها من جسده على يده لكن اخرج الخطيب فی الرواة عن مالك عن سليمان بن معمر الكلابی قال حضرت مالك بن انس و سأله رجل عن البراغيث أملك الموت يقبض ارواحها فأطرق طويلا ثم قال ألها نفس قال نعم فقال

فان ملك الموت يقبض ارواحها ثم قال الله يتوفى الانفس حين موتها۔
ثم رأيت جويبرا اخرج فی تفسيره عن الضحاك عن ابن عباس قال وكل ملك الموت بقبض ارواح الآدميين فهو الذی يقبض ارواحهم وملك فی الجن وملك فی الشياطين وملك فی الطير والوحوش والسباع والخشاش والحيتان والنمل فهم اربعة املاك والملائكة يموتون فی الصعقة الاولى وان ملك الموت يلی قبض ارواحهم ثم يموت واما الشهداء فی البحر فان الله يلی قبض ارواحهم لا يكل ذلك الى ملك الموت لكرامتهم عليه حيث ركبوا لجج البحر فی سبيله وجويبر ضعيف جدا والضحاك عن ابن عباس منقطع وللأخرة شاهد مرفوع. واخرج ابن ماجة عن ابی امامة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله وكل ملك الموت بقبض الارواح الا شهداء البحر فان الله يتولى قبض ارواحهم واخرج ابن ابی شيبة فی المصنف عن عبد الله بن عيسى قال كان فيمن كان قبلكم رجل عبد الله اربعين سنة فی البر ثم قال يارب قد اشتقت ان اعبدك فی البحر فأتى قوما فاستحملهم فحملوه وجرت بهم سفينتهم ما شاء الله ان تجری ثم وقفت فاذا شجرة فی ناحية الماء فقال ضعونی على هذه الشجرة فوضعوه وجرت بهم سفينتهم فاراد ملك ان يعرج الى السماء فتكلم بكلامه الذی كان يعرج به فلم يقدر على ذلك فعلم ان ذلك لخطيئة كانت منه فأتى صاحب الشجرة فسأله ان يشفع له الى ربه فصلى ودعا للملك وطلب الى ربه ان يكون هو الذی يقبض نفسه ليكون اهون عليه من ملك الموت فأتاه حين حضر اجله فقال انی طلبت الى ربی ان يشفعنی فيك كما شفعك فی وأن أقبض نفسك فمن حيث شئت قبضتها فسجد سجدة فخرجت من عينه دمعة فمات۔

۱۹۔ *ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ وسلام پڑھنے سے وہ بوقت نزعِ رُوح نرم برتاؤ فرماتے ہیں۔*

اخرج ابن عساكر فی تاريخه عن ابی زرعة قال قال لی نجيب بن ابی عبيد البزی رأيت ملك الموت فی النوم وهو يقول قل لأبيك يصلی علی حتى ارفق به عند قبض روحه فحدثت ابی بما رأيت فقال يا بنی لا نا ملك الموت آنس منی بأمك واخرج ابن عساكر من طريق زيد بن اسلم عن ابيه قال ذكرت حديثا رواه ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم يبيت ثلاث ليال الا ووصيته مكتوبة عند رأسه فدعوت بدوات وقرطاس لاكتب وصيتی وغلبنی النوم فنمت ولم اكتبها فبينا انا نائم اذ دخل داخل ابيض الثياب حسن الوجه طيب الرائحة فقلت يا هذا من ادخلك داری قال ادخلنيها ربها قلت من انت قال ملك الموت فرعبت منه فقال لا ترعب انی لم اومر بقبض روحك قلت فاكتب لی اذا براءة من النار قال هات دواة وقرطاسا فمددت يدی الى الدواة والقرطاس الذی

ثمت عنه وهو عند رأسی فناولته فکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم استغفر اللہ استغفر اللہ حتی ملأ ظھر الکاغد وبطنه ثم ناولنیه وقال ھذا براءتك رحمك اللہ وانتبھت فزعا ودعوت بالسراج فنظرت فاذا القرطاس الذی نمت وھو عند رأسی مکتوب بظھرہ وبطنه استغفر اللہ ھذا واللہ اعلم۔

اسرافیل علیہ السلام۔ یہ جلیل القدر فرشتہ ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ مقربین میں سے اور مؤکل بہ نفخ صور ہیں۔ افضل ملائکہ یہ چار فرشتے ہیں اسرافیل۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ عزرائیل کما اخرج ابو الشیخ عن عکرمۃ بن خالد ان رجلاً قال یارسول اللہ ای الملائکۃ اکرم اللہ؟ فقال جبریل ومیکائیل واسرافیل وملك الموت۔ فامّا جبریل فصاحب الحرب وصاحب المرسلین و امّا میکائیل فصاحب کل قطرۃ تسقط وکل ورقۃ تنبت و امّا ملك الموت فھو مؤکل بقبض روح کل عبد فی برٍّ او بحرٍ وامّا اسرافیل فامین اللہ بینه وبینھم۔

اسرافیل علیہ السلام کا مقام قرب عند اللہ بمنزلہ حاجب (دربان) ہے کما اخرج ابو الشیخ عن خالد بن ابی عمران قال جبریل امین اللہ الی رسله ومیکائیل یتلقی الکتب واسرافیل بمنزلۃ الحاجب کذا ذکرہ الحافظ السیوطی فی الحاوی ج۲ ص۱۶۴۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نزول وحی کی اطلاع اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے بعدہ جبریل علیہ السلام کو وحی نازل کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قال السیوطی رحمه اللہ فی الحاوی اخرج ابن ابی زمنین فی کتاب السنۃ عن کعب قال اذا اراد اللہ ان یوحی امرًا جاء اللوح المحفوظ حتی یصفق جبھۃ اسرافیل فیرفع رأسه فینظر فاذا الامر مکتوب فینادی جبریل فیلبیه فیقول اُمرتَ بکذا امرت بکذا فیھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فیوحی الیه۔ واخرج ابو الشیخ عن ابی بکر الھذلی قال اذا امر اللہ بالامر تدلّت الالواح علی اسرافیل بما فیھا من امر اللہ فینظر فیھا اسرافیل ثم ینادی جبریل فیجیبه وذکر نحوہ۔ واخرج ابو الشیخ ایضًا عن ابی سنان قال اللوح المحفوظ معلّق بالعرش فاذا اراد اللہ ان یوحی بشیٔ کتب فی اللوح فیجیٔ اللوح حتی یقرع جبھۃ اسرافیل فینظر فیه فان کان الی اھل السماء دفعه الی میکائیل وان کان الی اھل الارض دفعه الی جبریل فاوّلُ ما یحاسب یوم القیامۃ اللوح یدعی به ترعد فرائصه فیقال له ھل بلّغتَ؟ فیقول نعم فیقول من یشھد لك؟ فیقول اسرافیل فیدعیٰ اسرافیل ترعد فرائصه فیقال له ھل بلّغك اللوح؟ فاذا قال نعم قال اللوح الحمد للہ الذی نجّانی من سوء الحساب ثم کذلك۔ واخرج ابو الشیخ عن وھیب بن الورد قال اذا کان یوم القیامۃ دُعیَ اسرافیل ترعد فرائصه فیقال ما صنعت فیما ادّی

الیك اللوح ؟ فیقول بلّغتُ جبریل فیدعی جبریل ترعد فرائصه فیقال ماصنعت فیما بلّغك اسرافیل ؟ فیقول بلّغتُ الرسلَ فیوتی بالرسل فیقال ماصنعتم فیما ادّی الیکم جبریل؟ فیقولون بلّغنا الناسَ فهو قوله تعالیٰ فلنسألنّ الذین اُرسِل الیهم ولنسألنّ المرسلین ـ

واخرج ابن المبارك فی الزهد عن ابن ابی جبلة بسندہ قال اوّل من یدعی یوم القیامۃ اسرافیل فیقول اللہ هل بلّغت عهدی ؟ فیقول نعم ربّ قد بلّغت جبریل فیدعی جبریل فیقال هل بلّغك اسرافیل عهدی ؟ فیقول نعم فیخلی عن اسرافیل فیقول لجبریل ماصنعتَ فی عهدی ؟ فیقول یاربّ بلّغتُ الرسل فیدعی الرسل فیقال لهم هل بلّغکم جبریل عهدی ؟ فیقولون نعم فیخلی عن جبریل الحدیث ـ

ان آثار سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تک وحی پہنچانا جبریل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے وحی بذریعہ اسرافیل علیہ السلام ہی حاصل کرتے ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فترت کے تین سال میں اسرافیل علیہ السلام ہی نبی علیہ السلام کے ساتھ رہے کما فصّلنا فی احوال جبریل علیہ السلام فراجعہا ـ لیکن بعض آثار مرفوعہ میں ہے کہ اسرافیل علیہ السلام صرف مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دو بار تشریف لائے تھے ـ اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد هبط علیّ مَلَكٌ من السماء ماهبط علی نبیّ قبلی ولا یهبط علیٰ احدٍ بعدی وهو اسرافیل فقال انا رسول اللہ الیك اَمَرنی ان اُخبِرك اِن شئتَ نبیًّا عبدًا وان شئتَ نبیًّا مَلِکًا فنظرتُ الی جبریل فأومأ الیّ اَن تواضع فلو انّی قلتُ نبیًّا مَلِکًا لسارت الجبال معی ذهبًا ـ

عورتوں کے ارحام میں بچوں کی صورتوں و اشکال پر اسرافیل علیہ السلام اور ان کے معاون فرشتے موکّل ہیں ـ اللہ تعالیٰ ہی مُصوِّر و خالق کل اشیاء ہیں ـ لیکن عالم الاسباب میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور کی نگرانی فرشتوں کے ذمہ لگائی ہے ـ قال الشیخ العارف باللہ الامام الشعرانی رحمہ اللہ فی الیواقیت ج ۱ ص ۱۱۸ ان قلت فهل الملائکۃ الموکّلون بالارواح الذین یتولّون تصویر الاجنّۃ هم اعوان عزرائیل واسرافیل ؟ فالجواب هم اعوان اسرافیل علیہ السلام الموکّل بالصور رواقا اسرافیل علیہ السلام فانما هو ناظرٌ الی صور الخلیقۃ المصوّرۃ تحت العرش فان فی الحدیث ان لکل ماخلق اللہ تعالی صورۃ مخصوصۃ فی ساق العرش اظهرها اللہ تعالی قبل تکوینهم ثم انہ لصق بنی ادم تشابُهٌ وتشاکُلٌ فی الخلیقۃ لانهم علی صورۃ ابیهم ادم وادم هو کذلك فی الصور التی تحت العرش ـ

والیہ الاشارۃ بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وفی روایۃ علی صورۃ الرحمٰن ومعناہ الصورۃ التی صوّرھا الرحمٰن فی العرش او اللوح قبل خلق آدم علیہ السلام فان الحق تعالیٰ لا صورۃ لہ لمباینتہ لجمیع خلقہ فافہم۔

فعلم ان اسرافیل ناظر الی الصور المنقوشۃ فی العرش وملک الارواح عند تصویر الجنین ناظر الی اسرافیل وتلک الصور کلہا حکایۃ عما فی علمہ الازلی سبحانہ وتعالیٰ فیأخذ اسرافیل تلک الصور المختصۃ المسماۃ عند اللہ لتلک الذرۃ المخلقۃ المربّاۃ ثم یلقیہا الی ملک الارحام وملک الارحام یلقیہا الی الجنین فی الرحم فیصوّرہ بتلک الصور المعیّنۃ والقاء الصورۃ انما یکون بالقاء نسختہا التی تلیق بہا۔

وانما اضاف تعالیٰ التصویر فی الارحام الیہ بقولہ ھو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء لان ھذہ الاسباب مُقدّرۃ علی قضیۃ علمہ وتدبیرہ اجراءً للعادۃ الحسنیٰ فھو تعالیٰ مصوّر للصور ومصوِّر مصوّریہا لا خالق سواہ ولا مصور الا ھو ولذلک شدّد الوعید علی من اتخذ الاصنام انتھی۔ ھذا واللہ اعلم۔

میکائیل علیہ السلام: آیت والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ میکائیل علیہ السلام موکل بالامطار والارزاق والنبات فرشتہ ہیں اخرج ابو الشیخ فی کتاب العظمۃ عن ابن سابط قال فی امّ الکتاب کل شیٔ ھو کائن الی یوم القیامۃ ووکّل بہ ثلاثۃ من الملائکۃ فوکّل جبریل بالکتب والوحی الی الانبیاء علیہم السلام ووکل ایضًا بالھلکات اذا اراد اللہ ان یھلک قومًا ووکّلہ بالنصر عند القتال ووکل میکائیل بالقطر والنبات ووکل ملک الموت بقبض الانفس فاذا کان یوم القیامۃ عارضوا بین حفظھم وبین ما کان فی امّ الکتاب فیجدونہ سواء۔

طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ خروج دجال کے وقت مکہ مکرمہ کی حفاظت پر میکائیل علیہ السلام مامور ہوں گے۔ میکائیل علیہ السلام کی حفاظت کی وجہ سے دجال مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وفی الحدیث فیمر بمکۃ فاذا ھو بخلق عظیم فیقول من انت؟ فیقول انا میکائیل بعثنی اللہ لامنعہ من حرمہ۔ بعض کتب تفسیر میں ہے کہ نصف شعبان کی رات میں آنے والے سال کی قضائیں وتقادیر لکھی جاتی ہیں یا ظاہر کی جاتی ہیں اور لیلۃ القدر میں تقدیر وقضا کے دفاتر اور رجسٹر متعلقہ فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ ان دفاتر میں سے نسخہ ارزاق ونباتات وامطار میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ذکر الآلوسی فی روح المعانی ج۳۰ ص۲۲۱ ان ھھنا ثلاثۃ اشیاء الاول نفس تقدیر الامور ای تعیین

مقادیرھا واوقاتھا وذلك فی الازل والثانی اظھار تلك المقادیر للملائکة علیھم السلام بان تکتب فی اللوح المحفوظ وذلك فی لیلة النصف من شعبان والثالث اثبات تلك المقادیر فی نسخ و تسلیمھا الی اربابھا من المدبرات فتدفع نسخة الارزاق والنبات والامطار الی میکائیل علیہ السلام و نسخة الحروب والریاح والجنود والزلازل والصواعق والخسف الی جبریل علیہ السلام ونسخة الاعمال الی اسرافیل علیہ السلام ونسخة المصائب الی ملك الموت وذلك فی لیلة القدر اھ۔ تمت رسالتی إعلام الکرام بحاصلھا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ذوالقرنین رحمہ اللہ۔ قرآن میں یہ اسم مذکور ہے۔ تفسیر ہذا میں شرح ان الذین کفروا سواء علیھم الخ میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید میں ذوالقرنین کا قصہ موجود ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مملکت وقوت اور ہر قسم کے اسباب دنیا نصیب فرمائے تھے۔ یاجوج و ماجوج کی سدّ آپنے بنوائی اس سد کے طفیل آج تک یاجوج وماجوج کے فسادات سے لوگ محفوظ ہیں۔ اس سد کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا اوراس میں سوراخ ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کی بڑی مدح کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ مشارق ومغارب تک پہنچے اقالیم دنیا کے مالک تھے۔

اس بات پر تو سب علماء قدماء ومتاخرین کا اتفاق ہے کہ وہ بڑے صالح اور نیک تھے۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا رسول یا غیر نبی ورسول۔ دونوں طرف علماء گئے ہیں بلکہ اغرب قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج۲ ص۱۰۳ والصحیح انہ کان ملکا من الملوك العادلین وقیل کان نبیا وقیل رسولا واغرب من قال ملکا من الملائکة وابن عباس رضی اللہ عنھما قال کان ذوالقرنین ملکا صالحا رضی اللہ عملہ واثنی علیہ فی کتابہ وکان منصورا وکان الخضر وزیرہ وذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل وطاف معہ بالکعبة المکرمة ھو واسمٰعیل علیہ السلام وروی ان اللہ سخر لذی القرنین السحاب یحملہ حیث اراد۔

سبب تسمیہ بہ ذوالقرنین میں اقوال ہیں قیل لانہ کان فی رأسہ شبہ القرنین وقال وھب کان لہ قرنان من نحاس فی رأسہ وھذا ضعیف اولانہ ملك فارس والروم فسمی بہ وقیل لانہ بلغ قرنی الشمس غربا وشرقا وملك مابینھما من الاراضی وھذا اشبہ الاقوال وھو قول الزھری وقال الحسن البصری کانت لہ غدیرتان من شعر یطأ فیھما فسمی ذا القرنین۔

ذوالقرنین کے نام میں اقوال ہیں۔ (۱) ان کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے سلسلہ قحطان تک پہنچتا ہے۔ قالہ ابن عباس۔ (۲) مرزبان بن مرزبۃ (۳) وقیل اسمہ الصعب بن ذی مراثد وھو اول التبابعة وھوالذی حکم لابراھیم فی بئرالسبع ذکرہ السھیلی (۴) وقیل انہ افریدون بن

اسفیان الذی قتل الضحاك (۵) وذكر الدارقطني وغيره ان اسمه هرمس اوهرویس بن قیطون بن رومی بن لنطی بن کشلوخین بن یونان بن یافث بن نوح (۶) اسکندر وقال قتادة اسكندر هو ذو القرنین وابوه اول القياصرة وكان من ولد سام بن نوح عليه السلام كذا في البداية لابن كثير ج ۲ ص ۱۰۵

سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ذوالقرنین ساری زمین کا حکمران تھا۔ قال بلغنی انه ملك الارض كلها اربعة مؤمنان وكافران سليمان النبی وذو القرنين ونمرود وبخت نصر وعن الحسن كان ذو القرنين ملك بعد النمرود۔

ذوالقرنین کی عمر کتنی تھی؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض اقوال تو بالکل غلط و افسانے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ موت کے وقت آپ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ مگر یہ غلط قول ہے۔ بعض اہل کتاب کہتے ہیں کہ ذوالقرنین ۱۶۰۰ سال تک زمین میں گھومتا رہا اور لوگوں کو دعوتِ توحید دیتا رہا۔

فائدہ - اسکندر یعنی ذوالقرنین کے نام سے دو آدمی مشہور ہیں۔ دوسرا اسکندر رومی یونانی ملک مقدونیہ ہے جس کی جنگوں کے قصے مشہور ہیں۔ اسے اسکندر اکبر و اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ فلیب بادشاہ کا بیٹا اور ارسطو فلسفی کا تلمیذ تھا۔ یہ شہر پلا میں ۳۵۶ ق پیدا ہوا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ۳۳۶ ق میں تخت نشین ہوا۔ اس نے اس زمانے کی وسیع و طاقت ور مملکت فارس سے اعلان جنگ کیا۔ ۳۳۳ ق میں دارا بادشاہ فارس کو شکست دے کر اس کی ماں بیوی اور دو بیٹیاں قیدی بنا لیں۔ یہی مصر میں شہر اسکندریہ کی بنیاد رکھنے والا ہے۔ یہ بت پرست تھا۔ جنگ سے قبل بتخانوں میں جا کر بتوں سے مدد مانگتا اور انھیں خوش کرنے کے لیے نذر و نیاز پیش کرتا۔

۳۳۱ ق میں اس نے دوبارہ دارا کو آخری شکست دی اور کل بلاد فارس، مصر۔ شام۔ فلسطین۔ عراق کا حاکم ہوا۔ پھر اس نے دارا کی بیٹی ستا سیرا سے شادی کی پھر اس کی دوسری بیٹی روکسان سے شادی کی۔ قتل عام اور ادنیٰ بات پر خوں ریزی کرنا اور اپنے رفقاء کو قتل کر دینا اس کی عادت تھی۔

۳۲۷ ق میں ہندستان (موجودہ پاک و ہند) فتح کرنے کا عزم کیا۔ ان فتوحات میں بھی حسب سابق کسی بڑے مقابلہ تک نوبت نہ پہنچی اور لوگ خود بخود اس کی حکمرانی تسلیم کرتے رہے۔ البتہ ایک راجہ پوروس (پورس) نے سخت مقابلہ کیا اور اسے شکست دینے کے بعد پنجاب کے قریب آیا بلکہ سندھ فتح کر کے پنجاب کے بھی کچھ حصے فتح کر لیے۔ آگے جانا چاہا مگر اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ انھیں پتہ چلا کہ ہندستان کے ہر راجہ کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ لہذا جنگی

ہاتھیوں کے مقابلہ سے ڈر کر فوج نے آگے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ ۳۲۵ ق میں اسکندر فوج سمیت بڑے کروفر سے واپس شہر بابل پہنچا اور بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ کل عرب وافریقہ فتح کر کے تمام دنیا کو ایک ہی مملکت بنا کر وہ اس کا حکمران بن جائے۔ لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور گیارہ دن بیمار رہ کر ۳۲۳ ق میں مرگیا۔ موت کے وقت اس کی عمر ۳۳ سال سے بھی کم تھی۔ بعض کی رائے میں وہ مسموم یعنی زہر سے مرا۔ ایک چھوٹا بیٹا وارث چھوڑا۔ لوگوں نے اس کے بھائی اریدیہ کو حاکم بنادیا۔ کذا فی دائرۃ المعارف ج ا ص ۳۱۸ یہ وہ اسکندر ہے جو فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بڑا گمراہ وکافر وظالم تھا بتوں کو پوجتا اور ان سے حاجات مانگتا تھا۔

شہرستانی ملل ونحل ج ۲ ص ۱۳۷ پر اسکندر رومی کے متعلق لکھتے ہیں ہو ذوالقرنین الملک ولیس ہو المذکور فی القراٰن بل ہو ابن فیلبوس الملک سلمہ ابوہ الی ارسطو طالیس الحکیم المقیم بمدینۃ اثینیاس فاقام عندہ خمس سنین یتعلم منہ الحکمۃ والادب وقیل للاسکندر ہذا انک تعظم مؤدبک اکثر من تعظیمک والدک قال لان ابی کان سبب حیاتی الفانیۃ ومؤدبی ہو سبب حیاتی الباقیۃ اھ۔

فائدہ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور ذوالقرنین سے یہی رومی اسکندر مراد ہے۔ امام رازیؒ نے اس قول پر متعدد اشکالات ذکر کرنے کے بعد بغیر حل اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ قال اذا کان الامر کذلک فقد ثبت ان الاسکندر کان تلمیذاً لارسطو فیکون مذہب ارسطو حقاً ورد علیہ العلامۃ النیسابوریؒ بان مذہب الفلاسفۃ لیس بباطل کلہ فربما کان الاسکندر علی الحق الذی فیہ دون الباطل اھ بیضاوی ونیسابوری کی عبارات بھی اسی قول کی ترجیح پر دال ہیں۔

ہمارے خیال میں ذوالقرنین واسکندر رومی دو شخص ہیں۔ دونوں ایک نہیں ہوسکتے۔

اولاً اس لیے کہ اسکندر رومی کے بارے میں بتواتر یہ بات منقول ہے کہ وہ کافر تھا اور بت پرست تھا۔ بوقت موت اس نے وصیت کی ان تنقل جثتہ الی معبد اٰمون۔ کذا فی دائرۃ المعارف وغیرھا۔ معبد آمون ایک بتکدے کا نام ہے۔ وفی کتب التاریخ الموثوق بہا انہ لما دخل بابل کان بہا الصنم المشہور باسم بعل فقرب لہ قرباناً علی عادتہ فی عبادۃ کل صنم یصادفہ فی فتوحاتہ اھ وفیہا ثم انہ تجبر وتنمر حتی ادعی انہ ابن الالٰہ جوبتیر ودعا الناس الی عبادتہ اھ اور ذوالقرنین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ مؤمن تھے اور صالحین میں سے تھے۔ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے اور بعض

علماء کی رائے ہیں ولی اللہ تھے اللہ تعالی کی طرف سے انھیں الہام ہوتا تھا۔ نیز وہ ایمان باللہ اور توحید کے داعی و مبلّغ تھے۔ قال اللہ تعالی قلنا یا ذا القرنین امّا ان تعذّب و امّا ان تتخذ فیھم حسنا قال امّا من ظلم فسوف نعذّبہ ثم یردّ الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و امّا من اٰمن وعمل صالحًا فلہ جزاء الحسنیٰ۔

ثانیًا۔ ذوالقرنین سدِّ یاجوج وماجوج کے بانی ہیں اور اسکندر رومی کے بارے میں کسی مؤرخ نے بناء سد کا ذکر نہیں کیا۔

ثالثًا۔ ذوالقرنین محبوب اللہ اور متقی تھے اور اسکندر رومی ظالم تھا اور تقوی سے بہت دور تھا۔ روی ابن الکواء انہ سأل علیًا رضی اللہ عنہ عن ذی القرنین فقال ھو عبد احبّ اللہ فاحبّہ وناصح اللہ فنصحہ فامرھم بتقوی اللہ تعالی فضربوہ علی قرنہ فقتلوہ ثم بعثہ اللہ فضربوہ علی قرنہ فمات۔

رابعًا۔ اسکندر رومی تو سرے سے مؤمن وموحد نہ تھا جب کہ ذوالقرنین کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے اور بعض میں ہے کہ وہ فرشتہ تھے روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سمع رجلًا یقول لآخر یا ذا القرنین فقال مہ ما کفاکم ان تتسمّوا باسماء الانبیاء حتی تسمّیتُم باسماء الملائکۃ ذکرہ السھیلی۔ اسکندر رومی جیسے بُرے انسان کے متعلق فرشتہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھے وعن عبد اللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیًا وروی ابن عساکر باسناد غریب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ادری اتبّع کان لعینا ام لا ولا ادری الحد ود کفارات لاھلھا ام لا ولا ادری ذوالقرنین نبیٌّ ام لا۔ راجع البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۳۔

خامسًا۔ اسکندر رومی کی تاریخ کا ذکر ابھی گزرا۔ اس کی موت ۳۲۳ ق م قبل مسیح علیہ السلام میں واقع ہوئی اور ذوالقرنین کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ بعض تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابراھیم علیہ السلام کے معاصر تھے۔ ذکر الازرقی وغیرہ ان ذا القرنین اسلم علی یدی ابراھیم الخلیل علیہ السلام وطاف معہ بالکعبۃ المکرمۃ ھو واسماعیل علیہ السلام۔ وفی البدایۃ ج ۲ ص ۱۰۳ ان ذا القرنین حج ماشیًا وان ابراھیم علیہ السلام لما سمع بقدومہ تلقاہ ودعا لہ الخ۔

وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵۹ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما کان ابراھیم علیہ السلام بمکۃ واقبل ذوالقرنین علیھا فلما کان بالابطح قیل لہ فی ھذہ البلدۃ ابراھیم خلیل الرحمن علیہ السلام فقال ذوالقرنین ما ینبغی لی ان ارکب فی بلدۃ فیھا ابراھیم خلیل الرحمن فنزل ذوالقرنین و

ومشی الی ابراھیم علیہ السلام فسلم علیہ ابراھیم واعتنقہ فکان ھو اول من عانق عند السلام وفیہ ایضًا وصف ذوالقرنین بالاکبر احترازًا من ذی القرنین الاصغر ھو الاسکندر الیونانی فانہ کان قریبًا من عیسٰی علیہ السلام وبین عیسٰی وابراھیم علیہما السلام اکثر من الفی سنۃ و کان الاصغر کافرًا اھ۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

سادسًا۔ اسکندر رومی مشہور فلسفی ارسطو یونانی کا تلمیذ تھا۔ ارسطو سے فلسفہ پڑھا اور ارسطو کی تعلیمات و آراء کا معتقد تھا۔ اور جنگوں میں اور فتوحات میں ارسطو ہی کے مشوروں پہ عمل کرتا تھا اور ارسطو کے متعدد عقائد فلسفیہ مُوجبِ کفر ہیں۔ امام غزالیؒ نے کتاب تہافۃ فلاسفہ میں تصریح کی ہے کہ ارسطو کے بعض عقائد مُفضی الی الکفر ہیں۔ ارسطو کے چند عقائد یہ ہیں۔

(۱) یہ عالم جسمانی جو آسمانوں اور عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے قدیم ہے، مخلوق نہیں ہے۔

(۲) یہ عالم کبھی فنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی وابدی ہے۔ اسی وجہ سے ارسطو اور اس کے اتباع قیامت کے منکر ہیں۔

(۳) آسمانوں میں خرق والتیام یعنی ان کا پھٹنا، ان میں دروازوں یا سوراخ کا وقوع محال ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ مختار فی التخلیق نہیں ہیں بلکہ موجب ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار صرف ایک شئے یعنی عقلِ اوّل صادر ہوئی۔ فلکِ قمر سے نیچے یعنی زمین کے واقعات وامور کا خالق ارسطو کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نہیں ہیں بلکہ عقلِ اوّل ہی ان کی تخلیق کرتی ہے۔

یہ ارسطو کے چند عقائد ہیں جو یقینًا کفر ہیں اور اسکندر رومی اپنے استاذ ارسطو کے عقائد کا معتقد تھا۔ لہٰذا اسکندر رومی اسلام سے اور عقائد اسلامیہ سے کوسوں دور تھا۔ اس کے برخلاف ذوالقرنین مؤمن وصالح انسان تھے۔ وہ ارسطو کے نہ تو تلمیذ تھے اور نہ ارسطو کے عقائد کے معتقد تھے۔ کیونکہ قرآن شریف ارسطوی عقائد رکھنے والے انسان کی مدح نہیں کرسکتا۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

اس فصل میں ہم چند فوائد جلیلہ وضوابط شریفہ ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ طلبہ واہل علم کے لیے یہ نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

فائدہ۔ الدّینار۔ مثلاً مّا بعوضۃً اور فذبحوھا وما کادوا یفعلون کی تفسیر میں دینار کا ذکر اور فاخرج بہ من الثّمرات رزقًا لکم کی تفسیر میں درہم کا ذکر موجود ہے۔ دینار و درہم کی مقدار معلوم کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسائل شرعیہ ان کے اوزان معلوم کرنے پر موقوف ہیں۔ بہت سے طلبہ وعلماء کو ان کے اوزان ومقدار کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتمام فائدہ کے لیے ہم چند دیگر اوزان شرعیہ مثل مثقال، صاع، رطل وغیرہ کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

دینار۔ سب سے پہلے دینار کا وزن سُن لیں۔ دینار ومثقال دونوں کا وزن ایک ہے۔ بالفاظِ دیگر یہ دو نام ہیں ایک مسمّٰی اور ایک مقدار کے لیے۔ دینار یعنی مثقال نظو جَو کا ہوتا ہے اور یہ پورے ساڑھے چار ماشہ کا بنتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے الدینار بسنجۃ اھل الحجاز عشرون قیراطًا والقیراط خمس شعیرات فالدینار عندھم مائۃ شعیرۃ۔ فتح القدیر ج۱ ص۵۲۳۔ درمختار میں ہے الدینار عشرون قیراطًا والدرھم اربعۃ عشر قیراطًا فیکون الدرھم الشرعی سبعین شعیرۃً والمثقال مائۃ شعیرۃ۔ انتھی۔ شامی ج ۲ ص۳۰ وکذا فی البحر الرائق ج۲ ص۲۲۷ کتاب مصباح میں ہے الدینار عشرون قیراطًا۔ کل قیراط اثنا عشر اُرزّۃً انتھی۔ بہرحال ایک دینار یعنی مثقال کی مقدار ساڑھے چار ماشہ ہے۔

دینار سونے کا ہوتا ہے۔ سونے میں نصابِ زکوٰۃ حسب تصریح کتبِ حدیث وکتبِ فقہ بیس مثقال یعنی بیس دینار ہے۔ اس بیان کے بعد اب رائج الوقت اوزان یعنی تولوں کا حساب لگانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایک تولہ کی مقدار ہے بارہ ماشہ اور ایک ماشہ آٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ پس ۲۰ مثقال تقریبًا ۷ ½ تولہ کے برابر ہیں۔

درہم شرعی۔ ایک درہم کا وزن ہے ستّر جَو۔ اوزان مروّجہ میں درہم کی مقدار ہے تین ماشہ ایک رتی دو جَو۔ بعض فقہاء اس میں تھوڑا سا اختلاف بیان کرتے ہیں۔ مظاہر حق میں ہے

درہم تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے۔
درہم چاندی کا ہوتا ہے۔ شریعت میں چاندی کا نصاب زکوٰۃ دو سو درہم ہے تو یہ تقریباً ساڑھے باون تولہ چاندی بنتا ہے۔ اس میں بھی فقہاء نے تھوڑا سا اختلاف لکھا ہے۔ مالا بدمنہ ص ۹۱ پر مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں۔ نصاب زر بست مثقال است کہ ہفت ونیم تولہ باشد و نصاب سیم دو صد درہم است کہ پنجاہ و شش روپیہ سکہ دہلی وزن آں می شود۔ بعض علماء محشین ہدایہ نے شرح کنز کے حوالہ سے نقل کیا ہے لان التولجۃ (تولہ) فی اصطلاحنا اثناعشر ماهجۃ (ماشہ) وکل ماهجۃ ثمانی حبّۃ وعلی هذا یکون نصاب الفضۃ بوزن بلادنا اثنین وخمسین تولجۃ وربع تولجۃ وست حبّات ونصاب الذهب بوزن بلادنا سبع تولجات ونصف تولجۃ انتہی۔ شیخ انورؒ فرماتے ہیں ؎

درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
کہ آں سہ ماسہ ہست یک سرخہ دو جو
باز دینارے کہ دارد اعتبار
وزن آں از سہ ماسہ داں نیم وچہار

صاع۔ احناف کے نزدیک آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور مُدّ بہر صورت صاع کے ربع کا نام ہے لہذا ایک مُد دو رطل کا ہوتا ہے۔ یہ صاع کوفی کہلاتا ہے۔ صاع کوفی دو سو ستر (۲۷۰) تولے کا ہوتا ہے تو ایک صاع تین سیر چھے چھٹانک کا ہوا کیونکہ ایک سیر اسّی تولے کا ہوتا ہے اور ایک چھٹانک پانچ تولے کا ہوتا ہے۔

رطل۔ چونتیس تولہ اور ڈیڑھ رتی کا ہوتا ہے۔ شوافع وغیرہ کے نزدیک ایک صاع کی مقدار پانچ رطل اور ثلث رطل ہے۔ یعنی $5\frac{1}{3}$۔ اوزان شرعیہ کے بارے میں میرا ایک طویل فارسی منظوم ہے۔ بطور تکمیل افادہ اس کے چند اشعار یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ منظوم یہ ہے:۔

۱۔ وزن مثقالے کہ مے آید بکار — چار رتی آر با ماسہ چہار
۲۔ مُد بود دو رطل و صاع از چار مد — سیر از ہشتاد تولہ مستمد
۳۔ تولہ دوازدہ ماسہ باشد اے پسر — ہشت رتی ماسہ باشد سربسر
۴۔ درہم شرعی زروحانی بگو — آں سہ ماسہ یک رتی با خمس او
۵۔ یاد کن مقدار صاع ہاشمی — وزنش از ارطال باشد دو وسی

۶۔ بعد ازیں صاعِ حجازی را بداں پنج ارطال و ثلث رطل داں

۷۔ ہشت ارطال است صاعِ حنفی دو صد و ہفتاد تولہ مستوی

۸۔ شصت صیعاں یک وسق شدائے دلیر یعنی وزنش پنج من دونیم سیر

۹۔ چار و سی تولہ و یک نیم از رتی وزن رطل آمد شنوائے مبتدی

۱۰۔ اوقیہ دہ نیم تولہ مرتسم آنکہ وزنش درکتب چہل از درم

یعنی اوقیہ چالیس دراہم کا ہوتا ہے جس کی مقدار ساڑھے دس تولہ ہے۔ بطور نمونہ ہم نے یہ چند اشعار ذکر کر دیے۔

تنبیہ:۔ عند الاحناف اقل مہر دس درہم ہیں۔ بعض کم علم لوگ اس کا مطلب ڈھائی روپیہ پاکستانی لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم چونی کے برابر ہے۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ درہم چاندی کا ہوتا ہے جس کا وزن ہوتا ہے تین ماسہ سے کچھ زیادہ۔ جیسا کہ سطور بالا میں معلوم ہو چکا ہے پس دس درہم ڈھائی تولہ چاندی سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اور چاندی کی قیمت ہر زمانے میں بدلتی رہتی ہے۔ کئی سال قبل ایک تولہ چاندی کی قیمت ایک روپیہ تھی لہذا ایک درہم چونی کے برابر تھا۔ مگر ہر زمانے میں یہ قیمت برقرار نہیں رہتی۔ آج کل ایک تولہ چاندی کی قیمت تقریباً ۳۵ روپے ہے۔ پس دس درہم یعنی اقل مہر کی مقدار ہے ۸۶ روپے پاکستانی سے کچھ زیادہ۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ۔ متعدد قبائل عرب کا ذکر تفسیر بیضاوی میں جا بجا ہوا ہے۔ لہذا یہاں پر قبائل عرب کی تفصیل ذکر کرنا طلبہ وعلماء کے لیے بہت مفید ومناسب ہے۔ علامۂ تاریخ زبیر بن بکارؒ کی رائے میں انساب طبقاتِ عرب چھے ہیں۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں:۔ (۱) شعب (۲) بعدہ قبیلہ (۳) بعدہ عمارہ (۴) بعدہ بطن (۵) بعدہ فخذ (۶) بعدہ فصیلہ۔

علامہ زین عراقیؒ نے انہیں درج ذیل دو شعروں میں منظوم کیا ہے ؎

للعرب العرباء طباقٌ عدۃ فصّلہا الزبیر وھی ستۃ

أعمّ ذالک الشعبُ فالقبیلہ عمارۃ بطن فخذ فصیلہ

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی کتاب سیرۃ النبی معروف بہ سیرت حلبیہ ج۱ ص ۳۱ پر لکھتے ہیں:۔

فالشعب اصلُ القبائل والقبیلۃُ اصلُ العِمارۃ والعمارۃ اصلُ البُطون والبطن اصلُ الأفخاذ والفخِذ اصلُ الفصیلۃ فیقال مضر شعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقیل شَعب خزیمۃ وکنانۃ قبیلتُہ علیہ السلام وقریش عمارتہ علیہ السلام وقُصیّ بطنہ علیہ السلام وہاشم فخذہ علیہ السلام وبنو العباس فصیلتہ علیہ السلام اھ۔

ابن کلبی قبائل کے چھے طبقے ذکر کرتے ہیں اور فخذ و فصیلہ کے درمیان ایک اور طبقہ ذکر کیا ہے جس کا نام عشیرہ ہے والعشیرۃ رھط الرجل۔

نویری نے طبقات کے دس درجے ذکر کیے ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) جِذم۔ یہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ (۲) جماہیر (۳) شعوب (۴) قبائل (۵) عمائر (۶) بُطون (۷) اَفخاذ (۸) عشائر (۹) فصائل (۱۰) اَرہاط۔ کذا فی نہایۃ الارب۔ ج ۲ ص ۲۶۲۔

نشوان بن سعید حمیری نے قبائل کے درجات اس ترتیب سے ذکر کیے ہیں (۱) شعب (۲) قبیلہ (۳) عمارۃ (۴) بطن (۵) فخذ (۶) جِیل (۷) فصیلہ وجعل مضر مثال الشعب و کنانۃ مثال القبیلۃ وقریشاً مثال العمارۃ وفھراً مثال البطن وقُصیّاً مثال الفخذ وھاشماً مثال الجیل وآل العباس مثال الفصیلۃ۔ قرآن شریف میں ہے وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ قرآن میں شعوب کا ذکر مقدم ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۵۰۹ بلوغ الارب ج ۳ ص ۱۸۷ اللسان ج ۱۴ ص ۵۷ ج ۱۶ ص ۱۹۹ العقد الفرید ج ۳ ص ۲۸۳ نہایۃ الارب ج ۲ ص ۲۶۲ منتجات ص ۵۵ انسان العیون ج ۱ ص ۳۱

بعض نے شعب سے قبل جذم ذکر کیا ہے اور فصیلہ کا ذکر عشیرہ کے بعد کیا اور بعض نے عشیرہ کے بعد اُسرہ ثم عترہ کا اضافہ کیا ہے۔ بعض علماء نے ترتیب کی یہ صورت ذکر کی ہے (۱) الجذم (۲) ثم الجمھور (۳) ثم الشعب (۴) ثم القبیلۃ (۵) ثم العمارۃ (۶) ثم البطن (۷) ثم الفخذ (۸) ثم العشیرۃ (۹) ثم الفصیلۃ (۱۰) ثم الرھط (۱۱) ثم الاُسرۃ (۱۲) ثم العِترۃ (۱۳) ثم الذُّرّیۃ۔ کذا فی المفصل وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ ۳۔ شیخ الاسلام ایک تعظیمی لقب ہے۔ آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا کی شرح میں مذکور ہے۔ ائمہ اسلام و علماء دین میں کئی بزرگ شیخ الاسلام لقب سے ملقب تھے۔ ہمارے زمانے میں شیخ الاسلام کے لقب سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث و صدر مدرسین دار العلوم دیوبند معروف و مشہور ہیں۔ مولانا موصوف جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ تھے۔

قال الحافظ السخاوی فی کتاب الجواھر فی مناقب العلامۃ ابن حجر شیخ الاسلام و اطلقہ السلف علی المتبع لکتاب اللہ و سنۃ رسولہ مع التبحر فی العلوم من المعقول والمنقول وربما وُصِف بہ من بلغ درجۃ الولایۃ وقد یوصف بہ من طال عمرہ فی الاسلام فدخل

فی عداد من شاب شیبۃً فی الاسلام کانت لہ نورًا۔ ولم تکن ھذہ اللفظۃ مشھورۃ بین القدماء بعد الشیخین الصدیق والفاروق رضی اللہ عنہما فانہ ورد وصفھما بذلک۔

وعن علی رضی اللہ عنہ فیما روی الطبری فی الریاض النضرۃ عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلًا جاء الی علیّ رضی اللہ عنہ فقال یا امیر المومنین سمعتُک تقول علی المنبر اللھم اصلحنی بما اصلحتَ بہ الخلفاءَ الراشدین المھدیّین فمن ھم فاغرورقت عیناہ واھملھما ثم قال ابوبکر وعمر اماما الھدٰی وشیخا الاسلام ورجلا قریش المقتدی بھما بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثم اشتھرھا جماعۃ من علماء السلف حتی تبذّلت علی رأس المائۃ الثامنۃ فوُصِفَ بھا من لایحصی وصارت لقبًا لمن وَلِی القضاءَ الاکبر ولو عُرّی عن العلم والسِنّ فانا للہ وانا الیہ راجعون انتھی۔

وروی الواحدی رحمہ اللہ تعالی ان ابن ابیّ رئیس المنافقین واصحابہ استقبلھم نفرٌ من الصحابۃ فقال لقومہ انظروا کیف اَرُدُّ ھؤلاء السفھاء عنکم فاخذ بید ابی بکر رضی اللہ عنہ وقال مرحبًا بالصدیق سیّدِ بنی تیم وشیخ الاسلام وثانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار الباذلِ نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید عمر رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بسیّد بنی عدیّ الفاروق القویّ فی دینہ الباذل نفسہ ومالہ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ بید علیّ رضی اللہ عنہ فقال مرحبًا بابن عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختَنِہ سیّد بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا الاٰیۃ علی ما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ففی ھذہ الروایۃ اطلاق شیخ الاسلام علی الصدیق رضی اللہ عنہ۔ قال الشیخ الشھاب الخفاجی فی شرح تفسیر البیضاوی ج۱ ص۳۴۰ شیخ الاسلام کان فی زمن الصحابۃ رضی اللہ عنہم یطلق علی ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر وھما الشیخان ثم قال بعد ذکر ما قال السخاوی رحمہ اللہ تعالی قلت ثم صارت ھذہ اللفظۃ لقبًا لمن تولّٰی منصب الفتوی وان عری عن لباس العلم والتقوی ؎

لقد ھزلت حتی بدا من ھزالھا ۔ کُلاھا وحتی سامَھا کلُّ مفلس

وقال مولانا عبد الحیّ رحمہ اللہ تعالی فی اواخر الفوائد البھیّۃ ص۱۰۱ کان العُرفُ علی انّ شیخ الاسلام یُطلَق علی من تصدّیٰ للافتاء وحَلِّ المشکلات فیما شجر بینھم من النزاع والخصام من الفقھاء العظام والفضلاء الفخام وقد اشتھر بھا من اخیار المائۃ الخامسۃ والسادسۃ

آعلام منهم شیخ الاسلام ابوالحسن علی السغدی وشیخ الاسلام عطاء بن حمزة السغدی وشیخ الاسلام علی بن محمد الاسبیجابی وشیخ الاسلام عبد الرشید البخاری جدّ صاحب الخلاصة وشیخ الاسلام برهان الدین المرغینانی صاحب الهدایة وشیخ الاسلام نظام الدین عمر ابن صاحب الهدایة وشیخ الاسلام محمود الاوزجندی وغیرهم کذا ذکر الکفوی فی ترجمۃ شیخ الاسلام محمود الاوزجندی هذا والله اعلم۔

فائدہ ۔ کسریٰ وقیصر کا ذکر آیت واذ نجّینا کم من اٰل فرعون کی تفسیر میں موجود ہے۔ کسریٰ ہر بادشاہِ فارس کا لقب تھا اور قیصر ہر سلطانِ روم وشام کا لقب تھا۔ ہم یہاں پر دونوں کی کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ اوّلاً قیصر کا تذکرہ پیشِ خدمت ہے۔ بعدہ کسریٰ کا تذکرہ پیش کیا جائے گا۔

قیل ان اوّل من سُمّی قیصر من ملوک الروم هو اغسطس والیه تنسب القیاصرة بعده وهو الذی غلب علی آخر رجل ملک الیونان ومصر والاسکندریة من البطالسة ملوک الیونان وهو بطلیموس الجدید وقد ملک ثلاثین سنة ثم ملک بعده ابنته قلبطره وکان ملکها اثنتین وعشرین سنة وکانت لها حروب بالشام ومصر مع الثانی من ملوک الروم وهو اغسطس الی ان قتل زوجها وقتلت هی نفسها وانتهت بها ملک البطالسة علی مقدونیة وبلاد مصر من اسکندریة وغیرها قاله المسعودی فی المروج۔

وقال فی موضع آخر من هذا الکتاب وغلبت الروم علی ملک الیونانیّین وکان اول من ملک من الروم فیها ساطوحاس وهو جانیوس الاصغر بن روم بن سماحلین فکان ملکه اثنتین وعشرین سنة وقد قیل ان اول من ملک الیونانیین من ملوک الروم قیصر اسمه هالوس ابن افلیوس ثم ملک بعده اغسطس بن قیصر ستا وخمسین سنة وهذا الملک هو الاول من ملوک الروم واسمه قیصرا وهو الثانی من ملوکهم۔

وتفسیر قیصر ای شق عنه وذلک ان امّه ماتت وهی حامل به فشق بطنها فکان هذا الملک یفتخر فی وقته بان النساء لم تلده وکذلک من حدث بعده من ملوک الروم ممن کان من ولده یفتخرون بهذا الفعل وما کان من امّهم فصارت سمة لمن طرأ بعده من ملوک الروم انتهی بتصرف مروج ج ۱ ص ۱۹۲

علم من هذه العبارة ان فی اول من سمّی بقیصر قولین فقیل هو اغسطس وقیل والد اغسطس۔

وھذا قول ثالث وھو ان اول القیاصرۃ واوّل من سمّی بہ قسطنطین بن قسطن بانی القسطنطینیۃ وکان زمنہ بعد المسیح بثلاثمائۃ سنۃ وھو اوّل مَن تنصّر من ملوک الروم کذا ذکر ابن کثیر فی البدایۃ والنھایۃ ج ۲ ص۱۵۱

وذکر ابن خلدون ان اوّل من سُمّی بقیصر یونش بن غایش من ملوک الروم وکان قبل ولادۃ المسیح علیہ السلام بقلیل۔ وھذا قول رابع۔

وقیل اوّل من سمّی بقیصر اغانیوس وکان ملکہ قبل اوغسطس فھذا قول خامس کما سیأتی۔

وفی العمدۃ ج ۱ ص۸۶ ومعنی قیصر التبقیر والقاف علی لغتھم غیر صافیۃ وذلک ان امّہ لما اتاھا الطلق بہ ماتت فبقر بطنھا عنہ فخرج حیًّا وکان یفتخر بذلک لانہ لم یخرج من فرج واسم قیصر فی لغتھم مشتق من القطع لان احشاء امّہ قطعت حتی اخرج منھا وکان شجاعًا جبّارًا مقدامًا فی الحروب انتھی۔

وقیل اصل ھذا الاسم جاشر فعرّبتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر۔ قال ابن خلدون فی تاریخہ ج ۲ ص۱۹۹ فی تفصیل احوال ملوک الروم۔ انہ خرج یونش بن غایش الی جھۃ الاندلس وحارب من کان بھا الی ان ملک برطانیہ واشبونہ ورجع الی رومۃ واستخلف علی الاندلس اکتبیان ابن اخیہ یونان ثم قُتِل یونش قتلہ الوزراء فزحف اکتبیان ابن اخیہ من الاندلس واخذ بثأر عمّہ وملک الرومۃ وعمہ یونش ھو الذی تسمّی قیصر فصار سمۃ لملوکھم من بعدہ واصل ھذا الاسم جاشر فعربتہ العرب الی قیصر ولفظ جاشر مشترک عندھم فیقال للشعر جاشر وزعموا ان یونش وُلِد وشعرہ تام یبلغ عینیہ و یقال ایضًا للمشقوق جاشر وزعموا ان قیصر ماتت امّہ ھی مقرب فبقر بطنھا واستخرج یونش والاوّل اصحّ واقرب الی الصواب وکانت مدۃ ملک قیصر خمس سنین۔

وولد المسیح عیسی علیہ السلام لثنتین واربعین سنۃ خلت من ملکہ وھلک قیصر لستٍّ وخمسین من ملکہ وبعد خمسۃ آلاف ومائتین لمبدأ الخلیقۃ آدم علیہ السلام انتھی ماذکر ابن خلدون باختصار وفیہ اختلاط فی طبع بعض الحروف فلا یعلم ھل ھذا الاسم یونس بن غایش او یولش او یونش واللہ اعلم۔

ونقل ابن خلدون عن ابن العمید مؤرخ النصاری ان امر رومۃ وھی بلدۃ کبیرۃ فی الروم کان راجعًا الی الشیوخ الذین یدبّرون امرھم وکانوا ثلاثمائۃ وعشرین رجلًا لانھم کانوا حلفوا

ان لا یولّوا علیهم ملکًا وکانوا یقدمون واحدًا منهم ویمونه الشیخ وانتهی تدبیرهم الی اغانیوس فدبرهم اربع سنین وهو الذی سمی قیصرًا لان امه ماتت وهو جنین فی بطنها فبقروا بطنها و اخرجوه ولما کبر انتهت الیه ریاسة هؤلاء الشیوخ برهة اربع سنین ثم ولی من بعده یولیوش قیصر ثلاث سنین ثم ولی من بعده اوغشطش قیصر بن مرنوخس ولثنتین واربعین سنة من ملك اوغشطش ولد عیسی علیه الصّلاة والسّلام بعد مولد یحیی علیه السلام بثلاثة اشهر۔ انتهی باختصار۔

وکسرٰی بالکسر اشهر وجاز فتح الکاف کما فی القاموس والجمع اکاسرة وکساسرة واکاسر وکسور والقیاس کِسَرون بکسر الکاف وفتح الراء کعیسَون وموسَون بفتح السین والنسبة الی کسرٰی کِسرِیّ بکسر الکاف وتشدید الیاء مثل حرمیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف وفتح الراء کذا فی القاموس وغیره۔

قلت ان الامام الکبیر ثعلب صنّف کتابًا سماه کتاب الفصیح صغیر الحجم ردّ علیه امام النحاة المشهور بالزجاج فی نحو عشرة مواضع منه فی مناظرة اتفقت بین الزجاج وثعلب۔ منها ما قال الزجاج له وقلت کِسرٰی بکسر الکاف۔ وهذا خطأ انما هو کَسرٰی (بالفتح) والدلیل علی ذلك انّا وایّاکم لا نختلف فی النسبة الی کسرٰی یقال کَسرَویّ بفتح الکاف ولیس هذا مما یغیر بالنسب لبعده منها الا تری انك لو نسبت الی مِعزٰی لقلت مِعزَویّ والی درهم قلت دِرهَمیّ ای بکسر المیم والدال ولا یقال مَعزَویّ ولا دَرهَمیّ ای لا یقال بفتحهما کذا فی معجم الادباء، لیاقوت ج١ ص١٤١

قال العبد الضعیف ما اخذ الزجاج خطأ بلا ریب عند جمهور ائمة النحو واللغة فان صاحب القاموس وغیره من اهل اللغة صرّحوا بجواز الکسر والفتح فی کاف کسرٰی بل الکسر اشهر ویشیر الیه قول صاحب القاموس۔ وکسرٰی ویفتح۔ واما قول الزجاج ان النسبة الیه کَسرَویّ بفتح الکاف وادعی الاجماع فمردود حیث صرّحوا انه بکسر الکاف۔ قال العلّامة الزبیدی فی تاج العروس ج٣ ص٥٢٣ فی شرح قول صاحب القاموس والنسبة کِسرِیّ وکِسرَویّ بکسر الکاف وفتح الراء وتشدید الیاء ولا یقال کَسرَویّ بفتح الکاف انتهی۔

قال صاحب القاموس کسرٰی ملك الفرس معرّب خسرو بضم الخاء وفتح الراء ای واسع الملك۔ قال شارحه العلامة الزبیدی فی شرحه ای هذا معناه بالفارسیّة هکذا ترجموه و تبعهم المصنّف ولا ادری کیف ذلك فان خسرو ایضًا معرّب خُوش رُو کما صرّحوا بذلك ومعناه عندهم حسن الوجه والراء مضمومة وسکوت المصنف مع معرفته لغوامض اللسان عجیب۔

ونقل شیخنا عن ابن درستویہ فی شرح الفصیح لیس فی کلام العرب اسم اوّلہ مضموم واٰخرہ
واو فلذلک عرّبوا خسرو وبنوہ علی فَعلیٰ بالفتح فی لغۃ وفِعلی بالکسر فی اخری وابدلوا الخاء کافًا
علامۃ لتعریبہ ثم قال شیخنا ومن لطائف الادب ما انشدنیہ شیخنا الامام البارع ابوعبد اللہ محمد بن
الشاذلی اعزہ اللہ تعالیٰ ؎

له مقلۃٌ یعزی لبابل سحرھا　　کانّ بھاھا رُوتَ قد اَودَعَ السحرا
یُذکّرنی عھدَ النجاشی خالُه　　واَجفانُه الوسنی تذکّرنی کسریٰ

ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۵۔ ان قلت مامعنی الحدیث الصحیح۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ واذا ھلک کسریٰ فلاکسریٰ بعدہ قلنا معناہ لاقیصر بعدہ بالشام ولاکسریٰ بعدہ بالعراق قالہ الشافعی فی المختصر سبب الحدیث ان قریشًا کانت تأتی الشام والعراق کثیرًا للتجارۃ فی الجاھلیۃ فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھما لمخالفتھم اھل الشام والعراق بالاسلام فقال علیہ الصلاۃ والسلام لاقیصر ولاکسریٰ ای بعدھما فی ھذین الاقلیمین ولاضرر علیکم فلم یکن قیصر بعدہ بالشام ولاکسریٰ بعدہ بالعراق ولایکون۔ کذا فی العمدۃ ج ۱ ص

فائدہ۶۔ القیصر لقب کل من ملک الروم والشام والکسریٰ لقب کل من ملک فارس و کل من ملک الترک یقال لہ خاقان وکذا یسمّی کل من ملک الحبشۃ النجاشی۔ ویسمی ملک القبط فرعون۔ وملک مصر العزیز وملک حمیر تبع۔ وملک الھند دھمی۔ وملک الصین فغفور۔ وملک الزنج غانۃ۔ وملک الیونان بطلمیوس وملک الیھود قیطون اوماتح۔ وملک البربر جالوت۔ وملک الصابئۃ نمرود۔ وملک الیمن تبعا۔ وملک فرغانۃ اخشید۔ وملک العرب من قبل العجم النعمان وملک افریقیہ جرجیر وملک خلاط شھرمان وملک السند فور۔ وملک الخزر تبیل وملک النوبۃ کابل وملک الصقالبۃ ماجدًا۔ وملک الارمن تقفور۔ وملک الاجات خداوندکار۔ وملک اشروشنہ افشین وملک خوارزم خوارزم شاہ۔ وملک جرجان صول۔ وملک اذربیجان اصبھبد وملک طبرستان سالار وملک اقلیم خلاط شھرمان ونیابۃ الروم دمشق واسکندریۃ ملک مقوقس۔ کذا ذکرہ العینی وغیرہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ۷۔ صحابی کی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

تعریف اوّل۔ ھو من رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ بقید ایمان وہ لوگ خارج ہوئے جو بوقتِ ملاقات ورؤیۃ کافر تھے اگرچہ اس کے بعد مسلمان ہو گئے ہوں۔ باقی

وہ لوگ جنھوں نے بعثت سے قبل نبی علیہ السلام کو دیکھ کر آپ کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، ان میں صحابی ہونے کا بھی احتمال ہے اور صحابی نہ ہونے کا احتمال بھی مثل بحیرا راہب اور اس کے نظرا۔

جنات میں سے جنھوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو ایمان کی حالت میں وہ بھی صحابہ ہیں۔ ابن الاثیر جنات کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے لہذا وہ تعریف میں لفظ انسان ذکر کرتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک جنات بھی صحابہ میں داخل ہیں۔ صحابہ میں دخولِ ملائکہ محل نظر ہے۔ بعض علماء کے نزدیک یہ مبنی ہے اس بات پر کہ آپ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں یا کہ نہیں۔ اگر آپ نبی الملائکہ بھی ہوں اور ان کی طرف بھی مبعوث ہوں تو ملائکہ صحابہ میں داخل ہوں گے ورنہ نہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں لم یکن مرسلاً الی الملائکۃ بالاجماع۔ رازی کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ شیخ سبکیؒ وسیوطیؒ وغیرہ علماء کے نزدیک آپؐ نبی الملائکہ ہیں اور ملائکہ کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ امام سبکیؒ نے اس میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

موت اسلام پر شرط ہے۔ لہذا وہ لوگ خارج ہوئے جو مرتد ہو کر کفر پر مرے وہ صحابی نہیں کہلاتے مثل عبید اللہ بن جحش سابق زوج ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت الی الحبشہ کرنے کے بعد عیسائی بن کر کفر پر فوت ہوا۔

اور اس تعریف میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے لیکن دوبارہ اسلام لانے کے بعد انھیں نبی علیہ السلام کا دیکھنا و زیارت نصیب نہ ہوئی۔ مثل اشعث بن قیس جو مرتد ہوا تھا پھر خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوا۔ لیکن بہت سے محققین و ائمہ کے نزدیک ارتداد مُبطِل صحابیت ہے۔ لہذا وہ تعریف میں اپنے مذہب کے مطابق ایک قید کا اضافہ کرتے ہیں۔

اس تعریف پر اعمیٰ کا اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ بعض صحابہ نابینا تھے مثل ابن ام مکتومؓ انھیں نبی علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہ تھی۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ نبی علیہ السلام کو نہیں دیکھا لیکن نبی علیہ السلام تو ان کو دیکھتے تھے اور یہ کافی ہے۔ اور ثانیاً یہ ہے کہ انہیں رؤیۃ النبیؐ کے مواقع حاصل تھے اگر وہ معذور نہ ہوتے تو دیکھ سکتے تھے لیکن عذر عارضی کی وجہ سے وہ دیکھنے سے محروم تھے اور رؤیت کا موقع ملنا حکم رؤیت میں ہے۔ بعض علماء لفظ رأی کی بجائے لفظ لقی ذکر کرتے ہیں کما فی التعریف الثانی الآتی ذکرہ۔

تعریفِ ثانی: ھو مَن لَقِیَ النبیؐ علیہ السلام مؤمناً بہ و ماتَ علی الاسلام۔ یہ تعریف بعینہ مثل تعریف اول ہے صرف لفظ رأی کے بدلے یہاں پر لقی کا ذکر ہے۔ اس تعریف پر اعمیٰ صحابی کا وہ اعتراض

وارد نہیں ہوتا جو تعریفِ سابق پر وارد ہوتا ہے۔ البتہ دونوں تعریفوں پر رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام کا اعتراض ہوتا ہے وفی الحدیث مَن رأنی فی المنام فکأنما رأنی وفی روایۃ فقد أنی فان الشیطان لایتمثّل بی۔ منام میں لقاء ورؤیۃ دونوں متحقق ہیں۔

جواب یہ ہے کہ رؤیۃ النبی علیہ السلام فی المنام بلاریب بڑی سعادت ہے۔ لیکن اس پر احکامِ شرعیہ مبنی نہیں ہوسکتے۔ احکام شرعیہ یقظہ یعنی بیداری کی حالت پر متفرع ہوسکتے ہیں۔ اور صحابی ہونا ایک شرعی حکم ہے وہ بھی بیداری پر موقوف ہے۔ پس جو شخص بہ حکم شریعت غیر صحابی ہو خواب کی وجہ سے اس کا حکم بدل کر صحابی ہوجائے یہ شرعًا جائز نہیں ہے۔ بعض علماء اسی اعتراض کے پیشِ نظر تعریف میں قید یقظہ کا اضافہ کرتے ہیں اور تعریف ثالث کرتے ہیں۔

تعریف[۳] ثالث ہو مَن لَقِی النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ لیکن اس تعریف پر اور سابقہ تعریفوں پر ایک اور اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض کاملین اور اصحابِ کشف اولیاء کو حالتِ بیداری میں نبی علیہ السلام کی زیارت ورؤیت کی سعادت حاصل ہوتی ہے کما قال بعض الاولیاء انّی اریٰ النبیّ علیہ السلام فی الیقظۃ کرؤیۃ بعض الصحابۃ ایّاہ۔ اس کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ کشف قوی حجت نہیں ہے احکامِ اسلامیہ کتاب وسنت واجماع وقیاس پر مبنی ہوسکتے ہیں۔ کشف سے احکام شرعیہ مثل صحابی ہونا وغیرہ ثابت نہیں ہوتے۔

ثانیًا[۲] صحابیت کے لیے رؤیۃ النبی فی حیاۃ النبی علیہ السلام ضروری ہے۔ یعنی حیاتِ دنبویہ میں دیکھنا لازم ہے۔ اور بعد الموت نبی علیہ السلام اگرچہ زندہ ہیں اور حیات کے تمام امور کماحقہا آپ کو حاصل ہیں۔ تاہم یہ بھی یقینی بات ہے کہ وہ عُرف میں دنیاوی حیات نہیں کہلائی جاسکتی۔ عرفِ عام میں حیات فوق الارض وحیاتِ محسوسہ حیات کہلاتی ہے۔ اور حیاتِ برزخ امورِ مستورہ میں سے ہے۔ لہذا بذریعہ کشف رویۃ موجبِ صحابیّت نہیں ہے۔ البتہ جس نے بعد الموت وقبل الدفن نبی علیہ السلام کی زیارت کی ہو مثل ابوذؤیب ہذلی شاعر اس کی صحابیت میں علماء کے دو قول ہیں۔ اصح عدمِ صحابیت ہے۔ کما صرّح بہ الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ۔ ان تعریفات کے پیشِ نظر وہ اطفال بھی صحابی ہیں جنھیں بچپن میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ھذا الذی اختارہ البخاری واحمد والجمھور۔ ان تعریفات کے لحاظ سے صحابی کے لیے روایتِ حدیث یا شرکتِ غزوات یا بلوغ یا طولِ صحبت ضروری نہیں ہے۔ اور یہی جمہور علماء کا مختار قول ہے۔

تعریف رابع۔ ھو مَن لَقِی النبیّ علیہ السلام وطالتْ مجالستہ مؤمنا بہ ومات علی الاسلام۔ قال النووی فی تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۲ اما الصحابی ففیہ مذھبان اصحّھما و

ھومذھب البخاری وسائرالمحدثین وجماعۃ من الفقہاء وغیرھم انہ کل مسلم رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولوساعۃً وإن لم یجالسہ ویخالطہ۔ والثانی وھومذھب اکثر اھل الاصول انہ یشترط مجالستہ وھذا مقتضی العرف وذالک مقتضی اللغۃ وھکذا قال الامام ابوبکر ابن الباقلانی رحمہ اللہ وغیرہ۔ اھ

تعریف خامس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وغزا معہ ومات علی الاسلام۔ یہ تعریف ان علماء کی ہے جو صحابی کے لیے غزوہ میں شرکت لازم قرار دیتے ہیں۔ ابن حجر اس تعریف کو شاذ کہتے ہیں۔

تعریف سادس۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ بعد البلوغ ومات علی الاسلام۔ اس تعریف والوں کے نزدیک بلوغ کے بعد لقاء ضروری ہے۔ لہٰذا وہ بچے جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت بالغ نہ تھے صحابی نہیں کہلائیں گے۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف سابع۔ بعض علماء روایت حدیث النبی علیہ السلام کو شرط قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ یوں تعریف کرتے ہیں من لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وحفظت روایتہ عنہ علیہ السلام ومات علی الاسلام۔

تعریف ثامن۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام مؤمنًا بہ وضُبط انہ غزا معہ او اُستشھد بین یدیہ۔ یہ قول بھی شاذ ہے۔

تعریف تاسع۔ ھومن لقی النبی علیہ السلام وکان قد بلغ سن التمییز مؤمنًا بہ ومات علی الاسلام۔ اس قول والے سن تمییز ہی میں ملاقات شرط قرار دیتے ہیں۔ اور رکھتے ہیں کہ اس مدت سے قبل بچے کی طرف نسبتِ ملاقات ونسبت رؤیت صحیح نہیں ہے۔ کذا ذکرہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

تعریف عاشر۔ قال فی شرح التحریر الصحابی عند المحدثین وبعض الاصولیین من لقی النبی علیہ السلام مسلمًا ومات علی الاسلام او قبل النبوۃ ومات قبلھا علی الحنفیۃ کزید ابن عمرو بن نفیل او ارتد وعاد فی حیاتہ وعند جمھور الاصولیین من طالت صحبتہ متبعًا لہ مدۃ یثبت معھا اطلاق صاحب فلان عرفًا بلا تحدید فی الاصح انتھی۔

شارح تحریر کی عبارت سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مرتد ہوا اور پھر مسلمان ہوا وہ صحابی ہے۔ یعنی اسلام کے ساتھ اس کی صحابیت بھی عود کر آتی ہے۔ اگرچہ دوبارہ نبی علیہ السلام کی ملاقات نصیب نہ ہوئی ہو۔ یہ مذہبِ شافعی کا مقتضیٰ ہے۔ کیونکہ مذہبِ شافعی میں مرتد کے

اعمالِ صالحہ ضائع نہیں ہوتے بشرطیکہ اس کی موت ارتداد پر نہ ہو۔ لیکن ہمارے احناف کے نزدیک نفسِ ارتداد مُحبِط اعمالِ صالحہ ہے اور صحبت اشرف اعمال میں سے ہے۔ لہٰذا ارتداد سے صحبت کا شرف بھی زائل ہوا۔

قال ابن عابدین فی رد المحتار ج ا صنا۔ لکنّھم قالوا انہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرّدۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاؤھا سوی عبادۃٍ بقی سببُھا کالحجّ وکصلاۃ صلّاھا فارتدّ فاسلم فی وقتھا وعلی ھذا فقد یُقال تعودُ صحبتُہ مجرّدۃً عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیاۃ النبی علیہ السلام لا تعود صحبتُہ مالم یلقہ لبقاء سببھا انتہی۔

فائدہ - صحابہ تین قسم پر ہیں۔ اول مہاجرین۔ دوم انصار۔ سوم ان کے علاوہ دیگر صحابہ۔ پھر مہاجرین وانصار دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو سابقون اوّلون ہیں۔ اور ایک وہ جو ایسے نہیں۔ سابقون اولون اور غیر سابقین کے فرق میں کئی اقوال ہیں۔

قول اول۔ جو اہلِ قبلتین ہیں۔ یعنی جن صحابہ نے بیت المقدس وکعبۃ اللہ دونوں کی طرف نماز پڑھی ہو وہ سابقین ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر سابقین ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک نبی علیہ السلام بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے بعدہ یہ حکم منسوخ ہوا اور کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار۔ فعن سعید بن المسیبؒ انہ کان یقول فی قولہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون قال ھم الذین صلّوا القبلتین۔

قول ثانی۔ بیعۃ الرضوان یوم الحدیبیہ والے سابقین اوّلین ہیں اور ان کے سوا غیر سابقین ہیں۔ قالہ الشعبیؒ۔

قول ثالث۔ شرکاء جنگِ بدر سابقین ہیں اور باقی غیر سابقین ہیں۔ قالہ محمد بن کعب القرظی وعطاء بن یسار علی ماذکر ابن عبد البر فی الاستیعاب۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی التابعی۔ تابعون جمع کا واحد تابع وتابعیؔ ہے۔ تابعی کی تعریف میں حسب تصریح نووی رحمہ اللہ دو قول ہیں۔ احدُھما الذی رای صحابیًّا اولقیہ ومات علی الاسلام۔

والثانی۔ انہ الذی جالس صحابیًّا۔ قال اللہ تعالیٰ والسابقون الاوّلون من المھاجرین والانصار والذین اتّبعُوھم باحسانٍ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعدّ لھم جنّات تجری تحتھا الانھار الآیۃ

واما تابعو التابعین فھم الذین راؤا التابعی ولقوہ اوجالسوہ۔ ولھم ایضًا فضلٌ فی الجملۃ

ففی الصحیحین عن عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔

فائدہ[۱۰]۔ محدثین مثل حاکم وغیرہ نے تابعین کو پندرہ طبقوں پر منقسم کیا ہے۔ اوّل وہ طبقہ جنھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہو مثل قیس بن ابی حازم۔ آپ نے جملہ عشرہ مبشرہ سے سماع کیا ہے۔ اس فضیلت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ دوم وہ اولادِ صحابہؓ جو نبی علیہ السلام کی حیات میں پیدا ہوئی۔ افضلِ تابعین میں اقوال ہیں۔ قال احمد افضل التابعین سعید بن المسیّبؒ فقیل لہ علقمۃ والاسود۔ فقال سعید وعلقمۃ والاسود وعنہ انہ قال لا اعلم فیہم مثلَ ابی عثمان النہدی وقیس بن ابی حازم وعنہ انہ قال افضلُہم قیس وابو عثمان وعلقمۃ ومسروق قال النووی فی تہذیب الاسماء ولعلّہ اَرادَ افضلَہم فی ظاہر علوم الشرع والا فاُوَیسؒ خیر التابعین وفی صحیح مسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اُویس القرنی ہو خیر التابعین۔ وقال ابو عبد اللہ بن خفیف الزاہد اہل المدینۃ یقولون افضل التابعین ابن المسیّب واہل الکوفۃ اُویس واہل البصرۃ الحسن البصریؒ اھ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ[۱۱]۔ عرب عربیؔ واَعراب اَعرابیؔ الفاظ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ عربیؔ و اَعرابیؔ میں یہ فرق ہے کہ عربی وہ شخص ہے جو قوم عرب سے ہو خواہ شہری ہو یا دیہاتی۔ لہٰذا عجمی پر اطلاقِ عربی نہیں ہو سکتا۔ اور اعرابی وہ شخص ہے جو دیہات میں رہتا ہو خواہ قوم عرب سے ہو یا عجم سے۔

لہٰذا دونوں میں نسبت عموم وخصوص من وجہ ہے۔ قوم عرب کا دیہاتی عربی بھی ہے اور اعرابی بھی۔ اور قوم عرب کا شہری آدمی عربی ہے نہ کہ اعرابی۔ اور عجمی قَروی یعنی دیہاتی پر اعرابی کا اطلاق صحیح ہے نہ کہ عربی کا۔ عربی کی جمع عرب ہے۔ اور اَعرابی کی جمع اَعراب ہے باسقاط یاء النسبۃ مثل روم ورومیؔ وحَبَش وحبشیؔ۔ کذا فی کتب الادب۔ ہذا واللہ اعلم۔

فائدہ[۱۲]۔ الشیخان۔ آیت والمطلّقٰت یتربّصن بانفسہنّ ثلٰثۃَ قُرُوءٍ میں مذکور ہیں۔ علم حدیث میں اور روایتِ حدیث کے مباحث میں شیخان سے امام بخاری وامام مسلم مراد ہوتے ہیں۔ یقال رواہ الشیخان ای البخاری ومسلم فی صحیحہا۔ دونوں اماموں کو امت میں یہ عظیم منقبت حاصل ہے کہ مباحثِ روایت وحدیث میں دونوں شیخ کے لقب سے موسوم ہیں۔ اور جب مطلق شیخان کا ذکر ہو تو اس سے یہی دو امام مراد ہوتے ہیں۔ گویا کہ دونوں فن حدیث میں کل امت کے شیخ واستاذ ہیں۔

امام بخاری کا نام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم ہے۔ تاریخ ولادت بعد صلاۃ جمعہ

۱۴ ارشوال ۱۹۴ھ ہے۔ اور تاریخ وفات لیلۃ عید الفطر ۲۵۶ھ ہے۔ قریۂ خرتنک ہیں مدفون ہیں جو سمرقند سے دو فرسخ دور ہے۔ امام مسلم کا نام مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری ہے۔ تاریخ وفات شب یک شنبہ ۲۵ رجب ۲۶۱ھ ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ رضی اللہ عنہما۔

کتب[۲] فلسفہ میں شیخین سے ابوعلی بن سینا و فارابی مراد ہوتے ہیں۔ اور کتب[۳] نحو وصرف بصری میں شیخین سے مراد سیبویہ و خلیل ہیں اور[۴] نحو وصرف کوفی میں کسائی و فراء مراد ہوتے ہیں۔ کتب[۵] فقہ حنفی میں شیخین سے مراد ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ ہوتے ہیں۔ اور علم معانی و بیان میں شیخین سے مراد عبدالقاہر جرجانی و صاحب ابن عباد یا عبدالقاہر و سکاکی ہوتے ہیں اور کتب[۷] تفسیر میں شیخین سے مراد زمخشری و بیضاوی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ[۸] رضی اللہ عنہم میں شیخین عبارت ہے ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے۔ اور[۹] علم کلام میں اس سے ابوالحسن اشعریؒ و امام ماتریدیؒ مراد ہوتے ہیں۔

فائدہ[۱۳]۔ الخلفاء الاربعۃ۔ بحث الٓمٓ و حروف مقطعات کے اواخر میں خلفاء اربعہ کا ذکر ہوا ہے۔ خلفاء اربعہ سے مراد خلفاء راشدین ہیں۔ یعنی صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ یہی چار خلفاء راشدین ہیں۔ ان چاروں خلفاء کی خلافت مکمل طور پر منہاج نبوت پر قائم تھی۔ اور کتاب و سنت کے موافق تھی اسی وجہ سے انھیں خلفاء راشدین کہتے ہیں۔ پس خلفاء راشدین چار ہیں۔ حدیث شریف ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المهديين۔

سفیان ثوری وغیرہ محدثین کے نزدیک خلفاء راشدین پانچ ہیں۔ پانچویں عمر بن عبدالعزیزؒ تابعی ہیں۔ قال سفیان الثوری الخلفاء خمسۃ ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عمر بن عبدالعزیز انتھی کذا ذکرہ النووی فی تھذیب الاسماء ج۲ ۱۸۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تاریخ وفات ۱۰۱ھ ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ اور سات دن ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ ص۱۳۸ کانت ولایۃ عمر عشر سنین وخمسۃ اشھر واحدا وعشرین یوما وقیل عشر سنین وستۃ اشھر واربعۃ ایام اھ بحذف عثمان ذوالنورین رضی اللہ کی مدت خلافت بارہ سال ہے۔ وفی البدایۃ ج۷ ص۱۹۰ فکانت خلافتہ ای خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثنتی عشرۃ سنۃ الا اثنی عشر یوما واما عمرہ فانہ جاوز ثنتین وثمانین سنۃ اھ بتصرف۔ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت چار سال ۹ ماہ ہے۔ کذا فی

البدایۃ ج ۷، ص ۳۳۱۔
عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا تینوں خلفاء کی عمر بوقت وفات ۶۳ سال تھی۔ جمہور محدثین و ائمہ دین کے نزدیک حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ علی رضی اللہ عنہ دس رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے اور صرف چند ماہ بعد یعنی ۴۱ھ کے اوائل میں خلافت سے دست بردار ہو گئے اور مصالحت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کل مسلمانوں کے امیر المؤمنین بنائے گئے۔ اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ خلافت راشدہ تیس سال تک قائم رہے گی اور مصالحتِ حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما پر ۳۰ سال پورے ہو گئے۔

قال ابن کثیرؒ والدلیل علی انہ ای الحسن احد الخلفاء الراشدین الحدیث الذی اوردناہ فی دلائل النبوۃ من طریق سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم تکون ملکا۔ وانما کملت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علی فانہ نزل عن الخلافۃ لمعاویۃ فی ربیع الاول من سنۃ ۴۱ھ وذلک کمال ثلاثین سنۃ من موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ توفی فی ربیع الاول سنۃ احدی عشرۃ من الھجرۃ وھذا من دلائل النبوۃ صلوات اللہ وسلامہ علیہ البدایۃ ج ۸ ص ۱۶ وقال فیھا ج ۱ ص ۱۹ وقد انقضت الثلاثون بخلافۃ الحسن بن علیؓ فایام معاویۃ اول الملک فھو اول ملوک الاسلام وخیارھم واخرج الطبرانی باسنادہ عن معاذ بن جبل وابی عبیدۃ قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا الامر بدا رحمۃً ونبوۃً ثم یکون رحمۃً وخلافۃً ثم کائن ملکا عضوضا ثم کائن عتوا وجبریۃ وفسادا فی الارض یستحلون الحریر والفروج والخمور ویرزقون علی ذلک وینصرون حتی یلقوا اللہ عزوجل۔ واسنادہ جید انتہی۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدہ فی الجاھلیۃ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت سے قبل کا زمانہ زمانۂ جاہلیت کہلاتا ہے۔ قال فی دائرۃ المعارف والجاھلیۃ ھی حالۃ الناس قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجاھلیۃ الجھلاء توکید وقیل معناھا الجاھلیۃ القدیمۃ اھ۔

زمانۂ جاہلیت دو قسم پر ہے۔ اوّل جاہلیتِ عامہ یعنی قبل النبوۃ والبعثۃ کا زمانہ۔ دوم۔ جاہلیت شخصیہ مخصوصہ یعنی ہر صحابی کا اسلام سے قبل کا زمانہ۔ وفی کتاب لیس لابن خالویہ ان لفظ الجاھلیۃ اسم حدث فی الاسلام للزمن الذی کان قبل البعثۃ کذا فی المزھر۔ ۱۲۶۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ جاہلیت اصطلاح جدید ہے جو ظہور اسلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اسلام سے قبل

حالِ عرب پر جاہلیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ اس ظلمانی دور کا امتیاز ہو جائے اسلام کے بعد کے نورانی دور سے۔ قرآن شریف میں لفظ جاہلیت کئی آیات میں مذکور ہے أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ۔

کبھی جاہلیّت کے ساتھ بطور صفت لفظ جہلاء برائے مبالغہ وتاکید ذکر کرتے ہیں فالجاهلية الجهلاء يريدون بها الجاهلية القديمة كما في محيط المحيط ص۳۰۹ واساس البلاغة ج ۱ ص۱۴۵ وقيل وكانوا اذا عابوا شيئًا واستبشعوه قالوا كان ذلك في الجاهلية الجهلاء كذا في اقرب الموارد ص۱۴۷ فالجاهلية الجهلاء هي الوثنية التي حارب بها الاسلام وقد أنّب القرآن المشركين على حميّتهم الوثنيّة فقال إذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحميّة حميّة الجاهليّة۔

جاہلیّت کے معنی و وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اوّل۔ اس کا مأخذ جہل ہے اور جہل ضدِ علم ہے۔ پس جاہل کا معنی ہے اُمّی یعنی اَن پڑھ بالفاظ دیگر جاہل کا معنی ہے غیر عالم جو نہ کتاب پڑھ سکے اور نہ لکھ سکے۔ یہی جاہل مأخذ ہے جاہلیۃ کا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت والے عرب و مشرکین عرب اکثر اُمّی تھے اور پڑھے لکھے نہ تھے اسی وجہ سے ان کے زمانے پر جاہلیت کا اطلاق ہوا۔

قول ثانی۔ اس کا مأخذ جہل ضدِ علم ہے۔ لیکن جہل و جاہل سے معنی عام کی بجائے معنی خاص مراد ہے یعنی جہل باللہ و برسولہ فالجاهلية من الجهل بالله وبرسوله وبشرائع الدين الالٰهي۔

قول ثالث۔ ہماری رائے یہ ہے کہ جاہلیت کا مأخذ جہلِ عُرفی ہے۔ عُرفِ عام و عرفِ شرع میں جہل کا مفہوم ہے سفاہت۔ گمراہی۔ بے دینی۔ سرکشی۔ تکبّر۔ قومی تعصبات۔ ظلم۔ قتل۔ غارت گری۔ بے جا غضب وغیرہ وہ افعالِ قبیحہ و اخلاقِ شنیعہ جو جاہلینِ عرب میں رائج تھے۔ یہ وہ امور ہیں جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا۔ پس یہ امور جہل و جاہلیت ہیں اور ان کا مرتکب جاہل ہے۔ اگرچہ وہ شخص بڑا عالم ہو۔ لہٰذا جاہلیت ضدِ اسلام ہے اور جاہل مقابل مسلم کامل ہے۔

اسی معنی پر قرآن و سنّت میں جاہلیّت و جاہل کا اطلاق ثابت ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے۔ وعباد الرحمٰن الذين يمشون على الارض هونًا وإذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا۔ قال الطبري في تفسيره ج ۱۹ ص۲۱ انهم يمشون عليها بالحلم لا يجهلون على من جهل عليهم۔ سورۂ بقرہ میں ہے قالوا اتتخذنا هزوًا قال اعوذ بالله ان اكون من الجاهلين۔ سورہ اعراف میں ہے خُذِ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين۔ سورہ ہود میں ہے انى أعظك ان تكون من الجاهلين۔ واخرج الترمذي عن خولة قالت خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو

مُحتضِنٌ اَحَدَ ابنی ابنتِہ وھو یقول انکم لتبخّلون و تُجبّنُون و تجھّلون وانکم لمن ریحان اللّٰہ۔ جامع ترمذی ج۲ ص۱۱ وورد فی الحدیث انہ علیہ السلام قال لابی ذر رضی اللہ عنہ انک امرؤ فیک جاھلیۃ و فی حدیث اٰخر اذا کان احدکم صائماً فلا یرفث ولا یجھل۔ و فی حدیث اٰخر اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھنّ الفخر بالاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ" اخرجہ احمد فی مسندہ ج۲ ص۱۱ ص۱۰۳ ص۱۸۷ وج۳ ص۴۲۵
اور تقریباً یہی معنی مراد ہے عمرو بن کلثوم کے اس شعر میں ؎

الا لا یجھلن احدٌ علینا　　　فنجھل فوقَ جھلِ الجاھلین

متعدد اہل تحقیق و اہل لغت کے اقوال بھی جہل کے مذکورہ صدر معنی کے مؤید ہیں۔ لسان العرب وغیرہ میں ہے۔ وذھب اٰخرون ان الجاھلیۃ من المفاخرۃ بالانساب والتباھی بالاحساب والکبر والتجبر وغیر ذلک من الخلال التی کانت من ابرز صفات الجاھلیین۔
راجع اللسان ج ۱۳ ص۱۳۷ واساس البلاغۃ ج۱ ص۱۴۵ وصحاح الجوھری ج ۲ ص۱۶۹ و شرح المعلقات السبع للزوزنی ص۱۲۶ والاغانی ج۲۱ ص۲۰۷ و بلوغ الارب ج۱ ص۱۶
مستشرق گولڈ زیہر لکھتا ہے الجھل ضد الحلم لا ضد العلم اھ۔ کتاب فجر الاسلام ص۸۷ میں ہے لفظ جاہلیت کے بیان میں ویقول المستشرق گولڈ زھیر ان المقصود الاول من الکلمۃ السفہ الذی ھو ضد الحلم والانفۃ والخفۃ والغضب وما الی ذلک من معان وھی امور کانت واضحۃ فی حیاۃ الجاھلین ویقابلھا الاسلام الذی ھو مصطلح مستحدث ایضاً ظھر بظھور الاسلام و عمادۃ الخضوع للہ والانقیاد لہ انتھی بتصرف۔
قرآن حکیم میں جس جاہلیتِ اُولیٰ کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سورہ احزاب میں ہے وقرن فی بیوتکنّ ولا تبرّجن تبرُّجَ الجاھلیّۃ الاولیٰ۔ فقیل الجاھلیۃ الاولیٰ التی ولد فیھا ابراھیمؑ والجاھلیۃ الاخری التی ولد فیھا محمدؐ کذا فی طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۴۳ ص۱۳۵ وقیل الاولیٰ بین عیسی ومحمدؐ۔ یعنی بعض علماء کے نزدیک صرف ایک جاہلیت ہے جو عیسی و محمد علیہما السلام کے مابین ہے۔ اور بعض کے نزدیک وہ دو ہیں۔ بلوغ الارب وغیرہ میں ہے وقد ادّی اختلافُ فی مفھوم الاٰیۃ الی تصوّر وجود جاھلیّتین جاھلیّۃ قدیمۃ وجاھلیۃٌ اخریٰ ھی التی کانت عند ولادۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ولیس المعنی انّ ثمّ جاھلیۃٌ اخری وقد اوقع لفظ الجاھلیۃ علی تلک المدۃ التی قبل الاسلام کما لا یخفی۔ بلوغ الارب ج۱ ص۱۸
عصر جاہلیت و مبدأ جاہلیت و تعدد جاہلیت پر علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ

جس طرح ہمارے نبی علیہ السلام سے قبل عصرِ جاہلی تھا اسی طرح بعض دیگر انبیاء علیہم السلام سے قبل بھی اس قسم کے اعصارِ جاہلی تھے۔ تاریخ طبری میں ہے۔ ذھب بعضھم الی ان الجاھلیۃ کانت فیما بین نوح وادریس۔ تاریخ طبری ج ۱ ص ۸۳ وذھب آخرون الی انھا کانت بین آدم ونوح او انھا بین موسیٰ وعیسیٰ او الفترۃ التی کانت عیسیٰ بین محمد صلی اللہ علیہم وسلم وامامنتھاھا فظھور الرسول ونزول الوحی عند الاکثرین او فتح مکۃ عند جماعۃ کذا فی المفصّل ج ۱ ص ۴۱

وفی الصحاح مابین کل رسولین من رسل اللہ عزوجل من الزمان الذی انقطعت فیہ الرسالۃ وفی الحدیث فترۃ مابین عیسیٰ ومحمد علیھما السلام۔ راجع لتفصیل ھذا البحث لسان العرب ج ۱۳ ص ۱۳۷ بلوغ الارب ج ۱ ص ۱۶ تاریخ الطبری ج ۱ ص ۸۳ الاساطیر العربیۃ ص ۲ المزھر ص ۱۷۶ المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۱ ص ۴۱ وغیر ذلک من المراجع۔ ھذا واللہ اعلم۔

فائدۃ[۱۵] فی حساب الجُمَّل۔ بحث الٓمّٓ کے بیان میں حساب جمل کا ذکر موجود ہے۔ جُمَّل بضم جیم وفتح میم مشدّدہ ہے۔ بعض علماء تخفیفِ میم کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ حساب جمل سے حساب حروف ہجائیہ وحروفِ معجم مراد ہے۔ حروفِ ہجائیہ عربی میں ۲۹ ہیں۔ الف با تا ثا جیم تا آخر۔ اسے حسابِ ابجد بھی کہتے ہیں۔ حساب جمل کے پیشِ نظر ہر حرف ایک عدد پر دال ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے :-

الف ۱۔ ب ۲۔ ج ۳۔ د ۴۔ ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔ ح ۸۔ ط ۹۔ ی ۱۰۔ ک ۲۰۔ ل ۳۰۔ م ۴۰۔ ن ۵۰۔ س ۶۰۔ ع ۷۰۔ ف ۸۰۔ ص ۹۰۔ ق ۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش ۳۰۰۔ ت ۴۰۰۔ ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض ۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰۔

بطریق ترکیب ماہرین فن ہذا کے نزدیک یہ آٹھ الفاظ وکلمات بنتے ہیں۔ یعنی ابجد۔ ہوز۔ حطی۔ کلمن۔ سعفص۔ قرشت۔ ثخذ۔ ضظغ۔ اور بعض علماء سات بناتے ہوئے آخری دو لفظوں کو بعد الترکیب ایک ہی کلمہ شمار کرتے ہیں مثل بعلبک۔ ہمزہ مثل الف ہے۔ یہ عربی کے ۲۹ حروف ہیں۔ بعض عجمی لغات میں چھے حروف اور بھی ہیں یعنی پ ٹ ڈ ژ گ چ۔ لیکن یہ حروف عربی کے تابع ہیں عدد میں۔ پ ۲۔ ٹ ۴۰۰۔ ڈ ۴۔ ژ ۷۔ گ ۲۰۔ چ ۳۔

حساب جمل قدیم ہے۔ یہود میں یہ حساب بہت رائج تھا اسی وجہ سے جب انھوں نے الٓمّٓ الٓرٰ وغیرہ حروف مقطعات سنے تو حساب جمل سے انھوں نے ان حروف کو مدت بقاء امتِ محمدیہ پر حمل کیا۔ کما ذکرہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حساب جمل کے متعدد طریقے ہیں۔ مشہور دو طریقے ہیں صغیر وکبیر۔ مثلاً صغیر میں عددِ میم ۴۰ اور عددِ نون ۵۰ ہے۔ اور کبیر میں علی الترتیب ۹۰ اور ۱۰۶ ہے۔ صغیر میں مسمیٰ کا اعتبار ہوتا ہے اور ان

حروف کے مسمّی مفردات ہی ہیں۔ اور کبیر میں تلفظِ اسماء کا لحاظ ہوتا ہے اور ان حروف کے اسماء مرکب ہیں دو یا تین حروف سے۔ پس حرفِ "م" کا اسم میم ہے۔ اور اس اسم میں دو میم اور ایک حرف یا ہیں۔

کتبِ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابجد ہوز حطی الخ دراصل شعیب علیہ السلام کی قوم کے بادشاہوں کے نام تھے۔ پھر ان سلاطین کے اسماء پر حسابِ جمّل جاری کیا گیا اور ابھی تک حساب و عدد کا وہ پرانا طریقہ جاری ہے۔ یہ سلاطین اولاد محض بن جندل بن یصب بن مدین بن ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ان میں سے بعض طائف و نجد کے اور بعض مکہ مکرمہ و حجاز کے اور بعض مصر و مدین کے بادشاہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کے زمانے میں مدین کا بادشاہ کلمن تھا۔ اس نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ شعیب علیہ السلام نے عذاب یوم الظلّہ کی وعید سنائی اللہ تعالے نے آگ کا دروازہ ان پر کھول کر تباہ کر دیا۔ قال اللہ تعالیٰ فی الشعراء كذب اصحاب الايكة المرسلين اذ قال لهم شعيب الا تتقون انی لكم رسول امين الى قوله فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة انه كان عذاب يوم عظيم۔ وقال فی سورة هود والى مدين اخاهم شعيبًا الى قوله ولما جاء امرنا نجينا شعيبًا والذين آمنوا معه برحمة منّا واخذت الذين ظلموا الصيحة فاصبحوا فی ديارهم جاثمين۔

قال ابن كثير فی البداية ج ۱ ص ۱۸۵ وكان اهل مدين قومًا عربا يسكنون مدينتهم مدين التی هی قرية من ارض معان من اطراف الشام مما يلی ناحية الحجاز قريبًا من بحيرة قوم لوط ويقال شعيب بن يشخر بن لاوی بن يعقوب عليه السلام و يقال شعيب بن نويب بن عيفا ابن مدين بن ابراهيمؑ۔ ويقال شعيب بن ضيفون بن عيفا بن ثابت بن مدين بن ابراهيم عليه السلام۔ بہرحال یہ سلاطین قوم شعیب علیہ السلام میں تھے۔

وفی مروج الذهب ج ۲ ص ۱۴۸ وقد تنازع اهل الشرائع فی قوم شعيب بن نويل بن رعويل ابن مر بن عنقاء بن مدين بن ابراهيم عليه السلام وكان لسانه العربية فمنهم من رأى انهم من العرب البائدة ومنهم من رأى انهم من ولد المحض بن جندل بن يعصب بن مدين بن ابراهيم عليه السلام وان شعيبا اخوهم فی النسب وقد كانوا عدة ملوك تفرقوا فی ممالك متصلة ومنفصلة فمنهم المسمی بابی جاد وهوز وحطی وكلمن وسعفص وقرشت وهم بنو المحض بن جندل۔ واحرف الجمل على اسماء هؤلاء الملوك وهی التسعة والعشرون حرفا التی يدور عليها حساب الجمل وقد قيل فی هذه الاحرف غير ما ذكرنا۔

وکان ابجد ملك مكة و ما يليها من الحجاز وکان ھوز وحطی ملكين ببلاد وج وھی ارض الطائف وما اتصل بذلك من ارض نجد ۔ وکلمن و سعفص وقرشت ملوکا بمدین وقیل ببلاد مصر وکان کلمن علی ملك مدین ومن الناس من رأی انہ کان ملکا علی جمیع من سمینا مشاعًا متصلا علی ما ذکرنا وان عذاب یوم الظلۃ کان فی ملك کلمن منھم وان شعیبًا دعاھم فکذبوہ فوعدھم بعذاب یوم الظلۃ ففتح علیھم باب من السماء من نار فانت علیھم فرثت حارثۃ بنت کلمن اباھا فقالت وکانت بالحجاز ؎

کلمن ھدّ مرکنی ھلکہ وسط المحلّہ
سیّدُ القومِ اتاہ الحتفُ نارًا تحت ظُلّہ
کوّنت نارًا واضحت دار قومی مضمحلّہ

وفی ذلك یقول المنتصر بن المنذر المدینی ؎

الا یا شعیبُ قد نطقتَ مقالۃً اتیت بھا عمرًا وحیَّ بنی عمرو
وھم ملکوا ارضَ الحجازِ واوجھا کمثل شعاعِ الشمسِ فی صورۃ البدر
ملوكُ بنی حطّی وسعفصَ ذی الندیٰ وھوّزَ ارباب البنیۃ والحجر
وھم قطنوا البیتَ الحرام ورتّبوا خطورًا وساموا فی المکارم والفخر

ولھؤلاء الملوك اخبار عجیبۃ من حروب و سیر وکیفیۃ تغلّبھم علی ھذہ الممالك وتملکھم علیھا و ابادتھم من کان فیھا وعلیھا قبلھم من الامم انتھی ما فی المروج ۔

قال ابن جریر الطبری فی تاریخہ ۱ص۹۹ عن القاسم بن سلیمان عن الشعبی قال ابجد وھوز وحطی وکلمن وقرشت کانوا ملوکًا جبابرۃ فتفکر قرشت یومًا فقال تبارك اللہ احسن الخالقین ۔ (لعل معناہ انہ جعل نفسہ احسن الخالقین) فمسخہ اللہ تعالی فجعلہ اجدھاق (ای ازدھاق) ولہ سبعۃ ارؤس فھو ھذا الذی بدنباوند وجمیع اھل الاخبار تزعم انہ ملك الاقالیم کلھا وانہ کان ساحرًا فاجرًا اھ ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

فائدہ [۱۱] الزندیق ۔ آیت واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس کی شرح میں مذکور ہے ۔ زندیق کی تفسیر شرعی واحکام شرعیہ کے بیان میں میرا مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے "التحقیق فی الزندیق" ہم یہاں پر اس کی تلخیص ذکر کرتے ہیں ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ زندیق کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے ۔
امراوّل ۔ زندیق کی تفسیر میں کلام علماء وفقہاء مختلف ہے ۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں ۔
قول اول ۔ مقاصد میں اس کی تفسیر منافق سے کی گئی ہے فہما منقاربان اور بایں معنی عرب اسے

استعمال کرتے تھے۔ قال الشاعر ؎

ظللتُ حیرانَ اَمشِی فی اَزِقّتِہا   کأنّنِی مصحفٌ فی بیتِ زِندیق

قول[۲] ثانی۔ فقہاء فرماتے ہیں ھو من یُبطِن الکفر و یُظہِر الاسلام کالمنافق وقالوا ھو کفرٌ بالاتفاق۔ ثم فی کلام البعض انہ کالمنافق و فی کلام البعض انہ قسم من المنافق لکن ھذا التعریف والتفسیر یقتضی انہ عین المنافق فما معنی التشبیہ وجعلہ قسمًا من المنافق وایضًا اذا کان المراد بہ المنافق فلا وجہ للاختلاف فی انّ توبتہ مقبولۃ فی احکام الدنیا اذ توبۃ المنافق مقبولۃ اتفاقا مع ان الفقہاء مختلفون فی قبول توبتہ قال القونوی فی شرح البیضاوی ج ۲ ص ۱۶۔

قول[۳] ثالث۔ بعض کتب فتاویٰ میں ہے الزندیق من یقول ببقاء الدھر ای لا یؤمن بالاٰخرۃ ولا بالخالق ویعتقد ان الحلال والحرام مشترک۔ اقول استدلال البیضاوی والجصّاص وکثیر من العلماء علی قبول توبۃ الزندیق بقولہ تعالیٰ اٰمنوا کما اٰمن الناس فلو کان الزندیق مفسّرًا بھذا التفسیر فلا مساس لہ فی ھذا المقام ولا یصح الاستدلال بھذہ الاٰیۃ علی قبول توبتہ کما لا یخفی اذ الزندیق المفسر بھذا التفسیر یباین منافقی المدینۃ لانہم کانوا من الیھود وکانوا معترفین بالخالق وبالاٰخرۃ وبفناء الدھر۔ فعلم ان ھذا التفسیر مخدوش۔ متعدد کتابوں میں یہ تفسیر مذکور ہے۔ قال فی فتاوی قاری الھدایۃ الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکۃ انتھی۔

قول[۴] رابع۔ قال العلامۃ ابن کمال باشا فی رسالتہ الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالیٰ وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمتہ انتہیٰ کذا فی الشامی ج ۳ ص ۳۲۲ تفسیر ہذا پر بھی وہ اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا بیان تفسیر ثالث میں گزر رہا ہے۔

قول[۵] خامس۔ میری تحقیق کے پیش نظر زندیق وہ ہے جو بظاہر اسلام کا مدعی ہو لیکن لسانًا یا عملًا اصول اسلام کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہا ہو خواہ مُبطِن کفر ہو یا کہ نہ ہو۔

یہ مفہوم کلّی ہے جو متعدد اصناف وانواعِ زندقہ کو شامل ہے۔ زندقہ کی انواع متعدد ہیں یہ تفسیر ان سب کو شامل ہے اور یہ فائدۂ عموم کے علاوہ سابقہ اعتراضات سے بھی پاک ہے۔ زندقہ کی متعدد انواع جنھیں یہ تفسیر شامل ہے یہ ہیں:۔

اولًا[۱] یہ شامل ہے اس منافق کو بھی جو داعی الی النفاق ہو۔

ثانیًا[۲] یہ شامل ہے دہری کو بھی جو قائل ہو بقاء دہر کا خواہ وجودِ خالق کا قائل ہو یا نہ ہو۔

ثالثًا[۳]۔ ھو شامل لما فی فتاوی قاریٔ الھدایۃ ان الزندیق ھو الذی یقول ببقاء الدھر

ویعتقد ان الاموال والحرم مشترکة۔
رابعًا۔ یہ شامل ہے اس زندیق کو جو بقول علّامہ ابن کمال باشا لسان عرب میں معروف ہے وھو من ینفی الباری تعالیٰ اویثبت الشریك اومن ینکر حکمته۔
خامسًا۔ یہ شامل ہے مُلحد کو بھی وھو من مال عن الشرع القویم الی جھة من جھات الکفر من الحد فی الدین ای حاد وعدل۔ ملحد کا حکم بھی مثل زندیق ہے اور اس کی توبہ مختلف فیہ ہے یعنی ملحد زندیق کی ایک قسم ہے۔
سادسًا۔ اس میں داخل ہے اباحیّ بھی۔ وھو الذی یعتقد اباحة المحرمات۔
سابعًا۔ یہ شامل ہے بعض اُن نام نہاد متصوّفین کو بھی جو اس بات کے مدعی ہوں کہ وہ قرب من اللہ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے مکلف نہیں۔ یعنی ان کے لیے تمام معاصی حلال ہیں اور وہ مکلّف بالصوم والصلاۃ نہیں ہیں۔ یہ بھی اباحیّین کا ایک گروہ ہے۔ قال ابن کمال باشا فی رسالته نقلًا عن الامام الغزالی فی کتاب التفرقة بین الاسلام والزندقة ومن جنس ذلك مایدعیه بعض من یدّعی التصوّف انه بلغ حالة بینه وبین اللہ تعالی اسقطت عنه الصلاۃ وحلّ له شرب المسکر والمعاصی واکل مال السلطان فھذا مما لا اشكّ فی وجوب قتله اذ ضررہ فی الدین اعظم وینفتح به باب من الاباحة لاینسدّ وضرر ھذا فوق ضرر من یقول بالاباحة مطلقًا فانه یمتنع عن الاصغاء الیه لظھور کفرہ اما ھذا فیزعم انه لم یرتکب الّا تخصیص عموم التکلیف بمن لیس له مثل درجته فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حاله انتھٰی۔
ثامنًا۔ اس میں داخل ہیں وہ اہل بدعت واہوا، جن کی بدعت موجب کفر ہو۔ ایسے اہل بدعت اگر بدعت سے رجوع کرلیں اور تائب ہوجائیں فبہا ورنہ وہ واجب القتل ہیں۔ جو اہل بدعت انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہوں یا غیر اللہ کے لیے کلّی علم غیب کے حصول کے مدعی ہوں وہ بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ قال فی الشامی ج ۳ ص۳۲۳ ان دعوی علم الغیب معارضة لنص القراٰن فیکفر بھا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ کاہن واجب القتل ہے کیونکہ وہ معرفتِ غیب کا مدعی ہوتا ہے۔ وفی البزازیة یکفر بادّعاء علم الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقه انتھی۔ نیز اسی زمرہ میں داخل ہیں غالی روافض وقرامطہ وزنادقہ فلاسفہ جو عالم اجسام کو قدیم سمجھتے ہیں اور سمٰوات میں خرق والتیام کے منکر ہیں۔ یہ سب حسب تصریح فقہاء واجب القتل ہیں اسماعیلی فرقہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہے۔ فرقہ اسماعیلیہ کا لقب قرامطہ وباطنیہ ہے۔ قال فی نور العین اھل الاھواء اذا ظھرت بدعتھم

بحیث توجب الکفر فانہ یباح قتلھم جمیعًا اذا لم یرجعوا ولم یتوبوا واذا تابوا واسلموا تقبل توبتھم جمیعا الا الاباحیۃ والغالیۃ والشیعۃ من الروافض والقرامطۃ والزنادقۃ من الفلاسفۃ لا تقبل توبتھم بحال ویقتل بعد التوبۃ وقبلھا لانھم لم یعتقدوا بالصانع تعالیٰ حتی یتوبوا ویرجعوا وقال بعضھم ان تاب قبل الاخذ والاظھار تقبل توبتہ والا فلا وھو قیاس فی قول ابی حنیفۃؒ وھو حسن جدًا ۔ کذا فی الشامی ۔

تاسعًا ۔ زندیق کی اسی تفسیر میں داخل ہے فرقہ قادیانیہ جو غلام احمد قادیانی کو نبی یا مصلح و مرشد مانتا ہے ۔ یہ فرقہ زمانۂ حال کے زنادقۂ کبار میں سے ہے اور کسی اسلامی مملکت میں بحکم شرع اسے سکونت و اقامت کی اجازت نہیں دی جاسکتی ۔ قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دینِ اسلام میں سے ہے ۔

کسی اسلامی مملکت میں یہ فرقہ جزیہ ادا کرکے بطور ذمّی بھی سکونت نہیں کرسکتا کیونکہ ان میں سے جو لوگ مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہوگئے وہ مرتد ہیں اور مرتد واجب القتل ہے ۔ مرتد ذمّی نہیں بن سکتا ۔ اسی طرح یہ لوگ مرتد ہونے کے علاوہ زندیق بھی ہیں لہٰذا ان میں جو اشخاص قادیانیت کے مبلغ و داعی ہوں ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہے اور وہ زندقہ کی وجہ سے واجب القتل ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ اباحیہ و روافض و قرامطہ و زنادقہ فلاسفہ کی توبہ مقبول نہیں اور وہ واجب القتل ہیں ۔ اس سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا کہ وہ اسلام کے اندر ہمارے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں ۔

اور جو قادیانی پیدائشی قادیانی ہوں یعنی قادیانی خاندان میں پیدا ہوئے اور پھر اسی عقیدے پر قائم رہتے ہوئے بڑے ہوگئے وہ بھی کسی اسلامی مملکت میں از روئے شریعتِ اسلامیہ سکونت و اقامت کے مجاز نہیں ہوسکتے ۔ اور وہ جزیہ ادا کرکے ذمّی بھی نہیں بن سکتے بلکہ وہ زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں ۔ اگر وہ قادیانیت کے داعی و مبلغ ہوں تو ان کی توبہ قضاءً مقبول نہیں ہوسکتی اور اگر داعی و مبلغ نہ ہوں تو ان کی توبہ قبول ہوسکتی ہے ۔

بہرحال پیدائشی قادیانی زندیق ہیں اور واجب القتل ہیں وہ جزیہ ادا کرکے بھی دارالاسلام میں اقامت اختیار کرنے کے مجاز نہیں ۔

۱۔ کیونکہ وہ ختم نبوت جو ضروریاتِ اسلام میں سے ہے کے منکر ہیں ۔ درمختار میں ہے واجب القتل ملحدین کے بیان میں وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر و یظھر اعتقاد حرمتہ انتھیٰ ۔ جب وہ شخص واجب القتل ہے اس الحاد و زندقہ کی وجہ سے جو بباطن حرمتِ خمر کا

منکر ہو اگرچہ لوگوں کے سامنے حرمتِ خمر کا اظہار کرتا ہو تو قادیانی جو علی الاعلان ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور زندقہ کی اشاعت میں کوشش کرتے ہیں بطریقِ اَولیٰ واجب القتل ہیں۔

۲۔ ان کی زندقہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں اور تمام اہلِ اسلام کو کافر سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت بڑا زندقہ ہے۔

۳۔ نیز وہ قرآن واحادیث کے بے شمار نصوص کی تحریف کرتے ہوئے ان سے اپنی گمراہی پر استدلال کرتے ہیں اور تحریف قرآن وسنت سے بڑھ کر اور زندقہ کیا ہوگا۔ لہٰذا وہ مثل قرامطہ و باطنیہ ہیں۔ صاحب مواقف وغیرہ علماء مذاہب اربعہ قرامطہ و باطنیہ کے بارے میں لکھتے ہیں انہ لا یحل اقرارھم فی دار الاسلام بجزیۃ ولا غیرھا ولا تحل مناکحتھم ولا ذبائحھم۔ شامی ج ۳ ص ۳۲۴ پر ہے والحاصل انھم یصدق علیھم اسم الزندیق والمنافق والملحد ولا یخفی ان اقرارھم بشھادتین مع ھذا الاعتقاد الخبیث لا یجعلھم فی حکم المرتد لعدم التصدیق ولا یصح اسلام احدھم ظاھراً الا بشرط التبری عن جمیع ما یخالف دین الاسلام لانھم یدعون الاسلام ویقرون بالشھادتین وبعد الظفر بھم لا تقبل توبتھم اصلاً۔ وذکر فی التاتارخانیۃ انہ سئل فقھاء سمرقند عن رجل یظھر الاسلام والایمان ثم اقر بانی کنتُ اعتقد مع ذلک مذھب القرامطۃ وادعو الیہ الآن تبتُ ورجعت وھو یظھر الآن ما کان یظھرہ قبل من الاسلام والایمان قال ابو عبد الکریم بن محمد قتل القرامطۃ واستئصالھم فرض واما ھذا الرجل الواحد فبعض مشایخنا قال یتغفل ویقتل ای تطلب غفلتہ فی عرفان مذھبہ وقال بعضھم یقتل بلا استغفال لان من ظھر منہ ذلک ودعا الناس لا یصدق فیما یدعی بعد من التوبۃ ولو قبل منہ ذلک لھدموا الاسلام واضلوا المسلمین من غیر ان یمکن قتلھم انتھی۔

یہ ہے ائمہ اسلام کا فتویٰ زنادقہ و قرامطہ کے بارے میں۔ اور قادیانیت بھی قرامطہ کی طرح اسلام کے لیے عظیم فتنہ ہے اس لیے ہر قادیانی واجب القتل ہے۔

۴۔ نیز وہ شعائر اللہ اور کئی اصول اسلام اور خصائص اسلام کی ہتک و بے حرمتی کرتے ہیں مثلاً وہ غلام احمد کی بیویوں کو امہات المومنین اور اس کے دیکھنے والوں کو صحابہ کہتے ہیں اور اپنی عبادت گاہ کو وہ مسلمانوں کی طرح مسجد کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ امور خصائص اسلام میں سے ہیں اور یہ اسلام سے استہزاء ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہو سکتا ہے۔ کسی اسلامی مملکت میں کسی کافر فرقہ کو از روئے شرع یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں کی طرح اذان دے اور مسلمانوں کی طرح اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھے اور اپنے الحاد کی اشاعت کے لیے اسلامی نام

استعمال کرکے تشبہ بالمسلمین کرے یہ اسلام کی سخت بے حرمتی ہے۔ اور اس قسم کی بے حرمتی ایک مستقل زندقہ ہے جو موجب قتل ہے۔

۵۔ جزیہ تو عیسائیت، یہودیت وغیرہ ان ادیانِ باطلہ کے معتقدین سے لیا جاتا ہے جو قدیم و معروف تھے اور بوقت ظہور اسلام موجود تھے۔ اور جو اپنے آپ کو اہل اسلام کے برخلاف ایک فرقہ شمار کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ لیکن جو فرقہ خود اسلام کا مدعی ہو اس سے کس طرح جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ ایسے فرقہ کے بارے میں بعد از تحقیق دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر تحقیق کے بعد ان کا مسلمان ہونا ثابت ہوا تو وہ یقیناً مسلمان شمار ہوگا اور اہل اسلام سے جزیہ وصول نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر تحقیق سے وہ کافر ثابت ہوا تو وہ مرتد یا زندیق ہوگا اور مرتد و زندیق سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اگر مصر ہو تو واجب القتل ہے۔ قادیانی فرقہ احتمالِ ثانی کے قبیل سے ہے وہ مرتد و زندیق ہے کما مر التفصیل من قبل۔ لہذا اس فرقہ والے واجب القتل ہیں۔ وہ کسی طرح دارِ اسلام میں اقامت و رہائش کے مجاز نہیں ہیں۔ قادیانی لوگ اسلام اور شعائر اسلام کی بے حرمتی و بے عزتی و استہزاء کرتے ہیں اور بے حرمتی کرنے والا زندیق ہے۔ وہ نصوص قطعیہ کی تحریف کرتے ہیں اور یہ زندقہ ہے بلکہ تحریف نصوص اسلام کی بڑی بے حرمتی ہے۔

عاشراً۔ زندقہ کی یہ جامع تفسیر جو ہم ذکر کر چکے شامل ہے سابّ النبی علیہ السلام و سابّ الشیخین و سابّ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی۔ ایسا سابّ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ علامہ شرنبلالی شرح درر میں لکھتے ہیں ولا تقبل توبۃ سابّ النبی علیہ السلام سواء جاء تائباً من قبل نفسہ او شہد علیہ بذلک انتہیٰ۔ درمختار علی ہامش الشامی ج ۳ ص ۳۱۵ میں ہے وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداً ولا تقبل توبتہ مطلقاً او الکافر بسب الشیخین ؓ۔ وفی البحر من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ انتہی۔ شامی میں ہے ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما فھو کافر وان کان یفضل علیاً علیہما فھو مبتدع۔

حادی عشر۔ زندیق کی اس تعریف میں داخل ہیں منکرین حجیت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ منکرین حدیث بلاریب کبار زنادقہ میں سے ہیں۔ انکار حدیث مستلزم ہے انکار قرآن کو بھی۔ اولاً تو اس لیے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات حجیتِ احادیث پر دال ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ وقال اللہ تعالیٰ ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ

فانتھوا۔ لہٰذا حجیتِ احادیث سے انکار مستلزم ہے انکارِ قرآن مجید کو۔ ثانیاً اس لیے کہ حدیث شرحِ قرآن ہے۔ احادیث کے بغیر قرآن کا صحیح مفہوم سمجھنا ناممکن ہے۔

ثانی عشر۔ زندقہ کی تفسیر ہٰذا شامل ہے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی جو تحریفِ قرآن و نصوص و احادیث کے مرتکب ہیں۔ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے وہ اسلام کے مدعی ہیں اور اپنے آپ کو مصلحین کہتے ہیں حالانکہ وہ مفسدین ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام اور نصوص کی تفسیر علماء اسلام نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ علماء قدامت پسند ہیں۔ علماء اسلام و محققینِ شریعتِ محمدیہ ان کے زعم میں جہّال و مفسدین کا گروہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ محرّفین کہتے ہیں کہ زمانۂ حال میں اسلام و احکامِ اسلام کی نئی تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ نئی تشریح و توضیح کرتے ہوئے نصوص کی تحریف کرتے ہیں اور اپنی خواہش کے مطابق حلال کو حرام اور حرام کو حلال بناتے ہیں۔ یہ یورپی تہذیب کے دلدادہ دانشور زنادقہ ہیں اور واجب القتل ہیں۔

چنانچہ ان زنادقہ میں سے ایک زندیق نے تحریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ از روئے قرآن سود لینا حلال ہے اور شراب کی بعض قسمیں حلال ہیں۔ ایک اور زندیق لکھتا ہے کہ ہدی للمتقین سے نصاریٰ و یہود وغیرہ کفار مراد ہیں اور یہی کفار اس کے زعم میں متقین ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ تمام کفار قیامت کے دن نجات پائیں گے۔ اور لکھا ہے کہ تمام ادیان کفریہ برحق و صحیح ادیان ہیں لہٰذا اسلام قبول کرنا نجاتِ آخرت کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ قرآن نے ان کے دین کو دینِ حق بتاتے ہوئے کہا ہے لکم دینکم ولی دین۔ نیز قرآن میں ہے قل کل یعمل علی شاکلتہ اس زندیق کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس جس دین پر قائم ہے وہ صراط مستقیم پر ہے۔

ایسے محرّفین زندیق اور واجب القتل ہیں۔ بے شمار آیات و احادیث میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ کفار صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں اور کفر ملت شیطانیہ ہے اور کفار دوزخی ہیں یہ وہ چند انواع و اصنافِ زندقہ ہیں جنھیں ہماری مذکورہ صدر تفسیر زندقہ شامل ہے۔ اسی طرح اور متعدد انواع الحاد ہیں جو اس تفسیر و تعریفِ جامع میں داخل ہیں۔ مذکورہ صدر انواع ملحدین میں سے بعض کی توبہ قضاءً مقبول ہے اور بعض کی مقبول نہیں ہے۔ کتب فقہ میں ان کی تفصیلات مذکور ہیں۔

یہاں پر چند گروہ اور بھی ہیں جو اگرچہ وہ زنادقہ نہیں ہیں اور وہ کفر کا ارتکاب نہیں کرتے، لیکن ان کا حکم مثل حکم زنادقہ ہے اور زنادقہ کی طرح وہ بھی واجب القتل ہیں کیونکہ ان کے عمل سے عملِ

زنادقہ کی طرح اسلام اور مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچتا ہے ایسے لوگوں میں سے ہے خنّاق۔ خنّاق، وہ شخص ہے جو کسی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کردے۔ درمختار میں ہے الخنّاق لا توبۃ لہٗ۔ شامی ج۳ ص۳۲۳ پر ہے ان من خنق مرۃ لا یقتل و من تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ وان کان غیر کافر۔ و انما لا تقبل توبتہ لسعیہ فی الارض بالفساد ودفع ضررہ عن العباد ومثلہ قطاع الطریق۔ انتہی بحاصلہ۔

امر ثانی۔ لفظ زندیق کے اصل و ماخذ کے بیان میں متعدد وجوہ ہیں۔ زندیق بروزن اِکلیل، مُعرّب ہے اور اس کا معنی ہے ملحد۔ عند البعض یہ معرب زندہ ہے ای الذی یقول ببقاء الدھر معنی زندہ فی الفارسیّۃ الحی والباقی۔ اور عند البعض یہ معرب زندا ہے اور زندا مزدک مجوسی کی کتاب کا نام ہے۔ اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زندی اور عند البعض اس کا ماخذ ہے زن دین ای دین النساء و زن فی الفارسیۃ المرأۃ۔

جوہری لغوی لکھتے ہیں الزندیق من الیونانیۃ وھو معرب والجمع الزنادقۃ۔ کتاب مُغرِب میں ہے الزندیق معروف و زندقتہ انہ لا یؤمن بالآخرۃ ووحدانیۃ الخالق۔ وعن ثعلب لیس زندیق من کلام العرب ومعناہ علی ما تقولہ العامۃ ملحد ودھری۔ وعن ابن درید انہ فارسی معرب واصلہ زندہ ای یقول بدوام بقاء الدھر۔

کتاب مفاتیح العلوم میں ہے الزنادقۃ وھم المانویۃ وکان المزدکیۃ یسمون بذلک و مزدک ھو الذی ظھر فی ایام قباد وھو ملک للفرس وزعم ان الاموال والحرم مشترکۃ و اظھر کتاباً سماہ زندا وھو کتاب المجوس الذی جاء بہ زردشت الذی یزعمون انہ نبیؑ فنسب اصحاب مزدک الی زندا وعربت الکلمۃ فقیل زندیق انتہی۔ مفاتیح العلوم کی عبارت سے معلوم ہوا کہ زندیق کا ماخذ زندا ہے جو نام ہے اس کتاب مجوس کا جو ان کے زعم میں زردشت نے لوگوں کے سامنے پیش کی تھی۔ یہ قول اگرچہ ہمارے خیال ناقص میں مجمل ہے اور بظاہر صحیح نہیں ہے صحیح قول ہم آگے مسعودی کے حوالے سے ذکر کریں گے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زردشت نبیٔ مجوس کے بارے میں بھی ہم کچھ بتا دیں۔

زرتشت کی شہرت اگرچہ زیادہ ہے لیکن بایں ہمہ اس کے متعلق صحیح تاریخی معلومات نہیں ملتیں اور اس کے زمانے کا یقینی طور پر تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افلاطون نے جو تقریباً سنہ ۴ ق م کے قریب زمانے کا ہے زرتشت کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے "ایرانی نوجوانوں کو مغ زرتشت بن ہرمز تعلیم دیا کرتا تھا"۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ زرتشت کا زمانہ سنہ ۶۰۰ ق م سے پہلے کا نہیں۔ انیسویں صدی

میں ہاگ اور بنسن دونوں کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ زرتشت کا زمانہ ۲۲۰۰ء قم سے ۲۴۰۰ء قم تک ہے لیکن بعض ایسے مؤرخین بھی ہیں جن کے نزدیک زرتشت کا زمانہ ۶۳۵ء قم کے قریب ہے۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اس کا زمانہ ۱۰۰۰ء قم سے زیادہ بعید نہیں ہے۔ بہرحال ایرانی اور ملوکِ ایران وغیرہ مجوسی تھے اور وہ زرتشت کو نبی مانتے ہیں۔

مجوسیت کی مقدس کتاب کا نام ژند اوستا ہے۔ اصل نام اوستا ہے ژند اضافی لفظ ہے

مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص ۲۵۰ پر لکھتے ہیں کہ شاہ ایران بہرام بن ہرمز نے مانی بن یزید تلمیذ قاردون کو مع اس کے اتباع کے ایک حیلہ سے جمع کیا پھر سب کو قتل کرا دیا۔ قال وفی ایام مانی هذا ظهر اسم الزندقة الذی الیه اضیف الزنادقة وذلك ان الفرس حین اتاهم زرادشت بن اسبیمان بکتابهم المعروف بالبستاه باللغة الاولیٰ من الفارسیة وعمل له التفسیر وهو الزند وعمل لهذا التفسیر شرحاً سماه البازند وکان الزند بیانا لتاویل المتقدم المنزل وکان من اورد فی شریعتهم شیئاً بخلاف المنزل الذی هو البستاه وعدل الی التاویل الذی هو الزند قالوا هذا زندی فاضافوه الی التاویل وانه منحرف عن الظواهر من المنزل الی تاویل هو بخلاف التنزیل۔

فلما ان جاءت العرب اخذت هذا المعنی من الفرس وقالوا زندیق وعربوه والثنویة ای اصحاب مانی هم الزنادقة ولحق بهؤلاء سائر من اعتقد القدم وابی حدوث العالم اه۔

تمت رسالتی التحقیق فی الزندیق بحاصلها ولله الحمد والمنة۔

فائدہ۔ المحدث۔ آیت کلما اضاء لهم مشوا فیه واذا اظلم علیهم قاموا کی تفسیر میں محدثین کا ذکر موجود ہے۔ محدثین بفتح دال غیر مشدد متاخرین شعراء کو کہا جاتا ہے۔ علماء ادب وتاریخ کہتے ہیں کہ شعراء عرب کے چھ طبقات ہیں۔

اول۔ جاهلیون۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے شعراء اسلام کے ظہور سے قبل زمانۂ جاہلیت میں تھے مثل امرؤ القیس وغیرہ۔

دوم مُخضَرمون بضم میم وفتح خاء معجمہ وفتح راء۔ بعض علماء کے نزدیک اس میں کسرۂ راء خطاء ہے لیکن عند البعض کسرہ بھی صحیح ہے۔ قال ابن خلکان انه سمع فیه مخضرِم بکسر الراء وبالحاء المهملة واستغربه۔ اس طبقہ کے شعراء وہ ہیں جنھوں نے جاہلیت واسلام دونوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثل لبید وحسان رضی اللہ عنہما۔ واطلقه المحدثون علی کل من ادرك الجاهلیة وادرك حیاة النبی علیه السلام ولیست له صحبة ولم یشترط بعض اهل اللغة نفی الصحبة وفی المحکم رجل مخضرم اذا کان

نصف عمرہ فی الجاهلیة ونصفه فی الاسلام وقال ابن فارس انه من الاسماء التی حدثت فی الاسلام وهو من قولهم لحم مخضرم اذا لم یدر من ذکر هو ام انثی او من خضرم الشئ اذا قطعه وخضرم فلان عطیته اذا قطعها فکأنهم قطعوا عن الکفر الی الاسلام او لان رتبتهم فی الشعر نقصت لان حال الشعراء تطامنت بنزول القرآن کما قاله ابن فارس ۔

سوم ۔ متقدّمون ۔ اس طبقہ کے شعرا کو اسلامیون بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ وہ شعرا ہیں جو صدر اسلام میں تھے مثل جریر و فرزدق ۔

چہارم ۔ مولّدون اور یہ وہ شعرا ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے بعد تھے مثل بشار وغیرہ ۔

پنجم ۔ محدَثون ۔ بفتح الدال ۔ یہ وہ شعرا ہیں جو طبقۂ رابعہ کے بعد ہیں مثل ابوتمام و بحتری و متنبی ۔

ششم ۔ متأخرون ۔ متأخرین اصطلاح اہل ادب میں وہ شعرا ہیں جو طبقۂ خامسہ کے بعد حجاز و عراق وغیرہ بلاد میں ظاہر ہوئے ۔

پہلے تین طبقوں کا کلام باتفاقِ علما حجت ہے ۔ قواعد عربیہ ولغات میں ان کے اشعار سے استدلال کرنا صحیح ہے ۔ متأخرین یعنی طبقہ سادسہ کے کلام سے استدلال کرنا بالاتفاق غیر صحیح ہے ۔ باقی طبقہ خامسہ یعنی محدَثین میں اختلاف ہے ۔ بعض کے نزدیک ان کا حکم وہ ہے جو طبقہ سادسہ کا ہے ۔ اور زمخشری و علامہ بیضاوی رحمہ اللہ کے نزدیک موثوق بہم کے کلام سے استدلال کرنا درست ہے ۔ کیوں کہ ان کی روایت مقبول ہے ۔ پس ان کا قول حکم روایت میں ہے تو ان کا قول بھی مقبول ہوگا ۔ اسی وجہ سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے أظلم کے تعدیہ پر ابوتمام کے اس شعر سے تمسک کیا ہے ؎

هما اَظلما حالیّ ثمت اَجلیا　　　ظلامیهما عن وجه اَمرد اشیب

حالانکہ ابوتمام طائی طبقہ خامسہ کے شعرا میں سے ہے ۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں فانه ای ابا تمام وان کان من المحدثین لکنه من علماء العربیة فلا یبعد ان یجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اھ ۔ ویؤیده ما ذکر الازهری فی التهذیب ان کل واحد من اضاء و اظلم یکون لازما ومتعدیا ۔

قال الشهاب الخفاجی فی عنایة القاضی ج ۱ ص ۴۰۶ واختلف فی المحدثین فقیل لا یستشهد بشعرهم مطلقا وقیل یستشهد به فی المعانی دون الالفاظ وقیل یستشهد بمن یوثق به منهم مطلقا واختاره الزمخشری ومن حذا حذوه قال لانی اجعل ما یقوله بمنزلة ما یرویه اعترض علیه بان قبول الروایة مبنی علی الضبط والوثوق واعتبار القول مبنی علی معرفة الاوضاع اللغویة والاحاطة بقوانینها ومن البین ان اتقان الروایة لا یستلزم اتقان الدرایة ۔

وفی الکشف ان القول درایۃ خاصۃ فھی کنقل الحدیث بالمعنی وقال المحقق التفتازانی القول بانہ بمنزلۃ نقل الحدیث بالمعنی لیس بسدید بل ھو بعمل الراوی اشبہ وھو لا یوجب السماع الا ان کان من علماء العربیۃ الموثوق بھم فالظاھر انہ لا یخالف مقتضاھا فان استونس بہ ولم یجعل دلیلا لم یرد علیہ ما ذکرہ ولاما قیل من انہ لوفتح ھذا الباب لزم الاستدلال بکل ما وقع فی کلام علماء المحدثین کالحریری واضرابہ والحجۃ فیما رووہ لا فیما رأوہ وقد خطؤا المتنبی واباتمام والبحری فی اشیاء کثیرۃ کما ھو مسطور فی شروح تلک الدواوین انتہی۔ ھذا و اللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ[۱۸] ۔ الثُرَیّا۔ شرح بسملہ میں جلالہ کے بیان میں مذکور ہے۔ ثُریّا کو اردو میں پروین کہتے ہیں۔ یہ کئی ستاروں کا مجموعہ ہے۔ یہ برج ثور کا حصہ ہے۔ خالی آنکھ سے ثریا میں صرف چھے ۶ ستارے نظر آتے ہیں۔ اگر مطلع صاف ہو تو تیز آنکھ کو اس سے زیادہ دکھائی دیتے ہیں۔ چھوٹی دُوربین سے مجموعۂ ثریا میں ۱۰۰ کے قریب اور بڑی دوربین میں ۶۲۵ ستارے دیکھے گئے ہیں۔ عقدِ ثریا مشہور و معروف ہے اسے عوام بھی جانتے ہیں۔

بعض آثار میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام مجموعۂ ثریا میں کبھی گیارہ اور کبھی بارہ تارے دیکھتے تھے۔ وفی انسان العیون ج ۱ ص۱۹۲ عن العباس رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظر ھل تری فی السماء من شئ؟ قلت نعم قال ما تری؟ قلت الثریا قال اما انہ سیملک ھذہ الامۃ بعددھا من صلبک وقد اختلف الناس فی عدد نجوم الثریا المرئیۃ فقیل سبعۃ انجم وقیل تسعۃ وجمعنا بینھما بان الاول یکون ھو المرئی لغالب الناس ولو غیر حدید البصر والثانی لمن یکون حدید البصر منھم واما العدد المرئی لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیل کان یری احد عشر نجما وقیل اثنا عشر نجما وجمعنا بینھما بحمل الاول علی ما اذا لم یمعن النظر والثانی علی ما اذا امعن النظر وحینئذ یقتضی ھذا ان تکون الخلفاء من بنی العباس اثنی عشر اھ۔ قیل کواکب الثریا ستۃ او سبعۃ ؎

خلیلی انی للثریا لحاسد　　　وانی علی ریب الزمان لواجد

تجمع فیھا شملھا وھی سبعۃٌ　　　وافقد من احبتہ وھو واحد

حدیث مذکور کے علاوہ کئی دیگر احادیث میں بھی ثریا کا ذکر موجود ہے۔ ایک حدیث شریف میں نبی علیہ السلام نے بطور پیش گوئی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کے علم کی عظمت و بلندی کے لیے بطور مثال ثریا کا ذکر فرمایا ہے۔

فقد وردت احادیث صحیحۃ تشیر الی فضل ابی حنیفۃؒ منھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما رواہ

الشیخان عن ابی ھریرۃ رضؓ والطبرانی عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ورواہ ابونعیم عن ابی ھریرۃ والشیرازی والطبرانی عن قیس بن سعد بن عبادۃ بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکان العلم معلقاً عند الثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس ولفظ الطبرانی عن قیس لاتنالہ العرب لنالہ رجال من ابناء فارس وفی روایۃ مسلم عن ابی ھریرۃ لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ وفی روایۃ للشیخین عن ابی ھریرۃ مرفوعاً والذی نفسی بیدہ لوکان الدین معلقا بالثریا لتناولہ رجل من فارس ھذا وقد کان جدّ ابی حنیفۃؒ من فارس علی ما علیہ الاکثرون۔

قال الحافظ السیوطیؒ ھذا الحدیث الذی رواہ الشیخان اصل صحیح یعتمد علیہ فی الاشارۃ لابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

قال البیضاویؒ انّ اللہ وصف فی الاصل ثم صار لہ تعالی کالعلم مثل الثریا والصعق۔ قال الشہابؒ الثریا تصغیر ثَروٰی مؤنث ثروان جعل اسماً للنجم لکثرۃ کواکبہ ونقل علماً لامرأۃ ایضاً۔ و الصَّعَق بفتح العین شدۃ الصوت وبکسر العین الشدید الصوت والمتوقع للصاعقۃ والنازلۃ علیہ ولقب خویلد بن نفیل فارس بنی کلاب (خویلد ھذا لیس الذی ھو والد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا) وتسکن عینہ ویقال صِعِق کابل لقب بہ لان تمیما اصابوا رأسہ بضربۃ فکان اذا سمع صوتا صعق اولانہ اتخذ طعاما فکفأت الریح قدرہ فلعنہا فارسل اللہ علیہ صاعقۃ وھما وصفان فی الاصل صارا علما بالغلبۃ والغلبۃ فی اللہ والثریا تقدیریۃ وفی الصعق تحقیقیۃ انتہیٰ ھذا و اللہ اعلم وعلمہ اتم۔

فصل

تفسیر بیضاوی مسمّٰی بہ انوار التنزیل و اسرار التاویل علماء و طلبہ کے مابین جس طرح آج کل مقبول و محبوب ہے اور درس نظامی کے نصاب میں داخل ہے اسی طرح وہ ہر زمانے میں مقبول و مرجع العلماء والطلبہ رہی ہے۔ اور جس طرح وہ آج کل مدارس میں مغلق و مشکل کتاب سمجھی جاتی ہے زمانۂ ماضی میں بھی علماء و طلبہ کے نزدیک اس کی یہ حیثیت مسلّم تھی۔ تفسیر بیضاوی کی شروح و حواشی و تعلیقات کی کثرت سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہم یہاں پر تفسیر بیضاوی کی شروح و تعلیقات و حواشی کا علی الاختصار ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ تفسیر ہذا کے شرّاح و محشّین کے تراجم کی تفصیل میں میری ایک مستقل ضخیم کتاب ہے۔ تفصیل کے لیے اس کی طرف مراجعت کی جائے وہ بہت مفید کتاب ہے۔ علماء و طلبہ اس میں کافی معلومات و حقائقِ تاریخیہ پائیں گے۔ شارحینِ تفسیر بیضاوی کا مختصر تذکرہ یہ ہے:۔

(۱) شرح محی الدین محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ۔ یہ نہایت مفید اور نافع شرح ہے۔ اس کا مصنف بڑا زاہد اور صالح تھا۔ شیخ زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

(۲) شرح ابوالفضل قرشی خطیبؒ مشہور بہ کازرونی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ مفید شرح و حاشیہ ہے۔ تاہم یہ حل بیضاوی کے لیے کافی نہیں ہے۔ مصری مدارس میں یہ مروج ہے اولھا الحمد للہ الذی انزل اٰیات بیّنات محکمۃ الخ

(۳) شرح شیخ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ وقیل ۷۷۵ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اولھا الحمد للہ الذی وفقنا للخوض الخ

(۴) شرح فاضل محمد بن جمال الدین بن رمضان الشروانیؒ۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اولھا قال الفقیر بعد حمد اللہ العلیم العلام الخ۔

(۵) شرح شیخ صبغۃ اللہ رحمہ اللہ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ کبریٰ و صغریٰ۔ ان میں تفسیر بیضاوی کی اٹھارہ شروح سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۶) شرح شیخ جمال الدین اسحاق قرامانیؒ متوفی ۹۳۳ھ۔ یہ مفید و جامع شرح ہے۔

(۷) شرح عالم و فاضل مشہور بہ روشنی آیدینی ؒ۔

(۸) شرح و حاشیہ حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسیؒ۔ متوفی ۱۱۳۳ھ۔ یہ جامع معقول و منقول تھے۔ علامہ محب اللہ بہاری مصنف سلم العلوم متوفی ۱۱۱۹ھ کے معاصر تھے۔

(۹) حاشیہ و شرح مولوی عبد الحکیم لکھنوی ؒ ابن مولوی عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلیم متوفی ۱۲۸۸ھ۔ یہ مفید حاشیہ ہے۔

(۱۰) شرح و حاشیہ مولانا شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی گجراتیؒ۔ متوفی ۱۱۵۵ھ۔ یہ بڑے محقق، وحید عصر و فرید دہر تھے۔

(۱۱) حاشیہ مولانا محمد اسرائیل سلہٹیؒ۔ یہ بڑے عالم و صاحب تقویٰ تھے۔

(۱۲) شرح و حاشیہ مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیمؒ مشہور بہ ابن تمجید معلّم سلطان محمد خان یہ مفید و جامع حاشیہ ہے، جو حواشی کشاف کا ملخص ہے۔

(۱۳) شرح قاضی زکریا بن محمد انصاری مصریؒ متوفی ۹۲۶ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ مسمی بہ فتح الجلیل ببیان خفی انوار التنزیل۔ اوّلھا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتٰب الخ امام عبد الوہاب شعرانیؒ کتاب لطائف المنن میں لکھتے ہیں ان القاضی زکریا علّقہ املاءً بعد ان کُفّ بصرہ لما قرأ علیہ۔ قال وغالبھا بخطہ وخط ولدہ جمال الدین۔

(۱۴) شرح و حاشیہ شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ ایک جلد میں ہے۔ اس کا نام ہے نواہد الابکار و شواہد الافکار۔

(۱۵) شرح و حاشیہ شیخ محمود بن حسین افضلی حاذقیؒ مشہور بہ صادقی گیلانیؒ متوفی فی حدود ۹۷۰ھ۔ یہ سورۂ اعراف سے تا آخر قرآن ہے۔ اس کا نام ہے ھدایۃ الرواۃ الی الفاروق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی۔

(۱۶) حاشیہ شیخ بابا نعمۃ اللہ بن محمدؒ متوفی فی حدود ۹۰۰ھ۔

(۱۷) حاشیہ مولیٰ مشہور بہ مُنا و عُوضؒ متوفی ۹۹۴ھ۔ یہ تقریباً تین جلدوں میں ہے۔

(۱۸) شرح مولیٰ محقق ملا خسرو محمد بن فرامرزؒ متوفی ۸۸۵ھ۔ یہ بہترین حاشیہ ہے۔ یہ ابتدا سے سیقول السفہاء تک ہے۔ اور اس کا تتمہ تا آخر سورہ بقرہ لکھا ہے محمد بن عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۱۶ھ نے۔

(۱۹) حاشیہ شیخ ابی بکر بن احمد بن الصائغ حنبلیؒ متوفی ۷۱۴ھ۔ اس کا نام ہے الحسام الماضی فی ایضاح غریب القاضی۔ اس حاشیہ میں تفسیر بیضاوی کے الفاظ مشکلہ و غریبہ کی تشریح ہے

اور اس کے علاوہ بعض دیگر فوائد بھی جمع کیے ہیں۔

(۲۰) حاشیہ فاضل نورالدین حمزہ بن محمود قرامانیؒ متوفی ۸۷۱ھ یہ زہراوین پر ہے۔ اس کا نام ہے تقشیر التفسیر۔

(۲۱) حاشیہ سنان الدین بردعیؒ مشہور بہ عجم سنان۔ اوّلہ الحمد للہ الذی نوّر قلوبنا الخ۔ یہ حاشیہ وما کادوا یفعلون تک ہے۔

(۲۲) شرح محقق عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عرب شاہ الاسفرائینیؒ متوفی ۹۴۳ھ۔ یہ تحقیقات و نکات سے لبریز ہے۔ یہ ابتداء سورت اعراف تک ہے اور آگے سورۂ نبأ سے آخر قرآن تک ہے۔ یہ شرح مصنفؒ نے سلطان سلیمان خان کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ عصام الدین علامہ جامیؒ کے تلمیذ ہیں۔ شرح جامی للکافیہ پر آپ کے حواشی مشہور ہیں۔

(۲۳) حاشیہ و شرح علامہ سعداللہ بن عیسیٰؒ شہیر بہ سعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ سورۂ ہود سے تا آخر قرآن شریف ہے۔ یہ بڑی لطیف و شریف ابحاث پر مشتمل ہے۔ مدرسین کے نزدیک معتمد تھی۔

(۲۴) حاشیہ و شرح فاضل سنان الدین یوسف بن حسامؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ مقبول حاشیہ ہے۔ اول سورۂ انعام سے تا آخر سورہ کہف ہے۔ اور آخری حصہ کی بعض سورتوں سورۂ ملک۔ مدثر۔ قمر پر ہے۔ مصنف نے سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں یہ حاشیہ پیش کیا تھا۔

(۲۵) حاشیہ مولیٰ مصطفےٰ بن محمدؒ مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۶) حاشیہ مولیٰ محمد بن عبدالوہابؒ مشہور بہ عبدالکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ۔ یہ سورت طٰہٰ تک ہے۔

(۲۷) حاشیہ مولیٰ محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسنؒ متوفی ۹۱۱ھ۔ یہ صرف سورت انعام پر ہے۔

(۲۸) تعلیقات فاضل مصلح الدین محمد لاریؒ متوفی ۹۷۷ھ۔ یہ صرف زہراوین سے متعلق ہے مباحث شریفہ پر مشتمل ہے۔

(۲۹) تعلیقات شیخ ادیب غرس الدین حلبی طبیبؒ۔

(۳۰) حاشیہ و شرح شیخ محمد عابد لاہوریؒ متوفی ۱۱۶۰ھ۔

(۳۱) شرح وحاشیہ شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ متوفی ۹۷۸ھ وقیل ۹۹۷ھ۔
(۳۲) شرح شیخ ملا عبدالسلام لاہوریؒ متوفی ۱۰۲۷ھ۔
(۳۳) حاشیہ شیخ محمد احمد آبادی گجراتیؒ متوفی ۹۸۲ھ۔
(۳۴) شرح شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ آپ مشہور محدث ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں آپ نے لکھی ہیں۔ اللمعات۔ و اشعۃ اللمعات۔
(۳۵) تعلیقات ملا حسین خلخالیؒ۔ یہ سورت یٰس سے تا آخر قرآن ہے۔ اولہا الحمد للہ الذی تولّہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ الخ
(۳۶) تعلیقات شیخ محی الدین محمد اسکلیبیؒ متوفی ۹۲۲ھ۔
(۳۷) تعلیقات شیخ محی الدین محمد بن القاسم شہیر بہ اخوینؒ متوفی ۹۰۴ھ۔ یہ صرف زہراوین پر ہے۔
(۳۸) تعلیقات مولانا محمد بن عبدالغنیؒ متوفی ۱۰۳۶ھ۔ یہ نصف سورت بقرہ تک ہے۔
(۳۹) حاشیہ فاضل محمد امین مشہور بہ ابن صدرالدین شروانیؒ متوفی ۱۰۲۰ھ یہ الٓمّ ذلک الکتٰب تک ہے۔
(۴۰) حاشیہ مولیٰ ہدایۃ اللہ علائیؒ متوفی ۱۰۳۹ھ۔
(۴۱) حاشیہ فاضل محمد شرانشیؒ۔ یہ جزء نبأ پر ہے۔
(۴۲) تعلیقات فاضل محمد امینؒ مشہور بہ امیر بادشاہ البخاری الحسینی۔ یہ سورت انعام تک ہے۔
(۴۳) حاشیہ فاضل محمد بن موسیٰ بسنویؒ متوفی ۱۰۴۶ھ۔ یہ آخر سورت انعام تک ہے۔ یہ مبنی ہے طریقہ ایجاز بلکہ طریقہ تعمیہ والغاز پر۔ اوّلہا الحمد للہ الذی فضّل بفضلہ العالمین علی الجاھلین الخ۔
(۴۴) تعلیقات شیخ علاء الدین علی بن محی الدین محمدؒ متوفی ۹۴۵ھ۔ یہ زہراوین پر ہے اس کا نام ہے مصباح التعدیل فی کشف انوار التنزیل۔
(۴۵) حاشیہ شیخ احمد بن روح اللہ انصاریؒ متوفی ۱۰۰۹ھ۔ یہ آخر سورت اعراف تک ہے۔

(۴۶) حاشیہ مولی محمد بن ابراہیم حلبیؒ متوفی ۹۷۱ھ۔

(۴۷) شرح جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعیؒ متوفی ۷۷۲ھ۔ آپ نے بیضاوی کی دو شرحیں لکھی ہیں ایک مطول اور ایک مختصر۔

(۴۸) شرح بدرالدین حسین بن خواجہ شہاب الدین گیلانی شافعیؒ متوفی بمکۃ ۸۸۹ھ۔ یہ صرف خطبۂ تفسیر بیضاوی کی شرح ہے۔

(۴۹، ۵۰) شرح قاضی عمر بن عبداللہ رومی حنفیؒ۔ یہ آخر سورت آل عمران تک ہے ایک جلد میں۔ پھر اس کا تکملہ سورت اسراء سے تا آخر قرآن لکھا ہے علی بن محمد دمشقی صالحیؒ متوفی ۱۲۰۰ھ نے۔

(۵۱) حاشیہ عزّ الدین بن جماعہ محمد بن عبدالعزیز بن محمد کنانی شافعیؒ متوفی ۸۱۹ھ۔

(۵۲) حاشیہ شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر حنفیؒ شیخ سیوطی متوفی ۸۷۰ھ۔

(۵۳) حاشیہ سریّ الدین محمد بن ابراہیمؒ دروری مصری حنفی معروف بہ ابن الصائغ، متوفی ۱۰۶۶ھ۔

(۵۴) حاشیہ ابن ہلال حنفی محمد بن علیؒ۔

(۵۵) حاشیہ قاضی عبدالحلیم بن شیخ نصوح رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ۔ یہ زہراوین وسورت نساء پر ہے۔

(۵۶) حاشیہ قاضی محمد بن یوسف حمیدیؒ متوفی ۱۰۳۳ھ۔

(۵۷) حاشیہ صدر عبداللہ بن محمد رومیؒ معروف بہ آلتونی جوق زادہ متوفی ۱۱۸۳ھ۔

(۵۸) حاشیہ محی الدین محمد بن محمد بن محمد بردعی تبریزیؒ متوفی ۹۲۷ھ۔

(۵۹) حاشیہ شیخ بسمل اکبر نواب شیرازیؒ متخلص بہ بسمل۔

(۶۰) حاشیہ قاضی بدرالدین محمد بن محمد عبدالرحمٰن شافعیؒ متوفی ۸۹۰ھ

(۶۱) حاشیہ محمد بن محمد بن محمد مغربی مالکیؒ معروف بہ بلیدی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

(۶۲) حاشیہ شیخ بوریني بدرالدین حسن دمشقیؒ متوفی ۱۰۲۴ھ۔

(۶۳) حاشیہ علی بن صادق بن محمد بن ابراہیم داغستانی حنفیؒ المدرس بدمشق مشہور بہ شماخی متوفی ۱۱۹۹ھ۔

(۶۴) حاشیہ دباغ زادہ شیخ الاسلام محمد رومی صاحب التبیان۔ یہ صرف جزء نبأ پر ہے۔

(۶۵) حاشیۂ مولانا عبدالحکیم حنفی سیالکوٹیؒ متوفی ۱۰۶۷ھ۔
(۶۶) حاشیۂ السید السند الشریف علی بن محمد جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ۔
(۶۷) حاشیۂ نورالدین محمد بن عبدالہادی حنفیؒ نزیل مدینہ منورہ متوفی ۱۱۳۹ھ۔
(۶۸) حاشیۂ بہاؤالدین محمد بن حسین العاملی الہمدانی الشیعی مصنف تشریح الافلاک فی الہیئۃ۔
(۶۹) حاشیۂ قُنوی عصام الدین اسماعیل بن مصطفیٰ رئیس العلماء رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۹۵ھ یہ بہت مفید اور جامع شرح ہے۔
(۷۰) حاشیۂ صدر کمال الدین احمد بن عصام الدین احمد رومی حنفیؒ متوفی ۱۰۳۰ھ۔
(۷۱) حاشیۂ عضد الدین عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن یوسف مصری حنفیؒ متوفی ۸۸۰ھ۔
(۷۲) حاشیۂ محمد بن حمزہ حنفیؒ نزیل دمشق متوفی ۱۱۱۱ھ۔
(۷۳) حاشیۂ مولیٰ محمد رومیؒ امام جامع محمود باشا متوفی ۹۷۳ھ۔
(۷۴) تخریج شیخ عبدالرؤف مناویؒ۔ اس میں تخریج احادیث بیضاوی ہے مسمی بہ الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی۔ اوّلہ الله احمد ان جعلنی من خدّام اہل الکتاب الخ۔
(۷۵) تعلیق کمال الدین محمد بن محمد بن ابی شریف القدسیؒ متوفی ۹۰۳ھ۔
(۷۶) مختصر تفسیر بیضاوی لمحمد بن محمد بن عبدالرحمٰنؒ المعروف بامام الکاملیۃ شافعی قاہری متوفی ۸۷۴ھ۔
(۷۷) تعلیقات محدث کبیر فقیہ عظیم قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن ہمام متوفی ۸۷۹ھ۔ یہ فہم لا یرجعون تک ہے۔
(۷۸) حاشیۂ ابراہیم بن محمد مصری شافعیؒ متوفی ۱۰۷۹ھ۔
(۷۹) حاشیۂ محمود بن عبداللہ موصلی مفتیؒ متوفی ۱۰۸۲ھ۔
(۸۰) حاشیۂ شہاب الدین احمد بن عبداللہ صاحب البحر المبتغی۔
(۸۱) حاشیۂ احمد بن توفیق قاضی حنفی گیلانیؒ متوفی ۱۰۵۱ھ۔
(۸۲) ومن شارحی انوار التنزیل للعلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ھذا العبد الضعیف وشرحی لہ ھذا ختمتہ فی نحو خمسین مجلدًا وسمیتہ بازھار التسہیل وسمیت مقدمتہ باثمار التکمیل وھذہ ترجمتی۔
فانا محمد موسیٰ ابن العارف باللہ الزاہد التقی المولی شیر محمد منحہ اللہ فی الجنۃ قصور العسجد

مولدی کٹہ خیل وهی قریة بین جبلین من مضافات بلدة ومدیریة دیره اسماعیل خان فی اقلیم سرحد من الباکستان کان جدّنا الاعلی من سُکّان بلدة غزنی او من سکّان حوالیها من ولایة افغانستان واسم جدّنا هذا السیّد الشیخ احمد الروحانی وقبره فی سفح جبل من جبال غزنی یزار ومشهور فی تلك البلاد وکان من کبار اولیاء الله تعالی وکذلك ابی کان من الاولیاء الزاهدین العارفین ومن اهل الکشف والمعرفة الباطنیّة ۔

وکان ابی دائم الاستغراق فی مراقبة الله وصفاته وامور الاخرة ومع فقره کان جوده وسخاؤه مشهورًا ولایزال اهل القریة یذکرون قصص جوده العجیبة واحوال استغراقه ومراقبته و بصیرته القلبیّة قرأ ابی بعض الکتب الدینیّة علی بعض العلماء فی قریته کٹہ خیل ۔

مات ابی فی مرض طویل مرض اجتماع الماء فی البطن والمعدة وکنت عند موته صغیرًا ابن خمس سنوات بل اصغر ۔

وعند زیارتی لقبر والدی سمعت مرارًا من داخل قبره تلاوة القراٰن الشریف خصوصًا تلاوة سورة الملك التی هی منجیة تلاوة واضحة جیدة بلسان فصیح وصوت حسن یأخذ بمجامع القلوب ویجذبها کانّه مزمار من مزامیر اٰل داؤد وکنت اشعر بخوف وقشعریرة اوّلًا وکانت امّی تشجّعنی وتقول لی لاتخف فاستأنست بالتّلاوة وزال الخوف من سماع تلاوة القراٰن من داخل قبره وهذا من عجائب الکرامات ۔ وفی کتب التاریخ انّ بعض الناس کانوا یسمعون من قبر ثابت البنانی العارف بالله تلاوة القراٰن الشریف ۔ ثم بعد موت الاب ربّتنی اُمّی الذاکرة لله کثیرًا الصائمة القائمة لله وقاسینا مصائب وشدائد فی زمن الصغر ۔

وقرأت اوائل کتب الفقه وجمیع کتب الفارسیة علی بعض علماء القریة ۔ ومع اشتغالی بهذه الدروس زمن الطفولیّة اخدم امی واساعدها فی امور تتعلق بداخل البیت وخارجه اشتغل جمع العلف لبعض دوابّ البیت وخدمة اِتیان الماء من بعید وکان الماء فی بعض الازمنة علی بُعد ثلاثة امیال ۔ ثم خرجت باشارة صِهری زوج اختی الخلیفة احمد رحمه الله لتحصیل العلم الی بلدة عیسٰی خیل وهذا اول خروجی لطلب العلم حینما کان عمری نحواحدی عشرة سنة او اقل فبدأت بعلم الصرف وحفظت عدة کتب منه فی اشهر عدیدة علی شیخی الخلیفة محمد رحمه الله باشراف المفتی محمود رحمه الله ۔

ثم ذهبتُ معه الی قریة اباخیل من قری مدیریة بنون فمکثتُ فیها سنتین وحفظت هناك جمیع کتب الصرف الی الفصول الاکبریة وکتب النحو الی الکافیة واوائل کتب المنطق علی

مولانا جان محمد وعلى المفتى الكبير الزعيم الشهير فى العالم مولانا محمود ثم ذهبتُ مع الشيخ المفتى المذكور الى قرية عبد الخيل فبقيتُ معه هناك نحو سنتين وقرأت عليه شرح الجامى ومختصر المعانى والمنطق الى سلّم العلوم والمقامات واصول الشاشى وشرح الميبذى لهداية الحكمة وشرح الوقاية وبعض كتب القراءة والتجويد۔

ثم سافرت الى اكوڑہ خٹك ومكثت فى دار العلوم الحقانية نحو سنتين وقرأت هناك جميع كتب المنطق الّا القاضى مبارك وجميع كتب الفلسفة واقليدس والميراث واصول الفقه الّا التلويح والتوضيح وقرأت المطول وجميع كتب الادب العربى۔

وسافرت من اكوڑہ خٹك فى الاجازات السنوية اجازات شهر رمضان الى بلدة راولپنڈی فقرأت ترجمة القرآن الشريف بتمامه على المفسر الكبير جامع الفنون مولانا غلام الله خان رحمه الله تعالى۔

ثم ذهبت الى ملتان ودخلت فى الجامعة الكبيرة قاسم العلوم فمكثتُ فيها ثلاثة اعوام و تخرّجتُ من جميع العلوم من الفقه والحديث والتفسير والمنطق والاصول وعلم القراءة قراءات السبع۔

ثم عُيّنتُ مدرّسًا فى مدرسة مطلع العلوم فى بلدة كوئٹه من اقليم بلوچستان الى مدة ثم فى مدرسة اسلامية فى بلدة بوريواله ثم فى قاسم العلوم ببلدة ملتان ثم فى الجامعة الاشرفية ببلدة لاهور منذ سنة ۱۹۷۱ء وانا الى الآن فيها مشغولٌ بالتدريس والحمد لله رب العالمين۔

ثم ان الله تعالى وسبحانه علىّ فى باب العلم مِننًا ونِعمًا لا تُعدّ ولا تحصى خصّنى بامور علميّة شريفة ومِننٍ عظيمة منيفة من بين علماء هذا العصر اقول هذا تحديثًا بنعمة الله الكريم وشكرًا لجزيل آلائه لا فخرًا ورياءً وكيف يفخر من اوّله نطفة وآخره جيفة وبين يديه القبر وعقبات الآخرة لا يدرى فيها مصيره وفيها يسئل عن ذرة ذرة من اعماله ؎

مابالُ من اوّلُه نُطفةٌ وجيفةٌ آخره يفخر

فمما منّ الله تبارك وتعالى به علىّ انى ما سكنتُ فى مدرسة وجامعة للتحصيل الّا و انا اسبق الطلبة وفوقهم فى نتائج الامتحانات والاختبارات وما سبقنى فى ذلك احد منهم بل ما ساوانى منهم طالب قط وهكذا كان حالى الى ان تخرّجتُ من العلوم كلّها حتى انّ بعض الطلبة من الرفقاء يجتهدون الى غاية ويحفظون كتب الدرس للامتحان خفيةً كى يفوقونى فى

حلبة المسابقة مسابقة امتحانية لكن ما نجح احد بمرامه هذا ولله الحمد۔ وحتی ان الشیوخ والطلبة کانوا یتحیرون ویتعجبون من شدة ذکائی وقوة حافظتی وسعة مطالعتی واحاطتی بما فی کتب الدرس زمن التعلم ۔ وهنا قصص من هذا الباب کثیرة اطوی عنها الکشح اختصارًا ۔

ومما منّ الله تبارك وتعالیٰ به علیّ انی کثیرًا ما کنت احُلّ المسائل المشکلة فی الفنون او العبارات الصعبة فی الکتب حلًا ینمغ به الاشکالات فی زمن الطلب والتحصیل وقد عجز عن حلّها المدرسون الکبار بل اساتذتی العظام فکانوا یختبروننی بأسألة استصعبوها و عجزوا عن حلّها ویمتحنوننی فی الدرس بمواضع صعبة من العبارات فی الکتب التی قد قضوا علیها بالغلط وانا لا اعرف حالهم فکنت احلّها بداهة واقرر تقریرًا ینتفی به اشکال الکلام وینحلّ المرام فیتعجّبون تعجّبًا وکل ذلك باحسان والهام من الله تعالیٰ وسبحانه ولا فخر۔ وهذا امر غریب قلّما راٰه احد من العلماء فی المتعلمین وهنا غیر واحد من الاخبار والقصص المتعلقة بهذا الباب اترك ذکرها ۔

ومما منّ الله تبارك وتعالیٰ انّ الخصلة المذکورة لی باقیة الی الاٰن بل ازدادت ازدیادًا بتوفیق الله تعالیٰ واحسانه ولله الحمد والمنة ۔ فاذکر بتوفیق الله تعالیٰ فی اثناء الدروس للطلبة وفی التصنیفات توجیهاتٍ واسرارًا من عند نفسی فی حلّ المعضلات العلمیّة والمغلقات من فنون شتّی کالتفسیر والحدیث والفقه والاصول والمنطق والفلسفة وعلم الادب العربیّة و غیر ذلك۔ فلی توجیهات جیّدة وتقریرات قویّة فی غیر واحد من مغلقات هذه العلوم تعانق القلوب وتصافح الاذهان وتدخل الاُذن قبل الإذن قد خلت عنها الزبر۔ ومصنّفاتی ودروسی شاهد اعدلٍ علی ذلك ومن شكّ فلیرجع الی کتبی نحو بغیة الکامل وفتح العلیم وفتح الله وغیر ذلك ۔

ومما منّ الله تعالیٰ به علیّ انه وفّقنی بفضله وکرمه لاستخراج اجوبة کثیرة خلت عنها الزبر واستنباط غیر واحد من توجیهات ووجوه ما فتق بها الاٰذان من قبلی وذلك عند حلّ سوال علمیّ مهمّ ودفع مشکلة علمیّة قویة حتی انی ربما اذکر فی حلّ سوال واحد نحو عشرة وجوه من الاجوبة والتوجیهات او نحو عشرین واکثر الی عدّة مآتٍ وکتبی تنبأك ما سطرتُ ان طالعتَ وحققتَ ویثلج بها صدرك ان فتّشتَ ودقّقتَ .

وهذا الاستکثار من الاسرار المکتومة والدقائق المکنونة والعلوم السنیّة والوجوه العلیّة نعمة من الله تعالیٰ عظیمة۔ ولا یقدر علی الاستکثار هذا الا من رزق سعة العلم وبسط المطالعة و

دقّۃ النظر ذاکرۃً قویّۃً و ذھناً غوّاصاً بفضل اللہ وکرمہ۔ وان شئتَ مصداقَ ذلک فارجع الی بعض تصانیفی فذکرتُ فی کتابی فتح العلیم نحو مائۃ وتسعین جواباً وتوجیھاً لحلّ الاشکال العظیم فی تشبیہ حدیث کما صلّیتَ علیٰ ابراھیم۔ مع اسرار ودقائق علمیّۃ کثیرۃ من ھذا الباب۔

حتی قال بعض العلماء بعد رؤیۃ فتح العلیم ما سمعنا ان احداً من العلماء القدماء ذکر لمسألۃ علمیۃ ھذا القدر من عدد الاجوبۃ والتوجیھات بل ولا نصفھا وقال بعض کبار ائمۃ الحرمین الشریفین عند مطالعۃ فتح العلیم ان امثال ھذہ التحقیقات لا یقدر علیھا عامۃ علماء العصر وانما کان ھذا شان العلماء قبل خمسمائۃ سنۃ او اکثر من ذلک۔

وَ انھیتُ فی فتح اللہ وجوہ خصائص الجلالۃ الی ماینیف علی خمسین وسبع مائۃ خاصّۃ فلا یطلع احد من الفضلاء علیٰ ھذا الکتاب الّا وھو یتعجب من جمع ھذہ الخصائص الکثیرۃ اقول ھذا تحدیثا ولا فخر۔

ورأیت فی السلف الشیخ العلامۃ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ ممتازاً فی ھذہ الخصلۃ السنیّۃ حیث سلک فی غیر واحد من کتبہ ھذا المسلک من ذکر اجوبۃ ووجوہ کثیرۃ لحلّ سوال واحدٍ او ایضاح مطلبٍ واحد فانا متبّعٌ منھجہ وسالکُ سبیلہ وان کنتُ قلیل البضاعۃ ذا قلم مکسور و صدر مصدور وانی للظالع ان یدرک شأو الضلیع۔

أسیرُ خلفَ رِکابِ النُجبِ ذا عرجٍ مؤمّلاً جبرَ ما لاقیتُ مِن عَرَجٍ
فإن لحقتُ بھم مِن بعدِ ما سبقوا فکم لربِّ السما فی الناسِ مِن فرَجٍ
وان ظللتُ بِقفرِ الارضِ منقطِعًا فما علی عَرَجٍ فی ذاک من حَرَجٍ

وحقّ والحقّ احقّ ان یحقّ ان البعید قریب اذا التقی العزم والتوفیق کما ان القریب بعید اذا تلاقی التفریط والتعویق۔

ومما منّ اللہ تعالیٰ بہ علیّ تصنیفی لکتب کثیرۃ فی فنون شتی وسھّل اللہ لی طریق التالیف والتصنیف واسباب ذلک بتوفیقہ وفضلہ فصنّفت نحو مائۃ کتب فی فنون مختلفۃ من التفسیر والحدیث والمنطق والفلسفۃ والھیئۃ والنجوم القدیمۃ والحدیثۃ وعلم المرایا وعلم الابعاد والصرف والنحو وسائر العلوم العربیۃ والبلاغۃ وعلم التاریخ وغیر ذلک واقول کما قال بعض القدماء من العلماء مامن مسألۃ مھمّۃ من مھمات الفنون والعلوم الّا وانا استطیع بفضلہ تعالیٰ وکرمہ ان اؤلف فیھا کتاباً کبیراً او رسالۃ بتوفیق الملک المنعام والحمد للہ علی احسانہ وکرمہ۔

ومما انعم الله تعالیٰ به علیّ فی باب التصنیف ان جعل تسویدی للتصانیف تبییضًا لها و مُسَوَّدَتی مبیّضۃً علی ما جمعت علومًا کثیرۃ وحوالاتٍ علی کتب الائمۃ متوفرۃ ولله الحمد والمنۃ ولا فخر۔

وهذه خصلۃ نادرۃ الوجود منّ الله تعالی وسبحانه بها علیّ فیما بین العلماء الکبار فانّ المصنفین اغلبهم یسوّدون اوّلًا بجمع المسائل من غیر رعایۃ ترتیب ومن غیر لحاظ تحسین ونحو ذلک ثم یرجعون ویکرّرون النظر فیها فیبیّضون بتغییر ما کتبوا اوّلًا وایقاع نبذ من المحو و الاثبات فیها وکون المسوّدۃ مبیّضۃً قلّ من یتّصف بها ویُعدّ هذا الوصف من النوادر و یورد فی اثناء المدائح۔

ولذا قال الشیخ عبد الحیّ اللکنوی رحمه الله وانی احمد الله حمدًا کثیرًا علی انه جعلنی فیما بین علماء عصری متصفًا بهذه الصفۃ وجعل مسوّداتی لمؤلّفاتی مبیّضۃ اوکالمبیّضۃ اھ وقال الجلال السیوطی رحمه الله فی طبقات النحاۃ عند سرد احوال العلامۃ قطب الدین الشیرازی شارح حکمۃ الاشراق والقانون والتحفۃ الشاهیۃ ونهایۃ الادراک ان مسودته مبیّضۃ اھ

وممّا منّ الله تعالی به علیّ التبحّر فی العلوم کلها النقلیۃ والعقلیۃ من التفسیر والحدیث والفقه والکلام والاصول والمعانی والبیان والنحو والصرف والاشتقاق واللغۃ العربیۃ و سائر علوم العربیۃ وما یتعلق بذلک والمنطق والطبعیات والالهیات وعلم السماء والعالم و الهندسۃ وعلم الهیئۃ القدیمۃ الیونانیۃ والهیئۃ الحدیثۃ الکوبرنیکسیّۃ۔ ولی تصانیف فی هذه العلوم وتعالیق علی کتبها۔

بل اعرف بالضبط والمعرفۃ الجیّدۃ غیر واحد من الفنون التی لا یعرفها علماء العصر فضلًا عن التبحر والتمهّر فیها۔ ومشایخی الکبار واکابر علماء العصر الذین هم فی مرتبۃ مشایخی یعترفون لی بذلک وربما جعلونی حکمًا فی تحقیق بعض المسائل المختلفۃ المهمّۃ وربّما فوّضوا الیّ تحقیق مباحث مهمّۃ معضلۃ یعجز عن تحقیقها علماء الزمان عن آخرهم وطلبوا منّی بسطها وتحقیقها فحققتها بالادلّۃ المقنعۃ واستقصیت الکلام فیها بالادلۃ الشافیۃ الکافیۃ بتوفیق الله تعالی وفضله فسلّموا لذلک واعجبهم ما ذکرت وعملوا بوفق ما حرّرتُ و حقّقتُ ولله الحمد والمنۃ۔

وبالجملۃ سهّل الله تعالی لی هذه العلوم لا سیّما العلوم العقلیۃ من المنطق والفلسفۃ بانواعها حیثُ وَهَبَ لی فیها مقام المجتهد المطلق۔ فابحث فی فصولها وابوابها واحکامها و

اسبابها بالنقض والابرام وبذکر الحقائق السنیة وایراد الدقائق العلیة حسب اصول المعقول کأنی مجتهد ها ومؤسسها واغوص فی مباحث لم یغص فیها احد قبلی واستنبط علوماً واسراراً لم یطمثهن احد من قبلی واستنبط خرائد لم یطمثهن احد غیری۔

وابدی فی الدرس بین حلقات الطلبة والعلماء من النکات المخفیة والعلوم المستورة ما یظن السامع ان عمری مضی فی هذا الفن الواحد وفی استحکامه۔ وهکذا حال درسی لجمیع کتب الفنون العقلیة والنقلیة وهکذا یحسب سامع کل درس لی فی جمیع الفنون وذلک لکثرة ما یسمع من النقض والابرام علی وفق الاصول وضبطی للاصول والفروع. ولکثرة ما یقرع سمعه من بدائع اللطائف ولطائف البدائع. ولله الحمد ولا فخر۔ ذکرت نبذاً مما منّ الله به علیّ تحدیثاً بالنعم وترغیباً للطلبة والعلماء فی جمع العلوم وهدایةً لهم الی مسالک الفنون واشارةً لهم الی انّ من جدَّ وَجَدَ ومَن دَقَّ الباب ولَجَّ وَلَجَ ولنعم ما قیل ؎

بجدٍّ لا بجدٍّ کل مجدٍ وهل جدٌّ بلا جدٍّ بمجدٍ

هذا والله اعلم وعلمه اتم وفضله اجلّ ونعمه اکمل۔

فصل

فصل ہذا میں تفسیر بیضاوی میں واقع معدودے چند اخطاء کا ذکر تنبیہاً لاہل العلم کیا جاتا ہے۔ وھذہ الاخطاء لاتحط عن مقام البیضاوی ومکانتہ فانہ عالم کبیر محقق مدقق ولقد احسن من قال لیس العالم الکبیر الذی لایخطئ بل الکبیر من تعد اخطاؤہ وتحد دوتقل۔

(۱) بیضاویؒ نے مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا کی شرح میں لکھا ہے الاستیقاد طلب الوقود والسعی فی تحصیلہ۔ آپ کا یہ قول مبنی ہے اس بات پر کہ استیقاد میں سین طلب کے لیے ہے۔ اور یہ تفسیر قول خلافِ اولیٰ ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ ائمہ لغت وعلماء محققین کا قول اس کے خلاف ہے۔ ائمہ لغت و محققین کے نزدیک یہاں پر استوقد بمعنی اوقد ہے۔ قال الامام الاخفش ان الاستفعال بمعنی الافعال کاستجاب بمعنی اجاب وحکی الامام ابوزید اَوقَدَ واِستوقَدَ بمعنی کاجاب واستجاب۔

ثانیاً اس لیے کہ استیقاد بمعنی طلب الوقود محتاج ہے کلام محذوف کی طرف جو کہ اَوقدھا ہے ای طلبوا نارًا فاوقدھا۔ قول بالحذف کی ضرورت اس لیے ہے تاکہ ذھب اللہ بنورھم کا مفہوم درست ہوجائے۔ کیونکہ ذہابِ نور وجودِ نار پر دلالت کرتا ہے اور محض طلبِ نار سے تحققِ نار لازم نہیں ہے تو لامحالہ یہاں پر اوقدھا محذوف ماننا پڑے گا۔

نیز فلمّا اَضاءَتْ میں فاء تفریع ہے ماقبل پر۔ تو ماقبلِ اضاءۃ سبب ہوگا اضاءۃ کے لیے۔ اور اضاءۃ کی تفریع ایقاد پر صحیح ہے نہ کہ طلبِ وقود پر۔ اور ایقاد سببِ اضاءۃ تو ہوسکتا ہے طلبِ وقود نہیں ہوسکتا۔ بہرحال حسبِ تفصیل بیضاویؒ یہاں پر اشکالِ عظیم ہے جو بغیر قول بالمحذوف مندفع نہیں ہوتا اور اصل کلام میں عدم الحذف ہے۔ جب بغیر حذف کلام بن سکے تو قول بالمحذوف کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

(۲) فلمّا اضاءت ما حولہ کی ترکیب میں بیضاویؒ نے متعدد احتمالات تبعاً للزمخشری ذکر کیے ہیں۔ ان میں ایک احتمال یہ ہے کہ اضاءت کا فاعل ضمیر ہے جو نار کو راجع ہے اور ما موصولہ ہے اور منصوب علی الظرف ہے یا ما مزیدہ ہے اور حولہ ظرف ہے اضاءت کے لیے۔

اور یہ دونوں احتمال نہایت بعید بلکہ اَبعد ہیں اور اعجازِ قرآن کے شایانِ شان نہیں ہے خصوصًا زیادتِ ما کا احتمال تو عجیب تر ہے۔

احتمالِ اوّل اس لیے بعید ہے کہ ما موصولہ بمعنی اَمکنہ جب ظرف ہو تو حرفِ فی کی تصریح لازم ہے۔ کیونکہ ما معرفہ ہے۔ تو وہ مکانِ معیّن پر دال ہوگا اور تقدیرِ فی مکانِ معین میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے جلستُ المسجدَ غیر صحیح ہے۔ صحیح جلستُ فی المسجد ہے۔ تقدیرِ فی ظروفِ مکانیہ مبہمہ میں جائز ہے بوجہ کثرتِ استعمال ولا کثرۃ فی الموصول المعبّر بہ عن المکان المعیّن۔ نیز اس احتمال میں ایک اور اشکال بھی ہے وھو لزوم المکان للمکان واتحاد الظرف مع المظروف وھو محال۔

تفصیلِ مقام یہ ہے کہ ما ظرفیہ موصول ہے اور حولہٗ ظرف اس کا صلہ ہے ظرف مستقر ہوکر۔ اور حول سے بھی مراد اَمکنہ ہیں اور یہ ظرف ہے ما کے لیے۔ اور مَا سے بھی مراد اَمکنہ ہیں کما صرح بہ البیضاویؒ۔ والتقدیر فلما اضاءت النار الامکنۃ التی ثبتت فی الامکنۃ۔ پس لازم آیا کہ امکنہ کے لیے امکنہ ہوں گے اور مَا سے جو امکنہ مراد ہیں حولہٗ سے بھی وہی امکنہ مراد ہیں اور یہ ہے لزوم ظرفیۃ الشیٔ لنفسہ واتحاد الظرف مع المظروف۔ اور یہ محال ہے۔ لہٰذا بیضاوی کا یہ قول درست نہیں ہے۔ علماء نے اگرچہ اس کا حلّ ذکر کیا ہے لیکن بہرحال اس قسم کا قول بغیر ضرورت اور دیگر احتمالاتِ صحیحہ کے ہوتے ہوئے نہ بیضاویؒ جیسے محقق کے لائق ہے اور نہ اعجاز و بلاغتِ قرآن کے شایانِ شان ہے۔

اور دوسرا احتمال کہ مَا زائدہ ہو نہایت بعید و باطل ہے۔ اوّلاً تو اس لیے کہ بغیر ضرورت قرآن میں قول بزیادۃ کلمہ محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ایسے مقام میں اس کی زیادت مسموع و منقول ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں جلستُ ما مکانا یا جلستُ ما یوم الخمیس مسموع نہیں ہے۔

معلوم نہیں کہ زمخشری اور بیضاوی نے کہاں سے یہ قول اخذ کیا ہے۔ ابوحیان نحوی بحرِ محیط جلد اول ص۸۰ پر زمخشری کی اس وجہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقد الزمخشری بھذا الوجہ مع انہ لا یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔ انتہی بتصرف۔

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں لا حاجۃ الی ارتکاب ما قلّ استعمالہ لاسیما زیادۃ مَا ھنا حتی ذکروا انھا لم تسمع ھنا ولم یحفظ من کلام العرب جلستُ ما مجلسًا حسنًا ولا قمتُ ما یوم الجمعۃ۔

ریالیت شعری من این اخذ ذلك الزمخشری وکیف تبعه البیضاوی انتہی۔ روح المعانی، ج ۱ ص ۱۶۵۔

(۳) مالك یوم الدین میں ایک قرأت مَلِكِ یوم الدین ہے۔ یہ دونوں متواتر قرأتیں ہیں۔ امام عاصم وکسائی یہاں پر مالکِ پڑھتے ہیں اور باقی قرأ مَلِک پڑھتے ہیں۔

بیضاوی قرأتِ مَلِک کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں وھو المختار لانہ قراءۃ اھل الحرمین الخ بیضاوی نے تبعاً للزمخشری قرأت ہذا کو مختار کہا ہے۔ جمہور قرأ، ومحدثین کے نزدیک قراأتِ سبعہ سب مختار ہیں۔ ان میں سے کسی ایک قرأت پر دوسری قرأت کے مقابلے میں مختار کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ دوسری قرأت غیر مختار ہے اور اس میں کچھ نقص ہے۔ نیز لازم آتا ہے کہ وہ ساقط ہے۔ حالانکہ یہ تمام قرأتِ سبعہ مختار ہیں۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بتواتر ثابت ہیں۔ بہرحال کسی ایک قرأت کو دوسری پر اس طرح ترجیح دینا کہ اس سے دوسری کی تنقیص لازم آئے بڑی غلطی ہے۔

لیکن بیضاوی تفسیر ہذا میں کئی جگہ پر ایسی ترجیح دیتے رہتے ہیں۔ جس سے اجتناب کرنا اولیٰ ہے اگرچہ تاویل کرکے بیضاوی کے ایسے کلام کی توجیہِ صحت کی جاسکتی ہے لیکن اس سے بچنا بہرحال اولیٰ و احسن ہے قال ابو شامۃ قد اکثر المصنّفون فی التفاسیر من الترجیح بین قراءۃ مالك وملك حتی بالغ بعضھم الی حدّ یکاد یسقط وجہ القراءۃ الاولیٰ وھذا لیس بمحمود بعد ثبوت القراءتین واتصاف الربّ بہما بمعناھما انتہی۔

(۴) بیضاویؒ محققین کاملین میں سے ہیں لیکن یہ افسوس کی بات ہے کہ علمِ حدیث سے ان کو ادنیٰ بھی مسّ وتعلق نہیں تھا۔ اور اتنے بڑے مفسر ومحقق کے لیے یہ بڑا نقص وعیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تفسیر ہذا میں موضوع وضعیف احادیث ذکر کرتے ہوئے ان سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) مثلاً تفسیر سورت فاتحہ کے آخر میں اس کی فضیلت کے سلسلہ میں ایک موضوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے عن حذیفۃ بن الیمان مرفوعاً ان القوم لیبعث اللہ علیھم العذاب حتماً مقضیاً فیقرأ صبیٌّ من صبیانہم فی الکتاب الحمد للہ رب العالمین فیسمعہ اللہ فیرفع عنھم بذلك العذاب اربعین سنۃ۔ قال الحافظ العراقی انہ موضوع۔

(۲) اسی طرح آیت واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کی شرح میں روایت قصہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ذکر کی ہے جوکہ موضوع ہے قال ابن حجر ان ھذا الحدیث ای حدیث

قصۃ رئیس المنافقین منکر وھو سلسلۃ الکذب لاسلسلۃ الذھب وآثار الوضع علیہ لائحۃ۔
ان دو کے ذکر پر ہی ہم اکتفاء کرتے ہیں ورنہ اس قسم کے آثار واحادیثِ موضوعہ تفسیر ہذا میں بہت زیادہ ہیں۔

(۵) کئی مقامات پر آپ کی تفسیر میں واضح تضاد موجود ہوتا ہے۔ مثلاً واذا خلوا الی شیاطینھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیاطین سے مراد کبار منافقین ہیں اور قائلین صغار منافقین ہیں۔ اور چند سطور قبل آپ نے ان آیات کا شان نزول رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ کا قصہ ذکر فرمایا ہے۔ لہذا اس شان نزول کے پیش نظر قائل رئیس المنافقین ہوگا نہ کہ صغار منافقین إلّا ان یقال ان قول البیضاوی ھذا مبنیّ علی غیر تلک الروایۃ لکن فیہ بعدٌ لا یخفی۔

اسی طرح مزید کئی مواضع میں اس قسم کا تضاد آپ کی تفسیر میں موجود ہے فمن ذلک ماقال البیضاوی علی ماذکرہ البھاء العاملی عند قولہ تعالی فی سورۃ ھود لیبلوکم ایکم احسن عملا انّ الفعل معلّق عن العمل وقال فی سورۃ الملک نقیض ذلک۔ وصرح فی سورۃ ھود بانّ التوراۃ کانت قبل اغراق فرعون وقال فی سورۃ المؤمنون نقیض ذلک۔ وقال عند قولہ تعالیٰ فی سورۃ مریم وکان رسولاً نبیا ان الرسول لایلزم ان یکون صاحب شریعۃ وقال فی سورۃ الحج نقیض ذلک۔ وصرّح فی سورۃ النمل بان سلیمان علیہ السلام توجہ الی الحج بعد اتمام بیت المقدس وقال فی سورۃ سبأ نقیض ذلک ھذا۔

(۶) بیضاوی عموماً لغوی تحقیقات امام راغبؒ سے نقل فرماتے ہیں اور کشاف سے بھی اخذ کرتے ہیں لیکن گاہے گاہے تقلید زمخشری کرتے ہوئے مغالطہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو جمہور اہل لغت کے خلاف ہوتی ہے۔ اگر وہ ادنی تحقیق کر لیتے کتبِ لغت دیکھ کر تو اس قسم کی غلطی سے بچ سکتے تھے۔ ایسی واضح غلطی اتنے بڑے محقق کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً ویمدھم فی طغیانھم یعمھون میں لکھتے ہیں من مدّ الجیش وأمدّہ اذا زادہ وقواہ لامن المدّ فی العمر فانہ یعدّی باللام کاملی لھم ویدل علیہ قراءۃ ابن کثیر ویُمِدّھم اہ بحاصلہ۔ قراءتِ ابن کثیر میں یُمِدُّ بضم یا من باب الافعال ہے۔ دیگر قراء یَمُدُّ بفتح یا وضم میم من باب نصر پڑھتے ہیں۔

کلام بیضاوی کا حاصل یہ ہے کہ مدّ مجرد کے دو معنی ہیں اوّل زیادت۔ دوّم امہال۔ اور مدّ فی العمر بمعنی امہال ہے۔ اول متعدی بنفسہ ہے اور دوم متعدی باللّام ہے۔ اور امداد یعنی

باب افعال صرف پہلے معنی یعنی زیادت پر دلالت کرتا ہے۔ امداد کے معنی مدّ فی العمر یعنی امہال نہیں آتے۔ یہ ہے کلام بیضاوی کا خلاصہ۔ لیکن محققین اہل لغت کے نزدیک علامہ بیضاویؒ کی دونوں باتیں غلط ہیں۔

اول اس لیے کہ مد بمعنی امہال بھی متعدی بنفسہ مستعمل ہے۔ اسی طرح اَمدّ اِمداداً کا معنی صرف زادہ زیادۃً نہیں ہے بلکہ وہ بمعنی امہل امہالاً بھی مستعمل ہے۔ اہل لغت نے اس کی تصریح کی ہے۔ قال الجوھری مدّ اللہ فی عمرہ ومدّہ فی غیّہ ای امھلہ وطوّل لہ وروی عن ابن عباس ان المدّ ھٰھنا بمعنی الاملاء والاملاء ھو الامھال۔ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں والحق ان الامھال ھنا محتمل والیہ ذھب الزجاج وابن کیسان فقد ورد عند من یعول الیہ من اھل اللغۃ کل منھما ثلاثیاً ومزیداً ومعدّی بنفسہ وباللام وکلاھما من اصل واحد ومعناھما یرجع الی الزیادۃ کمّاً او کیفاً انتہٰی۔

(۷) قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر ہٰذا کے بعض مواضع میں مذہبِ متکلمین کی بجائے مذہب فلاسفہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً عالم اور احتیاجِ عالم الی المؤثّر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں وھو کل ما سواہ تعالیٰ من الجواھر والاعراض فانھا لامکانھا وافتقارھا الی مؤثّرٍ واجبٍ لذاتہ تدلّ علیٰ وجودہ۔

آپ کی یہ عبارت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ احتیاج عالم الی المؤثر کی علت امکان ہے۔ اور یہ فلاسفۂ یونان کا مسلک ہے۔ متکلمین کے نزدیک علتِ احتیاج حدوث ہی ہے۔ قاضی بیضاویؒ رحمہ اللہ امام المتکلمین ہیں۔ لہٰذا آپ کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مذہبِ متکلمین کے مقابلہ میں مذہب فلاسفہ کو راجح قرار دیں۔

(۸) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ گاہے اپنی رائے وغیر منصوص تاویل کو منصوص ومرفوع تفسیر پر راجح قرار دیتے ہیں۔ اور مرفوع تفسیر کی تزییف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے قیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ طریقہ قاضی بیضاویؒ جیسے متکلم وامام علماءِ اسلام کے شایانِ شان نہیں ہے۔

مثلاً غیر المغضوب علیھم ولا الضّالّین کے بیان میں لکھتے ہیں وقیل المغضوب علیھم الیھود لقولہ تعالیٰ فیھم من لعنہ اللہ وغضب علیہ والضّالّین النصارٰی لقولہ تعالیٰ قد ضلّوا من قبل واَضلّوا کثیراً وقد روی مرفوعاً اھ۔ یہاں پر تفسیر مرفوع کو ضعیف قرار دے کر اسے قیل سے ذکر کیا۔ خود بیضاویؒ رحمہ اللہ نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح کی ہے۔

اخرج احمد فی مسندہ وحسّنہ ابن حبان فی صحیحہ عن عدی بن حاتم واخرجہ ابن مردویہ

عن ابی ذر رضی اللہ عنہما بلفظ سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قول اللہ غیر المغضوب علیھم قال ھم الیھود ولا الضالین قال النصارٰی وقال ابن ابی حاتم لا اعلم فیہ خلافا عن المفسرین۔ یہ مفسرین کے اجماع کی حکایت ہے۔ پس تعجب ہے کہ تفسیر مرفوع واجماع سے اپنی رائے پر اعتماد کر کے بیضاوی نے کس طرح اور کیونکر عدول کیا۔

(۹) مفسرین کے نزدیک کسی آیت کی وہ تفسیر راجح واقوی شمار ہوتی ہے جو مرفوع یا موقوف احادیث صحیحہ میں مروی ہو۔ لیکن قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کئی آیات کی شرح میں مرفوع احادیث میں منقول تفسیر کو ترک کر کے دیگر وجوہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ طریقہ خلافِ اولیٰ ہے۔

مثلاً بیضاوی نے سورت یٰس کی تفسیر کرتے ہوئے آیت والشمس تجری لمستقر لھا کی تاویل میں متعدد وجوہ ذکر کی ہیں لیکن مرفوع احادیث میں مروی تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ بیضاوی کی عبارت یہ ہے والشمس تجری لمستقر لھا ای لحد معین ینتھی الیہ دورھا فشبہ بمستقر المسافر اذا قطع مسیرہ او لکبد السماء فان حرکتھا فیہ یوجد فیھا بطء بحیث یظن ان لھا ھناک وقفۃ قال ۔ والشمس حیری لھا بالجو تدویم ۔ اولاستقرار لھا علی نھج مخصوص اولمنتھی مقدر لکل یوم من المشارق والمغارب فان لھا فی دورھا ثلثمائۃ وستین مشرقا ومغربا تطلع کل یوم من مطلع وتغرب من مغرب ثم لا تعود الیھا الی العام القابل اولمنقطع جریھا عند خراب العالم انتھی۔

وہ مرفوع حدیث جسے بیضاوی نے ترک کر دیا اور جو آیتِ متقدمہ کی تفسیر سے متعلق ہے یہ ہے اخرج الترمذی باسنادہ عن ابی ذر قال دخلت المسجد حین غابت الشمس والنبی صلی اللہ علیہ وسلم جالس فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اتدری این تذھب ھذہ قال قلت اللہ ورسولہ اعلم فقال انھا تذھب فتستأذن فی السجود فیؤذن لھا وکأنھا قد قیل لھا اطلعی من حیث جئت فتطلع من مغربھا قال ثم قرأ وذلک مستقر لھا قال وذلک فی قراءۃ عبداللہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ ترمذی ج ۲ ص ۱۷۷۔

قال الشیخ عبدالحق فی اللمعات قد ذکر لہ ای لقولہ مستقر لھا فی التفاسیر وجوہ غیر ما فی ھذا الحدیث ولا شک ان ما وقع فی الحدیث المتفق علیہ ھو المعتبر والمعتمد والعجب من البیضاوی انہ ذکر وجوھا فی تفسیرہ ولم یذکر ھذا الوجہ ولعلہ اوقعہ فی ذلک تفلسفہ نعوذ باللہ من ذلک وفی کلام الطیبی ایضا ما یشعر بضیق الصدر نسأل اللہ العافیۃ انتھی کلام الشیخ۔

(۱۰) جمہور محدثین و مفسرین و علماء کرام کے نزدیک عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے مابین کوئی نبی اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں فرمایا کئی مرفوع احادیث اس سلسلہ میں منقول ہیں۔

لیکن علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تبعاً لصاحب الکشاف لکھا ہے کہ زمانۂ فترت میں چار انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے۔ ان میں سے تین بنو اسرائیل میں سے تھے اور ایک عرب میں سے تھے۔ عربی کا نام خالد بن سنان ہے۔ بیضاوی کا یہ قول صحیح مرفوع احادیث کے خلاف ہے۔ ففی البخاری انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاٰخرة ولیس بینی وبینہ نبیّ۔ وفی روایة اخری لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول۔ خالد بن سنان کے بارے میں کتاب ہذا کی ایک اور فصل میں ہم تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ فراجعہ۔

قال فی انسان العیون ج ۱ ص ۲۱ ذکر البیضاوی تبعاً لصاحب الکشاف ان بین عیسٰی ومحمد صلی اللہ علیہما وسلم اربعة انبیاء ثلاثة من بنی اسرائیل وواحداً من العرب وهو خالد بن سنان وبعدہ حنظلة بن صفوان علیہما السلام ارسلہ اللہ تعالیٰ لاصحاب الرس بعد خالد بمائة سنةٍ انتهی۔ هذا واللہ اعلم۔

فصل

اِس فصل میں ہم اصول تفسیر سے متعلق چند فائدے ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ۱۔

یہاں پر ہم علم تفسیر کی تعریف و موضوع و غایت کا مختصراً ذکر کرتے ہیں:۔

حدِّ تفسیر:۔ تفسیر کے ماخذ لغوی میں تین قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اس کا ماخذ فَسَر بمعنی بیان وکشف ہے۔ بنابریں وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔

قولِ ثانی۔ یہ مقلوب سَفَر ہے۔ کما قال البعض۔ یقال اَسفر الصبحُ ای اضاء۔ قال اللہ تعالیٰ والصبح اذا اسفر۔ یہ قول امام راغب نے ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا کہ فسر کشف معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور سفر کشف اعیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ تاہم یہ قول بعید ہے کیونکہ مبنی ہے قلب پر اور قلب خلافِ اصل ہے۔

قولِ ثالث:۔ اس کا ماخذ تفسرۃ ہے وہی اسم لما یعرف بہ الطبیب المرض۔ ان آخری دو قولوں کے پیشِ نظر بھی وجہ تسمیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ تفسیر قرآن بھی کشفِ معانی اور ضیائے بصیرت کا ذریعہ ہے۔

حد اصطلاحی۔ قیل ھو علم یعرف بہ معانی القرآن بحسب الطاقۃ البشریۃ بنابریں تعریف علم قرات خارج ہوگا علم تفسیر سے۔

وقیل ھو علم یعرف بہ معانی کلام اللہ تعالیٰ و الفاظہ بحسب الطاقۃ البشریۃ۔ اس تفسیر کے لحاظ سے علم قرات داخل ہوگا علم التفسیر میں۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وقیل ھو العلم الباحث عن اصول کلام اللہ من حیث الدلالۃ علی المراد واختارہ التفتازانی وغیرہ۔

بیان موضوع وغایہ۔ علم تفسیر کا موضوع کلام اللہ ہے یعنی قرآن۔ اور اس کا غایہ ہے الوصول الی سعادۃ الدارین والاعتصام بالعروۃ الوثقیٰ۔ کذا قالوا۔ والحق عندی اَن یقال اَنَّ غایتہ الاطلاع علی مراد اللہ من کتابہ المجید۔

فائدہ (۲)

قرآن مجید سے مراد اللہ معلوم کرنے اور اس کے مطالب سمجھنے کے دو طریقے ہیں۔ اوّل تفسیر۔ دوم تاویل۔ اور یہ دونوں طریقے مستحسن اور موجب ثواب ہیں۔ عُرف عام میں دونوں پر تفسیر کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ تاویل کی اصل اَوْل ہے جس کا معنی ہے رجوع کرنا فکأنہ صرف الاٰیۃ الیٰ ما تحتہ من المعانی عند البعض اس کا ماخذ ایالۃ بمعنی سیاسۃ ہے کأنّ المؤوّل للکلام ساسَ الکلام ووضع المعنی فیہ موضعہ۔ تفسیر و تاویل میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ ابوعبیدؒ اور بعض دیگر علماء کہتے ہیں کہ تفسیر و تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ دونوں مترادفین ہیں۔

قول ثانی۔ امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر الفاظ مفردہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تاویل معانی و جملوں سے متعلق ہوتی ہے۔ پس الفاظ و مفردات کی شرح از قبیل تفسیر ہے اور معانی و جملوں کی توضیح سے متعلق ابحاث تاویل کہلاتی ہیں۔

قولِ ثالث۔ تفسیر عام ہے تاویل سے۔ فالتاویل ما یتعلق بالکتب الالٰھیّۃ والتفسیر ما یتعلق بھا او بغیرھا من کتب الفنون ھذا ما یعلم من کلام الراغب۔

قول رابع، تفسیر قطعی و یقینی ہوتی ہے اور تاویل ظنّی۔ پس بطریق یقین یہ کہنا کہ فلاں لفظ و آیت سے مراد اللہ یہ ہے تفسیر ہے ففیہ شھادۃ علی انّ اللہ عنی باللفظ ھذا المعنی۔ اور تاویل محتملات و معانی متعددہ میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں ای بدون القطع وبدون الشھادۃ علی اللہ تعالیٰ ھذا واللہ اعلم۔

ھذا اٰخر ما تیسّر لھذا العبد الضعیف جمعہ وترتیبہ وتحریرہ وقد استراح القلم منہ ضحوۃ یوم الاربعاء الثامن والعشرین من الصفر سنۃ ۱۴۰۳ھ والحمد للہ وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین ؏

کتبہٗ احقر محمد ایوب غفرلہ الذنوب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزو ثانی)

مضمون	صفحہ
بیان احوال عرب	۲
عرب کے تین طبقوں کی تفصیل	۲
عرب بائدہ	۲
ثمود وارم وعمالقہ عرب بائدہ ہیں	۳
فراعنہ ثلاثہ کا بیان	۳
نوح علیہ السلام کی اولادِ ثلاثہ کا ذکر	۴
کیا اہلِ پاکستان نسل سام میں سے ہیں یا نسل حام سے یا نسل یافث سے ؟	۴
مصنّف کی تحقیق کہ اہلِ پاکستان سامی النسل ہیں۔	۴
ان بارہ وجوہ کا ذکر جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سامی النسل ہیں اور یہی ہمارے لئے موجب فخر ہے۔	۴
بیان عرب عاربہ	۷
عاربہ قحطان کی اولاد ہیں۔ قحطان کے اسم ونسب کا ذکر۔	۷
عند البعض قحطان، ہود علیہ السلام ہیں۔	۷
عرب باقیہ یا قحطانی ہوں گے یا عدنانی۔	۷
عند البعض عربی زبان پر اوّل متکلم قحطان ہے۔	۸
مصنّف کی تحقیق لطیف کہ اوّل متکلم بالعربیہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔	۸
بیان عرب مستعربہ یعنی عدنانیہ	۸
ہمارے نبی علیہ السلام عدنانی ہیں۔	۸
معد بن عدنان کو اللہ تعالےٰ نے بعض انبیاء علیہ السلام کے ذریعہ محفوظ رکھا کیونکہ اس کی نسل سے خاتم الانبیاء علیہ السلام نے پیدا ہونا تھا۔	۸
عدنان بخت نصر کا معاصر تھا۔	۹

مضمون	صفحہ
بیان عکاظ	۹
مصنف کا رسالہ غایۃ الطلب فی اسواق العرب	۹
سوق عکاظ کے احوال	۱۰
سوق عکاظ کے اجرار کی تاریخ	۱۳
اس بازار کے نگران بنو تمیم تھے۔	۱۴
اسواق عرب کے انعقاد کا مقصد	۱۴
قسّ بن ساعدہ اور اس کے بعض خطبات کا ذکر	۱۴
سوق عکاظ کے سفر میں جنات نے نبی علیہ السلام سے قرآن مجید سنا تھا۔ جس کا ذکر سورت جنّ میں موجود ہے۔	۱۵
عرب کے مشہور بازاروں کی تعداد کا ذکر	۱۶
بیان سوق دومۃ الجندل	۱۷
اس سوق میں بیع بالحصاۃ کے ذریعہ خرید وفروخت ہوتی تھی۔	۱۸
بیان سوق مشقّر	۱۹
اس سوق میں بیع ملامسہ ہوتی تھی	۱۹
بیان سوق صحار	۲۰
بیان سوق دبا	۲۰
بیان سوق شحر	۲۰
بیان سوق عدن	۲۰
بیان سوق صنعاء	۲۰
بیان سوق رابیہ	۲۱
بیان سوق مجنّہ	۲۱
بیان سوق ذوالمجاز	۲۱

بیان سوق حُباشہ	۲۱
بیان فارس	۲۲
فتح فارس کا ذکر	۲۲
حکومت ساسانیہ کا بیان	۲۲
نبی علیہ السلام کسریٰ نوشیروان کے عہد میں پیدا ہوئے تھے	۲۲
فارس کی وجہ تسمیہ	۲۲
مصنف کے رسالہ عبرۃ السائس باحوال ملوک فارس کا بیان۔	۲۳
فارس کے ملوک کینیہ وساسانیہ کا بیان	۲۳
قتل دارا کے بعد کے احوال	۲۳
اول بادشاہ کیومرث وغیرہ کی تاریخ	۲۳
ملوک فرس کے چار طبقے ہیں۔	۲۴
قول ابن حبیب کہ کیومرث جنّی تھا اور نوع انسان کا پہلا بادشاہ جمشاد تھا۔	۲۴
مصنّف کی تحقیق میں ابن حبیب کا قول بوجوہ ستہ درست نہیں ہے۔	۲۵
وفات آدم علیہ السّلام کے وقت اولادِ آدم کی تعداد	۲۵
کیومرث کی مزید تحقیق	۲۵
کیومرث کے بادشاہ بننے کی تفصیل	۲۵
بعض کا قول ہے کہ نبی آدم کا پہلا بادشاہ او شہنج تھا	۲۶
ملوک فارس میں ضحّاک کے احوال کا ذکر	۲۷
عید مہرجان و نوروز کی تقرری کے اسباب	۲۸
ابتداء سے تا ظہور اسلام ملوکِ فارس کے اسماء و مدتِ حکومت وغیرہ احوال کا عجیب نقشہ۔	۳۰
شاہ جمشید کی سرکشی	۳۰
ابراہیم علیہ السّلام ضحاک و افریدون کے عہد میں تھے	۳۱
افریدون بادشاہ کا ترجمہ	۳۱
تُرک افریدون کی اولاد ہیں	۳۲
ایران کی وجہ تسمیہ	۳۲
موسیٰ علیہ السّلام بادشاہ منوچہر کے معاصر ہیں	۳۲
افریدون کا اپنی بیٹی سے بدکاری کرنے کا قصہ	۳۲
بادشاہ کیکاؤس سلیمان علیہ السلام کا معاصر تھا اور بحکم سلیمان علیہ السلام شیاطین اس کے تابع تھے۔	۳۳
بختنصر لہراسف کا گورنر تھا	۳۴
بختنصر کے زمانے کی تعیین	۳۴
دارا اکبر حمایہ بنت بھمن کا بیٹا بھی تھا اور بھائی بھی	۳۵
ترجمۂ دارا اصغر	۳۵
سکندر اور دارا کی جنگ کی تفصیل	۳۵
سکندر کے بعد ملوک یونانیہ کا جدول	۳۶
قتل دارا کے بعد طوائف الملوکی کی مدت اور دیگر احوال کی تفصیل	۳۷
طوائف الملوکی کے بعد مملکت ساسانیہ کے بانی اوّل اردشیر کا ذکر	۳۷
مانی بن یزید زندیقِ فرس اور اس کے قتل کا ذکر	۳۷
لفظ زندیق کا مأخذ	۳۸
اصولِ استحکام مملکت کا قصّہ	۳۸
سابور ذوالاکتاف کی وجہ تسمیہ	۳۹
بنائے خورنق کا قصّہ	۴۰
بہرام جور بن یزدجرد کی شجاعت و قوت کے عجیب قصے۔	۴۰
شاہ فیروز کا زمانۂ قحط میں عجیب انتظام	۴۲
ترجمہ بادشاہ قباذ بن فیروز	۴۲
انوشیروان کے تولّد کا عجیب قصّہ	۴۲
عہد قباذ میں مزدک بانی فرقۂ مزدکیہ ظاہر ہوا	۴۳

بیان فرقہ مزدکیہ	۴۳
ترجمۂ انوشیروان	۴۳
نبی علیہ السّلام اور والدِ نبی علیہ السّلام کا مولد اسی کے عہدِ حکومت میں ہوا تھا۔	۴۴
مولدِ نبی علیہ السّلام کے وقت مملکت ایران وغیرہ میں بعض امورِ خارقہ کا ظہور۔	۴۴
انوشیروان کی مجلس میں بارہ امور کا ذکر اصول مملکت کے بارے میں۔	۴۵
اس شخص کا ذکر جس نے سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا۔	۴۵
ان حروب فارس و روم کا ذکر جن میں آیت الم غلبت الروم نازل ہوئی۔	۴۶
ترجمہ ابرویز جس نے نبی علیہ السّلام کے خط کو چاک کیا تھا۔	۴۷
بیان حکومت بنات کسریٰ جن کے بارے میں نبی علیہ السّلام نے لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ فرمایا۔	۴۹
احوال یزدجرد آخر ملوک ساسان جو خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل ہوا۔	۵۰
نبی علیہ السّلام کے ان خطوط کی تفصیل جو آپ نے بادشاہوں کو بھیجے تھے۔	۵۱
کسریٰ کا نبی علیہ السّلام کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجنا اور نبی علیہ السّلام کا انہیں کسریٰ کے قتل ہو جانے کی اطلاع دینا۔	۵۳
ملوک فارس کی تعداد اور مدّتِ حکومت	۵۵
تمام دنیا کی عمر اور تواریخ انبیاء۔ از وقت ھبوط آدم علیہم السّلام۔	۵۵
مصنّف کے رسالۂ النظرۃ الی الفترۃ کا ذکر۔	۵۶
فترت کے مصداق تین ہیں	۵۶
فترۃ الوحی کے تین سالوں کا ذکر	۵۶
فترت قسم ثانی کا بیان	۵۷
فترت قسم ثالث کا بیان	۵۷
کیا عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السّلام کے مابین زمانے میں کوئی نبی مبعوث ہوا تھا؟	۵۷
کیا خالد بن سنان نبی تھے؟	۵۸
ترجمۂ خالد بن سنان۔	۵۸
زمانۂ فترت میں بعثت انبیاء علیہ السّلام کی تحقیق	۶۰
ترجمۂ حاتم طائی مشہور سخی	۶۱
حاتم طائی کی بیٹی کا قصّہ	۶۲
کیا حاتم موحد تھا؟ یہ لطیف و بدیع بحث ہے۔	۶۳
مصنّف کی تحقیق کہ حاتم موحّد و ناجی ہے اور اس دعویٰ کی تائید کے لئے دس دلائل لطیفہ کا ذکر۔	۶۳
عبداللہ بن جدعان کا ترجمہ۔	۷۱
ایک لطیف و شریف بحث کہ کیا اہلِ فترت ناجی ہیں یا غیر ناجی۔	۷۲
اصحاب کہف کا بیان	۷۵
ان کے زمانہ پر بحث	۷۵
ان کی تعداد و اسماء کا ذکر۔	۷۶
عجیب فوائد اسماء اصحاب کہف	۷۶
عمرو بن لحیّ کے احوال	۷۸
عمرو عرب میں پہلا شخص ہے۔ جس نے دینِ ابراہیمی کو بدل ڈالا اور بت پرستی رائج کی۔	۷۹
تلبیہ بدلنے کا قصّہ	۷۹
بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ۔ حامی کا بیان	۸۰
بیان فلسطین۔	۸۰

فرات اور اس کے طول ومنبع کا بیان ۸۱
قریش کا بیان ۸۲
قریش کی وجہ تسمیہ ۸۲
ذکر قحطان ونسب قحطان ۸۳
کیا قحطان ھود علیہ السلام کے بیٹے ہیں؟ ۸۳
ان لوگوں کی دلیل کا ذکر جو قحطان کو اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے مانتے ہیں۔ ۸۴
بنابریں کل عرب اولادِ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ ۸۴
قریظہ کا بیان ۸۴
بیان قزح ۸۵
بیان کوفہ اور اس کی وجوہ تسمیہ۔ ۸۵
عجیب مفاخرہ بین اہلِ کوفہ وبصرہ ۸۵
مسجد کوفہ کے فضائل ۸۶
ذکر کرمان ۸۶
تفصیل احوال کعبۃ اللہ ۸۷
بناءِ کعبہ سے قبل مقام ہٰذا کے احوال ۸۷
بیت اللہ کی سمت پر ساتوں آسمانوں میں بیت اللہ ہے ۸۷
اسلام سے قبل بڑے بڑے بادشاہ کعبہ کی تعظیم کے معتقد تھے۔ ۸۸
بیت اللہ کے اندر خزانے کا بیان ۸۸
اس بات کا بیان کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا قبلہ بیت اللہ تھا۔ ۸۹
بعض منجمین کا یہ قول کہ بیت اللہ کی یہ عظمت زحل کی مرہون ہے، باطل ہے۔ ۹۰
نوح علیہ السلام کی کشتی نے طواف کعبہ کیا ۹۱
تعمیر بیت اللہ کی تفصیل ۹۱
اس بات کی تفصیل کہ بیت اللہ کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی ہے ۹۱
بیان بناء ابراہیمی ۹۱
بناء عمالقہ ۹۳
بناء قریش کی تفصیل ۹۴
ان امور کا بیان جو بناء قریش کے وقت درپیش ہوئے ۹۵
بناء قریش کی آٹھ خصوصیات ۹۷
بناء ابن زبیرؓ کا ذکر ۹۹
قرامطہ کا کعبۃ اللہ پر قبضہ کرنا اور حجر اسود کو اٹھا کر لے جانا۔ ۱۰۰
بناء حجاج کا ذکر ۱۰۰
طینۃ نبی علیہ السلام کا مأخذ کعبہ ہے۔ ۱۰۱
ذکر اشکال اور اس کا جواب ۱۰۱
تولیت کعبہ کی تفصیل لطیف ۱۰۲
بیت اللہ شریف کی چابی کا عجیب قصہ ۱۰۴
بیان اللات ۱۰۴
بیان مصر ۱۰۵
مصر کے فضائل اور وجہ تسمیہ ۱۰۵
عیوب مصر کا قصہ ۱۰۶
بیان مزدلفہ ۱۰۷
بیان منیٰ ۱۰۷
بیان مدینہ طیبہ ۱۰۸
فضائلِ مدینہ ۱۰۸
اسماء مدینہ ۱۰۸
اس کے اوّل باشندوں کا ذکر ۱۰۸
بیانِ مکہ مکرمہ ۱۰۹
مکہ کی وجوہ تسمیہ ۱۰۹
اسماء مکہ مکرمہ ۱۰۹
کیا مکہ افضل ہے مدینہ سے یا بالعکس اور ذکر دلائل طرفین ۱۱۰

ذکر مشعر حرام	۱۱۰
ذکر محسر	۱۱۰
ذکر مسجد حرام	۱۱۱
مسجد حرام کی توسیع کا بیان	۱۱۱
کیا سارے حرم پر مسجد کا اطلاق ہوتا ہے؟	۱۱۱
مسجد ہٰذا میں فضیلت نماز کا ذکر	۱۱۲
مسجد حرم میں تین سو انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔	۱۱۲
قبر اسماعیل علیہ السّلام کا مقام	۱۱۲
بیان مروہ	۱۱۳
صفا و مروہ پر نصب بتوں کا بیان	۱۱۳
بیان میل۔ برید۔ فرسخ۔ ذراع	۱۱۴
بیان نائلہ و اساف	۱۱۵
بدکاری کی وجہ سے اساف و نائلہ کا مسخ ہو کر پتھر بننے کا قصہ۔	۱۱۵
اہل جاہلیت طواف اساف سے شروع کرتے تھے۔	۱۱۷
قبیلۂ نضیر کے احوال	۱۱۸
نجران کا ذکر	۱۱۸
قرآن میں مذکور قصۂ اخدود نجران میں واقع ہوا تھا۔	۱۱۸
مدینہ میں وفد نجران کی آمد کا قصّہ۔	۱۱۹
دریائے نیل کا بیان	۱۲۰
یہ طویل تر دریا ہے۔	۱۲۰
فتح مصر کے بعد پہلے سال نیل کا خشک ہونا اور پھر خطِ عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا موجزن ہونا۔	۱۲۱
حدیث اربعۃ انہا تخرج من اصلہا منہا النیل والفرات کا مطلب۔	۱۲۲
فرات میں جنتی انار کا قصہ	۱۲۲
بیان شہر واسط	۱۲۳
شہر واسط کی تعمیر کا عجیب قصہ	۱۲۳
بیان یمن	۱۲۴
یمن کی وجہ تسمیہ	۱۲۴
سلاطین یمن کے اسماء و مدت حکومت و بعض احوال کا مفید نقشہ و جدول۔	۱۲۵
قصّہ اصحاب اخدود کی تفصیل۔	۱۲۶
ابرھہ صاحب قصّہ فیل کے واقعہ کی تفصیل۔	۱۲۷
تاریخ مولد نبی علیہ السّلام کا بیان۔	۱۲۹
سیف بن ذی یزن سے عبد المطلب کی ملاقات کرنا اور اس کا عبد المطلب کو خاتم الانبیاء کے ظہور کی بشارت دینا۔	۱۳۱
بیان یوم سبت	۱۳۲
ہفتہ میں محترم دن یوم جمعہ ہی ہے۔	۱۳۳
یہود و نصاریٰ نے یوم سبت و یوم احد کی تعیین میں غلطی کی۔	۱۳۳
یہود پر در اصل جمعہ کی تعظیم لازم کر دی گئی تھی، پھر انھوں نے یوم سبت کو پسند کیا۔	۱۳۴
اسلام میں عبادت کے لئے جمعہ کی تقرری کی گیارہ وجوہ کا ذکر۔	۱۳۵
جاہلیت میں اور مختلف زبانوں میں ہفتے کے سات دنوں کے نام۔	۱۳۷
فصل در بیان فرق مختلفہ	۱۳۸
مصنف کے رسالہ المطالب المبرورہ فی الفرق المشہورۃ کا ذکر۔	۱۳۸
بیان فرقہ کرامیہ	۱۳۸
کرامیہ مجسمہ فرقہ ہے۔	۱۳۸
بیان فرقہ صابیۂ۔	۱۳۹

صابیہ کا بانی بوداسف تھا۔	۱۳۹
یہ کواکب پرست فرقہ ہے۔	۱۴۰
فرقہ صابیہ کے بعض عقائد	۱۴۰
بیان فرقہ حشویہ	۱۴۱
بیان فرقہ ظاہریہ۔	۱۴۲
یہ داؤد ظاہری کے اتباع ہیں۔	۱۴۲
پانچوں مذاہب کی تعظیم لازم ہے۔	۱۴۲
داؤد ظاہری رحمہ اللہ کے احوال	۱۴۳
داؤد کی قناعت وزہد کا عجیب قصہ	۱۴۴
کیا ظاہریہ کا قول احکام فقہ میں معتد بہ ہے۔	۱۴۶
بیان فرقۂ خوارج	۱۴۷
بیان فرقۂ مرجئہ	۱۴۸
ان کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور معاصی سے کوئی نقصان نہیں ہوسکتا۔	۱۴۸
مرجئہ کے بارے میں مرفوع حدیث کا ذکر	۱۴۸
بعض جہال کا امام ابوحنیفہؒ کو مرجئہ کہنا بڑی غلطی ہے	۱۴۹
امام ابوحنیفہؒ کی برأت کے بارے میں بحث بدیع و لطیف۔	۱۴۹
ارجاء کی تین قسمیں	۱۵۰
بیان فرقہ جہمیہ	۱۵۱
جہمیہ فرقہ جبریہ ہے۔	۱۵۲
بیان فرقۂ معتزلہ	۱۵۳
تفصیل عقائد معتزلہ	۱۵۳
معتزلہ کے چند فرقوں کا بیان۔	۱۵۵
بیان فرقہ شیعہ۔	۱۵۵
تشیع کی بنیاد یہود نے رکھی۔	۱۵۵
تشیع کے چند فرقوں کا ذکر۔	۱۵۶
شیعوں کے بعض گمراہ عقائد	۱۵۶
بعض شیعہ علی رضی اللہ عنہ میں خدا کے حلول کے قائل ہیں۔	۱۵۷
فریب و غدر ہر شیعہ کی سرشت میں داخل ہے	۱۵۸
شیعوں کے غدر کی تفصیل۔	۱۵۸
بیان فرقۂ مجوس۔	۱۵۹
مجوس دو خالقوں کے قائل ہیں	۱۵۹
عقیدہ مجوس دو قاعدوں پر مبنی ہے۔	۱۵۹
تفصیل دین مجوس	۱۶۰
تخلیق شیطان کا سبب مجوس کی رای میں۔	۱۶۰
مجوس کے عقیدہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اور شیطان میں جنگ ہوئی۔ پھر فرشتوں نے مصالحت کرا دی۔	۱۶۰
بیان فرقہ زردشتیہ۔	۱۶۲
زردشت کا بیان۔	۱۶۳
زردشت کا خیال نور وظلمت کے بارے میں۔	۱۶۳
بیان فرقۂ ثنویہ۔	۱۶۴
بیان فرقۂ مانویہ۔	۱۶۴
شمس و قمر کے انوار کے بارے میں ان کا عقیدہ	۱۶۵
بیان فرقہ مزدکیہ	۱۶۶
مزدکیہ کو اہل فارس زندیق کہتے تھے اور یہی فرقہ لفظ زندیق کا مأخذ ہے۔	۱۶۷
مزدکیہ زمانہ قدیم کے کمونسٹ ہیں بلکہ وہ بعض وجوہ میں کمونسٹوں سے بھی آگے ہیں۔	۱۶۷
فرقہ دیصانیہ	۱۶۷
بیان یہود	۱۶۷
بیان نصاری	۱۶۸

فصل در احوال انبیاء علیہم السّلام ۱۶۹
مصنّف کی کتاب مرآۃ النجباء فی تاریخ الانبیاء کا ذکر۔ ۱۶۹
ذکر آدم علیہ السّلام ۱۶۹
حدیث ان اللہ خلق مائۃ الف آدم ۱۷۰
مولد خاتم الانبیاء علیہ السّلام کی تاریخ ۱۷۰
نوح علیہ السّلام کے احوال ۱۷۱
ان کے ابناء ثلاثہ حام سام یافث کا ذکر ۱۷۱
اہل پاکستان کس کی اولاد ہیں ۱۷۱
ذکر صابی بانی فرقہ صابیہ ۱۷۱
وفار التنور کا مطلب ۱۷۲
طوفان نوح کی تاریخ پر بحث ۱۷۲
ابراہیم علیہ السّلام کے احوال ۱۷۳
ابراہیم علیہ السّلام کا والد تارخ ہے نہ کہ آزر ۱۷۳
فضائل ابراہیم علیہ السّلام ۱۷۳
ذکر عزیر علیہ السّلام ۱۷۵
ذکر موسیٰ علیہ السّلام ۱۷۵
موسیٰ علیہ السّلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا۔ ۱۷۵
موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ وفات کی تحقیق لطیف۔ ۱۷۶
مدین میں ان کی شادی کا قصہ ۱۷۶
ذکر حدیث اصدق النساء فراسۃً امرأتان۔ ۱۷۷
ذکر اسماعیل علیہ السّلام ۱۷۷
ذکر ہارون علیہ السّلام ۱۷۷
کیا قبر ہارونؑ جبل اُحد میں ہے۔ ۱۷۷
وفات موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کا بیان ۱۷۸
ذکر زکریا علیہ السّلام ۱۷۸
ذکر شعیب علیہ السّلام ۱۷۸
ذکر حزقیل علیہ السّلام ۱۷۹
ذکر یوسف علیہ السّلام ۱۷۹
یوسف علیہ السّلام کی احوال کے بارے میں تاریخی تحقیق۔ ۱۸۰
داؤد علیہ السّلام کا ذکر۔ ۱۸۰
زمانۂ داؤد علیہ السّلام پر تاریخی بحث۔ ۱۸۱
ذکر سلیمان علیہ السّلام ۱۸۱
بیت المقدس کی تعمیر و وسعت و بلندی و تاریخ کی تحقیق۔ ۱۸۲
سلیمان علیہ السّلام کی مدت حکومت اور دیگر انبیاء کی وفات کی تاریخوں کی عجیب تحقیق۔ ۱۸۲
ذکر ادریس علیہ السّلام ۱۸۲
چار انبیاء علیہم السّلام ابھی تک زندہ ہیں۔ ۱۸۳
علوم فلاسفہ ادریس علیہ السّلام سے ماخوذ ہیں۔ ۱۸۳
ادریس علیہ السلام کے زمانے کی تحقیق ۱۸۳
ذکر یحییٰ علیہ السلام ۱۸۳
قتل یحییٰ علیہ السلام کا ذکر ۱۸۳
بناء جامع مسجد دمشق کے وقت ایک غار میں صندوق ملا۔ جس میں یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک موجود تھا۔ ۱۸۴
یحییٰ علیہ السلام قیامت میں موت ذبح فرمائیں گے ۱۸۴
ذکر عیسیٰ علیہ السلام ۱۸۴
کیا مریم نبیّہ تھیں؟ ۱۸۵
نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی شادی و مدت حیات و موضع قبر وغیرہ احوال کا ذکر۔ ۱۸۵
مختصر احوال خاتم الانبیاء علیہ السلام کا ذکر۔ ۱۸۵

ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب۔	۱۸۵
آپ کے نو چچوں کا ذکر۔	۱۸۶
بنات عبد المطلب کے نام	۱۸۶
عبد المطلب کی چھ بیویوں کے نام اور ان کی اولاد کی تفصیل۔	۱۸۶
تاریخ مولد نبی علیہ السلام کی تحقیق	۱۸۶
سوموار کے دن کی خصوصیّت	۱۸۷
آپ کی ولادت دن کو ہوئی یا رات کو	۱۸۷
ولادت کے بعد آپ کا کلام کرنا	۱۸۷
نبی علیہ السلام کے والدین کے ایمان کی بحث۔	۱۸۸
آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں۔ سوائے ابراہیم کے۔	۱۸۹
آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی بحث۔	۱۸۹
ازواج مطہرات کے نام	۱۹۰
ذکر ابناء ابراہیم علیہ السلام	۱۹۰
ابراہیم علیہ السلام کی ازواجِ ثلاثہ اور ان کی اولاد کی تفصیل۔	۱۹۱
آپ نے اپنے بیٹوں کو زمین کے مختلف خطوں میں بھیجا۔	۱۹۱
ذکر ابناء اسماعیل علیہ السلام	۱۹۱
ذکر اولاد یعقوب علیہ السلام	۱۹۲
بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کا ذکر۔	۱۹۲
کیا جمع بین الاختین فی النکاح پہلے جائز تھا؟	۱۹۲
اسحاق علیہ السلام کی اولاد و اولادِ اولاد کی تفصیل۔	۱۹۳
موسیٰ و ہارون و زکریا و سلیمان و یوسف و یونس و ایوب و خضر و الیاس علیہم السلام کے نسب کے سلسلے۔	۱۹۳
ذکر قصہ ہاروت و ماروت۔	۱۹۴
کیا قصۂ زہرہ صحیح ہے؟	۱۹۴
فیل خنزیر ضب دب قرد عقرب عنکبوت ارنب زہرہ وغیرہ تیرہ ممسوخوں کا ذکر۔	۱۹۵
قصہ ہاروت ماروت میں علماء کے اقوال۔	۱۹۵
ابن عمر کا زہرہ کو سبّ و شتم کرنا اور اس کی توجیہ	۱۹۶
بیان جنّ	۱۹۶
معتزلہ فلاسفہ جہمیہ وجود جنّ کے منکر ہیں۔	۱۹۶
جنّ و شیاطین ایک نوع ہیں۔	۱۹۷
ابو الجن کا نام شومیا ہے	۱۹۷
کیا ابلیس ابو الجن ہے؟	۱۹۸
جنّ کی تین قسمیں	۱۹۸
کیا جنّ انسان کیطرح اکل و شرب کرتے ہیں؟	۱۹۹
کیا نوع جنّ میں رسول و نبی آئے تھے؟	۱۹۹
جنّات کے دخول جنّت کی بحث۔	۲۰۰
جنّی و انسی میں جواز و عدم جواز نکاح کی مفصّل بحث۔	۲۰۰
جلال الدین کے نکاح مع جنّیہ کا عجیب قصّہ۔	۲۰۱
احوال ابلیس	۲۰۱
ابلیس کا نام و کنیت	۲۰۱
ابلیس و شیطان کا فرق	۲۰۲
اصلِ لفظ شیطان میں دو قول ہیں	۲۰۲
کیا ابلیس نوع ملائکہ میں سے تھا یا نوع جنّ میں سے؟ یہ بحث نہایت اہم ہے۔	۲۰۳
امام شعبی کا قصّہ۔	۲۰۴
بعض اولادِ ابلیس کے نام اور شرارتوں کا ذکر۔	۲۰۴
ابلیس کا تخت سمندر پر ہے۔	۲۰۵

ایک غریب و عجیب قصّہ کہ امریکہ میں بعض لوگ ابلیس کی باقاعدہ پرستش کرتے ہیں۔	۲۰۵
ابلیس کی پرستش کرنے والوں کے قصّے کی تفصیل	۲۰۶
ذکر خضر علیہ السّلام	۲۰۷
نسب خضر علیہ السلام میں متعدد اقوال کا ذکر	۲۰۸
نبوّت خضر علیہ السلام میں اختلاف ہے	۲۰۸
حیات خضر علیہ السلام کی بحث	۲۰۸
مریم علیہا السلام کا ذکر۔	۲۱۰
نسب مریم کا بیان۔	۲۱۰
کیا مریم نبیہ تھیں۔	۲۱۱
ذکر ملائکہ علیہم السلام	۲۱۱
مصنّف کے رسالہ اعلام الکرام باحوال الملائکۃ العظام کا ذکر۔	۲۱۱
حقیقتِ ملائکہ میں نو مذاہب کا ذکر۔	۲۱۲
حقیقتِ ملائکہ میں مذہب فلاسفہ کا بیان	۲۱۳
فلاسفہ کا قول کہ عقول عشرہ ملائکہ ہیں اور عقل فعّال جبریل ہے، باطل ہے، بوجوہ سبعہ۔	۲۱۳
بیان جبریل علیہ السلام	۲۱۶
لفظ جبریل کا مطلب	۲۱۶
ہر نبی اور خدا کے مابین سفیر جبریل علیہ السلام ہوتے تھے	۲۱۷
کیا اللہ تعالیٰ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے درمیان چند سال تک سفیر اسرافیل علیہ السلام تھے؟	۲۱۷
اس سلسلے میں ذکر تحقیق سیوطی رحمہ اللہ۔	۲۱۸
ذکر تعداد نزول جبریل علیہ السلام علی النبی علیہ السلام	۲۱۹
کیا موت نبی علیہ السلام کے بعد جبریل علیہ السلام کا نزول زمین پر منقطع ہوا؟	۲۲۰
نبی علیہ السلام نے صرف دو مرتبہ جبریل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا تھا۔	۲۲۱
بیان عزرائیل علیہ السلام	۲۲۲
عزرائیل کے معاون فرشتے۔	۲۲۲
تخلیق آدم علیہ السلام کے لئے زمین سے مٹی اُٹھانے والے عزرائیل علیہ السلام تھے۔	۲۲۲
کسی کی موت پر رونے والوں سے عزرائیل کا کلام۔	۲۲۳
نیک شخص کی موت کے وقت آپ اچھی شکل میں اور بُرے شخص کی موت کے وقت خوفناک شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔	۲۲۴
کسی کی اجل پوری ہونے کا عزرائیل کو کیسے پتہ چلتا ہے؟	۲۲۵
پہلے زمانے میں عزرائیل امراض کے بغیر کسی کے پاس ظاہر ہو کر جان لیتے تھے۔	۲۲۷
حیوانات کی ارواح کون قبض کرتا ہے؟	۲۲۸
ملک الموت پر کثرت سے صلاۃ پڑھنے کا فائدہ۔	۲۲۹
ذکر اسرافیل علیہ السلام	۲۳۰
افضل الملائکہ چار ہیں۔	۲۳۰
اسرافیل علیہ السلام کا مقام قُرب عند اللہ۔	۲۳۰
وحی کی اطلاع اولاً اسرافیل علیہ السلام کو دی جاتی ہے، بعدہ جبرئیل علیہ السلام کو۔	۲۳۰
قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل علیہ السلام سے سوال کیا جائیگا۔	۲۳۱
ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس اسرافیل علیہ السلام کے آنے کا ذکر۔	۲۳۱
بچوں کی صورتوں پر موکّل فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔	۲۳۱

ذکر میکائیل علیہ السلام	۲۳۲
خروج دجال کیوقت میکائیل علیہ السلام ہی	
مکہ مکرمہ کے محافظ ہوں گے۔	۲۳۲
میکائیل ارزاق و امطار پر موکل ہے۔	۲۳۲
تقدیر کے بارے میں اشکال اور اسکا دفع۔	۲۳۲
ذکر ذوالقرنین۔	۲۳۳
کیا ذوالقرنین نبی تھے؟	۲۳۳
سبب تسمیہ ذوالقرنین۔	۲۳۳
آپ کے نام میں کئی اقوال ہیں۔	۲۳۳
ذوالقرنین کی عمر کا بیان۔	۲۳۴
اسکندر دو ہیں۔	۲۳۴
اسکندر رومی یونانی قاتل دارا کا ترجمہ۔	۲۳۴
بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں مذکور ذوالقرنین	
یہی اسکندر رومی ہے۔	۲۳۵
مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ذوالقرنین و	
اسکندر رومی دو شخص ہیں۔	۲۳۵
مذکورہ صدر دعوی کی چھ دلیلیں۔	۲۳۵
فصل در بیان فوائد۔	۲۳۸
بیان دینار، درہم مثقال صاع رطل۔	۲۳۸
مصنف کی نظم بیان اوزان میں۔	۲۳۹
مہر شرعی کی مقدار میں علماء کی غلطی کا بیان۔	۲۴۰
قبائل عرب کا بیان۔	۲۴۰
ترتیب قبائل عرب۔	۲۴۰
لقب شیخ الاسلام کی تشریح۔	۲۴۱
بیان کسری و قیصر۔	۲۴۳
اول مسمی بہ قیصر میں پانچ اقوال ہیں۔	۲۴۳
قیصر کے معنی کا بیان۔	۲۴۴
مزید احوال قیصر۔	۲۴۴
لفظ کسری کی تحقیق بدیع۔	۲۴۵
مطلب حدیث اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده	
و اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده۔	۲۴۶
مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے القاب	
کا عجیب فائدہ۔	۲۴۶
صحابی کی دس تعریفوں کا لطیف بیان۔	۲۴۶
صحابہ تین قسم پر ہیں۔	۲۵۰
تابعی کی تعریف کا بیان۔	۲۵۰
تابعین کے پندرہ طبقوں کا بیان۔	۲۵۱
عربی و اعراب کا بیان۔	۲۵۱
لفظ شیخان کے مصداق کی عجیب تفصیل	۲۵۱
تراجم خلفاء اربعہ اور انکی حکومت کی مدت	۲۵۲
مطلب حدیث الخلافة بعدي ثلاثون سنة	۲۵۳
جاہلیت کے مطلب پر بحث شریف۔	۲۵۳
جاہلیت دو قسم پر ہے۔	۲۵۳
جاہلیت کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔	۲۵۴
جاہلیت کے مأخذ میں مصنف کی رائے	۲۵۴
جاہلیت اولی کی تحقیق۔	۲۵۵
متعدد انبیاء علیہم السلام کی ولادت سے	
قبل جاہلیت کا ذکر۔	۲۵۶
فائدہ در بیان حساب جمل۔	۲۵۶
حساب جمل کی تحقیق۔	۲۵۶
کلمات ابجد ہوز الخ درصل بادشاہوں	
کے نام تھے۔	۲۵۷
کلمات ابجد کی تاریخی تحقیق۔	۲۵۸
فائدہ در بیان زندیق۔	۲۵۸
مصنف کے رسالہ التحقیق فی الزندیق کا ذکر	۲۵۸
زندیق کی تفسیر میں متعدد اقوال کا ذکر	۲۵۸
مصنف کا قول زندیق کی تعریف میں	۲۵۹
مصنف کی تعریف جامع کے بارہ فوائد کا ذکر	۲۵۹
بعض اہل بدعت بھی زندیق ہیں۔	۲۶۰
قادیانی فرقہ کے دونوں گروہ زندیق ہیں۔	۲۶۱
از روئے شرع قادیانی کسی مملکت اسلامیہ	
میں اقامت کے مجاز نہیں۔	۲۶۱
قادیانی جزیہ ادا کر کے بھی اسلامی مملکت	
میں اقامت نہیں کر سکتے۔	۲۶۱
قادیانیوں کے زندیق ہونے کی وجوہ۔	۲۶۱
منکر حجیت حدیث بھی زندیق ہے۔	۲۶۳
قرآن کی تحریف کرنیوالے بھی زندیق ہیں۔	۲۶۴
امر ثانی لفظ زندیق کے مأخذ کی تحقیق شریف	۲۶۵
ترجمہ زرتشت رہبر مجوس۔	۲۶۵
فائدہ شعراء کے چھ طبقوں کا بیان۔	۲۶۶
کون سے طبقے کا کلام حجت ہے اور کون	
سے کا حجت نہیں۔	۲۶۷
ثریا کا بیان	۲۶۸
حدیث میں ابوحنیفہؒ کو ثریا کے ساتھ	
تشبیہ دینے کا بیان۔	۲۶۸
فصل بیضاوی کے شراح و محشین کا بیان	۲۷۰
عبد ضعیف روحانی مصنف کتاب	
کا مختصر ترجمہ۔	۲۷۵
فصل تفسیر ہذا میں بیضاوی کے چند	
اخطاء کا بیان۔	۲۸۲
فصل در بیان فوائد اصول تفسیر۔	۲۸۹

فهرستُ مؤلفات الروحَاني البَازي

أعلى الله درجاته في دارالسّلام و طيّب آثاره

ندرج ههنا مؤلفات المحدّث المفسّر الفقيه الرحلة الحجّة الشهير في الآفاق جامع المعقول و المنقول أمير المؤمنين في الحديث العلامة الأوحدي و الفهامة اللوذعي الشاعر اللغوي الأديب الشيخ مولانا محمد موسى الروحاني البازي وآثاره العلمية الخالدة . رَحمه الله تعالى رحمة واسعة .

﴿ **قال الشيخ الروحاني البازي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ في بعض مؤلفاته :** تصانيفي بعضها باللغة العربية وبعضها بلغة الأردو وبعضها بالفارسية وغيرها من الألسنة ثم إن بعضها مطبوعة وبعضها غير مطبوعة لعدم تيسر أسباب الطباعة . و بعضها صغار و بعضها كبار و بعضها في عدة مجلدات .

وقد وفّقني الله تعالى للتصنيف في جميع الفنون الرائجة قديمًا وحديثًا في علماء الإسلام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَىٰ مثل فنّ علم التفسير و فنّ أصوله و علم رواية الحديث و علم الفقه و أصوله و علم اللغة العربية و الأدب العربي و علم الصرف و علم الاشتقاق و علم النحو و علم الفروق اللغوية و علم العروض و علم القافية وعلم أصول العروض و في الدعوة الإسلامية والنصائح و علم المنطق و علم الطبيعي من الفلسفة و علم الإلهيات و علم الهيئة القديمة و علم الهيئة الحديثة و علم الأخلاق و علم العقائد الإسلامية وعلم الفِرق المختلفة و علم الأمور العامة و علم التاريخ و علم التجويد و علم القراءة . ولله الحمد و المنة .

وكذلك درست بتوفيق الله تعالى في المدارس والجامعات كتب أكثر هذه الفنون إلى مدة . ولله الحمد والمنة . ﴾

هذه أسماء نبذة من تصانيف الشيخ البازي رحمه الله في العلوم المختلفة و الفنون المتعددة من غير استقصاء

في علم التفسير

١ - شرح و تفسير لنحو ثلاثين سورةً من آخر القرآن الشريف . هو تفسير مفيد مشتمل على أسرار و علوم .

٢ - أزهار التّسهيل في مجلّدات كثيرة تزيد على أربعين مجلّدًا . هو شرح مبسوط للتفسير المشهور بأنوار التنزيل للعلامة المحقّق البيضاوي .

٣ - أثمار التكميل مقدمة أزهار التسهيل في مجلّدين .

٤ - كتابُ علوم القرآن . بيّن فيه المصنف البازي رحمه الله أصول التفسير ومباديه و علومه الكلية وأتى فيه بمسائل مفيدة مهمة إلى غاية .

٥ - تفسير آية " قُلْ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ " الآية . ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله من باب سعة رحمة الله غرائب أسرار و عجائب مكنونة مشتملة عليها هذه الآية نحو سبعين سرًّا و هذه أسرار لطيفة مثيرة لساكن العزمات إلى غرفات نيرات في روضات الجنّات . فتحها الله عزّ وجلّ على المصنف وقد خلت عنها زبر السلف والخلف . ولله الحمد و المنة .

٦ - كتاب تفسير آيات متفرقة من كتاب الله عزّ وجلّ و هو مجموعة خطابات تفسيرية كان المصنف البازي يلقيها على الناس و يذيعها بوساطة الراديو في باكستان و ذلك إلى مدة .

٧ - كتاب ثبوت النّسخ في غير واحد من الأحكام القرآنية و الحديثية و حكم النسخ و أسراره ومصالحه . رسالة مهمة جدًّا فيها أسرار النسخ ما خلت عنها الكتب . كتبها المصنّف البازي دمغًا لمطاعن غلام أحمد برويز رئيس طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . أبطل فيها المصنف البازي رحمه الله اعتراضات هذا الملحد على الإسلام و على

حكم النسخ . و ذلك بعد ما اتّفقت مناظرات قلميّة و خطابيّة بين المصنّف و بين هــذا الملحد غلام أحمد و أتباعه .

٨ – فتح الله بخصائص الاسم الله . كتاب بديع كبير في مجلدين ضخمين ذكر فيه المصنف البازي رحمه الله نحو سبعمائة و خمسين من خصائص و مزايا للاسم الله (الجلالة) ظاهرية و باطنية لغوية و أدبية و روحانية و نحوية و اشتقاقية و عددية و تفسيرية و تاثيرية . و هو من بدائع كتب الدنيا ما لا نظير له في كتب السلف والخلف ولا يطالعه أحد من العلماء أصحاب الذوق السليم والطبع المستقيم إلاّ و هو يتعجب مما اجتهد المصنف البازي في جمع الأسرار و البدائع .

٩ – رسالة في تفسير "هدًى للمتّقين" فيها نحو عشرين جوابًا لحلّ إشكال تخصيص الهداية بالمتّقين .

١٠ – مختصر فتح الله بخصائص الاسم الله .

في علم الحديث

١ – شرح حصّة من صحيح مسلم .

٢ – شرح سنن ابن ماجه .

٣ – كتاب علوم الحديث . هذا كتاب مفيد مشتمل على مباحث و علوم من باب أصول الحديث رواية و دراية .

٤ – رياض السنن شرح السنن و الجامع للإمام الترمذي رحمه الله في مجلدات كثيرة .

٥ – فتح العليم بحلّ الإشكال العظيم في حديث " كما صلّيت على إبراهيم" . هذا كتاب كبير بديع لا نظير له . فتح الله تعالى فيه برحمته وفضله على المصنف البازي أبوابًا من العلوم ما مستها أيدي العقول وما انتهت إليها عقول العلماء الفحول إلى هذا الزمان . ذكر المصنّف في هــذا الكتاب لحــلّ هذا الإشكال العظيم نحو مائة و تسعين جوابًا . قال بعض العلماء الكبار في حق هذا الكتاب : ما سمعنا أن أحدًا من علماء السلف و الخلف أجاب عن مسألة دينية و معضلة علمية هذا العدد من الأجوبة بل و لا نصف هذا العدد .

٦ – أجر الله الجزيل على عمل العبد القليل .

٧ – كتاب الفرق بين النبي و الرسول . هذا كتاب بديع لطيف ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثلاثين فرقًا بين النبي و الرسول مع بيان عجائب الغرائب و غرائب العجائب و بدائع الروائع و روائع البدائع من باب علوم متعلقة بحقيقة النبوة و بشان الأنبياء عليهم الصلاة والسلام . و هذا

الكتاب لا نظير له في الكتب .

٨ - كتاب الدعاء . كتاب كبير نافع مشتمل على أبحاث مهمة لا غنى عنها .

٩ - النفحة الربانية في كون الأحاديث حجة في القواعد العربية . هذا كتاب كبير أثبت فيه المصنف البازي أن الأحاديث حجة في باب العربية و اللغة . و هو من عجائب الكتب .

١٠ - مختصر فتح العليم .

١١ - كتاب الأربعين البازية .

١٢ - الكنز الأعظم في تعيين الاسم الأعظم . كتاب جامع في هذا الموضوع لم تر العيون نظيرَه في كتب المتقدّمين و لم يقف أحد على مثيله في أسفار المتأخّرين .

١٣ - البركات المكيّة في الصلوات النبوية . كتاب بديع مبارك ذكر فيه المصنف البازي أكثر من ثمانمائة اسم محقَّق من أسماء النبي ﷺ في صورة الصلوات على خاتم النبيّين ﷺ .

١٤ - كتاب كبير على حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية . كتبها المصنّف دمغًا لمطاعن طائفة الملاحدة المنكرين حجيّة الأحاديث النبويّة في الأحكام الإسلامية .

في علم أصول الفقه

١ - شرح التوضيح والتلويح . التوضيح والتلويح كتاب مغلق دقيق محقق جدًّا في أصول الفقه و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان وغيرها . وهو كتاب عويص لايفهم دقائقه وأسراره إلّا الآحاد من أكابر الفن فشرحه المصنف البازي شرحًا محققا و أتى فيه ببدائع النفائس و نفائس البدائع .

في علم الأدب العربي

١ - شرح مفصل لديوان أبي الطيّب المتنبي .

٢ - شرح آخر مختصر لديوان أبي الطيب .

٣ - خصائص اللغة العربيّة و مزاياها . هو كتاب ضخيم نفيس لا نظير له في بابه فصل فيه المصنف البازي رحمه الله تعالى الفضائل الكلية و الجزئية لهذه اللغة المباركة و أتى فيه بلطائف وغرائب و بدائع و روائع تسرّ الناظرين و تهزّ أعطاف الكاملين و حق ما قيل : كم ترك الأول للآخر .

٤ - رشحات القلم في الفروق . هذا الكتاب مما يحتاج إليه كل عالم ومتعلم لم يصنف في هذا الموضوع أحد قبل ذلك أثبت فيه المصنف البازي علومًا و حقائق الفروق و دقائق الحدود و لطائف التعريفات للمصدر الصريح والمصدر المأوّل وحاصل المصدر واسم المصدر وعلم المصدر والجنس و اسم الجنس وعلم الجنس و الجمع و اسم الجمع و شبه الجمع والجنس اللغوي والفقهي والعرفي والمنطقي والأصولي و نحو ذلك من المباحث المفيدة إلى غاية .

٥ - شرح ديوان حسان رضي الله عنه .

٦ - الطوبى . قصيدة في نظم أسماء الله الحسنى شهيرة طبعت في صورة رسالة مستقلة أكثر من خمس و عشرين مرة استحسنها العوام و الخواص و استفادوا منها كثيرًا .

٧ - الحسنٰى . قصيدة في نظم أسماء النبي ﷺ طبعت في صورة رسالة منفردة مرارًا .

٨ - المباحث المهدة في شرح المقدمة . رسالة نافعة في مباحث لفظ المقدّمة الواقع في الخطب .

٩ - ديوان القصائد . مشتمل على أشعاري و قصائدي .

في علم النحو

١ - بُغية الكامل السامي شرح المحصول و الحاصل لملاّ جامي . هذا شرح مبسوط محتو على مباحث و حقائق متعلّقة بالفعل والحرف والاسم و حدودها وعلاماتها و وقوعها محكومًا عليها و بها وغير ذلك من أبحاث تتعلّق بهذا الموضوع . و هذا كتاب لا نظير له في كتب النحو . فيه بدائع و حقائق خلت عنها كتب السلف و الخلف . و كتب بعض كبار العلماء في تقريضه : هذا الكتاب غاية العقل في هذا الموضوع . و من أراد أن يطلع على حقائق الاسم و الفعل و الحرف فوق هذا و أكثر من هذا فليستح .

٢ - التعليقات على الفوائد الضيائية للجامي . هذا شرح الكتاب للعلامة ملاّ جامي . و هو كتاب معروف و متداول في ديار باكستان و الهند و أفغانستان و بنغله ديش و غيرها و يدرس في مدارسها .

٣ - النجم السعد في مباحث " أمّابعد " . هذا كتاب مفيد لطيف بيّن فيها المصنف البازي رحمه الله مباحث فصل الخطاب لفظة " أمّابعد " و أوّل قائلها و حكمها الشرعي و إعرابها و ما ينضاف إلى ذلك من المباحث المفيدة و ذكر نحو ١٣٣٩٧٤٠ وجهًا و طريقًا من وجوه إعراب و طرق تركيب يحتملها "أمّابعد". و هذا من عجائب اللغة العربية فانظر إلى هذه الكلمة المختصرة و إلى

هذه الوجوه الكثيرة.

٤ - لطائف البال في الفروق بين الأهل و الآل. هو كتاب صغير حجمًا كبير مغزى نافع جدًّا لا مثيل له في موضوعه. جمع فيه المصنف البازي فروقًا كثيرة و مباحث و دقائق يجهلها كثير من الناس و يحتاج إليها العلماء.

٥ - نفحة الرّيحانه في أسرار لفظة سبحانه. رسالة مفيدة مشتملة على أسرار هذه اللّفظة.

٦ - الطريق العادل إلى بغية الكامل.

٧ - كتاب الدرّة الفريدة، في الكلم التي تكون اسمًا و فعلًا و حرفًا أو حوت قسمين من أقسام الكلمة الثلاثة. ذكر المصنف رحمه الله في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه كلمات تكون اسمًا مرة و حرفًا حينا و فعلا مرة أخرى. و هذا من غرائب كتب الدنيا و مما لا مثيل له.

٨ - رسالة في عمل الاسم الجامد.

٩ - النهج السهل إلى مباحث الآل و الأهل. كتاب نافع لأولى الألباب و سِفر رافع لدرجات الطلّاب لم تسمح في هذا الموضوع قريحة بمثاله و لم ينسج في هذا المطلوب ناسج على منواله. كتاب فريد جمع أبحاث الأهل و الآل منها الفروق بين هذه اللفظين التي بلغت أكثر من خمسة و ثلاثين فرقًا و منها الأقاويل في أصل الآل و منها المباحث و الأقوال في محمل آل النبي صلى الله عليه وسلم والمراد بهم و غير ذلك من المباحث المفيدة المهمّة جدًّا.

١٠ - رسالة بديعة في حقيقة المشتق.

١١ - رسالة في حقيقة الفعل.

١٢ - رسالة في حقيقة الحرف.

في علم الصرف

١ - كتاب الصّرف. هو كتاب نافع على منوال جديد.

٢ - التصريف. كتاب دقيق في هذا الفن لا نظير له.

٣ - كتاب الأبواب و تصريفاتها الصغيرة و الكبيرة.

في علمي العروض و القوافي

١ - الرّياض الناضرة شرح محيط الدّائرة.

٢ – العيون الناظرة إلى الرياض الناضرة . هذا كتاب لطيف و مفيد جدًّا مشتمل على أصول هذا الفنّ و أنواع الشعر و ما يتعلّق بذلك من البدائع و الحقائق الشريفة .

٣ – كتاب الوافي شرح الكافي . هذا شرح مبسوط للكتاب المشهور بالكافي .

في اللغة العربيّة

١ – كتاب الفروق اللغوية بين الألفاظ العربية هو كتاب نافع جدًّا لكل عالم و متعلم و بغية مشتاقي الأدب العربي أوضح فيه المصنف فروق مآت ألفاظ متقاربة معنى .

٢ – نعم النّول في أسرار لفظة القول . كتاب مفيد فصلت فيه أبحاث و مسائل متعلقة بلفظة القول و مادة " ق ، و ، ل " . و أتى فيه المصنف البازي أسرارًا و أثبت بالدلائل أن هذا البناء بحر فحدث عن البحر ولا حرج .

٣ – كتاب زيادة المعنى لزيادة المبنى . ذكر المصنّف فيه أن زيادة المادة و الحروف تدلّ على زيادة المعنى و أتى بشواهد من القرآن و الحديث و اللغة و أقوال الأئمة .

٤ – فتح الصمد في نظم أسماء الأسد المعروف بلقب نظم الفقير الروحاني في رثاء الشيخ عبدالحق الحقّاني . هذه قصيدة فريدة لا نظير لها في الماضي قد جمع فيها المصنف ما ينيف على ستمائة من أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد وهي في رثاء المحدّث الكبير مسند العَصر جامع المعقولات و المنقولات شيخ الحديث مولانا عبدالحق ﷫ مؤسّس جامعة دارالعلوم الحقانية ببلدة أكوره ختك .

٥ – كتاب كبير في أسماء الأسد و ما يتعلق بالأسد .

٦ – رسالة في وضع اللغات .

في النصائح و الدعوة الإسلامية العامة

١ – تعليم الرفق في طلب الرزق .

٢ – استعظام الصغائر .

٣ – تنبيه العقلاء على حقوق النساء .

٤ – ترغيب المسلمين في الرزق الحلال و طِعمة الصالحين .

٥ – منازل الإسلام .

٦ - فوائد الاتفاق .

٧ - عدل الحاكم و رعاية الرعية .

٨ - جنة القناعة .

٩ - أحوال القبر و ذكر ما فيها عبرة .

١٠ - الموت و ما فيه من الموعظة .

١١ - مَن العاقل و ما تعريفه و حدّه .

١٢ - التوحيد و مقتضاه و ثمراته .

في علم التاريخ

١ - تحبير الحسب بمعرفة أقسام العرب وطبقات العرب . كتاب مفيد فيه بيان طبقات العرب وتفصيل أقسامهم و ما ينضاف إلى ذلك .

٢ - الصحيفة المبرورة في معرفة الفرق المشهورة . بيّن المصنف البازي في هذا الكتاب أحوال الفرق في المسلمين و تفاصيل مؤسس كل فرقة .

٣ - مرآة النّجباء في تاريخ الأنبياء . هذا كتاب تاريخي مشتمل على أهم واقعات الأنبياء وتواريخهم عليهم الصلاة والسلام .

٤ - التحقيق في الزنديق . رسالة لطيفة فيها تفصيل تعريف الزنديق و تحقيق لفظه و بيان مصداقه من الفرق الباطلة و حقق فيه المصنف البازي رحمه الله مستدلًّا بالكتاب و السنة وأقوال الأئمة الكبار أن الفرقة القاديانية أتباع المتنبي غلام أحمد الكذاب الدجال من الزنادقة و أنه لا يجوز إبقاؤهم في الدول الإسلامية بأخذ الجزية عنهم بل يجب قتلهم .

٥ - عبرة السائس بأحوال ملوك فارس . فصل المصنف البازي رحمه الله فيه تراجم ملوك فارس حسب ترتيب تملكهم وأحوال طبقتي ملوكهم الكينية و الساسانية و ما آل إليه أمرهم و في ذلك عبرة للمعتبرين .

٦ - غاية الطلب في أسواق العرب . كتاب أدبي تاريخي ذكر فيه المصنف البازي تواريخ الأسواق المشهورة في العرب و ما يتعلق بذلك الموضوع من حقائق أدبية .

٧ - إعلام الكرام بأحوال الملائكة العظام . بلغة أردو .

٨ - تراجم شارحي تفسير البيضاوي و مُحشّيه .

٩ - الطاحون في أحوال الطاعون.

١٠ - النظرة إلى الفترة. كتاب صغير مهم تاريخي في مصاديق زمن الفترة و أقسامها بأحكامها وما يتعلق بهذا الموضوع.

١١ - تاريخ العلماء و الأعيان.

١٢ - ترجمة سلمان الفارسي رضي الله عنه.

١٣ - توجيهات علمية لأنوار مقبرة سلمان الفارسي رضي الله عنه. كتاب بديع بيّن فيه المصنف رحمه الله تعالى نحو ثلاثين توجيها علميا لأنوار قبر سلمان الفارسي رضي الله عنه.

في علم المنطق

١ - شكر الله على شرح حمد الله للسنديلي. كتاب حمد الله شرح سلم العلوم للشيخ العلامة حمد الله السنديلي كتاب كبير مغلق دقيق محقق جدًّا في المنطق وهو ما يقرأ و يدرس في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها لازما و لا يفهم دقائقه و أسراره إلّا بعض أكابر الفن وللمصنف البازي رحمه الله تعالى شهرة في حل هذا الكتاب فشرحه شرحا محققا و أتى فيه ببدائع.

٢ - التعليقات على شرح القاضي مبارك لسلّم العلوم. كتاب القاضي مبارك كتاب نهائي في المنطق و أشهر كتاب في هذا الفن قد اشتهر بين العلماء و الطلبة بأنه عويص و عسير فهما لأجل العبارات الدقيقة الجامعة للأسرار العلمية و أنه لا يقدر على تدريسه و فهمه إلّا القليل حتى قيل في حقه: كاد أن يكون مجملا مبهما. و هذا الكتاب يدرس في مدارسنا و جامعاتنا فشرحه المصنف البازي شرحًا مبسوطا و سهل فهمه للعلماء و الطلبة.

٣ - التعليقات على سلّم العلوم.

٤ - التعليقات على شرح مير زاهد على ملاّ جلال.

٥ - الثمرات الإلهاميّة لاختلاف أهل المنطق و العربية في أن حكم الشرطية هل هو بين المقدم والتالي أو هو في التالي. بيّن المصنف البازي ثمرات و نتائج اختلاف الفريقين المذكورين في محل القضية الشرطية هل هو فيما بين الشرط و الجزاء أو في الجزاء فقط و فرع على ذلك غير واحد من أدقّ مسائل الحنفية و الشافعية و غير ذلك من الأسرار و هو كتاب عويص لا يفهمه إلّا الآحاد من أكابر الفن و لا نظير له.

٦ - شرح مبحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (باللغة العربية).

٧ - شرح بحث الوجود الرابطي من كتاب حمد الله (بلغة الأردو) .

٨ - التحقيقات العلميّة في نفي الاختلاف في محلّ نسبة القضيّة الشرطية بين علماء المنطق وعلماء العربية . هذا كتاب لانظير له عويص لايفهمه إلّا بعض الأفاضل الماهرين في المعقول و المنقول حقق فيه المصنّف البازي أن هذا الاختلاف وإن كان مشهورًا مسلّما لكن الحق أنه لا خلاف بين هاتين الطائفتين وأن محل النسبة إنما هو بين الشرط و الجزاء عند كلا الفريقين أهل المنطق و أهل العربية و أيّد المصنف مدعاه هذا بإيراد حوالات كتب النحو و ذكر أقوال أئمة النحو و حقق ما لا يقدر عليه إلّا مَن كان ذامطالعة وسيعة جدًّا .

في الطبعيات و الإلٰهيات من الفلسفة

١ - تعليقات على كتاب صدرا شرح هداية الحكمة للعلامة الصدر الشيرازي .

٢ - تعليقات على كتاب مير زاهد شرح الأمور العامة .

في علم الفلك القديم اليوناني البطليموسي

١ - شرح التصريح على التشريح . هذا شرح جامع مبسوط لكتاب التصريح المشهور المتداول في مدارس الهند و باكستان و أفغانستان و غيرها .

٢ - التعليقات على شرح الجغميني . هذه التعليقات جامعة لمسائل علم الفلك القديم مع ذكر مسائل الفلك الحديث بالاختصار . و كتاب شرح الجغميني متداول في دروس مدارسنا .

٣ - نيل البصيرة في نسبة سُبع عرض الشعيرة . فصّل المصنف البازي رحمه الله في هذا الكتاب العجيب مسائل مشكلة ومباحث مغلقة منها أن الجبال هل تضر في الكروية الحسية للأرض أم لا ، بحث فيه المصنف على تعيين أعظم الجبال ارتفاعًا في الزمان الحاضر و في العهد القديم ثم بيّن نسبة أعظم الجبال ارتفاعًا إلى قطر الأرض بيانًا شافيًا .

٤ - كتاب أبعاد السيّارات و الثوابت و أجحامهنّ حسبما اقتضاه علم الفلك القديم البطليموسي .

٥ - كتاب وجوه تقسيم الفلاسفة للدائرة ٣٦٠ جزء قد أجمع الفلاسفة منذ أقدم الأعصار على تقسيم الدائرة إلى ثلاثمائة و ستين درجة ولا يدري الفضلاء فضلاً عن الطلبة تفصيل وجوه ذلك . فذكر المصنف البازي في هذا الكتاب الذي هو نظير نفسه وجوهًا كثيرة غريبة بديعة قد شرح الله تعالى لها صدره و تفرد بها حيث لم يخطر إلى الآن هذه الوجوه على قلب أحد من

العلماء .

في علم الفلك الحديث الكوبرنيكسي

١ - الهيئة الكبرى . كتاب كبير مفصّل .

٢ - سماء الفكرى شرح الهيئة الكبرى . هذا شرح لطيف مفيد جدًّا صنف المصنّف الروحاني البازي رحمه الله هذا المتن الهيئة الكبرى بإشارة جمع من أكابر العلماء و أماثل الفضلاء ثم شرحه أيضًا بطلبهم و إشارتهم .

٣ - الشرح الكبير للهيئة الكبرى .

٤ - كتاب الهيئة الكبيرة . كتاب كبير جامع لمسائل الفن لا نظير له .

٥ - أين محلّ السماوات السبع . هذا كتاب نفيس مُهِمّ لم يصنّف أحد قبل هذا في هذا الموضوع . صنّفه المصنّف البازي لدفع مطاعن المتنوّرين و الفجرة حيث زعموا أن بنيان الإسلام صار متزلزلا و قصره أصبح خاويًا ، إذ بطلت عقيدة السماوات السبع القرآنية لأجل إطلاق السفن الفضائية و الصواريخ إلى القمر و إلى الزهرة وغير ذلك من السيارات فدمغ المصنف في هذا الكتاب العظيم مطاعنهم بأدلة مقنعة و أثبت أن هذه الأسفار الفضائية تؤيد الإسلام و أصوله و أنها لا تصادم السماوات القرآنية .

٦ - هل للسموات أبواب (باللغة العربي) .

٧ - هل للسموات أبواب (بلغة الأردو) .

٨ - هل الكواكب و النجوم متحركة بذاتها (باللغة العربي) .

٩ - هل للنجوم حركة ذاتية (بلغة الأردو) .

١٠ - كتاب السدم و المجرات و ميلاد النجوم و السيارات (باللغة العربي) .

١١ - هل السماء و الفلك مترادفان (باللغة العربي) .

١٢ - السماء غير الفلك شرعًا (بلغة الأردو) . حقق المصنف في هذين الكتابين اللطيفين البديعين أن السماء تغاير الفلك شرعًا و أن السماء فوق الفلك و أن النجوم واقعة في أفلاك لا في أثخان السماوات . واستدلّ في ذلك بنصوص إسلامية كثيرة و بأقوال كبار علماء علم الفلك الجديد وبأقوال أئمة الإسلام .

١٣ - عمر العالم و قيام القيامة عند علماء الفلك و علماء الإسلام (بلغة الأردو) .

١٤ – الفلكيّات الجديدة . من عجائب كتب الفن كتاب جامع لأصول هذا الفنّ لانظير له ولكونه جامعًا متفردًا في موضوعه وأسلوب بيانه قرره علماء دولتنا في نصاب كتب المدارس والجامعات وجعلوا تدريسه لازمًا في جميع الجامعات و المدارس .

١٥ – كتاب أسرار تقرر الشهور و السنين القمرية في الإسلام .

١٦ – كتاب شرح حديث " أن النبي عليه الصلاة والسلام كان يصلي العشاء لسقوط القمر لليلة ثالثة " .

١٧ – التقاويم المختلفة و تواريخها و أحوال مباديها و تفاصيل ذلك .

١٨ – أين مواقع النجوم هل هي في أثخان السموات أو تحتهن عند علماء الإسلام و عند أصحاب الفلسفة الجديدة .

١٩ – قدرالمدّة من الفجر إلى طلوع الشمس . هذا كتاب دقيق لايفهمه إلاّ المهرة . ألّفه المصنّف عند تحكيم أكابر العلماء إيّاه في هذه المسئلة الكثيرة الاختلاف وقد اختلف العلماء والعوام في هذه المسألة كثيرًا حتى أفضى الأمر إلى الجدال و القتال و ذلك إلى عدة سنين فجعلوا المصنف البازي حكمًا و التمسوا منه أن يحقق الحق و الصواب فكتب المصنف هذا الكتاب و أوضح فيه الحسابات الدقيقة لسير الشمس فاستحسن العلماء هذا الكتاب جدًّا و اعتقدوا صحة ما فيه و عملوا على وفق ما حقق المصنف و ارتفع النزاع و اضمحل الباطل .

٢٠ – هل السماوات القرآنية أجسام صلبة أو هي عبارة عن طبقات فضائيّة غير مجسمة . هذا كتاب مهم و بديع جدًّا .

٢١ – هـل الأرض متحرّكة ؟ هذا كتاب مفيد جدًّا جمع فيه المصنف البازي أقوال علماء الإسلام وآراء الفلاسفة من القدماء و المحدثين ما يتعلق بهذا الموضوع .

٢٢ – كتاب عيد الفطر و سير القمر . فيه أبحاث جديدة مفيدة مهمة مثل بحث المطالع و تقدم عيد مكة على عيـد باكستان بيوم أو يومين . كتبها المصنف البازي رحمه الله تعالى دمغًا لمطاعن المتنورين الملحدين على علماء الدين بأنهم لا يعرفون العلوم الجديدة .

٢٣ – القمر في الإسلام و الهيئة الجديدة و القديمة .

٢٤ – قصة النجوم . هو كتاب ضخم .

٢٥ – كتاب الهيئة الحديثة . كتاب كبير جامع للمسائل و الأبحاث . أوّل كتاب ألّف باللغة العربية في هذا الفن في ديار الهند و إيران و أفغانستان و باكستان وغيرها و مع هذا هو أوّل كتاب

صنّفه المصنّف البازي رحمه الله تعالى في هذا الفنّ .

٢٦ - شرح الهيئة الحديثة (بلغة الأردو) .

٢٧ - الهيئة الوُسطى (باللغة العربي) .

٢٨ - النجوم النُشطى شرح الهيئة الوسطى (بلغة الأردو) .

٢٩ - الهيئة الصغرى (باللغة العربي) .

٣٠ - مدارالبشرى شرح الهيئة الصغرى (بلغة الأردو) .

٣١ - ميزان الهيئة .

في الموضوعات المتفرّقة

١ - كتاب أسرار الإسراء إلى بيت المقدس قبل العروج إلى السماء . هذا كتاب لطيف جامع لكثير من الحكم و الأسرار في الإسراء إلى بيت المقدس .

٢ - الخواصّ العلميّة للاسمين محمد و أحمد اسمي نبيّنا صلى الله عليه وسلم .

٣ - كتاب الحكمة في حفظ الله الكعبة من أصحاب الفيل دون غيرهم . ذكر المصنف البازي رحمه الله تعالى في هذا الكتاب الصغير أسرارًا و حكمًا مخفية في حفظ الله تعالى بيت الله من أصحاب الفيل دون غيرهم من أصحاب الحجّاج الظالم ومن الملاحدة الباطنية . و هذه الأسرار لا توجد في الكتب . صنفه البازي باقتراح بعض أكابر العلماء .

٤ - كتاب الحكايات الحكميّة .

٥ - فردوس الفوائد . كتاب كبير في عدة مجلدات .

فتح اللہ

بخصائص الاسم اللہ

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و اعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم و درایت کے جہاں میں روشنی کا ایک جگمگاتا مینار

بزبانِ عربی یہ گراں مایہ اور عدیم النظیر کتاب معبودِ حقیقی کے اسم ذاتی یعنی لفظ "اللہ" کے ساڑھے سات سو سے زائد عجیب و لطیف علمی اسرار و رموز اور حقائق و معارف پر حاوی ہے جن کے مطالعے سے اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و ہیبت کا احساس اور اس کے عَلَم کی جامعیت دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

ایک ایسا موضوع جس پر آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا

اس معرکۃ الآراء و محیر العقول کتاب کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے بعض اولیاء اللہ و اہل کشف فرمانے لگے کہ یہ عظیم القدر کتاب اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور الہام سے لکھی گئی ہے اور اگر دو ہزار علماء کبار بھی جمع ہو جائیں تو ایسی بصیرت افروز و دقیق کتاب نہیں لکھ سکتے۔

فتح العليم

بحلّ إشكال التّشبيه العظيم

فى حديث "كما صلّيت على إبراهيم"

لإمام المحدّثين نجم المفسّرين زبدة المحقّقين

العلّامة الشّيخ مولانا محمد موسى الرّوحانى البازى

رحمه الله تعالى وأعلى درجاته فى دار السّلام

الہامی علوم کا درخشندہ وجگمگاتا سرمایہ

درودِ ابراہیمی میں "کما صلیت علی ابراهيم" کے الفاظ میں دی گئی تشبیہ میں یہ مغلق اشکال ہے کہ حسب قانون مشبہ بہ افضل ہوتا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام خاتم النّبیین ﷺ سے افضل ہیں۔ بہت سے قدیم ومشہور مناظروں میں غیر مسلمین، مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ اس کتاب میں بزبان عربی اس اشکال کے تقریباً ایک سو نوے 190 محقق، دقیق، الہامی جوابات مؤلف نے ذکر کیے ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر جامعہ ازہر (مصر) کے شیخ اکبر جناب عبدالحلیم محمودؒ ورطہ حیرت میں پڑ گئے اور فرمایا "اولادِ آدم میں ہم نے آج تک کسی علمی یا فنی مسئلے کے اس قدر کثیر جوابات دیکھے ہیں اور نہ سنے ہیں"۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

الکنز الاعظم

فی

تعیینِ الاسمِ الاعظم

تصنیف

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیِ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی گراں مایہ اور فقید المثال علمی خزانہ

- اسم اعظم سے کیا مراد ہے؟
- کیا واقعی اسم اعظم کے ذریعے ہر دعا قبول ہو جاتی ہے؟
- رسول اللہ ﷺ نے اسم اعظم کو جاننے کے باوجود مشکل ترین حالات میں بھی اس کے ذریعے دعا کیوں نہ مانگی؟
- اولیاء کرام بھی اسم اعظم جانتے ہیں یا نہیں؟
- ہر مسلمان اسم اعظم جاننے کا مشتاق ہے۔ کتاب ہذا میں بزبانِ عربی اِن تمام سوالات کے جوابات کے علاوہ اسم اعظم کے بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث و روایات مذکور ہیں۔ نیز اسم اعظم کے بارے میں علماء کرام، ائمہ عظام اور بزرگانِ دین کی کتب میں موجود تمام اقوال کو ذکر کیا گیا ہے۔ ان اقوال کی تعداد تریسٹھ (۶۳) تک پہنچتی ہے۔
- مزید براں اس شاہکار کتاب میں امتِ محمدیہ اور سابقہ امتوں کے بزرگوں کے ساتھ اسم اعظم کے سلسلے میں پیش آنے والے بہت سے عجیب و غریب، حیران کن اور ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

بُغیۃ الکامل السامی

شرح

المحصول الحاصل للجامی

مع حاشیتہ

الطریق العادل إلی بُغیۃ الکامل

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پہلی تصنیف جو کہ علم نحو کی مشہور ومعروف کتاب شرح جامی کی مشکل ترین بحث "حاصل محصول" کی محقق، بسیط اور سہل شرح ہے۔

علم نحو کا عظیم الشان اور گرانقدر سرمایہ

اس کتاب کی جامعیت وعلمیت کا اندازہ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے انہوں نے فرمایا "میں نے آج تک اسم وفعل وحرف سے متعلق اس قدر جامع ومکمل تحقیقات عرب وعجم کی کسی کتاب میں نہیں دیکھیں۔ اس کتاب نے میرے علم میں بے انتہا اضافہ کیا"۔ نظر ثانی کے بعد مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں مزید علمی دقائق وقیمتی ابحاث کا اضافہ کیا ہے جس سے اس کتاب کی ضخامت دوگنی ہو کر تقریباً پانچ صد صفحات تک پہنچ گئی ہے۔

فتح الصمد

بنظم

اسماء الاسد

المعروف بلقب

نظم الفقیر الروحانی فی
رثاء الشیخ عبد الحق الحقانی

علماء، فضلاء اور ادب عربی کے شائقین کیلئے نابغۂ روزگار سرمایہ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، سراج العلماء، امام الاولیاء، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصنیف کردہ معرکۃ الآراء عربی مرثیہ جسے دیکھ کر علماءِ عرب بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔ ایک ایسا قصیدہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر و بے مثال قصیدہ میں عربی زبان میں شیر کے چھ سو ۶۰۰ سے زائد اسماء کو جمع کر کے تقریباً دو سو ۲۰۰ اشعار کی صورت میں منظوم کیا گیا ہے جس سے نہ صرف عربی زبان کی وسعت اور خصائص و فضائل کا پتہ چلتا ہے بلکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وسعت و عربی زبان میں مہارت تامہ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصیدہ اپنے استاد شیخ المشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی رثاء میں تحریر فرمایا۔ تعمیم فائدہ و تسہیلِ فہم کیلئے مصنفؒ نے قصیدے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں۔

النَّهجُ السَّهل

اِلیٰ

مَبَاحِثِ الآلِ وَالأَهلِ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیؔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحَانِی بازِی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

انتہائی جامع، محقق اور عظیم الشان علمی خزانہ

- بزبان عربی تقریباً چار صد صفحات پر مشتمل عجیب و بدیع کتاب۔
- لفظ ”آل“ و ”اہل“ سے متعلق انتہائی جامع اور کامل ابحاث۔
- ”آل“ و ”اہل“ کے درمیان ۳۸ لطیف و دقیق فروق کی تشریح و توضیح۔
- ”آل نبی“ سے کون لوگ مراد ہیں؟
- آل نبی کے مصداق میں ائمۂ اسلام کے ۱۵ اقوال کی تفصیل۔
- اہل تشیع کے متعدد پیچیدہ اعتراضات کے دقیق جوابات۔
- جدید علمی مباحث وفنی دقائق جو دیگر کتب سلف و خلف میں نہ ملیں گے۔
- مزید برآں آج تک اسلاف کی تمام کتابوں میں لفظ ”آل“ کے صرف دو مآخذ مذکور رہیں مگر اس کتاب میں لفظ ”آل“ کے ۱۷ عجیب و غریب مآخذ کی توضیح مع ادلہ ہے جو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی مرتبے کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

النَّجمُ السَّعدُ

فِی مباحث

أمَّا بعدُ

ایک مختصر لفظ یعنی " أما بعد " پر محدث اعظم ، فقیہ افہم ، امام العصر ، حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ کی تحریر کردہ ایک عظیم اور منفرد کتاب۔

بلند علمی ذوق رکھنے والوں کیلئے ایک منفرد، شاہکار اور گراں قدر علمی ذخیرہ

کتاب میں شامل چند اہم مباحث کی تفصیل۔

- " أما بعد " کا شرعی حکم کیا ہے؟
- سب سے پہلے لفظ " أما بعد " کس نے استعمال کیا؟
- " أما بعد " کن مواقع میں ذکر کیا جاتا ہے؟
- " أما بعد " کی اصل کیا ہے اور اس کا کیا معنی ہے؟
- " أما بعد " سے متعلق تمام ابحاث وتحقیقات۔
- نیز کتاب ہذا میں حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالی نے لفظ " أما بعد " کی نحوی ترکیب میں تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس (۱۳۳۹۷۴۰) وجوہ اعراب ذکر کی ہیں اور ان کی تشریح کی ہے۔ ایک مختصر سے لفظ کی اس قدر نحوی تراکیب پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان بے اختیار عربی زبان کو سید الألسنہ اور مصنف رحمہ اللہ کو سید المصنفین کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔
- مزید براں اس کتاب میں بہت سی ایسی دقیق ابحاث، علمی مسائل اور فنی غرائب کی تفصیل ہے جن کے حصول کیلئے علمی ذوق و شوق رکھنے والے حضرات بیتاب رہتے ہیں۔

رِیَاضُ السُّنَن

شَرحُ السُّنَن لِلإمام التِّرمِذِی رحمہ اللہ

مُحدِّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیِ وقت

حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیّب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

سنن ترمذی کی بزبانِ اردو عظیم الشان شرح

محدث اعظم حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالی کی تصنیفِ لطیف۔ عرصۂ دراز سے علماء و خواص اس کتاب کی اشاعت کا مطالبہ کر رہے تھے۔ علم و حکمت کے بے بہا موتیوں سے لبریز ایک عظیم علمی شاہکار۔ اب تک صرف جلد ثانی زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔

البرکات المکیۃ

فی

الصلوات النبویۃ

امیرالمؤمنین فی الحدیث شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی طیب اللہ آثارہ
کی تصنیف کردہ انتہائی مبارک اور پر تاثیر کتاب۔

وظائف پڑھنے والوں کیلئے بیش بہا اور نادر خزانہ

حیرت انگیز تاثیر کی حامل درود شریف کی عجیب و غریب کتاب جو عوام و خواص میں بے انتہاء مقبول ہے۔ اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کے آٹھ سو ۸۰۰ سے زائد اسماء کو احادیث کی مستند کتب سے انتہائی تحقیق کے بعد درود شریف کی شکل میں یکجا کیا ہے۔
کتاب کی ابتداء میں درود شریف کے فضائل اور کتاب پڑھنے کا طریقہ تفصیلاً درج ہے۔
حضرت محدث اعظمؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیشمار لوگوں نے بتلایا ہے کہ اس کتاب کے گھر میں پہنچتے ہی انہوں نے قلیل مدت میں اس کتاب کے عجیب و واضح فوائد محسوس کیے اور ان کی تمام مشکلات حل ہوئیں۔ وفات کے بعد ان کے ایک شاگرد نے خواب میں دیکھا کہ روضۂ رسول ﷺ کی جالی کا دروازہ کھلا اور اندر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی انتہائی خوشی کی حالت میں مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ شاگرد نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ استاذی آپ کی قبر مبارک سے جنت کی خوشبو آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میری کتاب "برکاتِ مکیہ" کو بارگاہ نبوی ﷺ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا ہے اسی لئے میری قبر سے جنتی خوشبو آرہی ہے۔

گلستانِ قناعت

مسمّٰی بہ

جنّۃ القناعۃ

محدثِ اعظم، مفسر کبیر، شیخ المشائخ، ترمذیٔ وقت
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
رحمہ اللہ تعالی کی ایک انتہائی مفید و محقق تصنیف

قناعت سے متعلق آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ مرفوعہ وموقوفہ، اقوالِ صالحین، مواعظِ عارفین، حکایاتِ متقین، کراماتِ اولیاء اور واقعاتِ ائمۂ کرام کا نہایت مفید، روح پرور اور ایمان افروز ذخیرہ وگنجینہ

تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک انتہائی عجیب وبدیع کتاب جو علمی تحقیقات کے ساتھ ساتھ اصلاحی، تبلیغی، اخلاقی مواعظ ونصائح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل اہل علم کے ایک استفتاء کا محققانہ، واعظانہ، حکیمانہ عارفانہ مفصل جواب ہے۔ اہل علم و دانش کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس کتاب سے پوری طرح استفادہ کر سکتے ہیں۔

کتابِ ہذا میں حرصِ دنیا، ترکِ قناعت اور حب دنیا کے تباہ کن نتائج کی تحقیق وتفصیل پیش کی گئی ہے مزید براں یہ کتاب زہد وقناعت کے علمی، اصلاحی، دنیوی واخروی، اخلاقی، ظاہری وباطنی فوائد و برکات اور ثمرات کی ایمان افزا تفصیلات پر بھی مشتمل ہے۔ تکمیلِ افادہ کی خاطر کثرت سے مفید ورقت انگیز اشعار بھی ذکر کیے گئے ہیں۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

فلکیاتِ جدیدہ

و

سیر القمر و عید الفطر

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الخستم، ترمذیِ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

علم فلکیات پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

ستارے کیسے وجود میں آئے؟ سیارے اور ستارے میں کیا فرق ہے؟ ستاروں کی تعداد کتنی ہے؟ نظام شمسی کی پیدائش کیسے ہوئی؟ سیاروں کی دائمی گردش کا راز کیا ہے؟ کیا سماء اور فلک ایک شے ہیں؟ کیا ستارے آسمانوں میں پھنسے ہوئے ہیں یا ان سے نیچے ہیں؟ تقویم کسے کہتے ہیں؟ ہیئت کے بارے میں قدیم نظریات کیا ہیں؟ ہیئت جدیدہ کے اہم نظریات کون کونسے ہیں؟ کرہ ہوائی سے کیا مراد ہے؟ زیریں سرخ، بالائے بنفشی، لاسلکی اور ریڈیائی شعاعوں میں کیا فرق ہے؟ ہمیں آواز کیسے سنائی دیتی ہے؟ فضا ہمیں نیلگوں کیوں دکھائی دیتی ہے؟ کیا قرآن اور ہیئت جدیدہ کے نظریات میں کوئی اختلاف ہے؟ سال کے مختلف موسموں میں شب و روز کی لمبائی کیوں بدلتی ہے؟ کیا براعظم سرک رہے ہیں؟ سورج گرہن اور چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ کائنات کتنی وسیع ہے؟ کائنات کی ابتداء کیسے ہوئی اور اسکی عمر کتنی ہے؟ علم ہیئت میں مسلمان سائینسدانوں نے کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ قدیم مسلمان سائینسدانوں کی تحقیقات اور جدید ترین سائنسی تحقیقات میں کتنا فرق ہے؟

مندرجہ بالا موضوعات کے ساتھ ساتھ نظام شمسی کے سیارات کے حالات، چاند کی سرگزشت، آواز، روشنی کی اقسام، شب و روز، زمین کی گردش، سمت قبلہ، معجزۂ شق قمر، عناصر کا بیان، ہفتے کی تقرری کی وجوہات، براعظموں کا بیان، آسمانی بجلی کی تفصیل، زمین کی گردش، عرض بلد و طول بلد وغیرہ کے بارے میں مفصل ابواب ہیں۔ کتاب ہذا کے دوسرے حصے میں عید الفطر اور ہلال عید کے بارے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ جدید طباعت میں بیشمار قیمتی تصاویر کے علاوہ اسی (۸۰) سے زائد آرٹ پیپر کے صفحات پر رنگین و نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔

لطائف البال

فی

الفروق بین الأهل والآل

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

لفظ ''آل'' اور ''اہل'' کے درمیان فروق پر مشتمل مختصر کتاب۔ کتب اسلامیہ عربیہ میں لفظ ''آل'' اور لفظ ''اہل'' نہایت کثیر الاستعمال ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں حضرت محدث اعظم مختلف دقیق فروق کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ مدرسین حضرات اور طلباء کیلئے نہایت قیمتی تحفہ۔

کتاب

الأربعین البازیّۃ

تصنیف محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ وأعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

حضرت محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ
نہایت قیمتی چالیس احادیث کا مجموعہ۔

نیل البصیرة

فی

نسبة سبع عرض الشعیرة

لإمام المحدّثین نجم المفسّرین زبدة المحقّقین
العلامة الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی
رحمه الله تعالیٰ وأعلیٰ درجاته فی دار السّلام

علماء وطلباء کے لئے نہایت مفید علمی خزانہ

ہیئت قدیم میں لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل تصریح و شرح چغمینی کے ایک مشکل مقام کی شرح وتوضیح ہے۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی یہ کتاب بہت سے ایسے قیمتی، علمی نکات پر مشتمل ہے جو اہل علم کے لئے نہایت گرانقدر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الهيئة الكبرى

مع شرحها

سماء الفكرى

کلاهما لإمام المحدثین نجم المفسرین زبدة المحققین
العلامة الشیخ مولانا محمد موسی الروحانی البازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاوی

مدارس دینیہ کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ کے اراکین علماء کبار کی فرمائش پر حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالی نے بزبان عربی دو جلدوں میں یہ ضخیم کتاب تالیف کی جس کے ساتھ نہایت مفصل اردو شرح بھی ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات بھی اس سے مکمل استفادہ کر سکتے ہیں۔ جدید ترین تحقیقات وآراء پر مشتمل یہ بے مثال کتاب جدید ہیئت کے مسائل ومباحث کا عظیم خزانہ وجامع فتاوی ہے۔ کتاب کے آخر میں علم ہیئت کی اصطلاحات کا نہایت اہم ومفید رسالہ بھی ہے۔ پس ہیئت کبریٰ دراصل تین نادر کتابوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بہت سی قیمتی اور نایاب تصاویر پر مشتمل ہے۔

الهيئة الوسطیٰ

مع شرحها

النجوم النشطیٰ

مصریٰ

کلاهما للإمام المحدثین نجم المفسرین زبدة المحققین

العلامة الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی

رحمه الله تعالیٰ وطیب آثاره

علم فلکیات کا شوق رکھنے والے حضرات کیلئے ایک درّ نایاب

یہ دوسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے جس کی وجہ سے اردو خواں طبقہ بھی اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ کتاب ایک شاہکار اور درّ نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی افادیت و جامعیت کے پیش نظر پاکستان، ایران، افغانستان کے بہت سے مدارس نے اسے اپنے نصاب میں شامل کیا ہے۔ یہ کتاب بیشمار قیمتی اور نایاب رنگین وغیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔ ہیئت کبریٰ، ہیئت وسطیٰ اور ہیئت صغریٰ تینوں کتب کو سعودی حکومت نے ان کی علمیت و جامعیت کے پیش نظر بڑی تعداد میں منگوا کر علماء کرام میں تقسیم کیا ہے۔

الهیئۃ الصغریٰ

مع شرحها

مدار البشریٰ

مصوّر

کلاھما لإمام المحدّثین نجم المفسرین زبدۃ المحققین
العلّامۃ الشیخ مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی
رحمہ اللہ تعالیٰ وطیب آثارہ

علم فلکیات کی دقیق مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب

یہ تیسری کتاب ہے جو حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی کمیٹی برائے نصاب کتب کے اراکین علماء کبار و مشائخ عظام کی فرمائش پر تصنیف کی۔ عربی متن کے ساتھ ساتھ انتہائی مفصل اردو شرح ہے مصنف نے اس چھوٹے حجم والی کتاب میں علم ہیئت کی انتہائی کثیر اور دقیق مباحث جمع کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ مؤلف کی دیگر تالیفاتِ علم ہیئت کی طرح یہ کتاب بھی جامع، محقق اور جدید مسائل فن پر حاوی ہونے کے علاوہ بہت سی قیمتی رنگین و غیر رنگین تصاویر پر مشتمل ہے۔

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

رزقِ حلال وغیبی معاشِ اولیاء

مسمّٰی بہ

ترغیب المسلمین

فی

الرّزقِ الحلالِ وطعمۃ الصّالحین

تصنیف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ

سخت سے سخت دلوں کو موم کرنے اور نرم دلوں کو تڑپا دینے والی کتاب

مسئلۂ رزق نے انسان کو مادّیات کی اس دنیا میں پھنسادیا ہے۔ مال و دولت اس کی زندگی کا محور بن چکے ہیں اور وہ آخرت سے کلیتاً غافل ہو چکا ہے۔ کتابِ ہذا میں رزقِ حلال کی تبشیر و ترغیب اور حرام مال سے تخویف و ترہیب سے متعلق آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ مبارکہ مرفوعہ وموقوفہ کی توضیح و تشریح کے علاوہ علماء کرام، محدّثینِ عظام، مفسّرینِ فخام، اولیاءِ اعلام، سلفِ صالحین، زاہدین، عابدین، ذاکرین، صادقین، متقین، شاکرین، صابرین، قانعین، مخلصین، متوکّلین اور تارکینِ دنیا کے ایمان افروز احوال، حکیمانہ اقوال، عبرت انگیز واقعات، سبق آموز خصالِ سعیدہ و اخلاقِ حمیدہ، درد انگیز حکایات، نصیحت آمیز کرامات اور رقت خیز مواعظ کا کافی و وافر ذخیرۂ روحانیہ و ایمانیہ جمع کیا گیا ہے۔ رزق سے متعلق اسلاف کے عجیب و غریب اور نادر و نایاب واقعات پر مشتمل یہ واعظانہ کتاب انسان کو بے اختیار آنسو بہانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

قصیدۂ طُوبیٰ

فی

اسماءِ اللہ الحُسنیٰ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا مُحمّد مُوسیٰ رُوحانی بازِی

طیب اللہ آثارہٗ و اعلیٰ درجاتہٗ فی دار السلام

پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا لوگوں کیلئے ایک عظیم تحفہ

نہایت مبارک اور بے مثال و بے نظیر قصیدہ

اس مبارک قصیدے میں اللہ جل جلالہ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ سمیت تقریباً پونے دو صد نام نظم کیے گئے ہیں۔ قصیدۂ طوبیٰ عالم اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء دعا کے انداز میں بزبان عربی منظوم ہیں اور عوام الناس کی آسانی کیلئے اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ عرب و عجم میں بے شمار علماء و خواص و عوام نے اس قصیدے کو تکالیف، پریشانیوں اور مصائب سے نجات، مشکلات کے حل اور قضائے حاجات کے لیے بے انتہاء مفید پایا ہے۔ قصیدۂ طوبیٰ پڑھنا شروع کیجئے چند دن میں ہی آپ خود اس کی برکات کا مشاہدہ کرلیں گے

قصیدۂ حُسنیٰ

فی

اسماءِ النبی الاعظم ﷺ

تصنیف

مُحدّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللہ آثارہٗ و أعلی درجاتہٗ فی دار السلام

دنیائے اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا اور نہایت مبارک قصیدہ

حل مشکلات اور قضائے حاجات کیلئے بے انتہاء مفید

قصیدۂ حسنیٰ دنیائے اسلام کا پہلا قصیدہ ہے جس میں پانچ سو(500) سے زیادہ مستند اسماء النبی ﷺ دعائیہ طریقے سے بزبانِ عربی منظوم ہیں۔ تکمیل فائدہ اور آسانی کے لئے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ قصیدہ عرب وعجم میں نہایت مقبول و معروف ہے۔

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، امریکہ، برطانیہ، عراق، مصر، سری لنکا، برصغیر پاک و ہند اور دیگر بہت سے ممالک میں بیشمار اولیاء اللہ وعوام اسے بطور وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ تکالیف و مشکلات کو دور کرنے اور قضائے حاجات کیلئے نہایت مؤثر، مفید اور مجرب ہے۔ قصیدۂ حسنیٰ پڑھنا شروع کرتے ہی چند ایام میں آپ اپنے ہر کام میں واضح برکات محسوس کریں گے۔

چھوٹے گناہوں اور نیکیوں کے اَثرات

مسمّٰی بہ

اِسْتِعْظَامُ الصَّغَائِرِ

تصنیف

مُحدِّثِ اعظم، مُفسّرِ کبیر، مُصنّفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا مُحمّد مُوسیٰ رُوحانی بازِی

طیّب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

قلب وروح کی تسکین کا سامان لئے ہوئے ایک منفرد کتاب

اندھی مادیت کے اس عہدِ زیاں کار میں گناہوں کی یلغار بڑھتی جارہی ہے جس نے دولتِ ایمان و یقین سے بہرہ مند باعمل مسلمانوں کو سخت صدمے سے دوچار کررکھا ہے تو عام مسلمان بھی روح واحساس سے عاری اس زندگی میں شدید مایوسی اور پریشانی کا شکار ہیں۔ اس مایوسی کے عالم میں گناہوں اور نیکیوں کی حقیقت اوران کی تاثیر سے روشناس کروانے والی یہ البیلی کتاب روشنی و ہدایت کی طرف انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ زبان و بیان کی تاثیر لیے ہوئے یہ عجیب و منفرد کتاب جس کا لفظ لفظ اور سطر سطر دل کے دریچوں پر دستک دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مزید برآں اس مبارک کتاب میں امتِ محمدیہ اور گذشتہ امتوں کے بہت سے بزرگوں کے ایمان افروز واقعات بھی درج کیے گئے ہیں۔ نیز اس کتاب میں بہت سے ایسے مختصر اعمال و مختصر دعائیں بھی مذکور ہیں جن کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

رزقِ اولیاء کے پوشیدہ اسباب

مسمّٰی بہ

تعلیم الرفق

فی

طلب الرزق

تصنیف

محدّثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ افخم، ترمذیٔ وقت حضرت مولانا محمّد موسیٰ روحانی بازی

طیب اللہ آثارہ و أعلیٰ درجاتہ فی دار السلام

رزقِ حلال کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ زمانۂ حاضر میں ہر آدمی کثرتِ مصائب اور کثرتِ حاجات کے افکار کی وجہ سے پریشان اور بے چین ہے۔ اس پریشانی اور بے چینی کی سب سے بڑی وجہ مال کی محبت و حرص ہے۔ مال کی محبت ہر برائی اور ہر گناہ کی جڑ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان حلال و حرام کی تمیز ترک کر کے ہر گناہ کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں رزق حلال کی ترغیب اور حرام مال کی ترہیب سے متعلق عبرت انگیز واقعات، ایمان افروز اقوال، درد انگیز حکایات اور بزرگوں کے نصیحت آمیز مواعظ کا ایمانی ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ موقع بہ موقع مفید اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل حضرت محدث اعظم کی دو قیمتی کتب ''ترغیب المسلمین'' اور ''گلستان قناعت'' کا خلاصہ ہے۔

مبارک دعائیں

مرتب

عبدِ ضعیف محمد زہیر رُوحانی بازِی عفا اللہ عنہ وعافاہ

حکومت پاکستان سے ایوارڈ یافتہ کتاب

چھوٹی اور مختصر دعاؤں کا مجموعہ جس نے ملک بھر میں مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ جیبی سائز کی اس نہایت مبارک کتاب میں ایسی مختصر دعائیں جمع کی گئی ہیں جن کا ثواب و فائدہ بہت زیادہ ہے۔ جو احباب اپنے فوت ہو جانے والے عزیز و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ کے طور پر اس کتابچہ کو طبع کروا کر تقسیم کروانا چاہیں وہ ادارہ سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

طلبہ، علوم نبویہ کیلئے عظیم
علمی تحفہ و نعمتِ غیر مترقبہ

پاکستان میں پہلی مرتبہ سی ڈیز پر منفرد علمی تحقیقی دروس

خود استفادہ کیجئے اور علمی احباب کو تحفہ پیش کیجئے

مدرّس

عبدِ ضعیف محمد زہیر روحانی بازی عفا اللہ عنہ و عافاہ

ابنِ

محدثِ اعظم، مفسرِ کبیر، مصنفِ الخمس، ترمذیِ وقت
حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
طیب اللہ آثارہ و أعلی درجاتہ فی دار السلام

ابواب الصرف علم صرف سیکھئے، دُنیا کا آسان ترین طریقہ	**تیسیر المنطق** (مکمل کتاب)	**علم الصیغۃ** (مکمل کتاب و خاصیات ابواب)
ھدایۃ النحو (مکمل کتاب)	**نحوی ترکیب** (انتہائی آسان جدید طریقہ)	**مختصر القدوری** (مکمل کتاب)
مرقات (مکمل کتاب)	**کافیۃ** (مکمل کتاب)	**اصول الشاشی** (مکمل کتاب)
شرح التھذیب	**تفسیر القرآن** (پارہ بیس تا پارہ انتیس)	**دروس البلاغۃ** (مکمل کتاب)
نور الانوار (مکمل کتاب)	**المعلقات السبع** (ابتدائی تین معلقات مکمل)	**شرح الوقایۃ اخیرین** (جلد اوّل مکمل، کتاب البیع تا کتاب الغصب)
الھدایۃ (جلد اوّل مکمل)	**مختصر المعانی** (مکمل کتاب)	**السراجی فی المیراث** (مکمل کتاب)

خصوصیات

- نہایت آسان و عام فہم درس جنہیں آپ شروحات کی بنسبت کئی گنا زیادہ مفید پائیں گے۔
- ریکارڈنگ نہایت صاف اور واضح۔ نیز ہر سبق کے ساتھ کتاب کا متعلقہ صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔
- کتاب کھولئے، سی ڈی میں سے متعلقہ سبق چلایئے، آپ خود کو کمرۂ جماعت میں محسوس کرینگے۔

خوشخبری: اب تمام دروس www.dars-e-nizami.com سے ڈاؤنلوڈ کیجئے یا YouTube پر سنئے۔
YouTube Channel: Jamia Muhammad Musa Albazi

ابوابُ الصَّرف

علمِ صرف میں کمزور طلباء وطالبات کیلئے عظیم خوشخبری

ابتدائی طلباء کیلئے دنیا کی آسان ترین اور جامع ترین علمِ صرف

ترمذئ وقت محدثِ اعظم مُفسرِ کبیر، رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمد موسیٰ رُوحانی بازی

کے انوارات وبرکات والا علمِ صرف کا انتہائی مبارک ونافع طریقہ

اب اردو ترجمہ والا ابواب الصرف کا جدید ایڈیشن بھی دستیاب ہے

مدارسِ دینیہ کے بعض طلباء عربی عبارت نہیں پڑھ سکتے، عموماً اس کی بنیادی وجہ علم صرف میں کمزوری ہوتی ہے کیونکہ علم نحو میں مہارت کیلئے علم صرف میں مہارت نہایت ضروری ہے۔ ایسے مایوس طلباء کیلئے یہ ابواب نعمتِ غیر مترقبہ ہیں۔ بڑے درجات کے طلباء صرف تین چار ماہ کے مختصر عرصے میں ان ابواب کو یاد کر کے اپنی علمی بنیاد کو خوب مضبوط کر سکتے ہیں۔

علم صرف پڑھانے والے مدرّسین حضرات کیلئے ایک عظیم علمی خزانہ

مدرّسین حضرات اپنے تلامذہ کی مضبوط علمی بنیاد بنانے کے لئے ایک مرتبہ یہ ابواب پڑھانے کا تجربہ ضرور کرلیں۔
ان شاء اللہ تعالیٰ صرف ایک مرتبہ کے تجربہ سے ہی وہ ان ابواب کو ہمیشہ کیلئے اپنالیں گے۔ پاکستان وبیرون ملک میں طلباء وطالبات کے جن مدارس نے بھی ان ابواب کا تجربہ کیا وہ اس کے ناقابل یقین نتائج دیکھ کر حیران رہ گئے۔
ان ابواب کو پڑھانے اور سننے کا خاص طریقہ جاننے کیلئے حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے مولانا محمد زہیر روحانی بازی حفظہ اللہ کے دروس انٹرنیٹ (یوٹیوب وغیرہ) پر موجود ہیں جن سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مزید معلومات وتفصیلات کیلئے جامعہ محمد موسیٰ البازی رابطہ نمبر 0301-8749911

جامعہ محمد موسیٰ البازی برہان پورہ، عقب گورنمنٹ بوائز ہائی سکول رائے ونڈ لاہور